یعنی

ترجمہ رقعاتِ عالمگیر

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

اورنگ زیب

خطوط کے آئینے

میں

یعنی

ترجمہ رقعاتِ عالمگیر

(مرتبہ سید نجیب اشرف صاحب ندوی)

مع سوانح حیات حضرت محی الدین اورنگ زیب

از

شمس بریلوی

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

تعداد اشاعت ——— ایک ہزار

بار ——— اوّل

سن طباعت ——— اکتوبر ۱۹۷۰ء

کتابت ——— محمد الیاس خوشنویس

طابع ——— مشہور آفسٹ پریس میکلوڈ روڈ کراچی

ناشر ——— مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

قیمت مجلد معہ گرد پوش ——— /

اِنتساب

بطور تشکر و امتنان

میں اپنی اس کاوش کو

مکرمی و محترمی ڈاکٹر سیّد ہارون احمد

(ایم بی بی ایس، ڈی پی ایم)

جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سینٹر، کراچی

کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں — جو

فنّی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی کمالات سے

بھی بہرہ ور ہیں۔

مخلص

شمس بریلوی

فہرست مضامین

ضمیمۂ دوم

ضمیمۂ سوم

ضمیمۂ چہارم

ضمیمہ پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

خدا کا شکر ہے کہ جب سے مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی کا قیام عمل میں آیا ہے، میری تمامتر کوششیں اس امر پر مرکوز رہی ہیں کہ میں ایسا صالح، پاکیزہ اور بامقصد ادب قوم کے سامنے پیش کروں جو ایک طرف تو وقت کے تقاضوں کو پورا کرے اور دوسری طرف اس کے ذریعہ مفید اور بہترین نتائج مرتب ہونے کی توقع ہو، اس سلسلے میں آج تک یہ ادارہ مختلف موضوعات پر بہت ہی نایاب، کمیاب گراں مایہ کتب شائع کرچکا ہے پیش نظر کتاب تاریخ مغلیہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ ہندوستان کی مغلیہ تاریخ میں اورنگ زیب عالمگیر کی شخصیت ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ اکبر نے اپنے عہد حکومت میں جس رواداری پالیسی کو روا رکھا تھا اسکے بڑے دوررس نتائج نکلے۔ مسلمانوں کی تہذیب و معاشرے پر آہستہ آہستہ ہندو کلچر کا رنگ چڑھنے لگا دینی احکام و فرائض کی تعمیل میں ان کے اندر ایک تساہل پیدا ہونے لگا۔ مذہبی بے راہ روی بڑھنے لگی، عالمگیر اورنگ زیب نے وقت کی اس فتنہ کو پہچانا اور الحاد و بے دینی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے روکنے کے لئے ان کو ایک عظیم جدوجہد سے ایک عظیم بند باندھنا پڑا، اس مقصد کے حصول میں ان کو زبردست مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان تمام دشواریوں اور عظیم مساعی سے اگر آپ آگاہی کے طالب ہیں تو "اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں" ملاحظہ فرمائیے جو خانوادہ شاہجہانی کے فرامین، نشانات اور احکام کی صورت میں اس عہد کی ایک ایسی سچی تاریخ ہے جو عصر شاہجہانی اور عہد عالمگیر کی بہت ہی اجاگر تصویریں آپکے سامنے پیش کرے گی یہ مجموعہ خطوط عالمگیر اورنگ زیب کی تخت نشینی کے عہد تک لکھے جانے والے مکاتیب کا ایک دلچسپ ترجمہ ہے جسے مشہور ادیب جناب شمس بریلوی نے بہت ہی شستہ اور پاکیزہ انداز میں آپ کے سامنے پیش کیا ہے، شروع میں اورنگ زیب عالمگیر کی سوانح عمری تاریخی شواہد کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیگئی ہے تاکہ آپ سوانح حیات کی روشنی میں اُن خطوط کے پس منظر اور اس دور کے سیاسی محرکات سے اچھی طرح آگاہ ہوسکیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اپنے ادارے کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ:

(حکیم) محمد تقی دہلوی عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برصغیر ہندو پاک کی تاریخ میں محی الدین اورنگ زیب کی شخصیت بڑی متنازعہ فیہ رہی ہے۔ ہندو مورخین نے جو لکھا ہے وہ صرف بہتان طرازی، افترا پردازی، ایک معاندانہ پروپیگنڈہ اور حقیقت کو چھپانے کی ایک جسارت بیجا ہے، مسلمان مورخین نے اورنگ زیب کے سلسلے میں جو تاریخی نقوش چھوڑے ہیں ان پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ان میں تاریخی درایت نہیں ہے بلکہ اورنگ زیب کی صفائی پیش کی گئی ہے اور حقائق سے چشم پوشی!

ملوکیت کی ان تاریخوں میں جو اسی عصر کی پیداوار ہوتی ہیں تاریخی درایت کا واقعی فقدان ہوتا ہے، اس لئے کہ عام طور پر درباری مورخ کا قلم شاہی مزاج اور احکام کے تابع ہوتا ہے، بادشاہ کے چشم و ابرو کے اشارے اس کے خامۂ تاریخ نگار کو جدھر چاہتے ہیں پھیر دیتے ہیں۔ درباری مورخ بیچارا مجبور ہے اگر سرتابی کرتا ہے تو معتوب سلطانی بنتا ہے لہٰذا وہ بے چون وچرا احکام کی بجاآوری کرتا ہے اور اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے کہ آئندہ دور کا مورخ تحقیق کے آئینے میں اس کی مسخ صورت ضرور قارئین کے سامنے پیش کرے گا۔

برصغیر ہندو پاک میں مغلیہ سلطنت کی تاریخ بہت کچھ مسخ ہو جاتی اگر تزک بابری، ہمایوں نامہ اور تزک جہانگیری موجود نہ ہوتیں، بابر اور جہانگیر نے اپنی شخصیت کو ان خود نوشت سوانح عمریوں میں کہیں بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی ان دونوں نے اپنے عیوب بھی آئندہ کے محاسبہ کے لئے کھل کر پیش کر دیئے ہیں، ہمایوں نامہ گلبدن بیگم کے قلم سے ہمایوں کی آشفتہ حالی کی ایک مختصر مگر جامع تاریخ ہے مغلیہ سلطنت کا رجل عظیم جلال الدین محمد اکبر ابوالفضل اور فیضی کا رہین منت ہے اگر بدایونی کی منتخب التواریخ نہ ہوتی تو اکبر کے بہت سے عیوب چھپ جاتے۔ شاہجہاں نے بھی کوئی تزک اپنی یادگار نہیں چھوڑی لیکن عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ جیسے دو بلند خیال اور صداقت نگار مورخ اس کو مل گئے تھے انھوں نے عہد شاہجہانی کی بے کم وکاست تاریخ بیان کر دی ہے، لیکن اورنگ زیب کو ایسا صداقت نگار مورخ کوئی نہیں مل سکا اور خود انھوں نے تزک کی نگارش پر توجہ نہیں فرمائی! اورنگ زیب کے عہد کے مورخین میں مستعد خان ساقی ایک درباری امیر بہت مشہور ہے، وہ ماثر عالمگیری پیش کرتا ہے لیکن مستعد خاں بڑا وفادار مورخ ہے اس نے اپنے ظل اللہ پر تنقید سے گریز کیا ہے۔ اور اپنے ولی نعمت

کے خلاف قلم کو کہیں بھی حرکت میں نہیں لایا ہے چنانچہ شاہ جہاں پر جو کچھ گزری اس کے بیان سے وہ صاف بچکر نکل گیا کہ یہ امر اس کے ممدوح (اورنگ زیب) کی طبع نازک پر گراں گزرتا۔ اس لئے تاریخی درایت کی تلاش ماثر عالمگیری سے عبث ہے۔

عاقل خاں رازی صاحب آداب عالمگیری اور حمید الدین مصنف احکام عالمگیری اورنگ زیب کے معتمد امراء میں سے ہیں، انھوں نے مستعد خاں کی طرح حقائق کی صورتیں تو منسخ نہیں کی ہیں لیکن انھوں نے اورنگ زیب کے افعال و احکام پر تنقید سے گریز کیا ہے۔ حضرت محی الدین اورنگ زیب کے ہم عصر دو مورخ اور ہیں ایک خافی خاں صاحب لباب اللباب، دوسرے محمد صالح کنبوہ صاحب عمل صالح (تین جلد) ان حضرات نے بڑی کاوش کی ہے اور تاریخی حقائق کے بیان میں انھوں نے سلطان پروری یا جنبہ داری کو اپنے اوپر قابو نہیں پانے دیا ہے ان دونوں نے اکثر بادشاہ نامہ (عبد الحمید لاہوری) سے استناد کیا ہے۔ ان کی تاریخی درایت کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف یہ اورنگ زیب کی فتوحات پر شادمانی کا اظہار بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف دارا شکوہ اور سلیمان شکوہ کی تشہیر پر آنسو بھی بہاتے ہیں شاہجہاں کی عالم کسمپرسی میں وفات کے واقعہ کو بڑے اندوہگیں طرز میں بیان کیا ہے اور پھر اورنگ زیب کی صفائی بھی پیش کردی ہے۔

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں اورنگ زیب پر بہت کچھ لکھا گیا، اپنوں نے بھی لکھا اور غیروں نے بھی۔ لیکن ان تاریخوں میں بہت کم ایسی تاریخیں ہیں جو افراط یا تفریط سے خالی ہوں، ہندوؤں میں جدو ناتھ سرکار عالمگیر اورنگ زیب پر سند مانے جاتے ہیں لیکن انھوں نے دل کھول کر اورنگ زیب پر تہمت تراشی کی ہے۔ اس کے جواب میں مسلمان مورخین نے جب قلم اٹھایا تو تاریخی حقائق کے بیان کرنے کے بجائے ان الزامات کی تردید کی اور تردید ہی پر اکتفا کرتے تو غنیمت تھا انھوں نے اورنگ زیب کو ان رفعتوں پر پہنچا دیا جہاں تاریخ کے قدم نہیں پہنچتے "اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں" حضرت محی الدین اورنگ زیب بادشاہ غازی کے ان مکاتیب کا ترجمہ ہے جو خانوادۂ شاہجہانی اور عالمگیری سے متعلق ہیں خطوط، حالات، واقعات اور احساسات کے بڑے سچے ترجمان ہوتے ہیں آئندہ اوراق میں آپ ان کا سلیس اور رواں دواں ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے، ان خطوط کے مطالعہ سے خانوادۂ شاہجہانی کی ہر شخصیت آپ کے سامنے بے نقاب ہو کر آجائے گی، اس وقت آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اقتدار کی رسہ کشی میں کس کا ہاتھ کس کے گریبان تک پہنچا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس برصغیر ہند و پاک میں حضرت محی الدین اورنگ زیب شخصی

اسلامی حکومت کے بانی ہیں ہندوان سے اسی وجہ سے ناراض ہے لیکن افسوس کہ جب ہم ان کی ذات ستودہ صفات کا ذکر کرتے ہیں تو حضرت سلطان شمس الدین التمش اور سلطان ناصرالدین محمود نوراللہ مرقدہما جیسے پاکیزہ اور درویش صفت سلاطین کو بھول جاتے ہیں، کیا ان کے زہد و تقویٰ، عدل و انصاف، تدبر اور جہانداری کو محی الدین اورنگ زیب کے ساتھ ایک ترازو میں نہیں رکھا جا سکتا۔

ہاں اگر محی الدین اورنگ زیب کو یہ کہکر ایک مخصوص طبقہ بیحد و حساب پسند کرتا ہے اور ماحی کفر و شرک، حامی دین و ملت سمجھتا ہے، کہ وہ ہندوؤں کے جانی دشمن، مرہٹوں کے قاتل بتکدوں کے ڈھانے والے، اور غیر مسلموں سے دلی عداوت رکھنے والے تھے تو میں نہایت صفائی سے عرض کروں گا کہ ایسا طبقہ اورنگ زیب کے ساتھ انصاف نہیں کر رہا ہے، مولانا شبلی نعمانی کا کتابچہ "اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر" ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ ایک رعیت پرور عادل، منصف مزاج اور مسلمان فرمانروا تھا نام کا مسلمان نہیں بلکہ ایک باعمل مسلمان بادشاہ اور میں سمجھتا ہوں کہ اورنگ زیب کی اس سے زیادہ اور تعریف نہیں ہو سکتی۔

آئندہ صفحات میں محی الدین اورنگ زیب کی سوانح حیات منصب نظامت پر فائز ہونے سے کشمکش اقتدار کے زمانے تک ان رقعات سے مرتب کیگئی ہے جو "رقعات عالمگیر" کے نام سے نجیب اشرف صاحب نے ترتیب دیئے ہیں۔ ان رقعات کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے ممکن ہے کہ اس دور میں اُن کی زندگی کا دامن کہیں کہیں سے آپ کو داغدار نظر آئے تو اس میں میرے قلم کا قصور نہیں بلکہ اس کے ذمہ دار وہ مکتوبات ہیں جو خانوادۂ شاہجہانی کے میرے پیش نظر ہیں، ہاں تخت نشینی اور شاہجہاں کی وفات کے بعد ان کی زندگی جس پارسائی، عدل و انصاف اور ترویج شریعت اور اسلامی اقدار کی بحالی میں مصروف رہی وہ آپ اپنی نظیر رہی اور مورخ یا سوانح نگار کا قلم ہر مرحلہ پر قسم کھانے کو تیار رہے۔ اس سوانح میں تخت نشینی تک کے واقعات قدرے تفصیل سے پیش کئے گئے ہیں اور تخت نشینی کے بعد کے حالات کو اختصار سے پیش کیا گیا ہے چونکہ وہ پیش نظر "رقعات عالمگیر" میں نہیں ہیں اس طرح وہ میرے موضوع سے خارج ہیں۔

شمس بریلوی

سوانح حیات محی الدین اورنگ زیب

محی الدین اورنگ زیب کی ولادت

خافی خان لباب اللباب میں لکھتے ہیں کہ سلطان محی الدین اورنگ زیب کی ولادت مالوہ اور اجین کے سرحدی مقام دوہد (دوحد) پر ۱۰۲۸ھ میں واقع ہوئی۔ ملک الشعرائے دربار نے آفتاب عالمتاب تاریخ ولادت نکالی۔
۱۰۲۸

محمد صالح کنبوہ جو عہد شاہجہانی کے مشہور مورخ ہیں اپنی مشہور تصنیف عمل صالح جلد اوّل میں رقمطراز ہیں کہ :-

”شاہ بلند اقبال (شاہجہاں) برسم معہود و آئین مقرّرہ ہزار اشرفی بصیغۂ نذر از نظر اشرف گزرانیدہ التماس نام آں شاہزادہ والا گہر نمودند۔ آنحضرت (نورالدین جہانگیر) بسلطان اورنگ زیب موسوم ساختہ“

اس دور کے ایک اور مشہور شاعر نے تاریخ کہی ”گوہر تاج ملوک اورنگ زیب“ لیکن بحساب جمل اس کے اعداد ۱۰۲۷ھ ہوتے ہیں اور محمد صالح نے یہی تاریخ اختیار کی ہے لیکن خافی خان کے قول کی تائید ابوطالب کلیم کی تاریخ سے بھی ہوتی ہے لیکن وہ صحیح نہیں۔ رشید اختر ندوی صاحب نے اپنی تالیف میں ان دونوں تاریخوں یعنی ”گوہر تاج الملوک اورنگ زیب“ اور ”آفتاب عالمتاب“ کو ایک ہی سمجھا اور ان دونوں تاریخوں کو ۱۰۲۸ھ کی تائید میں پیش کیا ہے۔ صحیح اور درست یہی ہے کہ دس سو ستائیس ہجری تھی اور ذیقعدہ کا مہینہ، چاند کی پندرہ تاریخ تھی اور رات کا وقت، جہانگیر کا قافلہ پرشکوہ دوحد کے مقام پر پڑاؤ ڈالے تھا، شاہزادہ خرم بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ کاروانِ سلطان میں شریک تھا کہ اس کی عزیز اور پیاری بیوی (جو ابھی ملکہ کے لقب سے ممتاز نہیں تھی) یعنی ممتاز محل (ارجمند بانو بیگم) کے یہاں ایک اور بچّہ پیدا ہوا، شاہزادہ خرم نے صبح کے وقت جہانگیر کے حضور میں پہنچ کر ایک ہزار اشرفی بطور نذرانہ پیش کیں کہ چغتائی ترکوں میں یہ رسم قدیم سے چلی آرہی ہے اور والد محترم سے التماس کی کہ نومولود کا نام تجویز فرمائیں جہانگیر یہ خبر سن کر بہت مسرور ہوا اور اس وقت نومولود شاہزادے کا نام **سلطان اورنگ زیب** رکھا۔

شاہی کارواں یہاں زیادہ عرصہ نہ ٹھہرا اور نہ یہاں جشن ولادت منایا گیا بلکہ رسم تسمیہ کے

بعد ہی کاروانِ شاہی کو روانگی کا حکم ملا اور اُجین پہنچکر جہانگیر نے جشن ولادت شاہانہ طریقہ پر منایا امرأ اور خواص کو ان کے لائق خلعتیں اور شایانِ شان انعامات سے سربلند فرمایا۔

یہاں ایک شبہ کا بیان کرنا ضروری ہے کہ جہانگیر نے تزک جہانگیری میں شاہزادہ اورنگ زیب کی پیدائش ۱۰۲۷ھ لکھی ہے اور محمد صالح کنبوہ نے بھی جو دامن شاہجہانی سے وابستہ تھا ۱۰۲۷ھ تحریر کی ہے، اس صورت میں ملک الشعرائے دربار کا نکالا ہوا تاریخی نام "آفتاب عالمتاب" غلط ثابت ہوتا ہے اور "گوہرتاج الملوک اورنگ زیب" صحیح۔ محمد صالح نے عمل صالح میں ۱۰۲۷ھ تاریخ پیدائش بیان کرتے ہوئے ۱۰۲۸ھ کے "آفتاب عالمتاب" کو بھی بطور سند پیش کر دیا ہے۔ شاید وہ حساب کے اس تضاد کو یاد نہ رکھ سکے، ہاں "آفتاب" کے اعداد اگر ۴۸۵ کے بجائے ۴۸۴ لئے جائیں یعنی الف ممدودہ کا عدد خلاف قاعدہ صرف ایک لیا جائے تو ۱۰۲۷ھ تاریخ صحیح ہوگی۔

اس سلسلے میں تمام تاریخیں ایک طرف اور تزک جہانگیری ایک طرف کہ جہانگیر سے زیادہ صحیح تاریخ لکھنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شاعر دربار نے فی البدیہہ یہ نام نکالا ہو یا جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا الف ممدودہ کے عدد ۲ کے بجائے ایک ہی شمار کیا ہو بہرصورت ہم کو ۱۰۲۷ھ ہی اورنگ زیب کا سن پیدائش تسلیم کرنا پڑیگا تاریخ اور مہینے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، جہانگیر اس سے پہلے بھی اپنے پوتوں شاہزادہ مراد اور شاہ شجاع کی پیدائش پر جشن شاہانہ منا چکا تھا۔ لیکن دوران سفر اس قسم کا اہتمام قدرے دشوار تھا اور وہ شاہزادے کا جشن ولادت منانے کے لئے راستے سے پھر اکبرآباد واپس ہونے کے لئے تیار نہ تھا ورنہ جشن کی شان و شوکت کچھ دیدنی ہوتی

خود محی الدین اورنگ زیب نے اپنے کسی مکتوب میں اپنی تاریخ پیدائش کا ذکر نہیں کیا ہے۔

رقعات عالمگیری جو عام طور سے دستیاب ہو جاتا ہے، ایک رقعہ میں انھوں نے صرف دوحد کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ "دوحد میرا مولد اور مسقط الراس ہے" اور اس سلسلے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

میں نے آغاز کلام میں خافی خاں کے اصل الفاظ پیش کرنے کے بجائے ان کا مفہوم پیش کر دیا ہے، خافی خاں کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"ولادت باسعادت او در سنہ ہزار و بیست وہشت درمقام دوہود (دوحد) کہ سرحدِ صوبۂ احمد آباد و مالوا است واقع شدہ تاریخ ولادتش "آفتاب عالمتاب" یافتہ اند"

ایک اور مشہور مورخ صاحب ظفرنامہ نے بھی خافی خاں کے بیان کو کافی سمجھا ہے اور خود تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی اور ۱۰۲۸ھ ہی کو قابل اعتبار سمجھا چونکہ مصنف ظفرنامہ بعد کا مصنف ہے۔ لہٰذا اسکے بیان کی محمد صالح کے مقابلے میں کیا وقعت ہے مآثر عالمگیری نے تو اس موضوع کو چھیڑا ہی نہیں ہے، اس نے تو تخت نشینی اور بعد کے سوانح اور واقعات سے بحث کی ہے بہرحال

ان تمام شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جہانگیر کے بیان سے زیادہ مستند اور کوئی بیان نہیں ہوسکتا

اورنگ زیب کی عمر چار سال کی تھی کہ باپ اور بیٹے (جہانگیر اور شاہجہاں) میں اختلافات پیدا ہوئے، ان اختلافات کا بیان کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ جہانگیر کے الفاظ میں "بیدولت" بیٹے کی سرکشی چار سال تک جاری رہی اور آخر کار اس کو پھر باپ کے قدموں میں جھکنا پڑا۔ جہانگیر نے معذرت قبول کرتے ہوئے بالاگھاٹ کی نظامت عطا فرمادی اور مزید دو قلعے بھی عطا فرمائے، ایک رہتاس اور دوسرا قلعہ اسیر، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ شاہزادہ دارا اور اورنگ زیب کو جہانگیر کے حضور میں چھوڑ دیا جائے، شاہجہاں کو یہ شرط ماننا ہی پڑی[1] اور دونوں بچے نورجہاں کے حضور میں پرورش پانے لگے۔ اورنگ زیب کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی۔ شجاع اس کے حضور میں پہلے سے موجود تھا۔ نورجہاں نے شجاع کو متبنّیٰ کرلیا تھا۔ یہ تینوں بچے لاہور میں تقریباً دو سال تک جہانگیر کے دامن الطاف وکرم سے وابستہ رہے، جہانگیر کی وفات[2] کے بعد جب شاہجہاں اکبرآباد میں تخت نشین ہوا تو ان تینوں بچوں کو سیف الدولہ آصف خاں اور دوسرے خدم وحشم کے ساتھ لاہور سے اکبرآباد بلوالیا اس طرح شاہزادہ اورنگ زیب جب باپ کے حضور میں پہنچا تو دسویں برس میں قدم رکھ چکا تھا۔ شاہجہاں نے ان تینوں بچوں کو اس وقت بیساختہ یکے بعد دیگرے اپنے گلے سے لگالیا جب وہ آیا حضور کے سامنے نذر پیش کررہے تھے، ممتاز محل کے اضطراب اور جوش محبت کا تو پوچھنا ہی کیا۔

جشن تاجپوشی کے موقع پر شاہجہاں نے پیارے بیٹے کو ایک لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا اور پانچسو روپیہ روزینہ مقرر فرمادیا[3]۔

اورنگ زیب کی تعلیم

اورنگ زیب کا بچپن اور وہ زمانہ جب شاہزادے پر اتالیق مقرر کئے جاتے ہیں، باپ کے ساتھ اس طرح گزرا کہ شاہجہاں کا کوئی مَقر اور مستقر نہیں تھا آج یہاں ہے تو کل وہاں، ظاہر ہے کہ اس دشت گردی میں شاہزادوں کی تعلیم کا وہ انتظام تو نہیں ہوسکا جو ہونا چاہیئے تھا لیکن دامانِ شاہجہانی سے امراء، فضلا اور شعراء ضرور وابستہ تھے، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی جوہر قابل کو شاہزادگان کی اتالیقی کے لئے منتخب کرلیا ہو۔ ہاں باقاعدہ تعلیم کا آغاز اس وقت ہوا جب شاہجہاں نے زینت افزائے اورنگ

[1] تزک جہانگیری اور کیمبرج ہسٹری آف انڈیا [2] ۷ نومبر ۱۶۲۷ء

[3] اس انعام کا بدلہ بیٹے نے اس وقت چکا دیا جب وہ خود تخت نشیں ہوا، شاہجہاں کے ایام اسیری اس پر گواہ ہیں

جہانبانی ہوا۔ ماثر الامراء کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کے استادوں میں سعد اللہ خاں، محمد صالح، محمد ہاشم گیلانی۔ مولوی عبداللطیف سلطان پوری۔ ملا محی الدین، سید محمد قنوجی، اور ملا جیون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ محمد صالح کنبوہ نے عمل صالح جلد سوم میں علمائے دربار شاہجہاں کی فہرست میں صرف سید محمد قنوجی اور مولانا عبداللطیف سلطان پوری کا ذکر کیا ہے۔ سید محمد قنوجی کے بارے میں محمد صالح کا کہنا ہے کہ ۳۲ سنہ جلوس تک دربار شاہجہانی سے وابستہ رہے اور شاہجہاں کے انتقال کے بعد مدتوں تک اورنگ زیب کے ساتھ رہے۔ عمل صالح کے بیان کے مطابق مولانا عبداللطیف سلطانپوری داراشکوہ کے اتالیق تھے، اورنگ زیب کی اتالیقی ان کے سپرد نہ تھی۔

"بامر خاقانی شرف تعلیم تقریر سعادت بار شاہزادہ اورنگ زیب بہادر دریافت"، بادشاہ نامہ کے مصنف کا خیال ہے کہ اورنگ زیب کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر انہی استاد کا پڑا ہو سکتا ہے کہ وہ سید محمد قنوجی سے بھی اسی طرح متاثر ہوئے ہوں کہ وہ بھی عرصہ دراز تک ان کے دامن دولت سے وابستہ رہے اور ان ہی کی صحبت میں حدیث وتفسیر اور فقہ اسلامی سے اورنگ زیب کو خاص شغف پیدا ہوا۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ فتاویٰ عالمگیری جو فقہ حنفی کی ایک مبسوط کتاب ہے اورنگ زیب کے حکم سے پچاس علمائے کے ایک گروہ نے مرتب کی اور علماء کی اس جماعت کو خود اورنگ زیب نے صرف خاص سے مقرر فرمایا تھا" اورنگ زیب کے کسی ہمعصر مورخ جیسے مستعد خاں اور محمد صالح کنبوہ وغیرہ نے بیان نہیں کیا ہے! اس لئے اس خیال پر کوئی تاریخی رائے پیش نہیں کی جاسکتی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تالیف عالمگیر کے نام نامی سے معنون کی گئی ہو اور بس۔

بہرحال یہ مسلم ہے کہ اورنگ زیب کی ابتدائی تعلیم اس وقت کے بعض اکابرین علماء کی نگرانی میں ہوئی اور سلاطین مغلیہ میں یہ شرف بھی اورنگ زیب ہی کو حاصل ہے کہ تخت نشینی سے قبل انھوں نے قرآن پاک کے کچھ پارے حفظ کرلئے تھے جس کی تکمیل تخت نشینی کے بعد ہوئی۔

اورنگ زیب کا درباری مورخ مستعد خاں اس سلسلہ میں رقم طراز ہے کہ:۔

"حضرت کے فضائل میں سب سے اہم وعظیم الشان امر حفظ قرآن مجید کی سعادت ہے اگرچہ ابتدا ہی سے قبلۂ عالم کو اکثر سورتیں قرآن مجید کی حفظ تھیں لیکن تمام وکمال کلام پاک کے حفظ سے بعد جلوس بہرہ اندوز ہوئے۔ قبلۂ عالم کے شروع حفظ کی تاریخ خود نص قرآن سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ہے اور ختم کی تاریخ "لوح محفوظ" کے اعداد بحساب جمل ہیں"؛

اورنگ زیب کو خطاطی میں بھی کمال حاصل تھا اور بچپن ہی سے اس کی مشق بہم پہنچائی تھی، مستعد خاں کا بیان

ہے کہ "قبلہ عالم خط نسخ نہایت خوب تحریر فرماتے تھے اور اس کی کتابت پر حضرت کو خاص قدرت حاصل تھی، جہاں پناہ نے دو قرآن مجید اپنے قلم خاص سے تحریر فرما کر .... دونوں نسخے مدینہ منورہ میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بطور نذر رکھوا دیئے تھے"۔

اورنگ زیب کے خط نسخ کا نمونہ سید نجیب اشرف ندوی صاحب نے رقعات عالمگیر کے صفحہ ۶۰ و ۶۱ کے درمیان پیش کیا ہے، یہ قرآن پاک کا آخری صفحہ ہے اور سورۃ الناس کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں "کتبہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۴۲ھ"۔

مغلیہ سلاطین کا عام دستور تھا کہ وہ شاہزادوں کو کمسنی ہی سے خطاطی کی مشق کرایا کرتے تھے نجیب اشرف صاحب ندوی نے "رقعات عالمگیر" میں داراشکوہ کا ایک وصلی کا نمونہ بھی پیش کیا ہے. جو خط نستعلیق کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

اورنگ زیب کی انشا پردازی

افسوس کہ عالمگیر نے اپنے دادا جہانگیر اور جد اعلیٰ بابر کی طرح اپنی خود نوشت سوانح یادگار نہیں چھوڑی. صرف خطوط کا ایک مجموعہ ہے جو رقعات عالمگیر کے نام سے آج بھی موجود ہے اور جس کا ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا پڑے گا کہ اورنگ زیب کی انشأ فارسی منشآت میں ایک خاص مقام رکھتی ہے، فارسی ادب کا ذوق رکھنے والے حضرات اس کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں شکوہ الفاظ، اور سلاست بیان انشائے عالمگیر کی اہم خصوصیات ہیں، پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اہل زبان بے تکان قلم برداشتہ لکھتا چلا جاتا ہے. عالمگیر کی انشا کے نمونوں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اردو نے فارسی کے قصر عالیشان میں اپنے قدم رکھ دیئے تھے. جا بجا اردو کے الفاظ اس میں موجود ہیں۔ بھائی. جیو. بتائی وغیرہ۔

کمسنی کا ایک اہم واقعہ

شاہزادہ محی الدین اورنگ زیب بچپن ہی سے نڈر، دلیر اور شجیع تھے، ان کی کمسنی کا ایک مشہور واقعہ تمام مورخین نے تفصیل سے بیان کیا ہے ہم اس کو یہاں مختصراً تحریر کرتے ہیں۔

دوشنبہ کا روز جلوس مقدس و جلوس شاہجہانی کا دن تھا، شاہی فیل خانے کے دو مست ہاتھی شاہجہانی جھروکے کے سامنے جمنا کے کنارے لڑ رہے تھے، بادشاہ بھی اس جنگ کے تماشے سے

لطف اندوز ہو رہے تھے اور تینوں شاہزادے (یعنی داراشکوہ، شجاع اور اورنگ زیب) بھی اس جنگ کے تماشے کے لئے حضورِ شاہی میں تشریف فرما تھے، تینوں شاہزادے گھوڑوں پر سوار تھے۔ سدھاکر ہاتھی دنداں دار تھا اور سندرا کے دانت نہیں تھے، داراشکوہ سدھاکر کے دائیں طرف اور شجاع بائیں طرف گھوڑوں پر سوار اُن کی مستانہ جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے اورنگ زیب بھی شجاع کے قریب اپنے گھوڑے پر جمے ہوئے تھے، دونوں مست ہاتھی ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرا رہے تھے کہ زمین لرز رہی تھی اور فضا میں ارتعاش کی کیفیت تھی!

خافی خان اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:۔

"اس سال بھی سالہائے ماسبق کی طرح جھروکۂ درشن کے نیچے ہاتھیوں کی لڑائی کا حکم دیا گیا اور شاہزادوں کو بھی اجازت عطا ہوئی کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر ہاتھیوں کی اس جنگ کا مشاہدہ کریں۔ بادشاہزادہ اورنگ زیب اپنے گھوڑے کو بڑھا کر ان مست ہاتھیوں کے قریب لے گئے اور ان مست ہاتھیوں کا انھیں مطلق خوف نہیں آیا، اتنے میں ایک مست ہاتھی شاہزادے کو قریب پا کر ان پر جھپٹ پڑا۔ شاہزادے کی جراءت دیکھئے کہ وہ اپنی جگہ جمے کھڑے رہے اور ہاتھی کو اپنے اوپر حملہ آور دیکھ کر ذرا بھی نہ جھجکے"۔

شاہزادے نے فوراً برچھی سے حملہ کیا اور ہاتھی کی پیشانی چھید ڈالی، زخم کھا کر وہ اور بھی بھڑکا اور غضب کے ساتھ اورنگ زیب پر لوٹ پڑا، اورنگ زیب اس کو حملہ آور دیکھ کر گھوڑے سے کود پڑے اور تلوار نیام سے کھینچ کر پے در پے وار اس مست ہاتھی پر شروع کر دیئے، اسی لمحہ محبت کا مارا بھائی شاہ شجاع چھوٹے بھائی کی مدد کو پہنچ گیا اور اُس نے بھی ہاتھی پر مسلسل حملے شروع کر دیئے۔

ملازمین شاہی میں بھگدڑ مچ گئی، شاہی گرز بردار آگے بڑھے، راجہ جے سنگھ بھی گھوڑا دوڑائے ہاتھی تک پہنچ گئے ہاتھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاہی فیلبان سندرا کو آگے بڑھا کر لائے اور مست ہاتھی پر اس کو چھوڑ دیا اس نے ایسے تیز حملے کئے کہ وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ شاہزادے موت کے منہ سے بچ کر نکل آئے لیکن اورنگ زیب نے اپنی جرأت اور شجاعت کی سب کے دلوں پر دھاک بٹھا دی۔

دونوں شاہزادے باپ کی خدمت میں پہنچے، شاہجہاں نے سینے سے چمٹا لیا اور خدا کا شکر بجا لایا" شاہزادہ اورنگ زیب کو اشرفیوں میں تولا گیا۔ دو شنبہ سے لیکر جمعہ تک شاہی محل میں خوشیاں منائی گئیں اور جمعہ (۲ ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ) کو جشن عظیم منعقد فرمایا شہزادہ اورنگ زیب کو خلعت فاخرہ عطا ہوئی ایک تسبیح زمرد، ایک مرصع بازو بند، خنجر مرصع پھول کٹاری کے ساتھ، شمشیر مرصع، سپر با یراق اور مرصع

برچھی بطور تحفہ عطا ہوئے، علاوہ ازیں دو اسپ عراقی بھی مرحمت فرمائے گئے۔ سدھاکر ہاتھی بھی جس کو شاہزادے نے شکست دی تھی عطا کیا گیا۔

اس وقت اورنگ زیب کی عمر پندرہ سال سے تین دن کم تھی، اس حادثہ نے اس کی شجاعت کی سب کے دلوں پر دھاک بٹھادی، یہیں سے شاہزادے کی اقبال مندی کے پَر پرواز کھُلے شاہجہاں شجیع اور جیالے بیٹے کو ہردم ساتھ رکھنے لگے چنانچہ اس سال جب وہ کشمیر روانہ ہوئے تو اورنگ زیب بھی ان کے ہمراہ تھے، اورنگ زیب پر اس سفر میں شاہجہاں نے بڑی توجہ فرمائی۔ قدم قدم پر عنایتوں اور مہربانیوں سے نوازا چنانچہ اپنے دورِ ابتلا میں انھوں نے بیٹے کو اپنی وہ مہربانیاں اور نوازشیں یاد بھی دلائی تھیں کشمیر کے حسین اور پر بہار علاقے میں ایک مشہور بستی لکھ بھون بیٹے کو جاگیر میں عطا فرمائی۔

بادشاہ نامہ کے مصنف لکھتے ہیں:۔

"اعلحضرت نے لاکھ بھون اپنے بہادر اور شجیع بیٹے شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کو عنایت فرمایا تاکہ وہ اس علاقے میں اپنی پسند کی عمارتیں بنوائیں۔

شاہزادہ کے بلوغ کا اعلان اور لقب

ماہ رجب ۱۰۴۴ھ میں شاہزادہ کی عمر کا اٹھارواں سال شروع ہوا تو شاہجہاں نے خاندانی روایت کے بموجب شاہزادے کے بلوغ کا رسمی اعلان کیا اور اسی کے ساتھ ساتھ شاہزادہ کو دہ ہزاری منصب چار ہزار سوار کے ساتھ عطا فرمایا گیا۔ عَلم و نقارہ بھی مرحمت ہوا۔ یہ اجازت بھی مرحمت ہوئی کہ دوسرے بڑے شاہزادوں یعنی داراشکوہ اور شجاع کی طرح اورنگ زیب بھی اپنے لئے علیحدہ سُرخ خیمہ نصب فرما سکتے ہیں:

ان روز افزوں عنایات شاہانہ سے پتہ چلتا تھا کہ دانشمند باپ کی نظر میں اورنگ زیب بھاری ذمہ داریاں اٹھانے کا اہل ہے اور اب جلد ہی عملی دنیا میں اس کے قدم اٹھنے والے ہیں۔

اورنگ زیبؒ کی عملی تربیت

شاہزادوں کی عملی زندگی کا اس وقت آغاز ہوتا ہے جب ان کو ملکی فتوحات یا مہمات میں شریک کیا جاتا ہے، تیغ زنی تفنگ اندازی کی تعلیم تو شاہزادوں کو کمسنی ہی سے دی جاتی ہے اور سن رشد و تمیز تک وہ فنونِ حرب میں طاق ہو جاتے ہیں لیکن عملی زندگی سے مراد ان کے وہ کارنامے لئے جاتے ہیں جب

وہ دشمنوں سے ملک کا دفاع کرتے ہیں یا کسی ملک پر فوجی پیشقدمی میں شریک ہو کر سربراہ حکومت کا مشن پورا کرتے ہیں' اورنگ زیب کی اس عملی زندگی کا آغاز بندیل کھنڈ (یوپی) کے ایک راجہ جھجھار سنگھ کی سرکوبی سے ہوتا ہے' جہانگیر کے عہد میں اس ریاست کا والی بادشاہ کی نگاہوں میں بہت عزیز تھا، راجہ ہیر سنگھ کو جہانگیر کے عہد میں بہت اقتدار حاصل ہوا تھا اور اس کی حیثیت بہت بڑھ گئی تھی، ہیر سنگھ کے مرنے کے بعد اس کا جانشین جھجھار سنگھ ہوا، جھجھار سنگھ شاہ جہاں کی خدمت میں گدی نشینی کے بعد حاضر ہوا لیکن بغیر اجازت واپس چلا آیا اور اپنی ریاست میں پہنچکر شاہی اطاعت کا جوا گردن سے اتار پھینکنا چاہا شاہجہان کو ایک معمولی سے راجہ کی یہ جرأت کب گوارا ہوسکتی تھی لہٰذا اس کی سرکوبی کے لئے ایک کثیر فوج مقرر کی گئی۔ فوج کامیاب کامران واپس آئی لیکن فوج کے ہٹتے ہی راجہ نے اپنی فطری شرارت کی بنا، پر پڑوسی ریاستوں کو پھر ستانا شروع کیا لہٰذا بیس ہزار فوج اس کی سرکوبی کے لئے مقرر ہوئی، اس فوج میں عبداللہ خاں فیروز جنگ سید خان جہاں اور خانِ دوراں ایسے جہاندیدہ امرا اور سردار موجود تھے لیکن باپ کو بیٹے کے تدبر، تیغ زنی اور جنگ آزمائی کی اعلیٰ تربیت مقصود تھی لہٰذا بادشاہ نے اورنگ زیب کو فوج کا سالارِ اعظم مقرر کیا اور بندیل کھنڈ کی جانب وانگی کی بڑائی عطا فرمائی، شاہجہاں دکن کی نظامت کی عظیم ذمہ داری شہزادہ اورنگ زیب کے سپرد کرنا چاہتے تھے لہٰذا سونے کو کندن بنانے کے لئے آزمائش کی بھٹی سے گزرنا ضروری تھا دکن کی نظامت شاہزادے کو سونپی جانے والی تھی، یہ مہم شاہزادے کی جنگی اور انتظامی صلاحیتوں کی معیار قرار دی گئی۔

صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں:

"بادشاہ از راہ مزید احتیاط باوجود تعیین امرائے نامدار صاحب فوج، بادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب را کہ برائے دکن مستعد ساختہ بودند بسرداری تمام فوج بہ مہم آں کافر فاجر مقرر فرمودہ"

اور یہ واقعہ ہے کہ اس مہم نے اورنگ زیب کو دکن کی نظامت کا بوجھ اٹھانے سے پہلے ایک عمدہ سپہ سالار بھی بنادیا، یہ مہم دو سال متواتر جاری رہی' اس مہم میں بڑے بڑے زہرہ گداز مرحلے پیش آئے شاہزادے نے بہت سے تجربے حاصل کئے۔ اس مہم پر شاہزادے نے فوج کو لڑانا سیکھا' اور بے سروسامانی اور بادیہ گردی کی زندگی کیسی ہوتی ہے اس کی چاشنی بھی چکھی اور آخرکار اپنے ہمراہی امراء کے تدبر، سپاہ کی بہادری اور ذاتی تہوّر کی بنا پر اس مہم کو نیکنامی کے ساتھ سر کرلیا۔ جھجھار اپنے تمام خزانوں اور اہل و عیال کے ساتھ بھاگ نکلا، سخت تعقب در کاوش اور کئی ماہ کی تگ و دو کے بعد جھجھار اور اس کے بیٹے بکرماجیت کی

نعشین جن کو گونڈ قبیلے کے افراد نے ٹھکانے لگا دیا تھا شاہزادے کے حضور میں پیش کی گئیں' ان دونوں کے سر بادشاہ کے حضور میں اکبر آباد ارسال کئے گئے لیکن شاہجہاں کی سواری اکبر آباد سے دکن کی طرف روانہ ہو چکی تھی لہٰذا سیہور کے مقام پر ان دونوں بدنصیبوں کے سر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے اور اس طرح اورنگ زیب کو اس مہم میں سرخروئی حاصل ہوئی۔

اس مہم کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہونے کے بعد اورنگ زیب کو اس کی نظامت (صوبیداری) کا پروانہ عطا ہوا۔

اورنگ زیب دکن میں

(بار اول)

عبدالحمید لاہوری کے بیان کے مطابق شاہجہاں نے ۱۰۴۵ھ ہجری مطابق ۱۱ جولائی ۱۶۳۶ء (جلوس شاہجہانی) میں رسمی طور پر شاہزادے (اورنگ زیب) کو دکن کی صوبیداری سونپی' اس وقت اورنگ زیب کی عمر اٹھارہ سال تھی' بھرپور جوانی تھی اور جس حصہ ملک کی حکومت اس کو تفویض کی گئی وہ مغلیہ سلطنت کا ایک اہم حصہ تھا۔

دکن کا صوبہ ملک کہلاتا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ یہ خود چار صوبوں پر مشتمل تھا۔ پہلا صوبہ دولت آباد تھا' اصل دکن یہی تھا' اورنگ زیب کا مستقر یہی مقام تھا' اس میں احمد نگر کی نظام شاہی ریاست بھی شامل تھی - دوسرا صوبہ بالا گھاٹ یا تلنگانہ تھا' تلنگانہ ہی اس کا صدر مقام تھا۔

تیسرا صوبہ' خاندیش کا تھا۔ باسیرا اور برہان پور اس کے دو خاص مقامات تھے۔ باسیر کا قلعہ اپنی مضبوطی میں مشہور تھا اور برہان پور کا شہر اس صوبے کا سب سے بڑا شہر تھا۔

چوتھا صوبہ برار تھا۔ برار کا صدر مقام ایلچپور تھا۔ کاویل برار کے صوبے کا مشہور قلعہ تھا۔

عبدالحمید خاں کے بیان کے مطابق اس ملک میں ۶۴ قلعے تھے اور ان ۶۴ قلعوں میں سے ۵۲ قلعے پہاڑیوں پر بنے ہوئے تھے اور باقی سطح ہموار پر آباد تھے۔

جب شاہجہاں نے نظامت دکن کی عزت شاہزادہ کو بخشی تو وہ خود عادل شاہ اور نظام الملک کو سیدھا کرنے کے لئے دکن میں موجود تھا۔ اور نواح دولت آباد میں قیام فرما کر خان دوراں' خان زماں اور شائستہ خاں کے ذریعہ دکن کی پڑوسی سلطنتوں سے اطاعت و انقیاد کے عہد و پیماں استوار کئے جارہے تھے' جب قطب الملک و نظام الملک نے اطاعت قبول کرلی اور گراں بہا سالانہ پیش کشیں حضور شاہجہانی میں نذر کرنا قبول کرلیا۔ تب دکن کی نظامت پر شاہزادے کے تقرر کی فضا سازگار ہوئی۔

دکن کی نظامت کا عہدہ جب شاہزادہ کو سپرد کیا گیا تو اس دن بادشاہ نے شاہزادہ کو خلعت فاخرہ بھی پہنائی، خنجر مرصع، پھول کٹاری کے ساتھ مرحمت ہوا اور شمشیر مرصع بھی عطا کی۔ مزید براں سو عراقی اور سو ترکی گھوڑے اور دو ہاتھی دو لاکھ نقد روپے کے ساتھ عطا کیے گئے اور دولت آباد کی جانب رخصت کا حکم دیا گیا۔ اس عمر میں اورنگ زیب کی عزت افزائی شاہجہاں کی طرف سے اور کیا ہو سکتی تھی۔ ملک کا سب سے بڑا علاقہ ہوشمند بیٹے کی نظامت میں دے دیا تھا اور مصلحتاً خانِ جہاں اور شائستہ خاں کو بھی دولت آباد میں چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ دونوں، شاہزادے کا ملکی نظم و نسق میں ہاتھ بٹائیں۔ شائستہ خاں کو گویا اتالیق جیسی حیثیت حاصل تھی، شاہزادہ کوئی کام کرتا تو استصواب رائے کے بغیر نہ کرتا۔

اورنگ زیب نے نظامت دکن کے آٹھ سالہ دور میں چار بار شرف ملازمت حاصل کیا، ان کے غیاب میں شائستہ خاں ہی نے نیابت دکن کے فرائض انجام دیئے۔ خان زماں اور خان دوراں دکن کے ملحقات میں فتوحات کے پھریرے اڑا رہے تھے جو علاقہ فتح ہوتا وہ اورنگ زیب کے حوالے کر دیا جاتا۔ گویا توسیع سلطنت کا کام یہ دونوں خان انجام دے رہے تھے اور اورنگ زیب ان کے منتظم اعلیٰ تھے۔

دکن کی یہ پہلی نظامت ۸ سال تک عالمگیر اورنگ زیب کے پاس رہی افسوس کہ رقعات عالمگیر میں اس دور نظامت کے مکتوبات شامل نہیں۔ ورنہ ہم کچھ گوشے نظم و نسق کے سلسلے میں بھی بے نقاب کرتے۔

اورنگ زیب کی کتخدائی

دکن کی نظامت ۱۰۴۵ھ میں اورنگ زیب کے سپرد کی گئی تھی، شاہزادے کی عمر انیس سال کی ہو چکی تھی کہ باپ نے عزیز فرزند کو اکبر آباد طلب فرمایا، شاہزادہ ۱۳ ربیع یا ۵ ذی الحجہ کو دکن سے آگرے پہنچے اور اس کے سات، آٹھ دن کے بعد یعنی ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ مرزا شاہ نواز خاں صفوی کی دختر دلرس بانو بیگم سے عقد ہوا۔ شاہزادے کی یہ پہلی شاہانہ عروسی تھی! بہت بھاری جشن منایا گیا، داراشکوہ، شاہ شجاع اور جہاں آرا بیگم اس شادی کے منتظم تھے، شاہزادے کے ذاتی خرچ کے لیے شفیق باپ نے دس لاکھ روپے عطا فرمائے، آن زر و جواہر اور خلعت و انعامات کا تو شمار نہیں جو اس خوشی کے موقع پر عطا ہوئے اور امراء میں تقسیم ہوئے!

خافی خاں نے لباب اللباب میں اور محمد صالح کنبوہ نے اس تقریب پر تفصیل سے لکھا ہے لیکن عبارت آرائی زیادہ ہے، بہر حال اس پہلی شادی کے بعد اورنگ زیب دکن واپس ہوا۔ آپ نے ملاحظہ

---

[1] اورنگ زیب نے چند اور شادیاں بھی کی ہیں حسب موقع ان کی تفصیل پیش کی جائے گی۔

فرمایا کہ اس شادی کے منتظمین میں دارا شکوہ بھی ہیں اور بھائی کی شادی میں پیش پیش، ابھی تک باہمی چپقلش یا رنج و ملال کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی ہے۔

اورنگ زیب ۱۰۴۵ھ ہجری میں دکن کی نظامت پر بارِ اوّل فائز ہوئے اور متواتر آٹھ سال تک یعنی ۱۰۵۳ھ تک اس اعلیٰ عہدے پر فائز رہے یعنی شادی کے چھ سال بعد تک دکن کی نظامت اورنگ زیب کے سپرد رہی اور بھائیوں میں کسی قسم کی شکر رنجی کی نوبت نہیں آئی۔

دکن کی نظامت سے معزولی

شاہجہاں کی تخت نشینی کی سترھویں سالگرہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منائی جارہی تھی، جہاں آرا بیگم (شاہجہاں کی چہیتی بیٹی) حرم سرا میں کسی کام میں مصروف تھی کہ اس کا معطر اور خوشبو سے بسا ہوا دامن شمع سے چھوگیا، چھوتے ہی روغنیات کے باعث آگ پکڑلی اور جہاں آرا بُری طرح جھلس گئی، شاہزادی کو آگ سے بچانے میں چار باندیاں بھی سخت زخمی ہوئیں اس طرح شہزادی بچالی گئی لیکن اس قدر جل گئی تھیں کہ چھ مہینے تک فریش رہیں۔

جہاں آرا سے صرف باپ ہی نہیں سب بھائی بھی محبت کرتے تھے، اس حادثے کی خبر سنتے ہی سب اپنے اپنے مستقر سے آگرے بھاگے، اورنگ زیب بھی دکن سے آیا، پیاری بیٹی کی طویل علالت کے باعث شاہجہاں کا مزاج بہت برہم تھا۔ اورنگ زیب کی کسی ادائے ناحق شناس پر ناراض ہوکر اس سے ہر طرح کا تعلق توڑ لیا۔ دربار میں آنا بند کر دیا گیا اور نظامت دکن سے معزول فرما دیا۔

خافی خاں اور محمد صالح کنبوہ کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ خافی خان اس کا سبب بدراہوں کی صحبت قرار دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ اورنگ زیب جیسے صحیح الدماغ نیکو سرشت شہزادے کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے خافی خان کا کہنا ہے۔

> "چوں از بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب براہنمائی بدراہاں از عقل معذور بعض اداہائے خلاف مرضی سرزدہ بود، آثار مہر و کم توجہی و غضب ولی نعمت راکہ بعد از غضب الٰہی ہیچ بداں نمی رسد درحق خود مشاہدہ و ملاحظہ نمودند۔"

(یعنی بدعقلوں اور بیوقوفوں کی صحبت میں رہ کر شاہزادہ اورنگ زیب سے بعض ایسی نامناسب باتیں سرزد ہوئیں تو بادشاہ کے قہر و غضب اور کم توجہی سے (کہ وہ غضب الٰہی سے کم نہیں) ان کو دوچار ہونا پڑا) ایسا ہوشمند شہزادہ جس کی ہوشمندی، ذہانت و ذکاوت کی اس عصر کے مورخوں نے قسم کھائی ہے

بھلا کس طرح ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اداہائے نامناسب تخت و تاج کے حصول کے لئے خفیہ کوششیں ہوں جن کو شاہجہاں سے چھپانا ناممکن ہو گیا اور شاہجہاں نے اس کے بدلے دکن کی نظامت سے معزول کر دیا!

محمد صالح کنبوہ نے شاہزادے کے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیا ہے اور وہ سلطانی عتاب کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ:۔

> چوں از دریافت فیض صحبت درویشاں و برکت انفاس ایشان بادشاہزادہ عالمیان اورنگ زیب بہادر بر آں آمدند کہ از دولت فانی خود را برکنار کشیدہ بدولت عزلت و گوشہ نشینی در سازند، چوں ایں معنی از عنایت ابواب عطوفت باطنی مرضی ......
> طبیعت قدسی طویت نہ بود چندے آں شہسوار معمار توفیق و سالک مسالک عرفان تحقیق را از کسوت منصب مُعرّا داشتہ صوبہ دکن را از تغیر آں والا جاہ خان دوراں بہادر مرحمت فرمودند!!

محمد صالح کنبوہ نے "صحبت درویشاں" کا جو حیلہ تراشا ہے اور جس کو شاہی ناراضی کی وجہ بتایا ہے یہ اگر داراشکوہ کے باب میں ہوتی تو قرین قیاس و قابل قبول ہو سکتی تھی۔ اورنگ زیب کی تمام زندگی اس پر شاہد ہے کہ ان کو بزرگوں و صوفیوں سے کوئی لگاؤ نہ تھا بلکہ انھوں نے تو داراشکوہ کی اس پاکیزہ خصلت کو "بے ایمانی" کی وجہ قرار دیا ہے، وہ درویشوں کو "جوگیوں" سے تعبیر کرتے ہیں رقعات عالمگیر میں ایک جگہ شاہجہاں کی خدمت میں رسال کئے جانے والے عریضہ میں لکھتے ہیں

"برادر نامہربان کہ در صحبت جوگیاں بے ایمان شدہ"

کہاں شاہزادہ اورنگ زیب اور کہاں صحبت درویشاں اجتماع ضدین محال ہے چنانچہ اس عہد کے بزرگ اور خدا رسیدہ حضرات حضرت میاں میرؒ، شاہ دلربا، شیخ محب اللہؒ اور دوسرے بزرگوں سے عقیدت داراشکوہ کو تھی اورنگ زیب کو نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہزادہ کی کوئی سازش پکڑی گئی تھی اس وجہ سے ان پر یہ عتاب ہوا تھا۔ احکام عالمگیری کے مصنف حمید الدین بہادر، مآثر عالمگیری اور شاہجہاں نامہ کے مصنف محمد صالح کی طرح اورنگ زیب کے زمانے کے ایک قابل اعتماد امیر تھے، احکام عالمگیری انھوں نے اورنگ زیب کی وفات کے بعد لکھی لہٰذا ان کو اس معزولی کا اصل سبب بتانے میں کوئی جھجک نہیں ہو سکتی برخلاف صاحب مآثر عالمگیری اور عمل صالح کے! چنانچہ احکام عالمگیری میں اس معزولی کا سبب نافرمانی اور شاہجہاں کے حضور میں گستاخی قرار دیا گیا ہے

حمید الدین رقمطراز ہیں۔

برائے داراشکوہ در اکبرآباد خانہ نو تیار شدہ اعلحضرت را با ہر سہ پسر در آنجا ضیافت کرد از یں راہ کہ ایام گرما بود تہ خانہ متصل دریا نصب کردہ بودند اعلحضرت را برائے دیدن کیفیت آنجا با برادران ببرند، محمد اورنگ زیب متصل دروازہ کہ راہ آمد و شد مردم بود نشستند۔ داراشکوہ کہ ایں معنی را دید بطرف اعلیٰ حضرت اشارہ بچشم کرد کہ نشستن ایشان را باید دید۔ بادشاہ فرمودند کہ بابا ہر چند شما را عالم و درویش می دانم لیکن حفظ مراتب ہم شرط است۔ گر حفظ مراتب نہ کنی

چہ لازم کہ در راہ رو مردم نشستہ و پائیں دست برادر خورد باشند۔ ایشاں عرض کردند وجہ ایں نشستن عرض خواہم کرد۔ بعد از لحظہ بہ تقریب نماز ظہر بہ جماعت برخاستند و از آنجا بغیر از حکم بخانہ رفتند۔ بعد از انکہ بعرض رسید حکم شد کہ بہ دربار نیایند، چنانچہ ہفت ماہ منع مجرا بود۔ بعد ہفت ماہ بیگم صاحب افرمودند کہ شما بخانہ اش رفتہ وجہ بے حکم آمدن آں روز و پائیں خانہ نشستن معلوم بکنید

بعد رفتن بیگم صاحب و پرسیدن، در جواب فرمودند کہ آنروز داراشکوہ ضیافت کردہ بود اگر ایں معنی عمداً از برادر واقع شدہ بود کہ پدر را با سہ برادر در تہ خانہ یک دروازہ نشانیدہ، مکرر برائے ضروریات ضیافت آمد و شد داشتند پس اگر دروازہ را بند می کردند کار تمام بود اگر سہواً بود در خاطر من مکرر رسیدہ بود در وقتے کہ ایشان اندرون باشند ایں خدمت را من بجا آرم لیکن حرمت اعلیٰ حضرت مانع ایں حرکت شد، بے استفسار کردہ بیروں آمدم۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ تھے اورنگ زیب کے خیالات اور یہ تھی وہ ابتدا داراشکوہ سے آویزش کی جس کی انتہا دنیا نے دلی کے گلی کوچوں میں اس وقت دیکھی جب داراشکوہ کے جسم پر گزی کا لباس تھا اور ہاتھی کی پشت پر الٹا بیٹھا ہوا، اس کو پھرایا جا رہا تھا، دکن کی اولین نظامت ہی میں جانبین کے دلوں میں پرورہ کدورتیں اس قدر تہ بہ تہ ہو چکی تھیں اور اخوت کے حقوق پر غیریت کی مہریں لگنا شروع ہو چکی تھیں!

وہ مورخین جو سراسر داراشکوہ کو قصور وار ٹھہراتے ہیں اس آویزش کا سلسلہ قندھار کی مہم سے شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اورنگ زیب کو نیچا دکھانے اور باپ کے حضور میں شرمسار کرنے کے لئے

داراشکوہ نے اس مہم میں رخنہ اندازیاں کیں ان ریشہ دوانیوں، جوڑ توڑ اور رخنہ اندازیوں کا شکوہ اورنگ زیب نے اپنے خطوط میں جا بجا کیا ہے لیکن حمیدالدین بہادر کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

"دَرخاطر من مکرر رسیدہ بود کہ در وقتے ایشاں اندرون باشند... ایں خدمت را من بجا آرم لیکن حرمت اعلیحضرت مانع ایں حرکت شد"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ داراشکوہ اور اورنگ زیب کی یہ آویزش بہت پہلے سے چلی آرہی تھی۔ اور مورخین میں سے کوئی بھی ہم کو یہ نہیں بتا سکا کہ اس کا آغاز کب ہوا، قندہار کی مہمات اور دکن کی ہمسایہ ریاستوں پر حملوں کے وقت داراشکوہ کی رخنہ اندازیوں کا اورنگ زیب کو بہت شکوہ ہے۔ وہ ایک مکتوب میں والد محترم اور شاہ وقت کو اس طرح لکھتے ہیں۔

"درخلال ایں حال شاہزادہ کلاں، ملازمان خود را بطلب امرائے بادشاہی وتسلی واستمالت حاکم بیجاپور تعین نمود ....

ازیں جہت قافیہ وقت برایں نیازمند لغایت تنگ گشتہ بورطہ تحیر وتفکر در افتاد"

رقعات عالمگیر ب ۴/۱۱۹

یہ شکایات تو بہت بعد میں پیدا ہوئیں، آپ نے خود اورنگ زیب کے عزم کو ملاحظہ فرما لیا کہ

"کئی مرتبہ میرا دل چاہا کہ میں اٹھ کر تہہ خانے کا دروازہ بند کردوں (تاکہ سب ہلاک ہوجائیں) لیکن آپ کی حرمت وعزت کا خیال مانع آگیا"

اورنگ زیب کے اس طرح پائیں میں دروازے پر بیٹھنا اور شاہجہاں کی اجازت کے بغیر چلے آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دربار میں ان کا آنا جانا حکماً بند کردیا گیا، مجرا موقوف ہوگیا، آخر کار خود اس باپ کو بیٹے کی یاد نے ستایا جو اولاد کو اپنی آنکھوں کا تارا بنائے ہوئے تھا۔ دل نہیں مانا۔ جہاں آرا بیگم کو تحقیق حال کے لئے بھیجا اور غرض یہی تھی کہ شاہزادہ اپنی اس خطاکاری پر شرمندگی کا اظہار کرے اور اس کو معاف کردیا جائے،

نظامت دکن سے معزولی کا اصل سبب یہی تھا جو حمیدالدین نے احکام عالمگیری میں بیان کیا ہے، خافی خان اور محمد صالح کے بیانات بیجان اور غیر محققانہ ہیں اس لئے کہ درویشی کی لذت اور چاشنی سے اورنگ زیب کا مزاج قطعی آشنا نہ تھا، سرجدوناتھ سرکار نے جو اہل ہنود کی نظر میں اورنگ زیب پرسند سمجھے جاتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ہماری اس کتاب "رقعات عالمگیر" کے مؤلف و مرتب سید نجیب اشرف ندوی نے ان الفاظ میں اُن کو خراج تحقیق ادا کیا ہے کہ:-

"اس وقت سرمد وح (جادو ناتھ) عالمگیریات کے سب سے زیادہ مستند مؤرخ ہیں اور اس عہد کے لئے ان کا کتب خانہ شاید دنیا کا بہترین کتب خانہ ہے"۔

(دیباچہ رقعات عالمگیر)

اس شکایت سے بھی زیادہ سخت شکایات دارا شکوہ کے خلاف کی ہیں اور بہت سی ان میں بجا بھی ہیں لیکن یہ شکایت بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ مجھے تو یہ عرض کرنا تھا کہ اورنگ زیب اور دارا شکوہ میں یہ آویزش اس وقت ہی شروع ہو چکی تھی جب وہ پہلی بار دکن کی نظامت پر فائز ہوئے۔ ممکن ہے کہ دکن کی نظامت کی سپردگی ہی اس کا باعث ہو کہ دار السلطنت سے اس قدر دور و دراز علاقے میں اس کو متعین کیا گیا۔ اور بھی تو قریبی صوبے تھے، بہار تھا، گجرات تھا، پنجاب تھا، کشمیر تھا، سندھ تھا ملتان تھا۔ پنجاب کا صوبہ دارا کے پاس تھا اور غالباً یہی بات اورنگ زیب کو ناگوار تھی۔ بہر حال قارئین کرام آگاہ رہیں کہ دو بھائیوں کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔

اس سات ماہ کی معزولی نے اورنگ زیب کی شخصیت کو بہت کچھ گرا دیا۔ یہ سات ماہ کی مدت واقعی گوشہ نشینی میں گزری، گوشہ نشینی اختیار نہ کرتے تو اور کیا کرتے، سات ماہ کے بعد جب جہاں آرا بیگم نے غسل صحت فرمایا تو بادشاہ نے اشارہ کیا کہ ذرا اورنگ زیب کی بھی خبر لو!

جہاں آرا گئیں ان کے سامنے اپنی خطا کاری کی بھائی نے کیا صفائی پیش کی معلوم نہیں ہاں .... جہاں آرا نے بادشاہ کے حضور میں تقصیر معاف فرمانے کی پر زور سفارش کی اور بادشاہ نے جس کی محبت اور شفقت پدری معافی کے لئے بہانہ ڈھونڈ رہی تھی، بیٹے کو معاف فرما دیا!

محمد صالح رقمطراز ہے کہ:-

"بعد از التماس آں ملکہ زمان کمال لطف مہربانی و غایت عنایت از روئے قدر دانی درحق بادشاہزادہ عالم و عالمیان محمد اورنگ زیب بہادر کہ بہ سبب گرانی خاطر اشرف چندے عزلت گزیں بودند بر داشتہ، خلعت خاصہ با نادرین طلادوزی و یک لعل و دو مروارید بیش بہا کہ بہ سرمی بندد و منصب پانزدہ ہزاری ۱۵ ہزار سوار از ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بدستور سابق مرحمت گردید"۔ (عمل صالح جزو دوم)

"ملکہ عالیہ (جہاں آرا بیگم) کی سفارش پر از روئے عنایت و مہربانی شاہزادہ عالم عالمیان اورنگ زیب بہادر پر جو پابندیاں ناراض ہو کر لگائی گئی تھیں اٹھالی گئیں اور جس کے باعث شاہزادے نے عزلت گزینی اختیار کر لی تھی، اس موقع پر طلادوزی خلعت شاہانہ کے ساتھ

ایک لعل دو مروارید بیش بہا جو سرپیچ میں لگائے جانے والے تھے عطا ہوئے اور پندرہ ہزاری منصب دو ہزار سوار اور ایک ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سواروں کے ساتھ شاہزادے کو عنایت فرمایا گیا۔

گجرات کی نظامت

خطا بخشی اور تقصیر کی معافی کے بعد دکن کی نظامت پر تو شہزادہ کو نہیں بھیجا گیا بلکہ دوسرا سیر حاصل اور کثیر آمدنی کا صوبہ گجرات شاہزادے کی نظامت میں دے دیا اس طرح ایکبار پھر شاہزادے کی فرماں برداری اور اطاعت کیشی کا امتحان لیا گیا۔ ایک بات خاص طور پر ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ گجرات ہندو اکثریت کا صوبہ تھا' بڑے بڑے شہر' احمد آباد' کاٹھیاواڑ اور سومنات جیسے اہم مقامات اسی صوبے میں واقع تھے۔

گجرات کی نظامت ۱۰۵۴ھ میں شاہزادہ اورنگ زیب کے سپرد کی گئی' اس علاقے میں لوٹ مار اور غارت گری بہت عام تھی' اس صوبے کی نظامت دے کر شاہزادے کو ایک سخت امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا تھا لیکن شاہزادے نے بڑی دانائی اور ذہانت سے کام لے کر گجرات کی بے آئینی' ڈاکو اور چوروں کی شورشوں کو ختم کیا۔ ابھی گجرات میں اورنگ زیب کو دو سال ہی گزرے تھے کہ اورنگ زیب کے نام شاہی فرمان پہنچا کہ شائستہ خاں حاکم مالوہ کو گجرات کی نظامت سپرد کر کے فوراً لاہور پہنچو تاکہ تم کو بلخ و بدخشاں کی مہم سونپی جائے۔ شاہزادہ مراد بخش جو پچاس ہزار سرکاری فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ اس خدمت سے جی ہار بیٹھا تھا اور اپنا استعفیٰ شاہجہاں کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ اس طرح مراد بخش کی جگہ اورنگ زیب کو یہ مہم سونپی گئی۔

اورنگ زیب اور بلخ کی مہم

بلخ و بدخشاں کو اپنے ممالک محروسہ میں داخل کرنا خانوادہ مغلیہ کی ایک دیرینہ آرزو تھی' دکن کی ہمسایہ ریاستوں کی فتوحات سے فراغت پانے اور شاہزادے اورنگ زیب کی خطا بخشی اور گجرات کی نظامت فائز ہونے کے بعد شاہزادے کو بلخ کی مہم پر جانے کا حکم ملا۔

گجرات کی نظامت کے اس مختصر زمانے میں شاہزادہ اصلاحات سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ حکم ملا

۱؎ جادو ناتھ سرکار۔ لباب اللباب خافی خاں۔

حاکم مالوہ کو گجرات کی صوبیداری حوالے کر کے بلخ کی مہم پر روانہ ہو جاؤ، مراد بخش اس مہم میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا، شاہجہاں اورنگ زیب کے بازوؤں کا بھی امتحان لینا چاہتا تھا۔

والئ بلخ و بدخشاں اور اس کے بیٹے نذر محمد خاں کے شدید اختلافات کی خبریں شاہجہاں کو مسلسل مل رہی تھیں کہ عبدالعزیز خاں نے بلخ کی سرحد پر فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے اس لئے شاہزادہ اورنگ زیب کو اس مہم پر مامور فرمایا۔ شاہزادہ پینتیس ہزار کا لشکر اور نامی سرداروں کو اپنی معیت میں لے کر دشوار گزار راستوں سے گزرتا ہوا تیمور آباد جا پہنچا جہاں اوزبکیوں سے سخت لڑائی لڑنا پڑی اور ماوراالنہری سپاہ بھاگ کھڑی ہوئی اورنگ زیب کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا، مغل فوج بلخ کے قریب پہنچ چکی تھی کہ عبدالعزیز خاں والی ہرات کا بیٹا تازہ کمک لے کر پہنچ گیا اور یہاں تقریباً پندرہ سولہ دن تک مغل سپاہ کو اورنگ زیب کی قیادت میں لڑنا پڑا۔ عبدالعزیز خاں نے جب دیکھا کہ مصالحت ہی میں خیریت ہے تو شاہزادہ کی خدمت میں مصالحت کے لئے قاصد دوڑانے شروع کر دیئے۔

محمد صالح لکھتے ہیں کہ "حاکم ہرات نے مصالحت کی ایک درخواست شاہزادے کے حضور میں پیش کی اور اسی کے ساتھ نذر محمد خاں کا مکتوب بھی ارسال کیا جس میں گزارش کی تھی کہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دیا جائے"۔

شاہزادہ نے یہ عرضیاں اپنی عرضداشت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں ارسال کر دیں اور ان پریشانیوں اور دقتوں کا بھی ذکر کیا جو اس مہم میں مغل لشکر کے حصے میں آئی تھیں۔ شاہجہاں نے مشروط طریقے پر نذر محمد خاں کی درخواست قبول کر لی اور شاہزادے کو حکم دیا کہ واپس آ جائے۔

محمد صالح کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حکم فرمودند کہ اگر نذر محمد خاں بہ بادشاہزادۂ والا گہر ملاقات نماید بلخ و بدخشاں را باز دادہ آں والا گہر لشکر ظفر اثر را از اطراف طلب داشتہ روانہ حضور پر نور شوند"

ہر چند کہ شاہی شرط پوری نہیں ہوئی تھی نذر محمد خاں شاہزادے کے شرف ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوا لیکن اورنگ زیب نے دشمن کی طرف سے مصالحت کی درخواست کو کافی سمجھا اور برفباری سے پہلے ہی واپسی کا حکم دے دیا۔ دروں اور دشوار گزار راستوں سے گزرتے وقت لشکر کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا لیکن اورنگ زیب اور امراء بخیر و عافیت واپس آ گئے۔

محمد صالح کی روایت کے بموجب اس پسپائی میں پانچ ہزار لوگ ضائع ہوئے اور چار کروڑ روپیہ برباد ہو گیا، نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ اس ناکام واپسی پر شاہزادے سے کوئی باز پرس ہوئی یا نہیں اس کا جواب

تاریخ میں موجود نہیں خیال یہی ہے کہ شاہزادہ پر کوئی عتاب نازل نہیں ہوا، اگر ہوتا تو مورخین اسے ضرور بیان کرتے۔

بلخ و بدخشاں کی یہ مہم جو ناکامی پر منتج ہوئی یہ اورنگ زیب کے لئے ایک جنگی اور سیاسی تجربہ تھا۔ جادو ناتھ سرکار کی نظر میں اورنگ زیب کی یہ ناکام واپسی شاہجہاں کے حکم سے ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ " اورنگ زیب آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن انھیں شاہنشاہ کا حکم ملا کہ نذر محمد کی معذرت قبول کرلی جائے"۔

بہر حال ۱۶۴۸ء میں بلخ سے واپسی کے بعد اورنگ زیب نے کابل میں قیام کیا اور حکم شاہی کا انتظار کرنے لگے شاہی حکم مل چکا تھا کہ پورا موسم سرما ان ہی حدود میں گزار دو، اس کے بعد اٹک پار کرکے ہندوستان میں قدم رکھنا!

اس مہم میں جہاں جہاں ازبکیوں سے مقابلہ ہوا، ہر موقع پر اورنگ زیب نے جوانمردی کے جوہر دکھائے اورنگ زیب خود اپنی فوج میں اپنے اعلیٰ کردار اور عمدہ اخلاق کے باعث بہت جلد ہر دلعزیز ہوگئے، امراء اور منصب داران کی قیادت پر فخر کرنے لگے!

شاہ عباس کا قندھار پر قبضہ

شاہجہاں اب شاہزادے کی جرأت مندانہ صلاحیتوں پر اعتبار کرنے لگا تھا: بلخ و بدخشاں سے ناکام رہ کر اس نے خیال کیا کہ خانوادہ مغلیہ کی دیرینہ آرزو قندھار پر قبضہ سے جو ایک مدت تک مغل بادشاہوں کے قبضے میں رہ کر نکل چکا تھا پوری ہوجائے گی۔ چنانچہ اورنگ زیب اپنی نظامت کے نئے صوبے ملتان میں پہنچ کر اچھی طرح قدم بھی نہیں جمانے پائے تھے کہ شاہجہاں کا حکم پہنچا' قندھار کی مہم تمھارے اور سعد اللہ خاں کے سپرد کی جاتی ہے لہٰذا فوراً اس مہم پر روانہ ہوجاؤ' اس حکم کے ملتے ہی اورنگ زیب ملتان سے اور خان سعادت نشان سعد اللہ خاں لاہور سے اس مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوئے، یہ دونوں ابھی راستے ہی میں تھے کہ یہاں یہ خبر پہنچی کہ شاہ عباس صفوی نے قندھار فتح کرلیا۔ شاہجہاں کو اس خبر سے بڑا دھچکا لگا لیکن اس نے دونوں سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ پیشقدمی جاری رکھیں۔

دارا اور اورنگ زیب کے تعلقات اس وقت تک کیسے تھے تاریخ اس سلسلے میں خاموش ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ دل صاف نہ تھے، اس مہم پر روانگی کے بعد اورنگ زیب کا خیال ہے کہ دادا بھائی جیو نے کھلم کھلا مخالفت کی۔ قندھار کی اس مہم میں سامان کافی نہ تھا، توپیں بہت کم تھیں جس کے باعث

بلخ و بدخشاں کی طرح یہ مہم بھی ناکام رہی۔ اس سلسلے میں دارا کو مورد الزام ٹھہرانا کہاں تک درست ہے اس کی تاریخ سے وضاحت نہیں ہوتی، کہتے ہیں کہ دارا بہادر شاہجہاں کے مزاج پر اس قدر چھائے ہوئے تھے کہ ان سے جو چاہتے کرا لیتے اس لئے قندھار کی مہم شروع ہوتے ہی انھوں نے اورنگ زیب کی ناکامی کی داغ بیل ڈال دی تھی، میرے خیال میں اگر ایسا تھا تو دارا بہادر نے سیدھا راستہ اختیار کیوں نہیں کیا۔ اورنگ زیب کو بلخ کی مہم پر جانے ہی نہ دیتے یا بلخ و بدخشاں کی ناکامی کی سزا میں گجرات کی نظامت بھی چھین لی جاتی۔

قندھار کی مہم کے سلسلے میں اورنگ زیب نے شاہجہاں کی خدمت میں متعدد خطوط لکھے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے خطوط نمبری ۵۱ تا ۶۴ :-

ان خطوط سے اورنگ زیب کی شخصیت کے تمام پہلو اور اس مہم کی تمام تر دشواریاں سامنے آجاتی ہیں شاہجہاں کابل میں بیٹھ کر خود اس جنگ کو لڑ رہے تھے۔ اورنگ زیب اور سعداللہ خاں دونوں اس مہم کے ذمہ دار تھے گویا دوعملی بروئے کار تھی۔ شاہجہاں براہ راست اورنگ زیب کو احکام صادر نہیں فرماتے بلکہ اس مہم کے سلسلے میں جو کچھ حکم دیا جاتا وہ سعداللہ خاں کی معرفت دیا جاتا۔ بعض مورخین اس کو دارا کا فریب اور شاہجہاں کی نادانی قرار دیتے ہیں لیکن ملاحظہ فرمائیے کہ نوعمر شاہزادے کو بوڑھے اور تجربے کار سعداللہ خاں پر کس طرح ترجیح دی جا سکتی تھی، ہوشمندی کا تقاضہ تو یہی تھا کہ تجربہ کار اور گرم و سرد زمانہ چشیدہ کو آگے رکھا جاتا اور شاہجہاں نے یہی کیا لیکن مورخین اورنگ زیب کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ یہ الزام بھی شاہجہاں ہی کے سر ہے۔

جادوناتھ سرکار فرماتے ہیں کہ :-

> "سچ تو یہ ہے کہ اگر اس شکست کا ذمہ دار اورنگ زیب کو ٹھہرایا جائے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس پوری مہم میں اس کی حیثیت کمان میں دوسرے نمبر پر تھی، شاہنشاہ کابل میں بیٹھے ہوئے ہر لمحہ احکام صادر فرماتے تھے لیکن سعداللہ خاں کی معرفت براہ راست نہیں[1]"

جب ایسا ہے تو پھر داراشکوہ کو بیچ میں گھسیٹ کر کیوں لایا جاتا ہے، شکست کا ذمہ دار جب شاہجہاں ہی ٹھہرا تو غریب دارا کو کیوں ذمہ دار بنایئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہجہاں نے اس شکست کا ذمہ دار کسی کو نہیں گردانا بلکہ غصّہ اور جھنجھلاہٹ میں کہا تو صرف اس قدر کہا کہ :-

---

[1] جادوناتھ سرکار "ہسٹری آف اورنگ زیب"

"ما از سر قندہار گزشتنی نیستیم"

چنانچہ جب اورنگ زیب قندھار کی مہم سے بھی بے نیل ومرام واپس ہوئے تو ان پر عتاب نہیں ہوا بلکہ دکن کی نظامت دوبارہ ان کے سپرد کر دی گئی۔

قندہار کی یہ شکست تاریخ پر یہ الفاظ ضرور چھوڑ گئی کہ

"اورنگ زیب اس قدر عظیم الشان فوج کے ساتھ قلعہ قندہار فتح نہ کر سکے"

اورنگ زیب کی ناکام واپسی کے بعد جب دارا شکوہ عظیم الشان فوج اور زبردست سازوسامان کے ساتھ اس مہم کے لئے روانہ ہوئے تو امرا کے سامنے تہدید آمیز تقریر کی تھی۔

"مرا محمد اورنگ زیب تصور نہ نمائید کہ دوبار از پائے ایں حصار فتح نہ نمودہ برخاست۔ تا آنکہ قلعہ را بہ تسخیر نیارید یکے از شمارا زندہ نخواہم گذاشت کہ روئے زن و فرزند خود بہ بنید"

لیکن اس دعوے کے باوجود دارا بہادر بھی اس مہم سے ناکام ہوئے، یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں!

اورنگ زیب اور دکن

دکن کی دوبارہ نظامت

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قندہار کی مہم کی ناکامی کے بعد باپ بیٹے میں تلخی پیدا ہو گئی تھی لیکن ایسا نہیں ہے اگر یہ حقیقت ہوتی تو ہندوستان کے عظیم ترین صوبے کی نظامت اورنگ زیب کی گود میں دوبارہ یوں نہ ڈال دی جاتی!!

اورنگ زیب ناظم صوبہ بنکر دکن کو روانہ ہوئے لیکن بہت سست رفتاری کے ساتھ۔ شاہجہاں جلد از جلد دولت آباد پہنچنے کی تاکید کر رہے ہیں اور اورنگ زیب سست رفتاری سے کام لیتے ہیں یہاں تک کہ ۹ مہینے کا طویل عرصہ برہان پور[1] میں صرف کر ڈالا!

اس سفر کے حالات اورنگ زیب نے بڑی تفصیل سے شاہجہاں کو تحریر کئے ہیں[2]۔ لیکن اورنگ زیب کے مزاج میں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی اب وہ بے چون وچرا بادشاہ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں تھا! یہیں سے دارا شکوہ کو موقع ملتا ہے کہ وہ سعادت مند فرزند کی تصویر کا

---

[1] صوبہ خاندیش کا صدر مقام [2] دیکھئے خط۔

دوسرا رخ بھی شاہجہاں کو دکھلائے۔

ذیل میں شاہجہاں کی تاکید اور اورنگ زیب کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ایک بادشاہ اور اس کے ناظم صوبہ یا ایک شفیق باپ اور ایک فرمانبردار بیٹے کے درمیان حکم اور اس کی عدم پذیرائی کا اندازہ ہے شاہجہاں اپنے مکتوب میں کہتے ہیں کہ :-

چوں آں مرید تاحال از مہم پایاں گھاٹ فارغ شدہ باشد و بندوبست آں کما ینبغی نمودہ باید کہ بہ مجرد وصول ایں مثال سعادت تمثال روانۂ دولت آباد شود۔

'تم اب تک پایاں گھاٹ کے معاملات سے فارغ ہو چکے ہوگے، اور وہاں کا بندوبست حسبِ منشا کرلیا ہوگا لہٰذا اس فرمان کے وصول ہوتے ہی تم دولت آباد روانہ ہو جاؤ'

بیٹے کا جواب :-

و بالفعل در دولت آباد آں چناں کار ضروری نیست کہ نظم و نسق پایاں گھاٹ ناکردہ بسرعت تمام آنجا باید رفت (رقعہ ۴۵)

'اس وقت دولت آباد میں تو ایسا کوئی ضروری کام نہیں ہے کہ پایاں گھاٹ کے بندوبست کو یونہی نامکمل چھوڑ کر میں عجلت کے ساتھ دولت آباد روانہ ہو جاؤں۔'

لیکن "دیگر آنچہ بخاطر مقدس برسد محض حکمت است" کہکر اپنی نافرمانی اور سرکشی کو چھپانا چاہتے ہیں! بہرحال کچھ عرصہ بعد شاہزادہ اورنگ زیب دولت آباد پہنچ جاتے ہیں۔

ہیرا بائی المعروف زین آبادی

ہرچند کہ اورنگ زیب ایک لاؤبالی طبیعت کے مالک تھے، ان کے مزاج میں نہ رندی تھی نہ سرمستی! عیش پرستی اور عیش کوشی ان کا شیوہ نہیں تھا، عیاشی کی طرف ان کی طبیعت مائل نہ تھی' ان کی کمسنی اور جوانی اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، انھوں نے اس باپ کی تربیت پائی تھی جو اسلامی احکام کا خود بھی پابند تھا، دارا شکوہ کو بچپن ہی سے ارباب تصوف اور اہل اللہ سے بڑی عقیدت تھی صرف شاہ شجاع کے قدم بہک گئے تھے اور مے نوشی سے زیادہ دلچسپ مشغلہ اس کے لئے کوئی نہیں تھا۔

آپ کے مطالعے سے گزر چکا ہے کہ شاہزادہ اورنگ زیب کی شادی دلرس بانو بیگم سے بڑے

تزک و احتشام کے ساتھ ہوئی تھی، خانوادہ شاہجہانی نے اس موقع پر بڑی خوشیاں منائی تھیں لیکن اورنگ زیب باایں زہد و اتقا ہیرا بائی المعروف بہ زین آبادی کی تیر نظر کا شکار ہونے سے نہ بچ سکے۔

حمید الدین نے اس روایت کو بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے، ان کے دربار کا مورخ مستعد خاں اس سلسلے میں خاموش ہے، دوسرے یہ کہ مستعد خاں صاحب مآثر عالمگیری نے اپنی تاریخ عالمگیر کی تخت نشینی سے شروع کی ہے، قبل تخت نشینی کے واقعات میں صرف دارا پر فتح پانے کے واقعہ کو انھوں نے تفصیل سے لکھا ہے اس لئے صاحب مآثر عالمگیری نے اس واقعہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔

ہیرا بائی (زین آبادی) شاہزادہ اورنگ زیب کے خالو سیف خان کے محل میں ایک حسین ہوشربا حسینہ اور مغنیہ تھی، مختصراً یہ کہ اورنگ زیب کی زبردست خواہش اور آرزو کی بنا پر سیف خاں نے اپنی بیوی کی زبردست سفارش اور دباؤ سے مجبور ہوکر ہیرا بائی کو اورنگ زیب کے محل میں پہنچا دیا۔ نہیں کہا جاسکتا کہ اورنگ زیب نے ہیرا بائی کو اپنی منکوحہ بنا لیا یا وہ "ملک ایمان" کے طور پر اورنگ زیب کے تصرف میں رہی، بہر حال ہم کو یہ کہنے میں باک نہیں کہ شاہزادے نے اس سلسلے میں خلاف شرع کوئی قدم نہیں اٹھایا ہوگا۔

دکن میں اصلاحات مالی وزرعی

دکن کا صوبہ ایک ویران صوبہ تھا۔ رعایا پریشان حال تھی، آبادانی کم اور محاصل قلیل، اورنگ زیب کو جب یہ صوبہ دوبارہ تفویض ہوا تو اس نے سب سے پہلے زرعی اور مالی اصلاحات کی طرف قدم اٹھایا۔ باپ بیٹوں میں اس سلسلے میں جو خط وکتابت ہوئی وہ رقعات عالمگیر میں موجود ہے یہاں اس کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ ہاں اس خط وکتابت سے شاہجہاں کے ذہن نشین یہ ضرور ہوگیا کہ معقول دلائل پیش کرکے کسی مسئلہ پر اختلاف کرنا اورنگ زیب سے ناممکن نہیں، اس لئے شاہجہاں نے کہدیا کہ ملک کی زرعی حالت خود سنوارو اور محاصل سے اپنے اخراجات پورے کرو۔ ہم سے نت نئے مطالبات نہ کئے جائیں۔

اورنگ زیب نے اس تلخی کو گوارا کرلیا لیکن بدمزگی میں اضافہ ہوگیا۔ اورنگ زیب نے مرشد قلی خان[1] کے تعاون اور ان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور بہت جلد خسارہ کا یہ صوبہ خود کفیل بن گیا، آبادانی اور رونق میں اضافہ ہوا۔ زرعی رقبہ کافی بڑھ گیا۔ کسانوں کی بےچینی کم ہوگئی

---

[1] چہار ہزاری منصب پر فائز اور دکن میں معمور تھے۔ (محمد صالح جلد سوم)

اور اس طرح اورنگ زیب کو داخلی پریشانیوں سے بہت کچھ نجات مل گئی! زرعی اصلاحات اور بٹائی کا عمدہ طریقہ رائج کرنے کے بعد اورنگ زیب نے دکن کے جاگیرداروں کی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا اور بعض ایسے جاگیرداروں کو سرزنش کی جو فرض شناس اور اپنی رعایا کے بہی خواہ نہیں تھے۔

بایں ہمہ باپ بیٹوں میں تلخی بڑھتی جا رہی تھی کہ اورنگ زیب کو ایک اور آزمائش سے گذرنا پڑا، جس کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی۔

اورنگ زیب کی فتوحات

صوبہ دکن کی قریبی اور پڑوسی ریاستیں سب کی سب غیر مسلموں کی ریاستیں ہی نہ تھیں بلکہ مسلمان ریاستیں بھی تھیں۔ سب سے پہلے دیوگڈھ کی ریاست پر فوج کشی کا شاہجہاں نے حکم دیا۔ اورنگ زیب اس چھوٹی سی ریاست پر حملہ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن شاہجہاں کو اس پر اصرار تھا اس لئے کہ دیوگڈھ کے والی نے کئی سال سے سالانہ پیشکش نذر نہیں گزرانی تھی۔ چنانچہ شاہجہاں نے اورنگ زیب کو صریح حکم دیا کہ ناظم صوبہ برار اور تلنگانہ کا ناظم دونوں اپنی اپنی افواج کے ساتھ اورنگ زیب کی فوج کے ساتھ مل کر دیوگڈھ پر حملہ کر دیں، نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک معمولی سی ریاست اس بڑے حملہ کی تاب کس طرح لا سکتی تھی، کیرت سنگھ والیٔ دیوگڈھ شاہی فوجوں کے داخلے کی خبر پاتے ہی ناظم صوبہ برار (میرزا بادی) کے حضور پہنچا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی، پیشکش سال بہ سال ادا کرنے کا وعدہ کیا اور بیس ہاتھی اسی وقت بادشاہ کے لئے نذر میں پیش کئے اور اس طرح وہ تباہی سے بچ گیا۔

ریاست جوار

پیش نظر ترجمہ رقعات عالمگیر میں خط ۱۲ ب میں آپ اس ریاست پر فوج کشی کے لئے شاہجہاں کے احکام اور حملے کی تفصیلات مطالعہ فرمائیں گے، ریاست جوار کا والی سری پت کمینہ سرشت کا مالک تھا، اس کی ریاست محل وقوع کے اعتبار سے قریب کی ریاستوں میں خاص اہمیت رکھتی تھی اس کی بندرگاہ "چیول" محاصل شاہی کا ایک اچھا ذریعہ بن سکتی تھی، جوار کی ریاست پر حملہ ہوتے ہی سری پت ساری شرارتیں بھول گیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا عہد تازہ کر کے خراج کی ایک مقررہ رقم پیش کی سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے ایک بیٹے کو یرغمال کے طور پر اورنگ زیب کے ساتھ کر دیا اور اس طرح یہ ریاست بھی بغیر خون خرابے کے شاہجہاں کی مطیع و فرمانبردار بن گئی۔

گلکنڈہ اور بیجا پور

(کی اسلامی ریاستیں)

تاریخ کے صفحات یہ فیصلہ کریں گے کہ ان پڑوسی اسلامی ریاستوں پر حملہ توسیع مملکت اور شاہجہانی قلمرو کی حدود بڑھانے کے لئے کیا گیا تھا یا خود ان ریاستوں کے والیوں کی چیرہ دستیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں اور اورنگ زیب ان کو برداشت نہ کر سکے، اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے ان خطوط کا مطالعہ کیجئے جو شاہجہاں کے نام اورنگ زیب نے لکھے ہیں۔

بیجا پور اور گولکنڈہ پر یہ حملہ خود اورنگ زیب کی تجویز نہیں تھی بلکہ شاہجہاں نے اس خدمت پر اس کو مامور کیا تھا یہ احکام خطوط میں موجود ہیں۔ جنوبی ہندوستان کی یہ ریاستیں حکومت مغلیہ کی اطاعت و باجگذاری قبول کر چکی ہیں۔ لیکن ۱۶۵۳ء میں دکن کی گورنری کے منصب پر دوبارہ فائز ہونے کے بعد اورنگ زیب کو معلوم ہوا کہ گولکنڈہ اور بیجا پور نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور نہ صرف مقررہ رقم عرصے سے ادا نہ کی بلکہ سلطان گولکنڈہ نے اپنے با اثر وزیر اعظم میر جملہ کے ساتھ نامنصفانہ اور ناروا سلوک کر کے بھی مغلوں کے قہر و غضب کو للکارا تھا۔ محمد سعید جو تاریخ میں میر جملہ کے نام سے مشہور ہے، گولکنڈہ کے سلطان عبداللہ قطب الملک کا وزیر اعظم تھا۔ میر جملہ کا اثر اور مقبولیت خود سلطان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی چنانچہ عبداللہ قطب شاہ نے میر جملہ کو اپنے قدموں میں جھکانے کے لئے اس کے لڑکے محمد امین کو گرفتار کر لیا۔ میر جملہ اپنی جان بچا کر بھاگا اور اس نے مغلوں کے پاس پناہ لی۔ مدتوں سے شاہجہاں کی خواہش تھی کہ اس جوہر قابل کو کسی نہ کسی طرح پرچا کر اپنا بنا لیا جائے، چنانچہ شاہجہاں کی اس خواہش کا اظہار اورنگ زیب نے اپنے ایک خط میں بھی کیا ہے۔ اورنگ زیب کو گولکنڈہ پر حملہ کرنے کا بہانہ مل گیا تھا علاوہ ازیں سلاطین دکن نے شاہ ایران کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ وہ مغلیہ حکومت کے دشمنوں اور شاہزادہ دارا سے سازباز میں مصروف تھے۔ دکن کی ریاستوں کی دولت اور ان سلاطین کے شیعہ عقائد بھی اورنگ زیب کی لشکر کشی کے محرک تھے۔

۱۶۵۶ء میں میر جملہ کی معیت میں اورنگ زیب نے گولکنڈہ کی جانب پیشقدمی کی۔ اُس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور وہ گولکنڈہ کو فتح کرنے ہی والا تھا کہ شاہجہاں کی مداخلت کے سبب اُس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ شاہجہاں نے جنگ ختم کر دینے کا حکم دیا تھا۔ اورنگ زیب نے باپ

کے حکم کی تعمیل کی اور سلطان گولکنڈہ کے ساتھ صلح کے معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ اس معاہدے کے مطابق سلطان گولکنڈہ ایک بھاری رقم دینے، گولکنڈہ کے ایک ضلع سے دستبردار ہونے اور... اورنگ زیب کے بیٹے محمد سلطان سے اپنی بیٹی کی شادی کے بعد محمد سلطان کو اپنا جانشین بنانے پر آمادہ ہوگیا۔

اورنگ زیب نے شہنشاہ کی اجازت سے بیجاپور پر حملہ کیا مغل افواج فتح و نصرت کا پرچم لہراتی آگے بڑھ رہی تھیں کہ ایک مرتبہ پھر دارا کی مداخلت پر مغل افواج کو پیشقدمی روک دینے اور جنگ بند کر دینے کا حکم ملا۔ اورنگ زیب اس مصیبت سے پریشان نہ ہوئے اور کمال پامردی سے اس کا مقابلہ کیا لیکن بڑے دردمندانہ انداز میں باپ کو یہ تمام واقعات تحریر کئے۔

اورنگ زیب اور بیجاپور کے حکمراں کے درمیان ایک صلحنامہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے بیجاپور کے حکمران نے بھاری رقم بطور خراج دینے اور بیدر۔ کلیانی اور پاندرہ کے علاقے مغلوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ اس مہم کی طرف سے اطمینان کے بعد اورنگ زیب نے جنوبی ہندوستان میں شاہ جی کے شورش پسند بیٹے شیواجی کی سرگرمیوں کی روک تھام پر توجہ مبذول کی لیکن شاہجہاں کی علالت کے سبب اُسے دارالحکومت واپسی پر مجبور ہونا پڑا کیونکہ دارالحکومت میں اقتدار کی کشمکش شروع ہو چکی تھی۔

اقتدار کی کشمکش

برصغیر ہند و پاکستان، بے شمار اہم سیاسی نیرنگیوں کا ایک مرقع بنا رہا ہے، اورنگ زیب کی اچانک تخت نشینی کو بھی ان اہم واقعات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ستمبر ۱۶۵۷ء میں شاہجہاں کی علالت کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ شہنشاہ کا انتقال ہو چکا ہے، اور شاہجہاں کا چہیتا بیٹا اپنی تخت نشینی کی خبر چھپا رہا ہے۔

دوسرے شاہزادوں تک جب یہ افواہ پہنچی تو ہر ایک تخت نشینی کی آرزو لئے آگے بڑھا اور اس نعمت عظیم کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا! آیئے اب ان حالات کا تجزیہ کریں جن میں اقتدار کی یہ کشمکش شروع ہوئی تھی اور یہ دیکھیں کہ اورنگ زیب کا موقف کہاں تک درست تھا اور اورنگ زیب کی کامیابی کے اسباب کیا تھے۔

شاہجہاں کی دو بیٹیاں تھیں جہاں آرا بیگم اور روشن آرا بیگم۔ ان میں سے جہاں آرا بیگم دارا

کی حامی تھیں اور روشن آرا اورنگ زیب کو سب سے زیادہ چاہتی تھی۔ بیٹوں میں داراشکوہ سب سے بڑا بیٹا تھا اور اسی باعث وہ شاہجہاں کو سب سے زیادہ عزیز تھا، شہنشاہ داراشکوہ کو غیر رسمی طور پر اپنا جانشین بھی نامزد کر چکے تھے، کاش انھوں نے اپنی زندگی میں یہ تاج دارا کے سر پر رکھ دیا ہوتا تاکہ وہ ان مصائب کا شکار نہ ہوتے جو اکبرآباد کے قلعہ میں ان پر گذر گئے۔

داراشکوہ صلح کل مسلک کا پیرو تھا، وہ اکبر اعظم کی پالیسی اور اس کے نظریہ کا زبردست حامی تھا، اس کا خیال تھا کہ ہم جبر و تعدی سے نہیں بلکہ رفق و مدارات سے ہندوؤں کو اپنا سکتے ہیں اور اسی ذریعے سے ان کے دل موہ سکتے ہیں جب کہ اورنگ زیب بچپن ہی سے مذہب پر سختی سے گامزن تھے اور ان کے اتالیق اور اساتذہ نے شرک و بدعت کے اتھاہ سمندر سے اُن کو واقف کر دیا تھا، ہندوؤں کے ساتھ میل ملاپ اورنگ زیب کو بالکل ناپسند تھا لیکن داراشکوہ کو دلی رغبت تھی اور خاص وجہ اس کی یہ تھی کہ اورنگ زیب کے برخلاف داراشکوہ کو بزرگان دین اور صلحائے امت کی صحبت زیادہ نصیب ہوئی تھی۔ سالکان طریقت سے دارا کو عشق تھا، وہ ان کی جوتیاں سیدھی کرنا اپنی خوش بختی سمجھتا جب کہ اورنگ زیب منصب شاہزادگی کے باعث کسی کے سامنے گردن خم کرنا توہین شہزادگی سمجھتے تھے، ان کو بزرگان طریقت سے کوئی رغبت نہیں تھی، ان کی نگاہ میں یہ منزل، ایک فریب کی منزل تھی، ارباب طریقت کی محبت کو "صحبت جوگیاں"، کہا کرتے، داراشکوہ "ملحد" اور ان کے بیٹے سپرشکوہ اور سلیمان شکوہ "ملحد زادے" کہے جاتے تھے[1] چنانچہ مراد بخش کو ایک خط میں اورنگ زیب لکھتے ہیں،

"بعد فراغ از استیصال ملحد نکوہیدہ افعال"

رقعات عالمگیر ملاحظہ فرمایئے کہ داراشکوہ کے لئے کوئی ایسی گالی اورنگ زیب نے نہیں باقی چھوڑی جو دی جا سکتی ہو، بے ایمان، دارابے شکوہ، ملحد غرضکہ اس قسم کے خطابات سے محض اس لئے نوازا کہ داراشکوہ کا مسلک ان کی نظر میں پسندیدہ نہیں تھا، دوسری اہم بات یہ کہ شاہزادہ داراشکوہ کا ملنا جُلنا شیعہ امراء سے بھی اسی طرح تھا جس طرح سنی علمائے سے، اورنگ زیب کو یہ بات بھی ناپسند تھی۔ میری نظر میں عامتہ المسلمین کو اپنانے کی خاطر یہ ایک سیاسی شگوفہ چھوڑا گیا تھا ورنہ خود اورنگ زیب اپنی تخت نشینی کے بعد بھی اِن شیعہ امرائے سے نباہ کرنے پر مجبور تھے۔ نعمت خاں عالی ("وقائع نعمت خاں عالی" اپنی یادگار تصنیف باقی چھوڑی ہے) اورنگ زیب کو جو جی چاہتا کہتا اور جو جی چاہتا بکتا، لیکن سوائے خاموشی کے اورنگ زیب کے پاس کوئی علاج نہیں تھا! مختصر یہ کہ اورنگ زیب کو داراشکوہ کی امراء

---

[1] ملاحظہ فرمایئے اورنگ زیب کے خطوط شجاع اور مراد کے نام۔ رقعات عالمگیر از نجیب اشرف

یں مقبولیت، باپ کا حد سے بڑھ کر پیار اور تیسرے اس کا مسلک طریقت و معرفت پسند نہ تھا، یوں وہ بھی اورنگ زیب کی طرح ایک اعلیٰ انشا پرداز تھا اور شاعری کا دلدادہ، داراشکوہ کی نثری تصنیف کا نمونہ "سفینۃ الاولیاء" کی شکل میں آج بھی موجود ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ارباب طریقت کا کس حد تک پرستار تھا۔ داراشکوہ سے چھوٹا بیٹا شاہ شجاع تھا۔ جو شاہجہاں کی علالت کے وقت بنگال کا گورنر تھا، شجاع کو نورجہاں نے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا اور اس لاڈ و پیار کی وجہ سے شجاع کو وہ تعلیم نہیں مل سکی جو ایک شاہزادے کو ملنی چاہئے تھی لیکن وہ ایک ذہین اور جیالا نوجوان تھا مگر افسوس کہ مے نوشی نے اس کی تمام صلاحیتوں کو لوٹ لیا، بایں ہمہ انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا، تخت نشینی کی جنگ اسے راس نہ آئی اور وہ داراشکوہ کے فرزند سلیمان شکوہ کے ہاتھوں شکست کھا کر اراکان کی پہاڑیوں میں روپوش ہوگیا اور پھر اس کی خبر نہ مل سکی۔

مراد بخش ان چاروں بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ شاہجہاں کی علالت کے وقت وہ گجرات کا صوبیدار تھا، جنگ و جدل میں اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور تھا۔ سیرچشمی کا وصف اعلیٰ رکھتا تھا، اس قدر نیک دل کہ ہر ایک پر اعتبار کر لیتا۔ اس کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ دھرمات کی لڑائی اورنگ زیب کبھی بھی نہیں جیت سکتے تھے اگر مراد بخش کی معرکہ آرائی ان کے شریک حال نہ ہوتی مگر افسوس کہ تخت نشینی کی ہوس بادعویداری نے مراد بخش کو بھی گوالیار کے قلعہ میں اورنگ زیب کے ہاتھوں موت سے ہم آغوش کیا۔

مراد بخش کا ذکر آگیا ہے تو یہاں اس حادثہ اور سیاسی داؤں کا بھی ذکر کرتا چلوں جس کا شکار مراد بخش کو ہونا پڑا، جادو ناتھ سرکار کہتے ہیں۔

محی الدین اورنگ زیب نے اپنے کیمپ میں ایک دعوت میں مدعو کیا، مراد بخش کے چند وفادار امراء اس دعوت کے قبول کرنے کے حق میں نہیں تھے، ان کو خطرے کا احساس ہو چکا تھا لیکن مراد بخش کے خادم خاص نے جو اورنگ زیب سے مل چکا تھا، اس کو دعوت کی قبولیت پر آمادہ کر لیا۔ مراد کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ بہت جلد ایک سازش کا شکار ہونے والا ہے۔ ضیافت کے بعد اس کی خدمت کے لئے جو خادمہ مامور کی گئی وہ مساج کے فن میں ید طولیٰ رکھتی تھی، خادمہ نے مساج کچھ اس طرح کیا کہ مراد بخش بے خبر سو گیا اور اورنگ زیب کے حکم سے مراد بخش کے جسم سے تمام ہتھیار اتار لئے گئے اور فوراً چند امراء نے اورنگ زیب کے خیمے میں داخل ہو کر اس کو گرفتار کر لیا اور بہت ہی پوشیدہ طریقے سے دلی اور دلی سے گوالیار کے قلعے میں بھیج دیا گیا۔

(کیمبرج ہسٹری)

اور اس کے بعد مراد کا انجام یہ ہوا کہ :۔

"اسی قلعہ میں مراد بخش پر صوبہ گجرات کے دیوان علی نقی کے قتل کا مقدمہ چلایا گیا اور قصاص کے اسلامی اصول کے مطابق ۱۴ دسمبر ۱۶۶۱ء میں جرم ثابت ہونے پر قتل کر دیا گیا"

اورنگ زیب مراد بخش کے سلسلے میں عفو کرم سے کام لے سکتے تھے لیکن شاید اورنگ زیب کے یہاں خلاف عہد کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔

رقعات عالمگیر کا مطالعہ فرمایئے آپ کو معلوم ہوگا کہ اورنگ زیب نے دارا شکوہ کے خلاف تین محاذ کھولنے کی تیاری کی تھی' ایک محاذ تھا شاہ شجاع کا جو شہنشاہ کی بیماری کی خبر سن کر بنگال سے روانہ ہو چکا تھا اور اس نے بھتیجے کے ہاتھوں زبردست شکست کھائی حالانکہ اورنگ زیب نے مدد کا یقین دلایا تھا' اورنگ زیب کے خطوط شاہ شجاع کے نام ملاحظہ فرمایئے:

مراد بخش ۱۰۶۸ھ میں شاہ شجاع کو لکھتے ہیں :۔

"میرے خیال میں یہی موقع ہے کہ مخالف کو پیر جمانے کا موقع نہ دیا جائے' اپنی جگہ ابھی وہ سنبھلنے نہیں پایا ہے اور اس کی فوجیں ادھر ادھر منتشر ہیں' دوسرے یہ کہ تمام فوجیں ابھی ڈانواں ڈول ہیں لہٰذا اس وقت میدان مار لینا اور اس کا اکھاڑ دینا آسان ہے"

دوسری جانب سے اورنگ زیب کا یہ مراسلہ موصول ہوتا ہے' اس مراسلہ میں شاہجہاں کی موت کا خاص طور پر گرامی قدر شاہزادے کو انتظار ہے' تحریر فرماتے ہیں :۔

"نیز بر آنیم کہ مخالف خود را جمع نہ کردہ باو باید پرداخت اما چوں خبر وقوعۂ ناگزیر تا حال نرسیدہ و روز بروز آثار صحت ظاہر می شود از جائے خویش حرکت و باظہار بعض مراتب پرداختن مناسب نمی نماید"

یعنی: ہماری رائے بھی یہی ہے کہ مخالف (دارا شکوہ) کو سنبھلنے سے پہلے ہم لوگ جالیں اور اس کا مزاج ٹھکانے کر دیں لیکن چونکہ ابھی تک (شاہجہاں کی) موت کی خبر ہم کو نہیں ملی ہے بلکہ روز بروز صحت یاب ہو رہے ہیں لہٰذا پروگرام کے مطابق اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں' اس وقت بعض باتوں کا ظاہر کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے

(۱۶۳ مکتوب)

امداد کی متعدد یاد دہانیوں کے باوجود جب سلیمان شکوہ نے راجہ جسونت سنگھ کو ساتھ لیکر شجاع کو ناقابل فراموش شکست دی ہے تو اورنگ زیب نے ہر قسم کی مدد سے انحراف کیا اور شجاع کے مقدر میں جو کچھ لکھ دیا گیا تھا وہ پورا ہوا، اراکان کی پہاڑیوں میں مدتوں مارا مارا پھرتا رہا اور اس کے بعد کسی کو نہیں معلوم کیا انجام ہوا؟ ہاں ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ شجاع کی غلطی تھی کہ باپ کے مرنے کی خبر آنے سے پہلے وہ کیوں آگے بڑھا طے تو یہ پایا تھا کہ تینوں بیک وقت اکبر آباد کی طرف پیشقدمی کریں گے۔ بہر حال شجاع کا جو انجام ہونا تھا وہ ہوا لیکن اورنگ زیب کو تخت کے حصول کے لئے سخت جد و جہد کرنا پڑی اور بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔

اورنگ زیب نے دارا سے مقابلہ کے لئے اور اس کے ہاتھ سے اقتدار چھیننے کے لئے شاہ شجاع اور مراد بخش سے معاہدے کرکے ان کو حریف کی بجائے حلیف بنا لیا تھا۔

شاہ شجاع، اورنگ زیب اور مراد بخش کا خیال تھا کہ باپ دارا کو ولیعہد بنانا چاہتا ہے ممکن ہے کہ شاہجہاں کی یہ خواہش ہو لیکن شاہجہاں کے بیمار ہوتے ہی ان تینوں شاہزادوں نے آپس میں مشورے شروع کردیئے اور "قضیۂ ناگزیر" کا اورنگ زیب بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے، چنانچہ انہوں نے مراد بخش اور شجاع کو مشاورت اور معاہدہ کی توثیق کے سلسلے میں جو مکتوب تحریر کئے ہیں ان میں باپ کی موت کی خبر سننے کے وہ سختی سے منتظر نظر آتے ہیں، یہ میں شہنشاہ والافطرت اور اعلیٰ گوہر پہ بہتان نہیں رکھ رہا ہوں بلکہ ایک حقیقت کا اظہار مقصود ہے، ذیل کے چند اقتباسات میں اُن کے خطوط سے پیش کرتا ہوں۔

"چوں خبر وقوعۂ ناگزیر تا حال نرسیدہ و روز بروز آثار صحت ظاہر می شود"

(مکتوب ۲/۱۶۳ بنام شاہ شجاع)

"اعلیحضرت فی الجملہ صحتے یافتہ در فکر عدو اللہ اند" (مکتوب ۳/۱۶۴ بنام شاہ شجاع)

"غالباً خبرے کہ وقوع آں ناگزیر بود بعد بہ یقین پیوستہ (مکتوب ۲/۱۶۸ بنام مراد بخش)

مراد بخش سے جو معاہدہ ہوا وہ پیش نظر کتاب میں" اورنگ زیب کے خطوط مراد بخش کے نام" کے تحت ملاحظہ فرمائیے، میں یہاں اس کے چند اقتباسات پیش کئے دیتا ہوں۔

"بنائے عہد و پیماں استحکام گرفتہ اساس کار بدیں رنگ قرار یافت کہ ثلث غنائم نصیبۂ سلطاں (مراد بخش) باشد و ثلثان بہ سرکار فیض آثار عائد گردد و بعد از تسخیر کل قلمروئے حضرت صاحبقران و فتح ممالک ہندوستان، ولایت پنجاب و ملتان

تا تتہ و کشمیر و کابل بجناب سلطان مراد بخش تعلق گیرد۔ آنجناب در ولایت مذکورہ علم سلطنت برافرازد و کوس فرمانروائی بنوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد۔"

(چنانچہ اس عہدنامہ کی بنا، یہ قرار پائی اور معاملہ اس طرح طے ہوا کہ مال غنیمت کا ⅓ تو آپ کو ملے گا اور ⅔ ہماری سرکار کا ہوگا، اور جب ہم صاحب قران کی تمام مملکت یعنی ہندوستان کے تمام ممالک (صوبوں) کو فتح فرمائیں گے تو پنجاب، ملتان، ٹھٹھہ تا اور کشمیر اور کابل کے تمام صوبے آپ کے قبضے میں دے دیئے جائیں گے۔ آپ ان صوبوں میں سلطنت کا علم بلند فرمائیں، آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے، سکہ پر آپ کا نام لکھا جائے۔ ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔)

یہ معاہدہ اس وقت ہوا تھا جب شاہجہاں کی علالت کی خبر ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس خبر کے پھیلتے ہی اقتدار کے حصول کے لئے ایک خون آشام کشمکش شروع ہوگئی، شاہجہاں نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا بلکہ اس کی آرزو تھی کہ وہ اس بیماری سے جلد صحت یاب ہوجائے تاکہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے اور تینوں بیٹوں کو جنگ کی مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی موزوں اور موثر وصیت نامہ مرتب کرے۔

اگرچہ چغتائی ترکوں کے رواج کے مطابق بڑے بیٹے کو وارث تخت و تاج ہونے کا حق پہنچتا ہے تاہم اس سلسلے میں کوئی قطعی اور واضح ضابطہ موجود نہیں تھا بلکہ ذاتی صلاحیتوں کے علاوہ جنگ اقتدار میں کامیاب ہونے والے شہزادے ہی کو بالعموم وارث تخت تسلیم کرلیا جاتا تھا۔ بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کو بھی یہی راستہ اختیار کرنا پڑا تھا اور اب یہی راستہ شاہجہاں کے تینوں بیٹوں نے بھی اختیار کیا چنانچہ شاہجہاں کی علالت کے زمانے میں بیٹے باپ کی موت کے منتظر تھے۔ داراشکوہ نے دارالسلطنت میں اپنی موجودگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، شفیق اور مہربان باپ اس کی ہربات پر راضی تھا بلکہ کچھ عرصہ بعد ملک کا پورا اقتدار ایک طرح سے اس کے ہاتھ میں آگیا تھا، اس وقت داراشکوہ نے جو اقدامات کئے انھوں نے اس اقتدار کی کشمکش کو اور ہوا دی۔ دارا نے، شجاع، مراد اور اورنگ زیب کے وکلا دربار پر اس قسم کی پابندیاں عائد کردیں کہ وہ اپنے آقاؤں کو دربار کی کسی خبر سے آگاہ نہ کرسکیں چنانچہ شاہجہاں کی علالت کے پورے زمانے میں دربار کے حالات سے ان کو آگاہی حاصل نہیں ہوسکی! داراشکوہ نے مرکز سے صوبوں کے مواصلات کا سلسلہ منقطع کردیا تھا، بنگال، گجرات اور دکن سے مرکز کو ملانے والی شاہراہیں انھوں نے بند کردی تھیں۔

ان حالات میں ایک زبردست جنگ ناگزیر تھی پھر یہی نہیں بلکہ اورنگ زیب کو شاہجہاں سے متعدد شکایات بھی تھیں مثلاً اورنگ زیب کی دکن کی نظامت سے برطرفی۔ قندھار کی مہم میں ناکامی، ملتان کی گورنری کے زمانے میں فوج کے اخراجات کے لئے شاہی خزانے سے امداد کی نامنظوری اور اورنگ زیب کے بیٹے کی شجاع کی لڑکی سے شادی کی مخالفت، ان اختلافات کا موجب اور محرک اصل دارا شکوہ ہی کو سمجھا جاتا تھا لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ شاہجہاں کوئی نادان بچہ نہیں تھا جو دارا کے ہاتھوں میں ہر وقت کھیلتا رہتا تھا۔ ان اختلافات کے ساتھ ساتھ حصول اقتدار کی آرزو اور حکمرانی کی ہوس جنگ اقتدار کا سب سے بڑا سبب تھی۔

اورنگ زیب کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ دارا شکوہ مجھے اپنا حریف سمجھتے ہیں اور شاہجہاں کی طرف سے جو کچھ نامناسب باتیں یا بالفاظ دگر زیادتیاں ہو رہی ہیں ان کے پس پردہ دارا مصروف کار ہے، چنانچہ جہاں آرا بیگم نے جب بگڑتے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے اورنگ زیب کو حقوق ابوّت کی یاد دلائی تو اورنگ زیب نے جو جواب لکھا اس میں اس تلخ حقیقت کو بہت واضح طور پر پیش کیا ہے۔

> اماچوں بدیں آئین زیستن و مُردن دشوار است و لطفے ندارد، برائے امور فانی ناپائیدار در رنج و آزار نمی تواں بود و خود را بدست دیگرے نمی تواں سپرد، ہماں بہتر کہ بحکم اعلحضرت (کہ سر و جانِ مریداں فدائے رضائے ایشاں است) از ننگ چنیں حیات وا رہم تا مصلحت ملکی فوت نہ شود و خاطر ہا ازیں فکر بیاساید۔"

یعنی ("چونکہ اس طرح زندگی بسر کرنا بلکہ مرنا بھی دشوار ہے اور کچھ مزا نہیں، فانی کاموں اور ناپائیدار کے لئے رنج و آزار کو گوارا نہیں کیا جا سکتا اور نا ممکن ہے کہ اپنے آپ کو میں دوسروں کے حوالے کر دوں پس یہی بہتر ہے کہ اعلحضرت کے حکم سے (کہ ہم مریدوں کا وجود ان کی رضا کے لئے وقف ہے) میں ایسی ناکارہ زندگی سے چھوٹ جاؤں تاکہ کسی ملکی مصلحت کا بھی اتلاف نہ ہو اور دوسروں (دارا شکوہ) کے دل بھی فکر سے آزاد ہو جائیں[1]")

اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ ۱۶۳۶ء سے ۱۶۵۵ء تک شاہجہاں نے اورنگ زیب کے ساتھ جو برتاؤ

---

[1] دیکھئے اورنگ زیب کا مکتوب جہاں آرا بیگم کے نام۔

کیا اس کا کوئی جواز موجود نہیں ہے لیکن اس اعتراض کا وزن اس وقت بہت ہلکا ہو جاتا ہے جب اِس طویل مدت میں شاہزادے پر الطاف و اکرام کی بارش شاہزادے کو سراپا رہینِ تشکر و احسان بنا دیتی ہے، افسوس کہ بعض مورخین نے صرف ایک ہی پہلو پر نظر ڈالی اور اس کا دوسرا رخ ان کو نظر نہیں آیا یا محض شاہجہاں کو متہم کرنے کے لئے انھوں نے اِن حقائق کے اظہار سے گریز کیا۔

چنانچہ ان مورخین کے خیال میں دارا اور اورنگ زیب کے درمیان منافرت اور شاہجہاں کے ہاتھوں پہنچنے والی تکالیف نے ہی اورنگ زیب کو اس شورش پر آمادہ کیا اور برادرانِ ثلاثہ میں معاہدہ کا محرک اسی کو قرار دیا جا سکتا ہے، اورنگ زیب نے بادشاہِ وقت اور بھائی کے خلاف خروج یا لشکر کشی کا ایک موجب اور بھی بیان کیا ہے اور اسی کو اس نے اپنے خروج کی اصل قرار دیا ہے اور وہ ہے مذہبی عقائد کا تحفظ اور الحاد و بے دینی کا قلع قمع، لیکن حیرت کی بات ہے کہ شاہجہاں نے اس بے دینی اور مذہبی بدحالی کو گوارا کر لیا تھا، شاہجہاں کے دربار سے بڑے بڑے اصحابِ فکرو دین وابستہ تھے اگر دارا بہادر الحاد اور بے دینی کی اشاعت میں مصروف تھے تو شاہجہاں کو کیا ہو گیا تھا وہ خاموش تماشائی بنے ہوئے دینِ محمدی کی تضحیک و رسوائی دیکھتے رہے، میری نظر میں اورنگ زیب کا یہ ایک سیاسی حربہ تھا اور سپاہ کو اپنی طرف زیادہ سے زیادہ مائل کرنا مقصودِ اصلی تھا ورنہ پھر یہی کہنا پڑے گا کہ حضرت شہاب الدین شاہجہاں الحاد و بے دینی کفر و زندقہ کے سیلاب کو نہ روک سکے اور ان کی حیثیت محض ایک تماشائی الصم تھی۔

اس دعوے کو مؤثر بنانے کے لئے کہا جاتا ہے اور اورنگ زیب نے اپنے مکتوبات میں اس کی بڑی شدومد کے ساتھ تائید کی ہے کہ دارا شکوہ بدنیت اور ہندو مذہب کا دلدادہ تھا اور اس کے تخت نشین ہونے کی صورت میں برصغیر میں اسلام کو زبردست نقصان پہنچتا اور بقول بعض مورخین ممکن تھا کہ اسلام کا نام و نشان برصغیر سے مٹ جاتا۔ اس وقت اورنگ زیب اور دوسرے مسلمان مذہب کو خطرے میں دیکھ رہے تھے اور وہ محض اسلام کے تحفظ کی خاطر دارا شکوہ کو ہرگز تخت نشین ہونے کا موقع دینے کے لئے تیار نہیں تھے، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اقتدار کی وہ جنگ جو شاہجہاں کی علالت کے دوران شروع ہوئی تھی وہ صرف تخت و تاج کی جنگ نہیں تھی بلکہ عقیدے اور مذہب کی جنگ تھی۔

اس موضوع پر اگر میں تفصیل سے کچھ لکھتا ہوں تو صفحات کی تنگ دامانی کا خوف ہے اور بعض ایسے مسائل کے زیر بحث آجانے کا بھی اندیشہ ہے جو اس دیباچہ کے لئے کچھ غیر ضروری سے ہیں، رقعاتِ عالمگیر کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے خانوادۂ شاہجہانی کے مکاتیب کا مطالعہ فرمایئے آپ کو معلوم ہو جائے گا

کہ اس جنگ کے اصل محرکات کیا تھے، اس لئے میں کشمکش اقتدار کے صرف چند اہم واقعات کو بیان کرتا ہوں۔

کشمکشِ اقتدار کے اہم واقعات

گورنر بنگال شاہزادہ شجاع نے جیسا کہ اس سے قبل میں عرض کر چکا ہوں تخت و تاج پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ شجاع کو بھی اورنگ زیب اور مراد بخش کی اعانت پر پورا پورا بھروسہ تھا (ملاحظہ کیجیے شجاع کے خطوط اورنگ زیب اور مراد کے نام) چنانچہ شجاع نے ستمبر ۱۶۵۷ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور اس نے بنگال و بہار سے نکل کر بنارس کی طرف پیشقدمی کی لیکن دارا شکوہ کے بڑے بیٹے سلیمان شکوہ کی کمان میں دارا شکوہ کی فوج نے شجاع کی پیشقدمی کرنے والی فوج کا بہادر گڑھ کے مقام پر راستہ روک دیا اور اس کو عبرتناک شکست دی چنانچہ اورنگ زیب نے اس شکست پر افسوس کرنے کے بجائے بڑا بھرپور طنز کیا ہے فرماتے ہیں۔

"خود ہم بریں منطقہ بے ملاحظہ دیدۂ دور بیں خطبہ خوانده اند و سکہ رائج کردہ بدعویٰ تخت و تاج بسمت دار الخلافہ حضرت دہلی نہضت فرمودہ اند، در راہ مقابلہ بہ غنیم افتادہ از فریب لہ وردی خاں تمامی خلق را از دستِ گنواراں خراب ساختہ، ہرچند سپاہ گری و مردانگی شمارا تقصیرے نشده اما ـــ بہ تنہا چہ خیزد از یک سوار"

بموجب لاچار از بہادر پور معاودت فرمودہ اند ...... و قلعہ را گزاشتہ براج محل مراجعت فرمودہ آید" (مکتوب بنام شاہ شجاع $\frac{5}{166}$)

شجاع کی فوج نے بنگال کی طرف پسپائی ہی کو غنیمت جانا۔

ادھر گجرات کے گورنر مراد بخش نے دسمبر ۱۶۵۷ء میں احمد آباد کو دار الحکومت قرار دے کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا[1]، مراد کا یہ اعلان اس معاہدہ کے بالکل خلاف تھا جو اورنگ زیب سے تحریری طور پر ہوا تھا اور اس نادان شہزادے کو اس خلف عہد کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی، شجاع کی اس شکست اور مراد بخش کے اس اعلان تاجداری کے وقت اورنگ زیب سلاطین بیجاپور اور گلکنڈہ سے جنگ میں مصروف تھے ان کو حالات کی نزاکت کا جب احساس ہوا تو انھوں نے فوراً حکومت مغلیہ کے قدیم دشمنوں یعنی سلاطین بیجاپور اور گلکنڈہ سے صلح کا معاہدہ کر لیا اور حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔

محی الدین اورنگ زیب سلاطین دکن سے صلح کرنے کے بعد پورے ساز و سامان کے ساتھ برہان پور سے

[1] ملاحظہ کیجیے مراد بخش کا مکتوب خواجہ شہباز کے نام $\frac{1}{265}$

مارچ ۱۶۵۸ء میں آگرے کی طرف روانہ ہوئے، اورنگ زیب ابھی مُراد بخش کے اعلان شاہی سے بے خبر تھے یا مُراد بخش کی ہمت مردانہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی غرض سے دیدہ و دانستہ انھوں نے اس خبر کو سُنی ان سُنی کر دیا تھا اس لئے کہ مراد بخش نے ان کو مطلع کر دیا تھا کہ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ اپنے مشترک دشمن کی سرکوبی کے لئے آ رہا ہوں چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی، مراد بخش اور اورنگ زیب کی فوجیں دیبال پور کے مقام پر ایک دوسرے سے مل گئیں اور یہاں یہ دونوں فوجیں ایک جرّار لشکر کی صورت میں دھرمات کی جانب جو اجین سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے روانہ ہوگئیں

اورنگ زیب کو یہ خبر مل چکی تھی کہ شاہی افواج مہاراجہ جسونت سنگھ کی کمان میں قاسم خاں جیسے جنگجو امیر اور سالار لشکر کی معیت میں برابر آگے بڑھ رہی ہیں، چنانچہ اورنگ زیب نے مدمقابل کی طاقت سے مرعوب ہو کر یا کچھ دنوں کے لئے جنگ کو ٹالنے کی خاطر مہاراجہ جسونت سنگھ کو کئی بار یہ پیغام بھیجا کہ فوج کے ساتھ آگرے کی جانب میری یہ روانگی کسی بُرے ارادے سے نہیں ہے بلکہ میں شاہجہاں کے حضور میں پہنچکر تقصیرات کی معافی چاہتا ہوں لہٰذا میرا راستہ نہ روکو، چنانچہ شاہجہاں کے نام ایک مکتوب میں وہ اپنے اس پیغام کا اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

”چوں ایں خیر خواہ قطع مسافت نمودہ بحوالی اُجین فائز گردید، جسونت سنگھ کہ بادشاہ شاہزادۂ کلاں بایذا و آزار ایں خیر خواہ مامور بود بہ سلسلہ جنبانی جہل و نادانی سنگ راہ گشتہ بقدم ممانعت پیش آمد و بے ملاحظہ آداب حقوق دلیرانہ تحکم فرمود کہ مراجعت نمودہ بمکان خود برود والا خواہد دید آنچہ خواہد دید چندانکہ مردم ہوشمند سخنداں فرستادہ و بعنوان معقول آں متکبر جہول را بہ ارادۂ خود آگاہی بخشیدہ تصریح نمود کہ آرزومندی و فدویت تمام محرز سعادت حضور فائض النور و محرم طواف کعبہ امانی و آمال بندگان نزدیک و دور است چرا مانع سعادت می شود آں عاقبت اندیش اصلاً بہ معقولیت آشنا نہ شدہ“

لیکن اس کے جواب میں راجہ نے اپنی فوجوں کو اور آگے بڑھا دیا جب دونوں افواج ایک دوسرے کے مقابل آئیں اس وقت مہاراجہ جسونت سنگھ کو پتہ چلا کہ مراد بخش بھی بھائی کے ساتھ جنگ میں شریک ہیں آخرکار جسونت سنگھ کی فوج نے پیشقدمی شروع کردی اور اس کی قیادت میں لڑنے والے راجپوتوں نے ایک زبردست حملہ کیا، مراد بخش کی فوجوں پر جسونت سنگھ کی فوجوں کا زبردست دباؤ پڑ رہا تھا لیکن مراد بخش کی اعلیٰ قیادت اور اورنگ زیب کے تدبّر اور جنگی نظم و ضبط نے جسونت سنگھ کی پیش نہ چلنے دی چنانچہ اس کے بہت سے سردار اس جنگ میں کام آگئے، اس موقع پر جسونت سنگھ کے سامنے اطاعت کی شرائط پیش کی گئیں لیکن اس کی غیرت نے گوارا نہیں کیا، جسونت سنگھ بہت بُری طرح زخمی ہو چکے تھے آخرکار انھوں نے میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے میں ہی اپنی خیریت سمجھی۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کی شکست کی خبر شاہجہاں کو اس وقت ملی جب وہ

اکبرآباد سے دہلی کی طرف روانہ ہو چکے تھے اس خبر نے انھیں بہت ہی کشمکش و پیچ میں ڈال دیا، یہ شکست دارا شکوہ کے عزائم اور اس کے منصوبوں کی زبردست شکست تھی چنانچہ انھوں نے از سرِ نو اپنی فوج کو ترتیب دیا اور اورنگ زیب کو راستے ہی میں روکنے کے ارادے سے اکبرآباد سے روانہ ہوئے۔

ادھر اورنگ زیب نے اس فتح کی خوشی میں اس مقام پر ایک نئے شہر فتح آباد کی تعمیر کا حکم دیا اور صرف چند روز دھرمات میں قیام کر کے گوالیار کی طرف روانہ ہو گئے، یہ جون کا مہینہ تھا جو ہندوستان میں اپنی گرمی کے لئے مشہور ہے، گوالیار پہنچ کر اورنگ زیب کو خبر ملی کہ دارا شکوہ نے دھولپور سے گزر کر دریائے چنبل کی تمام گزرگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے، ہر گھاٹ پر ان کا توپ خانہ نصب ہے اور انھوں نے اپنے خیال کے مطابق اورنگ زیب پر دریا پار کرنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے ہیں۔ اورنگ زیب کو جب تشویشناک خبر ملی تو وہ قطعی نہ گھبرائے بلکہ اپنے سرداروں کو ایسے گھاٹ کی تلاش کا حکم دیا جو دشمن کی فوج سے خالی ہو، تین سپہ سالار اس اہم خدمت پر مقرر کئے گئے اور انھوں نے راتوں رات دریا عبور کر کے اس گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور دوسرے روز اورنگ زیب خود بھی تمام افواج کے ساتھ ادھر روانہ ہوئے اور صحیح و سلامتی کے دریا عبور کر لیا، اب اورنگ زیب کو آگرے تک کوئی روکنے والا نہ تھا۔ دارا شکوہ کو اورنگ زیب کی اس خفیہ کارروائی کا پتہ اس وقت چلا جب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

جہاں آرا بیگم نے اس موقع پر دونوں بھائیوں میں صلح کرانے کی بہت کوشش کی وہ نہیں چاہتی تھی کہ خانوادہ شاہجہانی کا خون پانی کی طرح بہے، بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ بھی شاہجہاں و جہاں آرا کی ایک چال تھی، اس لئے کہ اورنگ زیب بہادر آدھی جنگ جیت چکے تھے، بہرصورت اورنگ زیب نے صلح و صفائی کا پیغام لانے والے ان خطوط کے معقول جواب دیئے[۱] اس موقع پر یہ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا کہ اگر جہاں آرا اور شاہجہاں اس موقع پر تشریف لے آتے تو بہت ممکن ہے کہ سموگڑھ کا معرکہ وجود میں نہ آتا اور شاہجہاں کو برے دن نہ دیکھنا پڑتے۔

دارا شکوہ کو جب پتہ چلا کہ اورنگ زیب کی فوجیں بہت نیچے جا کر دریائے چنبل کو عبور کر چکی ہیں تو وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ بہت تیزی سے سموگڑھ کی جانب روانہ ہو گئے وہ چاہتے تھے کہ دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دیں اور فوراً اس کے سر پر پہنچ جائیں چنانچہ اس افراتفری میں وہ بہت سی وزنی مگر کارآمد توپوں کو دریا کے گھاٹ ہی پر چھوڑ آئے، یہی توپیں مراد اور اورنگ زیب کے کام آئیں۔

سموگڑھ کا معرکہ

مئی ۱۶۵۸ء تھی اور ۱۰۶۹ھ کے رمضان کی چھٹی تاریخ تھی کہ ایک طرف سے دارا شکوہ ایک بھاری مغل فوج کے

---

[۱] یہ تمام خطوط آپ کے مطالعہ سے گزر چکے، ملاحظہ کیجئے جہاں آرا بیگم کے نام اورنگ زیب کے خطوط۔

ساتھ سموگڈھ پہنچے، سموگڈھ کا یہ میدان ایک ریگ زار تھا اور دوسری طرف سے اورنگ زیب ایک نئے ولولے کے ساتھ آگے بڑھے جیالا اور بہادر بھائی مراد بخش اپنی عظیم فوج کے ساتھ تھا اور میر جملہ اپنی تمام فنی مہارتوں کو اس جنگ میں صرف کرنے کے لئے ہر آن تیار بیٹھا تھا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہندوستان کی وہ عظیم جنگ شروع ہوگئی جو باپ کی زندگی میں اس کو تخت سے معزول کرنے کیلئے تین بھائیوں کے درمیان لڑی گئی۔

جیسا کہ ابھی عرض کرچکا ہوں سموگڈھ کے ریگزار میں جو شہر سے دس میل مشرق میں واقع تھا دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ داراشکوہ کی فوجی نفری اورنگ زیب اور مراد بخش کی فوج سے زیادہ تھی اور بارہہ کے سید اور قابل اعتماد راجپوت ویر بہادر شامل تھے لیکن داراشکوہ کی عام فوج میں زیادہ تر نئے سپاہی تھے جن کی جنگی مہارت شبہ سے خالی نہیں تھی۔ خود اس کے امراء لشکر میں ایسے امیروں کی تعداد زیادہ تھی جو اپنی عدم مہارت کے باعث سپاہ سے بہتر طریقے پر کام نہیں لے سکتے تھے داراشکوہ کی اس جنگ میں سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس کو اورنگ زیب کی فوج پر اسی وقت حملہ کردینا چاہیئے تھا جس وقت اورنگ زیب کی سپاہ سموگڈھ پہنچی تھی اور شدید ترین گرمی کے باعث فوج میں بدحواسی پھیلی ہوئی تھی لیکن قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے داراشکوہ نے غنیم کی افواج کو کامل ایک رات ستانے کا موقع دے دیا اور اگلی صبح جب ستائی ہوئی فوج نے جنگ شروع کی تو میر جملہ کی قیادت میں توپیں گولے برسا رہی تھیں لیکن داراشکوہ کی فوجیں دشمن کو زد میں لئے بغیر بیکار گولے اگل رہی تھیں اس طرح میسرہ پر اس کا حملہ قطعی بیکار گیا اس کے برخلاف اورنگ زیب نے اپنی قوت کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ میر جملہ نے دارا کی توپوں کو صحیح نشانے لگا کر بہت جلد خاموش کردیا۔

داراشکوہ نے اپنے ہراول دستے کو آگے بڑھایا لیکن اورنگ زیب کی تازہ دم فوجوں کے مسلسل حملوں نے داراشکوہ کے قلب کو بہت جلد صاف کردیا اور رستم خاں جس کے سپرد قلب کے دستے کی کمان تھی۔ داد شجاعت دیتا ہوا مارا گیا، میمنہ کی قیادت خلیل اللہ خاں کر رہے تھے انھوں نے جب قلب کی یہ حالت دیکھی تو میمنہ کو آگے بڑھایا، درمیان سے راجپوتوں کا ایک دستہ آگے بڑھا اور اس نے اس قدر زوردار حملہ کیا کہ وہ ہاتھی ان کی زد میں آگیا جس پر شاہزادے مراد بخش تشریف فرما تھے، مراد بخش کے چہرے پر کئی زخم آئے، مراد بخش کا مہاوت مارا گیا، مراد بخش نے جی چھوڑ دیا اور اس کے دستے نے اس کو اپنے جھرمٹ میں لیکر پیچھے ہٹا لیا ورنہ شہزادہ کا بچنا ناممکن سا تھا، مراد بخش کو پیچھے ہٹتے دیکھکر اورنگ زیب کی کمان کا ایک دستہ آگے بڑھا اور اس قدر بے جگری سے لڑا کہ راجپوتوں کا وہ دستہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگیا جو مراد بخش کو ابھی زخمی کرچکا تھا

داراشکوہ جنگ کے آغاز ہی میں اپنی جگہ سے ہٹ کر خلیل اللہ خاں کی کمک کو پہنچ گئے تھے اور آگے چل کر ان کی یہ شجاعت ہی ان کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی اس لئے کہ داراشکوہ خلیل اللہ خاں کی مدد کے

لئے اس مقصد کے پیش نظر بڑھے تھے کہ مراد بخش کے قدم بہت جلد اکھڑ جائیں گے لیکن اس طرح قلب اور میسرہ پر داراشکوہ کی گرفت کمزور پڑگئی، اورنگ زیب نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ایک تازہ دم دستہ لیکر آگے بڑھے اور دوسری طرف سے میر جملہ نے داراشکوہ کو اپنی توپوں کی زد میں لیکر فائر کھول دیا، داراشکوہ کے امراء نے منت سماجت کرکے ان کو ہاتھی سے نیچے اترنے پر مجبور کردیا اس لئے کہ ان کا ہاتھی توپوں کی زد میں تھا، داراشکوہ کو یہ خیر خواہی بڑی مہنگی پڑی اس لئے کہ داراشکوہ کے ہاتھی سے اترتے ہی جنگ کا نقشہ بدل گیا، داراشکوہ کا ہودج دیکھکر ان امیروں اور سپاہیوں کو انکی موت کا یقین ہوگیا جو اِدھر اُدھر دشمن سے جنگ میں مصروف تھے، ان کے جی چھوٹ گئے. فوجی نظم و ترتیب کا شیرازہ آن کی آن میں درہم برہم ہوگیا، سپاہی اپنی حفاظت اور جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بہ سرعت منتشر ہوگئے، فوج کا یہ انتشار داراشکوہ پر بھی اثر کئے بغیر نہ رہ سکا، داراشکوہ کو اب دشمن کے مقابلے میں پامردی اور استقامت کے جوہر دکھانا دشوار تھے چنانچہ انھوں نے بھی خود کو اس فراتفری کے سپرد کردیا، اور اپنا گھوڑا تیزی سے پیچھے ہٹا کرلے گئے، اب ان کا رخ اورنگ زیب کی بجائے آگرے کی جانب تھا، عزیز بیٹا سلیمان شکوہ باپ کے ساتھ تھا، داراشکوہ کی فوج کے وہ چھوٹے چھوٹے دستے جو ابھی تک مصروف پیکار تھے بہت جلد یا تو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیئے گئے یا پھر مارے گئے، سموگڈھ کے محاذ پر داراشکوہ کی فوج کے دس ہزار سپاہی کام آئے، علاوہ رائے چترسال اور رستم خاں جیسے سالاروں کے: اس طرح بہت جلد اس جنگ کا خاتمہ اورنگ زیب کے حق میں ہوگیا جو باپ کی زندگی ہی میں تاج کے حصول کے لئے بھائیوں میں لڑی جارہی تھی، بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ جنگ تاج شاہی کے حصول کے لئے نہیں تھی بلکہ دین الٰہی اور شریعت محمدی کے احیاء کے لئے تھی اور وہ اپنے اس قول کی تائید میں اورنگ زیب کی یہ چند عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

"تمامی نیت حق طویت مصروف آنست کہ بہ مساعی غازیان ظفر لوا و زور بازوئے مجاہدانِ نصرت شعار خارِ الحاد و زندقہ از گلشن ہمیشہ بہار دیار اسلام برافتادہ رئیس لملاحدہ باابتاع واحزاب خویش نیست و نابود شود[۱]"

"سعی این فدوی کہ مصروف ترویج دین متین و انتظام مہمات مملکت است ضائع شود"

"ازآنجا کہ اعلحضرت این مرید را گناہگار قرار دادہ واز فرط تعصب نظر بہ مصلحت دینی و ملکی نیداختہ تلاش آن داشتند کہ بادشاہزادہ فرعون منش دیگر بار بمرحلہ آمدہ چہرہ افروز الحاد شود،"

---

[۱] ملاحظہ کیجئے اورنگ زیب کے مکاتیب بنام شاہجہاں ۱۲۷ ،۱۳۰ ،۱۲۷

ضرورتاً ایں مرید بہ امیدِ اجر ثواب تن بہ تحمّل ایں بار گراں در دادہ بہ پرداخت احوال رعایا برایا و ترویج دین متین رسول مجتبیٰ علیہ من الصلوٰۃ کمل اجتہاد بربست۔"

میں یہاں اس مبحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا، خانوادۂ شاہجہانی کے تمام خطوط کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے آپ بہت آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

دارا شکوہ سموگڈھ کے محاذ پر شکست کھا کر سلیمان شکوہ کے ساتھ آگرے کی جانب روانہ ہوئے تھے لیکن یا تو اس خیال سے کہ شکست خوردہ باپ کے سامنے کیا جائیں یا اس ارادے سے کہ جلد از جلد کوئی نیا محاذ اور کھولا جائے وہ شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔

میں نے سموگڈھ کے اس معرکے کو قدرے تفصیل سے پیش کیا ہے۔ عمل صالح جلد سوم، خانی خاں اور عاقل خاں رازی نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے مزید تفصیل ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ کے سامنے آجائے گی۔ شاہجہاں آباد میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد دارا شکوہ نے پنجاب کا رخ کیا ان کو امید تھی کہ پنجاب سے ان کو بڑی تعداد میں لشکر مل جائے گا اور تجربہ کار امیر بھی ان کے ہاتھ لگ جائینگے اور وہ ایکبار پھر اورنگ زیب کے مقابلے میں آکر اپنی شکست کا ان سے بدلہ لیں گے اگرچہ دارا اکبر آباد میں باپ کی قدمبوسی کے بغیر شاہجہاں آباد کو روانہ ہو گئے تھے لیکن شاہجہاں کو دارا کے مستقبل سے مایوسی نہیں تھی انھوں نے بھی دارا شکوہ کو مدد پہنچانے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پیر مارے، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک بڑا ہی جذباتی فرمان مہابت خاں صوبیدار کابل کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"از ناسازگاری روزگار غدار و شماتت خراسانیاں بدکردار شنیدہ باشد کہ چہ چشم زخم بایں دولت پائیدار رسیدہ و بے سعادتاں حرام خوار چہ سلوک ناہنجار نمودند و می نمایند چوں فرزند مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ دریں وقت مخلص درست اعتقاد کہ نظر بر حطام بد فرجام دنیوی نینداختہ .... دارا شکوہ من بلاہور می رسد از خزانہ در لاہور کمی نیست و آدم و اسپ در کابل وافر و شکل مہابت خاں کہ زمانہ از مہابت او در تزلزل و سزائے ہمچوں شاہجہاں منزوی باشد غرابت دارد۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ برخورداران کا مکار یعنی اورنگ زیب اور مراد بخش کو کس طرح یاد فرمایا ہے "حرام خور کم بخت" کے الفاظ استعمال کیے ہیں اس سلسلہ میں ذیل کی دو سطریں اور قابل ملاحظہ ہیں!!

"ہمیں کہ آں شیر بیشہ تہوری با لشکر آراستہ عزیمت بکمند و جلوہ ریز بہ لاہور رسیدہ بود و رفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزائے اعمال ہر دو نابرخوردار پرداز دو صاحبقران ثانی زندگی را براورد۔"

ملاحظہ کیجئے دونوں (اورنگ زیب اور مراد بخش) شاہزادوں کو نابرخوردار کہا ہے اور اپنی نظربندی ہی نہیں بلکہ زندانی ہونے پر افسوس کرتے ہوئے آرزو کی ہے کہ آؤ اور مجھے قید سے چھڑاؤ!

سموگڈھ کے اس عظیم معرکہ میں فتح و کامرانی شاہزادہ اورنگ زیب کے حصے میں مئی ۱۶۵۸ء میں آئی تھی اورنگ زیب داراشکوہ کے تعاقب کے بجائے سیدھا اکبرآباد کا رخ کیا، شاہجہاں مایوسی اور بے کسی کے عالم میں قلعۂ اکبرآباد میں رونق افروز تھے، اورنگ زیب نے بہت آسانی سے اکبرآباد پر قبضہ کرلیا، اس وقت ان کو روکنے والا کوئی بھی نہ تھا، تمام شاہی افواج منتشر ہوچکی تھیں کچھ داراشکوہ کے ساتھ تھیں اور کچھ سموگڈھ کے میدان میں کام آچکی تھیں باقی مہاراجہ جسونت سنگھ اپنے ساتھ لئے ہوئے تلافی مافات کے موقع کا انتظار کررہے تھے اور چاہتے تھے کہ اورنگ زیب کے حضور میں کوئی شفیع مل جائے تو فوراً حاضر ہوجائیں۔

اکبرآباد کی فتح اورنگ زیب کی تاریخی عظمتوں کی راہ میں ایک سنگ گراں سے کم نہیں، وہی شاہزادہ جو کبھی باپ کی ملازمت اور قدمبوسی کے لئے سخت بیچین تھا اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو طرح طرح سے یقین دلاتا تھا کہ میں حضور شاہجہانی میں صرف باریابی چاہتا ہوں میرا راستہ نہ روکو، ہندوستان کے تخت پر رونق افروز ہونے کا اس قدر آرزومند ہے کہ اس نے باپ سے ملنا تو کجا آگرہ پر قبضہ کرتے ہی شاہجہاں کو نظربند کردیا۔

باپ کے سر سے تاج چھیننے کے سلسلے میں مورخین نے طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں اور اورنگ زیب کو موردِ طعن و تشنیع نہیں کیا ہے بلکہ یہ بتایا ہے کہ باپ کو معزول و نظربند کرکے انھوں نے ہندوستان کی تاریخ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے؛ چنانچہ عصرِ حاضر کے ایک مورخ اپنی مبسوط تصنیف میں قمطراز ہیں:

> "اس باب میں ہمارا استدلال صرف ایک ہے کہ اورنگ زیب اگر سچا تھا، اگر سچ مچ اس نے علم بغاوت اس لئے بلند کیا تھا کہ وہ ہندوستان میں اسلام کا بول بالا کرے اور اکبر نے جس غیر اسلامی سیاست کو اپنی بے دینی اور جہالت کی بنا پر فروغ دیا اس کو ختم کرکے اس کی جگہ اسلامی سیاست کو روشناس کردے تو اس کا فرض تھا کہ وہ کسی بہن اور باپ کی بات نہ سنے اور اس نے نہیں سنی۔ اور بہن سے صاف اور واضح لفظوں میں کہدیا" اگر یہ بات ہے تو ہم اعلحضرت کی خدمت میں اسوقت تک حاضر نہیں ہوں گے جب تک داراشکوہ کا استیصال نہ کرلیں" (اورنگ زیب رشید اختر ندوی)

اس سے زیادہ اور وضاحت سے کیا کہا جاسکتا ہے کہ شاہجہاں نے اپنے عہد سلطنت میں بے دینی اور جہالت کو فروغ دیا اور اورنگ زیب سے یہ دیکھا نہ گیا انھوں نے باپ کو محض اس لئے نظربند کردیا کہ وہ اسلامی سیاست کو روشناس کرانا چاہتے تھے چنانچہ ان کی اس اسلامی سیاست کا شکار داراشکوہ اور دوسرا مراد بخش بنا، داراشکوہ تو ایک خنجی مجرم تھا اس کو اورنگ زیب جو چاہتے سزا دیتے لیکن مراد بخش کا کانٹا راستے سے ہٹانے

ے ملاحظہ کیجئے شاہجہاں کا خط مہابت خاں صوبیدار کابل کے نام ۱۹۶

کے لئے انھوں نے اسلامی سیاست کا سہارا لیا اور مراد کو جس طرح قید کیا وہ اس سے پہلے ہم کہیں تحریر کر چکے ہیں اور آئندہ مراد بخش کے قتل کے موقع پر اس کی مزید وضاحت کریں گے۔

حیرت ہے کہ شاہجہاں پر اس قدر عظیم بہتان لگایا گیا کہ اس نے اپنے عہد سلطنت میں اکبر کی غیر اسلامی سیاست اور بے دینی کو فروغ دیا اور اس دور کے علمائے عظام جن میں ہر ایک شریعت پناہ اور علامہ دوراں تھا جیسے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا نورالحق دہلوی (خلف شیخ محدث دہلوی) حضرت مولانا شکر اللہ شیرازی، علامہ دوراں سعد اللہ خاں مولانا محمد فاضل بدخشی، شیخ الاسلام مولانا عبداللطیف (اتالیق شاہزادہ اورنگ زیب) حضرت مولانا محمود جونپوری، حضرت ملا عوض وجیہہ۔ (استاد گرامی شاہزادہ اورنگ زیب) مولانا محمد یعقوب لاہوری، حضرت مولانا ابوالفتح ملتانی۔

یہ سب ایسے علمائے شریعت مدار تھے کہ آج بھی ان کا نام دین کے فروغ اور اسلامی شعار کی ترویج میں لیا جاتا ہے، علمائے کبار اور فضلائے عظام کی یہ عظیم جماعت "بے دینی" کے اس فروغ کا تماشہ دیکھتی رہی اور کبھی ان کے لب جرأت آفریں کو جنبش نہ ہوئی اگر جرأت ہوئی تو صرف شاہزادہ محی الدین اورنگ زیب کو ہوئی اور انھوں نے اس بے دینی کا قصہ کوتاہ کرنے کے لئے پہلے تو باپ کے سر سے تاج چھینا اور پھر نظر بند کر دیا۔ تاریخ کے صفحات شاہجہاں کی بے دینی کی کوئی شہادت اب تک پیش نہیں کر سکے ہیں۔

شاہجہاں نے ہزار ہزار چاہا کہ شاہزادے گرامی قدر سے دو دو باتیں ہو جائیں اور انھوں نے اس آرزو کو لئے ہوئے شاہزادے کو چند مراسلے بھی تحریر کئے لیکن شاہزادے والا مرتبت کا ایک ہی جواب تھا کہ میں پہلے داراشکوہ کا استیصال کر دوں پھر حاضر خدمت ہونے کے بارے میں غور کروں گا۔

شاہجہاں نے اس دور ابتلا یعنی اپنی نظر بندی کے زمانے میں جو خطوط اورنگ زیب بہادر کو لکھے ہیں اور اپنے حقوق ابوت اور عنایات پدرانہ کو یاد دلایا ہے وہ بڑے ہی درد انگیز ہیں میں یہاں صرف چند حوالے پیش کر رہا ہوں۔ ذیل کا مختصر خط برٹش میوزیم لائبریری میں آج بھی محفوظ ہے اس میں شاہجہاں لکھتے ہیں

بابائے من، بہادر من،

من چرا گریہ کنم از بد دستی بخت — کہ بجز امر خدا برگ نہ جنبد ز درخت

سبحان اللہ دیروز صاحب نہ لک سوار بودم وامروز بیک کوزہ آب محتاجم۔

آفریں بر ہنود در ہر باب — مردہ را می دہند دائم آب

اے پسر تو عجب مسلمانی — زندہ جانم بآب ... ترسانی

اے فرزند کامگار بہ اقبال دنیائے غدار مغرور مباش و بخاک غفلت و تکبر بر سر عقل مباش

کہ دنیائے فانی ننگنامے ظلمانی است بیادِ حق بودن و برخلق شفقت نمودن دولت جاودانی۔"

مَن آنچہ شرطِ نصیحت بود بتو گویم ۔۔۔۔۔ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال ۔۔۔۔ مراسلہ ۱۹۴/۵

اس مکتوب کا ترجمہ آئندہ اوراق میں آپ کے مطالعہ سے گزرے گا، ایک اور مکتوب میں ستم رسیدہ شاہجہاں لکھتا ہے اور بڑے کرب و اضطراب کے ساتھ لکھتا ہے کہ:

"آں فرزند اقبال مند، طالع بلند یکبارگی مہر فرزندی بریدہ بر آتش شوق کہ در کانونِ درون اقدس سمت التہاب پذیرفتہ نظرے نیفگندہ وچشم از حقوق اُبوّت و تربیت عمرے پوشیدہ ماراد شمن کام پسندیدہ وایذاو آزار ما راکہ موجبِ بدنامی دنیا و مورثِ ناکامی عقبیٰ است سہل وآسان انگاشتہ از بازپرس روز شمار غافل و بے خبر افتادہ، امّا در یوم یقوم الحساب ازیں جرأتِ ارتکاب حق شکنی چہ جواب خواہد داد"۔ (مکتوب ۱۹۴/۵ ب)

بہرحال ۱۰۶۸ھ میں آگرے پر شاہزادہ اورنگ زیب کا قبضہ ہوگیا، تخت نشینی کا جشن نہیں منایا گیا کہ ابھی چند دشمنوں کا استیصال باقی تھا۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب کو برابر یہ خبریں مل رہی تھیں کہ داراشکوہ پنجاب میں ازسرنو اپنی فوج کی تنظیم کر رہے ہیں، لیکن وہ ابھی دوبارہ مقابلے کے لئے پنجاب سے آگے نہیں بڑھے تھے کہ اس اثنا میں ایک اور عظیم سانحہ رونما ہوا، شاہجہاں نے اورنگ زیب سے مایوس ہوکر مراد بخش کو چند خطوط لکھے جن میں اس کو ہندوستان کی بادشاہت پیش کی گئی تھی، اسی قسم کا ایک خط "رقعاتِ عالمگیر" میں موجود[1] ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"بادشاہی کل ہندوستان بطیب نفس و طوع ضمیر بآں فرزند سعادت مند حوالہ نمودہ ایم باید کہ دریں باب کمال آگاہی و بردباری تقدیم رسانید، مطلقاً ایں راز سربستہ بہ ہیچ کس از نزدیک و دور ظاہر نسازد بعد از روزے چند برادر و برادر زادہ را بہ بہانۂ ضیافت بہ خانۂ خود طلب داشتہ کار ہر دو بپایاں رساند و خطبۂ ملک باسم و لقب خود مزین گرداند کہ مَن برضائے خاطر ایں امر خطیر را باں فرزند عقیدت مند سپردہ اَم"۔

یہ خط صرف تاریخ شاہ شجاعی میں منقول ہے اور کہیں اس کا ذکر نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ یہ خط شاہجہاں پر محض تہمت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاہجہاں نے مجبوری کے عالم میں یہ آخری مہرہ بساط سیاست پر آگے بڑھایا ہو جس کی اس نظربند اور مقید بادشاہ سے بہت کم امید ہے، کہتے ہیں کہ مراد کی بے پروائی کے باعث یہ خط اورنگ زیب کے ہاتھ لگ گیا اور اس کی جو سزا اورنگ زیب نے مراد بخش کو دی وہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے، ہم اس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں، سلطان محی الدین اورنگ زیب نے مراد بخش کو اپنے

---

[1] دیکھئے مکتوب نمبر ۱۹۵/۵۵ بنام شاہزادہ مراد بخش

خیمے میں دعوت کے بہانے سے طلب کیا اور باپ کا بتایا ہوا نسخہ خود اس پر آزمایا یعنی اس کو گرفتار کرلیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ گوالیار کے قلعہ میں بھیجدیا، جہاں اُنھوں نے زندگی کے کچھ دن اور بسر کیے۔

حقیقت یہ ہے کہ مراد بخش کو اتنی بڑی سزا محض اس لئے دینا سراسر ناانصافی ہے کہ باپ نے اس کو ایسا خط لکھا تھا مراد بخش اس سزا کا اس وقت مستحق ہوسکتا تھا جب وہ اس پیشکش کو قبول کرلیتا اور اس کا ایجابی جواب پکڑا جاتا، بعض مورخین کی نظر میں مراد بخش کی یہ گرفتاری محض اس لئے تھی کہ اورنگ زیب کی کامیابی میں مراد بخش کا بڑا ہاتھ تھا اور معاہدہ کے بموجب ملک کا ⅓ مراد بخش کا قرار پایا تھا سلطان محی الدین اورنگ زیب نہیں چاہتے تھے کہ ملک کے یہ چند سیر حاصل صوبے ہاتھ سے نکل جائیں اس لئے انھوں نے مراد بخش کو گرفتار کرنے کے بعد ایک عجیب وغریب بہانے سے فنا کے گھاٹ اتار دیا، سید علی نقی مراد بخش کا بخشی تھا، گجرات کی نظامت کے زمانے میں مراد بخش نے کسی گستاخی یا بے عنوانی پر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کردیا، گوالیار کے قلعہ میں یک زندانی پر علی نقی کے بیٹے اپنے باپ کے قصاص کا دعویٰ کرتے ہیں اور سلطان محی الدین اورنگ زیب کے دامن سے وابستہ مفتیان دین متین "قتل کے بدلے قتل کا حکم" صادر فرمادیتے ہیں، شاہجہاں کو جب جواں سال بیٹے کے قتل کی خبر ملتی ہے تو اس کے دل پر ایک گھاؤ لگتا ہے، اورنگ زیب کے یہاں خلف عہدنافرمانی اور بغاوت کی سزا بہت سخت تھی، مراد بخش تو بھائی تھا اورنگ زیب نے تو اپنے سب سے بڑے جیالے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کو نہیں بخشا اور شاہ شجاع کے ساتھ رابطہ رکھنے کی اس سے بہت بڑی قیمت وصول کی، گوالیار کے قلعہ کی قید اُس کے نصیب میں بھی آئی اور اس نے وہیں داعی اجل کو لبیک کہا؛

مراد بخش کو قلعہ گوالیار میں جب اپنے اس انجام کی خبر ملی تو اس نے ایک بہت ہی مؤثر اور دلدوز خط لکھا اور اس میں خاص طور سے اس امر کا ذکر کیا کہ:

"اگر خواہ مخواہ توجہ اشرف مصروف بریں است کہ وجود بے سود ایں ضعیف درمیان نباشد مواجہہ باایں قسم مردم کم مایہ چہ لطف دارد ہرچہ می خواہند بکنند"

(یعنی اگر آپ خواہ مخواہ یہی چاہتے ہیں کہ میں زندہ نہ رہوں اور میرا وجود ختم کردیا جائے تو پسران علی نقی جیسے کم مایہ لوگوں کے روبرو پیش کرنے سے کیا فائدہ، جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں کر ڈالئے)

اورنگ زیب نے اس خط کا بھی کوئی اثر قبول نہیں کیا اور قاضی کے حکم سے چہارشنبہ ۲۱ ربیع الثانی؁ کو دن ڈھلے قید خانے ہی میں جلاد نے ان کا کام تمام کردیا اور بدنصیب شہزادہ کو قید خانے کی چہار دیواری ہی کے اندر دفن ہونا نصیب ہوا؛ ایک شاہی قیدی یعنی شاہزادہ سلطان محمد ابھی اور اپنے انجام

سے بے خبر تاریک گوشے میں زندگی کے دن بسر کر رہا تھا۔

اوپر میں بیان کر چکا ہوں کہ سلطان محی الدین اورنگ زیب کو برابر یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ داراشکوہ پنجاب میں اپنی فوجوں کی از سر نو ترتیب و تنظیم کر رہے ہیں وہ خاموشی کے ساتھ ان خبروں پر کان لگائے ہوئے تھے، مراد بخش کی گرفتاری اور گوالیار روانگی کے بعد سلطان محی الدین اورنگ زیب کو بہت کچھ اطمینان ہو چکا تھا لیکن ابھی ایک بڑا دشمن باقی تھا مراد کی گرفتاری کی خبر جب عام ہوئی تو مراد بخش کی فوجوں میں بغاوت پیدا نہیں ہوئی بلکہ انھوں نے اورنگ زیب کی اطاعت میں ہی اپنی خیر سمجھی چنانچہ مراد بخش کی بیس ہزار فوج نہایت آسانی سے بطیب خاطر اورنگ زیب کے پرچم تلے آگئی۔

کاش یہ سپاہ داراشکوہ کے پرچم تلے آجاتی تو اس کو بہت بڑی طمانیت اور پشت گرمی حاصل ہو جاتی لیکن داراشکوہ کے فرار نے یہ کھیل بگاڑ دیا، داراشکوہ کے قدم اگر کچھ دن دہلی میں اور ٹھہر جاتے تو یہ فوج یقیناً اُسکے حصہ میں آتی بہرحال جب داراشکوہ کے قدم دہلی سے بھی اکھڑ گئے تو ہر فرد کو یقین ہو گیا کہ اب ان میں مقابلے کی سکت نہیں ہے چنانچہ دہلی پہنچکر اورنگ زیب نے اطمینان کا سانس لیا اور جب تین دن تک داراشکوہ کی طرف سے کسی حرکت یا فوجی یلغار کی خبر نہیں ملی تو چوتھے دن بروز جمعہ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۹ھ مطابق ۵ جون ۱۶۵۹ء کو اورنگ زیب نے تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ تاج پوشی کی یہ رسم اگرچہ بہت سادگی کے ساتھ ادا ہوئی تھی پھر بھی جشن شاہانہ کے تمام مراسم ادا کئے گئے اگرچہ وقت کی تنگی مانع تھی، اسی دن بادشاہ نے اپنے لئے ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی کے شاندار القاب اختیار فرمائے۔

داراشکوہ اور محمد شجاع

داراشکوہ۔ سموگڈھ سے پسپا ہو کر سیدھے اکبرآباد آئے اور یہاں سے جب دہلی کا رخ کیا تو صرف اہل و عیال اور معمولی سا خزانہ ساتھ تھا لیکن دہلی پہنچ کر انھوں نے جسقدر دولت سمیٹ سکتے تھے اپنے ساتھ لیکر پنجاب کا رخ کیا یہاں اس دولت سے ایک نئے لشکر کو آراستہ کیا وہ لاہور کو اپنا مستقر بنا کر اورنگ زیب سے دو دو ہاتھ پھر کرنا چاہتے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے جونہی ان کو یہ خبر ملی کہ محی الدین اورنگ زیب دہلی سے لاہور کی طرف بڑھ رہے ہیں تو لاہور سے بھی ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہاں سے ملتان اڑتے ہوئے پہنچے، ان کا یہ خیال تھا کہ یہاں وہ سلیمان شکوہ کی مضبوط اور شاہ شجاع کو شکست دینے والی فوج سے مل جائیں گے اور پھر وہ اورنگ زیب کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکینگے لیکن ان کے فرار یا تلون مزاجی کے باعث سپاہ میں افسردگی پھیل گئی اور لاہور سے ملتان تک کے سفر میں بہت سے سپاہی ان سے کٹ کر ادھر ادھر نکل گئے اور جب وہ ملتان پہنچے تو انکی فوج کی تعداد بہت گھٹ چکی تھی۔ اورنگ زیب جب لاہور پہنچے تو داراشکوہ ملتان پہنچ چکے تھے، اورنگ زیب تعاقب میں ملتان کی طرف پلٹے

اور دارا شکوہ کے قدم ملتان میں بھی نہ جم سکے، دارا شکوہ نے ملتان سے بھاگتے وقت سندھ کا رخ کیا اگر وہ سندھ کے بجائے کابل کا رخ کرتے تو صوبیدار کابل مہابت خاں ان کے استقبال کے لئے موجود تھا لیکن تقدیر کی گردش ان کو کشاں کشاں سندھ کی طرف کھینچ کر لے آئی حالانکہ دارا شکوہ کا منصوبہ یہ تھا کہ سندھ کے راستے راجپوتانہ میں داخل ہو کر جلد سے جلد سلیمان شکوہ کی فوجوں سے جا ملیں گے، ادھر دارا شکوہ سندھ کے ریگزاروں سے گزر کر راجپوتانہ میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ اُدھر شاہ شجاع، شاہجہاں اور مراد بخش کے انجام کو دیکھکر اورنگ زیب سے بدظن ہو گیا، اس کو یقین ہو گیا کہ مراد بخش کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیماں کا جب اورنگ زیب نے پاس نہیں کیا تو میری کیا ہستی ہے لہٰذا اس نے بھی اسی میں اپنی بھلائی سمجھی کہ وہ بھی قسمت آزمائے۔ شاہ شجاع کی لشکر کشی نے اورنگ زیب کو کچھ پریشان ضرور کیا لیکن انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور دارا شکوہ کے مقابلے کے لئے اپنے چند چیدہ سرداروں کو پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ٹھٹھہ کی طرف روانہ کیا اور خود لاہور کو واپس ہو گئے، اس کی یہ واپسی دارا شکوہ سے بالکل پوشیدہ رہی ورنہ وہ راجپوتانہ میں قدم رکھنے سے پہلے ٹھٹھہ ہی میں اورنگ زیب کی فوج سے دو دو ہاتھ کر لیتا۔—

اورنگ زیب جب تک لاہور اور لاہور سے دہلی پہنچے، شاہ شجاع، پٹنہ، بنارس اور جون پور پر قبضہ کر چکا تھا اورنگ زیب دہلی سے فوراً قنوج کی طرف روانہ ہوئے اور جب وہ قنوج پہنچے تو شاہ شجاع کے الہ آباد پر قبضہ کر لینے کی خبر ان کو مل چکی تھی۔

قنوج سے اورنگ زیب کی فوجیں کورہ کھاتم کی جانب بڑھیں، اُدھر سے شجاع بھی جلد سے جلد ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے کورہ کھاتم کی طرف بڑھا اور اورنگ زیب کی فوجوں سے صرف دو کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا، مہاراجہ جسونت سنگھ معافی تقصیرات کے بعد اپنی سپاہ کے ساتھ اورنگ زیب کے ہمراہ موجود تھے یہاں انھوں نے پھر ایکبار دھوکا دیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی دس ہزار فوج کے ساتھ شہزادہ سلطان محمد کی فوج پر شبخون مارا اور بہت نقصان پہنچایا، جسونت سنگھ شبخون مار کر اورنگ زیب کی فوجوں سے کٹ کر صبح ہوتے ہوتے بہت دور نکل گیا۔ صبح کے وقت شاہ شجاع اور اورنگ زیب کی فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اورنگ زیب کے سپاہیوں نے شجاع کی فوج میں ہلچل ڈال دی اور عین ہنگام کارزار میں شجاع کا ایک امیر اپنی فوج کے ساتھ شجاع سے کٹ کر اورنگ زیب سے آملا اور شجاع کے پیر اکھڑ گئے اور پھر شجاع بنگال تک اس طرح بھاگا کہ راستے میں وہ کہیں قدم نہیں جما سکا، اورنگ زیب نے شاہزادہ سلطان کو شجاع کے تعاقب پر مامور کیا تھا لیکن شاہزادہ سلطان محمد نے شجاع کی آغوش میں پناہ لے لی۔

اِدھر اورنگ زیب حب پلٹے تو ان کو خبر ملی کہ دارا ٹھٹھہ کے راستے راجپوتانہ میں داخل ہو کر اجمیر

پہنچ چکا ہے، اجمیر کا حاکم داراشکوہ کے داخلے سے گھبرا گیا اور اورنگ زیب کے پاس پہنچ کر دم لیا۔ اورنگ زیب تیزی سے آگے بڑھ کر آئے اور اجمیر کے قریب بیتھیلی کے مقام پر دارا کو جا لیا، شام تک بڑے زور کا رن پڑا، شاہ نواز خان کی موت نے داراشکوہ کی فوج کے جی چھڑا دیئے اور شام ہوتے ہوتے داراشکوہ کی ساری فوج منتشر ہو گئی، راجہ جسونت سنگھ تو چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے تھے سلیمان شکوہ نے لاکھ چاہا کہ وہ اس موقع پر بابا کا ساتھ دیں لیکن اس نے صاف انکار کر دیا ممکن تھا کہ اگر اس موقعہ پر جسونت سنگھ موجود ہوتے تو راجپوتی جوہر شاید داراشکوہ کی ہاری بازی کو جتوا دیتے، اس میدان میں بھی جنگ کا نتیجہ فرار ہی نکلا۔ داراشکوہ رات کے اندھیرے میں ٹھٹھہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے، اہل و عیال ساتھ تھے۔
تین شبانہ روز سفر کرنا پڑا اس لئے کہ اورنگ زیب کے جیالے سردار بیس ہزار سواروں کے ساتھ تعاقب میں تھے۔ جن زمینداروں پر بھروسہ تھا ان کے یہاں قیام کا ارادہ کرتے لیکن طنطنۂ اورنگ زیبی کے ڈر سے ہر ایک کانوں پر ہاتھ دھرتا، داراشکوہ چاہتے تھے کہ ٹھٹھہ سے آگے بڑھ کر دریائے سندھ عبور کر لیں اور وہاں سے سیدھا قندھار کا رخ کریں لیکن ؎ ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال،
بار بردار جانوروں کی کمی کے باعث بہت سامان جا بجا چھوڑ رہے تھے، محمد صالح لکھتے ہیں:۔

"آں گرفتار حوادث روزگار..... ہنگام فرار ایں بار بنا بر فقدان بار بردار اکثر اموال و گنج ہائے مالا مال جا بجا گزاشتہ بیشتر بتصرف اولیائے دولتِ پائیدار دکم تر بتاراج زمینداران و بوم دادہ براہِ ولایت جام و بہارہ رو بجانب تتہ نہاد و ارادہ نمود کہ بعد از عبور آب بھکر در کمالِ استعجال مرحلہ پیما شدہ برائے بسر بُردن ایام ناکامی خود را بنواحی قندھار برساند و در لباس بہانۂ حمایت پناہ بوائی ایران جستہ۔"

لیکن افسوس شاہزادہ ناکام کی یہ آرزو بر نہ آئی اور مزید برآں ستم یہ کہ اس بے سروسامانی کے عالم میں رفیقۂ حیات نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور بدنصیب شاہزادہ مقدر پر صابر و شاکر پناہ کا جویا تھا۔

"با جہاں جہاں سرگشتگی و عالم عالم بخت برگشتگی افتاں و خیزاں خود را بہ سرحد دھادر رسانید ازاں جا کہ کار بر سرش افتادہ ایام در دنش بپایاں رسیدہ بود و چارہ گری سعی سودی و اصلاً امیدِ بہبودی نداشت لاجرم..... بقرار داد اقامت روزی چند دراں مکان باعتماد جیون زمیندارِ آنجا کہ مرہون احسان و ممنون نوازش بے پایاں آں عالی جناب بود از سر کوچ درگزشت..... جیون زمیندار مذکور کہ شیوہ بدنہادی در نہاد طبیعتش بہ ودیعت نہادہ بود ند چشم از حقوق و نوازش دیرینہ آں عالی مکان پوشیدہ و باتفاق فرقہ صحرا نشینان

کرگان آں سرزمین و راہزناں آں برّوبوم بودند، آں عزیز را تنہا یافتہ و بہ بدترین وجہے و اقبح ترین روشے دستگیر ساختند"

اِس طرح جیون زمیندار نے محض مال و دولت کے لالچ میں غریب الدیار اور بیکس شاہزادے کو چوروں اور رہزنوں کی مدد سے گرفتار کرلیا اور پھر:

"آں مہرِ سپہر سلطنت و بزرگواری را کہ بہ کسوف ناکامی گرفتار شدہ در ماتم دولت بخت لباس آسمانی در برداشت بہ دارالخلافہ رسانیدند، کسوت خاکستری بہ شہر درآوردند"

جب خاکستری لباس پہنے ہوئے بغیر ہودج کے ہاتھی پر شہزادے کو دلّی کے گلی کوچوں میں پھرایا جا رہا تھا تو اس وقت اورنگ زیب بیٹے اور خسروانہ طنطنہ کے باوجود ہر آنکھ اشکبار تھی۔ دن بھر شہزادہ بدنصیب کی تشہیر کے بعد پابجولاں کرکے دارا شکوہ کو گوالیار کے قلعہ میں پہنچا دیا گیا جہاں چند روزہ زندگی بسر کرنے کے بعد بوقت شب بروز پنجشنبہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو شاہ جم جاہ محی الدین اورنگ زیب کے حکم سے قید ہستی سے رہائی دے دی گئی۔ برخلاف شاہزادہ مراد بخش کے دارا شکوہ کی نعش کے ساتھ یہ رعایت روا رکھی کہ اس کو حضرت جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ کے مقبرے میں دفن کردیا گیا۔

دارا شکوہ اور مراد بخش کے بعد سریر سلطانی کا ایک دشمن ابھی درباقی تھا یعنی شاہزادہ سلیمان شکوہ، دارا شکوہ کی پے بہ پے شکستوں اور زوال کی خبروں نے سلیمان شکوہ کو بھی فرار پر مجبور کردیا، فوج پہلے ہی ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ چھپتا چھپاتا سری نگر کے زمیندار کے ہاں [illegible] لی۔ اولیائے دولت اور ارکین سلطنت نے یہ خبر اورنگ زیب تک پہنچائی، سری نگر کے زمیندار کو ڈرایا دھمکایا گیا اور اسے مجبور کردیا گیا کہ شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کارکنان شاہی کے سپرد کردے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کی سرتابی کیسے ہوسکتی تھی چنانچہ سری نگر کے زمیندار نے شاہزادہ کو طوق و سلاسل پہنا کر اپنے بیٹے کی نگرانی میں درگاہ سلطانی میں روانہ کردیا۔

شاہزادہ سلطان محمد کو بھی چچا شجاع کی حمایت اور محبت کا بہت جلد صلہ مل گیا، باپ کے حضور میں عفو تقصیرات کے لئے حاضر ہوا تھا لیکن محی الدین اورنگ زیب کے یہاں معافی اور درگذر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ لہٰذا سلیمان شکوہ اور شاہزادہ سلطان محمد دونوں کو گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ جہاں قید خانے کے محافظوں نے بہت جلد اس کو قید ہستی سے رہائی دے دی، کہتے ہیں کہ اس قتل میں محی الدین اورنگ زیب کی رضامندی کا کوئی دخل نہیں تھا تو پھر تعجب ہوتا ہے کہ سلیمان شکوہ کے اس قتل کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا جب کہ علی نقی کے قصاص میں کچھ دن پہلے شاہزادہ مراد بخش کو اسی زندان میں قتل کیا گیا تھا۔ تاریخ اس کا کچھ جواب نہیں دیتی، سلیمان شکوہ کا قصاص طلب کرنے والا شاہزادہ سپہر شکوہ ابھی زندہ تھا لیکن ظل اللہ کی مرضی

نہ پاکر خاموش رہا۔

شاہجہاں کا انجام

۱۶۵۸ء میں سموگڈھ کے مقام پر جو جنگ لڑی گئی اس نے کئی قسمتوں کا فیصلہ کر ڈالا، دارا شکوہ سلیمان شکوہ اور مراد بخش کا انجام تو تاریخ آپ کے سامنے دہرا چکی، شاہجہاں تخت سے معزول کر دیئے گئے ہر چند کہ انھوں نے ان لاکھوں احسانات کو جتایا اور انعامات کو گنوایا جن کی بارش ایام شاہزادگی سے ابتک محی الدین اورنگ زیب بادشاہ غازی پر ہوتی رہی تھی لیکن اورنگ زیب دوبارہ ایک ہی سوراخ سے ڈسے جانے پر آمادہ نہ تھے، اس لئے حضرت صاحبقران ثانی شاہجہاں آگرے کے قلعہ میں بقیہ زندگی کے دن پورے کرنے پر مجبور ہو گئے، ان کی قسمت میں جواں سال شاہزادوں دارا شکوہ اور مراد بخش کا غم دیکھنا لکھا تھا وہ انھیں دیکھنا پڑا، عزیز پوتے سلیمان شکوہ کی موت کی خبر پر بھی آنسو بہانے پڑے، اپنی بیکسی و بے بسی اسیر متنزاد تھی، اب اس دار الحزن میں شاہجہاں کا صرف یہ کام باقی رہ گیا تھا کہ ایام گزشتہ پر تاسف کریں اور مستقبل کی تاریکیوں سے آنکھیں بند کر کے زندگی کے دن پورے کریں۔ عمل صالح کے مصنف رقمطراز ہیں کہ:۔

"لاجرم ناگاہ دو گھری از روز یکشنبہ یازدہم رجب سال ہزار و ہفتاد و شش ہجری ماندہ در آغاز سال ہفتاد و پنجم شمسی کہ سن مبارک آں حضرت بہ ہفتاد و شش سال و سہ ماہ بست و پنج روز قمری رسیدہ بود از سبب مالیدن تیل ساختہ رزق اللہ ولد مقرب خاں گیرائیہ و حرارتے در بدن مقدس اثر کردہ عارضہ نا ملائم حبس بول و پیچش شکم عارض وجود گرامی گردیدہ .... پانزدہ روز ازیں آزار صعب صاحب فراموش بودہ"

چند روز بعد اس شدید مرض سے کچھ افاقہ ہوا لیکن پھر حالت بگڑ گئی اور

"پس ازاں مراسم وصیت و وداع بجا آوردہ بقصد تسلیہ و تشفیہ خاطر حزیں و قلب اندوہگیں ملکہ خجستہ صفات در آمدہ انواع عطافت صوری و معنوی بظہور رسانیدہ بخواندن آیات قرآنی مامور فرمودند .... و سہ گھری از شب دوشنبہ بست و ششم رجب سال حال مذکور (۱۰۷۶ھ) گزشتہ"

یعنی اسی مرض حبس بول میں پھر شاہجہاں کی حالت بگڑ گئی اور انھوں نے اکبر آبادی محل اور جو بیٹیاں اس وقت موجود تھیں انھیں تسلی اور دلاسہ دے کر سب لوگوں کو تلاوت کلام پاک کے لئے فرمایا اور دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ء کی رات میں کہ ابھی دو گھڑی باقی تھی، بدنصیب شاہجہاں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

بیکسی کی موت اور تجہیز و تکفین

صاحبِ عمل صالح کہتے ہیں" چونکہ بندگانِ حضرت (اورنگ زیب بادشاہ غازی) دارالخلافتہ شاہجہاں آباد میں تشریف فرما تھے اور بیگم صاحبہ (جہاں آرا بیگم) بالکل مجبور تھیں اور تمام معاملات کا اختیار دوسروں کو تھا اس لئے رات کے آخری حصہ میں نعش کو شاہ برج کے زینے سے اتار کر روضہ (تاج محل) میں پہنچایا اور دوپہر کے بعد نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا گیا"

افسوس کہ باپ کی موت پر کوئی شاہزادہ آنسو بہانے والا موجود نہ تھا، ظل اللہ بقول صاحبِ عمل صالح امورِ سلطنت میں مصروف تھے انھوں نے جہاں آرا بیگم کو تعزیت کے یہ کلمات ایک مکتوب میں تحریر کرنا کافی سمجھا:

"آفریدگارِ جہاں عزّ اسمہ آں مشفقۂ مہربان را در یں حادثۂ عظیم صبرِ جمیل و اجرِ جزیل کرامت کناد چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد کہ ازیں قضیۂ ناگزیر بر خاطرِ غمگیں چہ می گذرد ....

بہرحال ایں ہمہ درد و سرمشار را بزودی انشاءاللہ تعالیٰ رسیدہ دانند، یقین کہ...

نسبت بہ تعزیت دارانِ اعلحضرت خصوصی اکبرآبادی محلِ تسلیہ کہ باید کردہ باشند"

آخر میں جہاں آرا بیگم کو مشورہ دیا ہے کہ" تلاوت قرآن مجید اور خیرات کا ثواب زیادہ سے زیادہ اعلحضرت کی روح کو پہنچائیں، میں بھی یہی کر رہا ہوں"

شاہجہاں کے انتقال پر حضرت محی الدین اورنگ زیب کی جانب سے صرف اس قدر عمل در یہ تعزیت کافی تھی یا نہیں اس کا فیصلہ ہم نہیں کرتے تاریخ کرے گی، ہم نے تو صرف جو حقائق مکتوبات کے ذریعہ سامنے آئے ہیں وہ پیش کر دیئے ہیں۔

اورنگ زیب کی کامیابی کے اسباب

مغلیہ عہد کی تاریخ پر قلم اٹھانے والے مورخین نے کشمکش اقتدار میں محی الدین اورنگ زیب کی کامیابی کو اُن کی خوش بختی پر محمول کیا ہے لیکن موجودہ دور کے مورخین کو اس سے اتفاق نہیں ہے، ان مورخین کا خیال ہے کہ بڑی حد تک شاہجہاں کی کمزوری کے سبب اورنگ زیب کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اگر شاہجہاں صحت یاب ہونے کے بعد اپنے اختیارات سے پوری طرح کام لیتے اور اپنی موت کی افواہوں کی واضح طور پر تردید کر کے اپنے

بیٹوں کی کوششیں ناکام بنا دیتے تو حالات کا پانسہ پلٹ جاتا۔ شاہجہاں تدبّر اور دوراندیشی سے کام لیکر ایسی حکمت عملی پر کاربند ہوسکتے تھے جس سے دارا تخت نشین ہوسکتا تھا۔ جنگ دھرمات کے بعد حالات کی سنگینی کا علم ہونے پر وہ جنگی کونسل کا اجلاس طلب کرکے، جنرلوں امراء اور درباریوں سے یہ اپیل کرسکتے تھے کہ وہ تخت و تاج کی بحالی میں اس کی مدد کریں۔ چونکہ شاہجہاں اس وقت بھی شہنشاہ کی حیثیت سے مقبول تھے اور اس مقبولیت کے اسباب اُن کی نیک نفسی، عدل وانصاف اور پاکیزہ آئینِ سلطنت تھے اور اس طرح وہ ان اُمراء اور جنرلوں کی تائید وحمایت حاصل کرلیتے اور دوبارہ اقتدار حاصل کرلینے کے بعد وہ تخت و تاج کے لئے شہزادوں کی کوششوں کو ناکام بنا سکتے تھے۔ تاہم شاہجہاں کو حالات کا بخوبی اندازہ نہیں ہوسکا۔ اور انھوں نے انتہائی غیردانشمندی سے کام لیتے ہوئے دارا کو اورنگ زیب کے خلاف کھڑا کردیا۔

اورنگ زیب ایک عظیم مدبّر، جنرل ور سیاست دان تھے۔ قوت فیصلہ، ذہانت، فوجی حکمت عملی اور تدبّر میں وہ اپنے تمام بھائیوں سے بہت آگے تھے۔ دارا کی فوج میں تنظیم مفقود تھی اور اُن میں اتحاد کا فقدان تھا جبکہ اورنگ زیب کی افواج نہ صرف پوری طرح منظم و متحد تھیں بلکہ ہر میدان جنگ میں سرخرو و کامیاب ہونے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے اورنگ زیب کی کامیابیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے "کشمکش اقتدار میں اورنگ زیب کی کامیابی کا اصل سبب اُسکی دوربینی و تیز رفتاری اور اسکی فوجوں کی تنظیم و اتحاد تھا جبکہ اسکے حریفوں میں ان صلاحیتوں کا فقدان تھا"

اورنگ زیب کی کامیابی میں اُن کے زبردست پاکیزہ کردار اور ان مسلمانوں کی حمایت کا بھی بڑا ہاتھ تھا جن کا مسلک حنفی تھا۔ وہ خود ایک پرہیزگار و متقی مسلمان اور اسلام کی سربلندی کے زبردست علمبردار تھے اکبر کے عہد ہی سے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک ایسے قائد و رہنما کی ضرورت تھی جو اسلام کی گزشتہ عظمت کو بحال کرسکے ان کے نزدیک اورنگ زیب میں یہ صفات موجود تھے اور یہی سبب ہے کہ انھوں نے اورنگ زیب کی پوری تائید وحمایت کی۔ اپنے اعلیٰ کردار اور بلند اوصاف کے سبب اورنگ زیب نے بیشمار لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا جبکہ دارا کے تیز مزاج اور اسکی خودرائی کی وجہ سے اس کے بہت سے ساتھی اُسے تنہا چھوڑ گئے۔ علاوہ ازیں دارا پوری طرح راجپوتوں سے آس لگائے بیٹھا تھا۔ یہ وہی راجپوت تھے جو ہندوستان میں ہندو راج بحال کرنے کے جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔ اس سے بھی سیاسی اور فوجی اعتبار سے اورنگ زیب کو فائدہ پہنچا۔

آرام کے شیدائی اور دلدادہ شجاع اور مے نوش مراد کسی طرح بھی تخت و تاج کے لئے موزوں نہ تھے ان شاہزادوں کی مشہور زمانہ صفات سے عالمگیر نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ دارا کے صوفیانہ مسلک کو زندقہ و الحاد کا رنگ دیکر خوب خوب تشہیر کی اور اس طرح اورنگ زیب نے دارا پر حملہ اور اسکے قتل کا پورا پورا جواز پیدا کرلیا۔

محی الدین اورنگ زیب بادشاہ غازی

۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء

سموگڈھ کی جنگ میں کامیاب ہو جانے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے آگرہ پر قبضہ کر لیا اور ۱۶۵۸ء میں شہنشاہ ہندوستان کی حیثیت سے اپنی فرمانروائی کا اعلان کر دیا، چونکہ ابھی ان کو اپنے حریفوں سے نپٹنا تھا اس لئے باضابطہ تخت نشینی عمل میں نہیں آئی۔ دارا شکوہ اور مراد بخش کے قضیوں سے فارغ ہونے کے بعد ۵ جون ۱۶۵۹ء کو باضابطہ طور پر ان کی تخت نشینی کا جشن منایا گیا اور وہ ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی کے لقب سے تخت نشین ہوئے، تخت نشینی کا یہ جشن پورے دو ماہ ملک بھر میں جاری رہا، اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جشن ایسا ہی تھا جیسا کہ جہانگیر و شاہجہاں کی تخت نشینی پر منایا گیا تھا یا مسجدوں میں قرآن خوانی پر محدود و منحصر تھا، کیا اس میں دینی اور مذہبی احکام کی پابندی کی گئی تھی یا عیش و طرب کے وہ تمام سامان فراہم تھے جن کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ تاریخ تو یہی بتاتی ہے کہ اس جشن میں اور دوسرے مغلیہ سلاطین کے جشن ہائے تخت نشینی اور تاج پوشی میں کوئی فرق نہیں تھا ہاں اگر بڑی احتیاط برتی جائے تو ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس دو ماہہ جشن کی طرب آرائیوں سے خود اورنگ زیب کا دامن آلودۂ عصیاں نہیں ہوا ہوگا اور بس!!

اپنی تخت نشینی کے بعد اورنگ زیب نے ملکی نظم و نسق کے سلسلے میں مختلف اقدامات کئے۔ ایک طرف تو مغلیہ سلطنت کو ایک اسلامی سلطنت بنانے کی بھرپور کوشش کی چنانچہ بہت سے ناجائز محاصل جو اب تک جاری و ساری تھے ختم کر دیئے۔ عامۃ المسلمین کی رضاجوئی کے لئے سن شمسی اور سن الٰہی منسوخ کر کے قمری سنہ رائج کیا، سپاہ کی تالیف قلب کے لئے دارا اور مراد کے امراء کو معاف کر دیا اور ان کے مناصب بحال کر دیئے۔ محکمہ احتساب قائم کیا، زکوٰۃ وصول کرنے کا انتظام کیا گیا اور ہندوؤں سے جزیہ۔ لیکن یہ تمام اصلاحات بتدریج عمل میں آئیں یہ خیال نہ کیا جائے کہ تخت نشینی کے بعد یکبارگی یہ تمام امور سرانجام پا گئے تھے اور ہندوستان کوہ ہمالہ سے راس کماری تک دارالاسلام بن گیا تھا۔ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔

اورنگ زیب کے طویل عہد حکومت کو ملکی انتظام اور سیاسی استحکام کے اعتبار سے دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، پہلا دور ۱۶۵۹-۱۶۸۱ء کا ہے جو انھوں نے شمالی ہندوستان میں گذارا اور دوسرا دور ۱۶۸۲-۱۷۰۷ء تک ہے جو دکن میں گزرا۔ یہ دونوں ادوار ملکی انتظام اور فتوحات کے دائرے

کو وسیع سے وسیع تر کرنے پر مشتمل ہیں۔ اس طویل عرصہ میں اورنگ زیب نے بہت سے وسیع رقبے اور قرب و جوار کی ریاستیں قطع نظر اس کے کہ وہ مسلم ریاستیں تھیں یا غیر مسلم، فتح کرکے ممالک محروسہ میں داخل کریں۔ ان دونوں ادوار میں بنگال اور دکن کی فتوحات خاص اہمیت رکھتی ہیں لیکن افسوس کہ میں ان محدود اوراق میں ان کی تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ میں صرف اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے چند اہم واقعات اور اصلاحات کو آئندہ تفصیل سے پیش کروں گا۔

محی الدین اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی
اور ہندوؤں کے ساتھ ان کا برتاؤ

ہندوستان کے مغل حکمرانوں میں مذہبی بنیاد پر جتنی غلط فہمیاں محی الدین اورنگ زیب کے متعلق موجود ہیں اور مورخین نے اس سلسلے میں جسقدر ان کو متہم کیا ہے کسی دوسرے حکمراں کے بارے میں ایسے اتہامات موجود نہیں ہیں۔ اورنگ زیب پر سب سے بڑا الزام تھا ہے کہ انھوں نے دارالحرب کو دارالاسلام بنانے کے لئے ہندوؤں کے مندروں اور پاٹ شالاؤں کو مسمار کرایا۔ ہندو افسروں کو ملازمتوں سے برطرف کردیا اور ہندو باشندوں پر جزیہ لگایا۔

محی الدین اورنگ زیب ایک متقشف حنفی مسلمان تھے اور ان کے مسلک میں اسلام کے کسی اصول کے خلاف قدم نہیں اٹھایا جا سکتا تھا لیکن انھوں نے ایسا کبھی نہیں کیا کہ جبر و تعدی سے ہندوؤں کو مسلمان بنایا ہو ہاں جو ہندو بطیب خاطر اور برضا و رغبت اسلام قبول کرلیتا وہ ان کی نگاہوں میں عزت پاتا بالکل اسی طرح جیسے اکبر کے یہاں ہندو اپنی ڈولیاں دینا باعث عزت سمجھتے تھے اورنگ زیب نے کبھی کوئی ایسا فرمان جاری نہیں کیا جس کے ذریعہ مندروں کو منہدم کیا گیا ہو۔

بنارس کے ناظم ابوالحسن کے نام "وقائع عالمگیری" میں ایک فرمان موجود ہے جس میں وہ رقمطراز ہیں۔ "چونکہ ہم عوامی فلاح و بہبود اور عوام کے تمام طبقوں کے حالات بہتر بنانے کے لئے خود کو وقف کرچکے ہیں لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہیں کیا جائے گا۔ ہاں نئے مندروں کی تعمیر کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ ناجائز طور پر ان مندروں اور دوسری عبادت گاہوں میں برہمنوں یا دوسرے لوگوں کی عبادت میں مداخلت کرے یا انھیں تنگ کرے تاکہ برہمن اور دوسرے ہندو اس

مملکت خداداد میں پورے اطمینان کے ساتھ اپنی عبادت میں مصروف رہیں"۔ (وقائع عالمگیری مرتبہ نبی احمد)
اورنگ زیب کے بعض دوسرے فرامین بھی ایسے ہی احکام پر مشتمل ہیں جنکو صداقت نگار ہندو اور انگریز مورخین نے اس الزام کو رفع کرتے ہوئے بطور سند پیش کیا ہے۔

اسی طرح ہندو حکام اور منصبداروں کی برطرفی کا الزام بھی بے بنیاد ہے یہ درست ہے کہ نظم و نسق کے مفاد کے پیش نظر محکمۂ مال کے کچھ نااہل اور بددیانت کروڑی، دیوان اور ناظم برطرف کئے گئے اور انکی جگہ مسلمان حکام کا تقرر کردیا گیا تھا لیکن اس تبدیلی کے کچھ عرصہ بعد ہی اورنگ زیب نے ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے مملکت کے ہر محکمے میں خواہ وہ فوجی شعبہ ہو یا غیر فوجی ایک ہندو افسر اور اس کے ساتھ ایک مسلمان افسر کا تقرر لابدی اور ضروری تھا تاکہ وہ دونوں یک دوسرے پر کڑی نگرانی رکھ سکیں۔ جہاں تک ہندو منصبداروں اور حکام کا تعلق ہے اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بہت سے اعلیٰ فوجی اور غیر فوجی عہدوں پر ہندو افسر فائز تھے، چودھری نبی احمد سندیلوی نے وقائع عالمگیری میں ہندو امراء کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جس سے ہندو دشمنی کا الزام غلط ثابت ہوتا ہے، اورنگ زیب کے عہد میں ایسے ہندو امراء کی جن کو رائے یا راجہ کا خطاب حاصل تھا تعداد ۱۰۴ تھی جب کہ اکبر کے دور میں ایسے امراء صرف ۵۲ تھے۔

ہندو مورخین نے مرہٹہ دشمنی کے سلسلے میں شیواجی کو ایک مظلوم کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور محی الدین اورنگ زیب کو مورد الزام گردانا ہے لیکن اورنگ زیب کی اس رواداری کو کیا کہئے کہ ایک لٹیرے کے بیٹے کو انھوں نے جب وہ ایک مفتوح کی حیثیت سے دربار میں داخل ہوا تو اس کی قومی عزت کا خیال کرتے ہوئے اس کو پنج ہزاری منصبداروں کی قطار میں کھڑے ہونے کا شرف بخشا اور اس کے دو بیٹوں کو فوراً پنج ہزاری منصب عطا فرمادیا لیکن اس کی سرشت میں رہزنی اور غداری کے جراثیم موجود تھے لہٰذا وہ شاہی مہمان خانے سے فرار ہوکر پھر آمادہ پیکار ہوگیا، ہاں ہم یہ ضرور عرض کرینگے کہ دکن کی شیعہ ریاستوں کو ختم کرکے محی الدین اورنگ زیب نے مرہٹہ طاقت کے مقابلہ میں ایک مضبوط دیوار کو گرادیا، ہرچند کہ اورنگ زیب کے پاس اس کا جواز موجود تھا لیکن اس کے مضر نتیجے کو زمانے نے بہت جلد دیکھ لیا کہ اورنگ زیب کی آنکھ بند ہوتے ہی ان مرہٹوں کی چیرہ دستیوں نے مغلیہ سلطنت کو کس طرح تہ و بالا کرڈالا۔

اورنگ زیب اور سکھ

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کے سخت برتاؤ نے ہندوستان میں ایک ور فوجی طاقت کو جنم دیا اور وہ سکھ طاقت ہے لیکن یہ الزام بھی حقیقت سے دور ہے، اصل واقعہ یہ ہے کہ جب محی الدین اورنگ زیب

دارا شکوہ سے نبرد آزما تھے تو گورو گوبند کے بیٹے ہر رائے، گورو نانک کی گدی پر متمکن تھے، انھوں نے دارا شکوہ کو اشیرباد یا فتح ونصرت کی دعا عطا کی تھی، دارا کی شکست کے بعد اورنگ زیب نے اس پر کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ان سے کوئی باز پرس کی، جب گورو ہر رائے کا بیٹا دربار میں سلام کو حاضر ہوا تو اس کو شرف باریابی بھی بخشا؛ کچھ عرصے بعد ہر رائے کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا تیغ بہادر اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا تو اس وقت سے اس مذہبی جماعت نے سیاسی جماعت کا رنگ اختیار کرلیا۔ جب تک جماعت ایک مذہبی جماعت رہی اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا لیکن جب اس کی سیاسی سرگرمیوں نے زور پکڑا اور تیغ بہادر نے پنجاب میں لوٹ مار شروع کردی اور فقیر حفیظ الدین اس کا شریک کار بن گیا، عوام کا جینا دوبھر ہوگیا اس وقت محی الدین اورنگ زیب نے ایک لٹیرے کی سرکوبی ضروری سمجھی مجبوراً حاکم لاہور کو حکم دیا کہ دونوں شریروں اور لٹیروں کو گرفتار کرلیا جائے، گرفتاری کے بعد ایک کو اٹک کے پار جلاوطن کردیا گیا اور دوسرے یعنی تیغ بہادر کو گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا گیا لیکن جب اس نے فرار کی کوشش کی تو قلعہ کے نگہبانوں نے اس کو قتل کردیا۔

تیغ بہادر کے قتل کے بعد گورو گوبند سنگھ باپ کی گدی پر بیٹھا، گدی پر بیٹھتے ہی کہلور کے راجہ پر حملہ کردیا، راجہ نے اورنگ زیب سے مدد طلب کی، شاہی فوج کا حملہ ہوتے ہی وہ بھاگ نکلا، وزیر خاں گورنر سرہند نے گوبند کے دو بچوں کو قتل کردیا، کچھ عرصہ بعد گوبند نے سلطان سے معافی طلب کرلی اور اس کو معاف کردیا گیا لیکن سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان عداوت کا جو بیج اس وقت زمین میں پڑگیا تھا وہ بہت جلد تناور درخت بن گیا اور ان کی وحشت وبربریت اور مسلم دشمنی کا مظاہرہ ۱۹۴۷ء میں ہماری آنکھوں نے خوب خوب دیکھا۔ یہ سب کچھ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا جو گورو گوبند نے دنیا کے حصول کے لئے اپنے پیروؤں کو دی تھی

اورنگ زیب اور جزیہ

محی الدین اورنگ زیب کے تخت نشینی کے بعد ہندوؤں پر جزیہ لگانا بھی ایک بہت بڑا الزام ہے اور اس سلسلے میں ہندو مورخین نے دل کھول کر اُن کو برا کہا ہے لیکن یہ بھی منجملہ دیگر اتہامات کے ایک بہتان اور اتہام ہے۔ ہندو مورخین نے جان بوجھ کر اس قضیہ کی صورت بھی مسخ کی ہے۔

اورنگ زیب نے تخت نشینی سے بہت پہلے جب بھائیوں میں آویزش کا آغاز ہوا تھا تو باپ (شاہجہاں) کو بار بار لکھا کہ برادر نامہربان اس ملک میں الحاد و زندقہ کو ہوا دے رہے ہیں، شاہ شجاع اور مراد سے جب ان کے عہد وپیمان ہوئے ان میں بھی انھوں نے دارا شکوہ پر یورش اور حملے کی وجہ یہی بتائی کہ ترویج شریعت اور دین محمدی کے استحکام کے علاوہ میرا نصب العین کچھ اور نہیں ہے۔" انھوں نے بار بار اپنے اس

خیال کا اعادہ کیا ہے، یہاں تک کہ اورنگ زیب کے دربار میں امورِ مذہبی کے نگرانِ اعلیٰ الشیخ الاسلام یا قاضی القضاۃ) عبدالوہاب نے شاہجہاں کے خلاف اورنگ زیب کی بغاوت کو جائز قرار دے دیا تھا۔ خود اورنگ زیب نے ہندوستان کو اسلامی مملکت قرار دے دیا تھا، ظاہر ہے کہ اس ملک کی رعیت کے ساتھ جو سلوک بھی ہوتا تھا اور ان کو جو حقوق بھی ملتے تھے اسلامی قانون ہی کے تحت مل سکتے تھے، اس اسلامی مملکت میں جب مسلمانوں سے زکوٰۃ جس کی شرح ۲½ فیصد سالانہ تھی وصول کی جاتی تھی اور بڑی پابندی کے ساتھ تو پھر ہندوؤں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس جس کو جزیہ کہا جاتا ہے، وصول کرنے میں کون سی قباحت ہو سکتی ہے اور اورنگ زیب کو کیوں متہم کیا جاتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جزیہ کی شرح زکوٰۃ سے کہیں کم تھی۔ اور اس صورت میں تو جزیہ کا وزن اور بھی ہلکا ہو جاتا ہے کہ اورنگ زیب سے قبل جو متعدد ٹیکس تمام رعایا پر لگے ہوئے تھے وہ ایک فرمان کے ذریعہ اورنگ زیب نے قطعاً منسوخ کر دیئے تھے!

جزیہ کی شرح اورنگ زیب نے اس طرح رکھی تھی کہ صرف ہنرمندوں، تاجروں اور زمینداروں کو امراء کے طبقے میں محسوب کر کے دس ہزار درہم سالانہ آمدنی یا اس سے زیادہ پر اڑتالیس درہم سالانہ جزیہ تھا، ذرا غور کیجیے کہ یہ شرح زکوٰۃ کی شرح سے کس قدر کم ہے پھر اس پر مستزاد یہ کہ عورتوں، نابالغ بچوں، غلاموں فقیروں، سادھوؤں اور ناداروں یعنی دو سو درہم سالانہ آمدنی سے کم والے طبقے کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا، نابینا اور معذور بھی اس سے مستثنیٰ تھے، بڑی بڑی جاگیر والی عبادت گاہوں پر یہ ٹیکس ضرور عائد تھا، تمام سرکاری ملازمین (ہندو) اس جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔ ان تمام مراعات کے باوجود مورخین آتش زیر پا ہیں اور جزیہ کو ایک بہانہ بنا کر سلطان محی الدین اورنگ زیب پر بہتان تراشی کرتے ہیں۔

محکمۂ احتساب

جس طرح ایک اسلامی سلطنت کے لئے زکوٰۃ اور جزیہ کی وصولیابی کا انتظام ضروری تھا۔ اسی طرح عام مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی درستی اور ان کو ممنوعات شریعت (منہیات) سے باز رکھنے کے لئے بھی ایک عظیم انتظام کی ضرورت تھی اور اس کے لئے اورنگ زیب نے سیاسی استحکام کے بعد ملک میں جگہ جگہ محکمہ احتساب قائم کیا، ہندوستان کے بعض سلاطین نے اس ذمہ داری کو خود اپنے لئے قبول کر لیا تھا اور وہ اس پر کڑی نگرانی رکھتے تھے لیکن عالمگیری ہند کے لئے اس کی وسعتوں کے اعتبار سے اس محکمہ کا بھی ایک اعلیٰ اور وسیع نظام ضروری تھا۔ ہر منصبدار کو حکم تھا کوئی فیصلہ شریعت کے خلاف نہ کیا جائے اور کسی مسلمان کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ اس کا قدم شریعت کی قدروں کو پامال کرے۔ اورنگ زیب نے یہ محکمہ قائم کر کے بدکرداروں اور بداطواروں

کی اصلاح کا جو عظیم کارنامہ اس وسیع ملک میں انجام دیا کوئی اور نہ دے سکا۔ افسوس کہ صفحات کی تنگ دامانی اس سلسلے میں تفصیل پیش کرنے سے مانع ہے۔ اس سلسلے میں یہ ضرور عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ تاریخی شہادتیں میرے سامنے ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ تخت نشینی کے بہت بعد تک ہر خوشی کے موقع پر جشن، اور ہر سالگرہ پر وزن مقدس کی غیر شرعی رسمیں، نغمہ و سرود کی محفلیں جاری رہیں اسی طرح محکمہ احتساب بھی ایک مدت کے بعد قائم کیا گیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ جزیہ لگایا گیا، زکوٰۃ وصول کی گئی بہت خوب! محکمہ احتساب قائم ہوا سبحان اللہ لیکن ایک اسلامی ریاست کے بانی کو بیت المال قائم کرنے کا خیال نہیں آیا؟ تاریخ اس کے جواب میں خاموش ہے۔ لہٰذا ہم بھی اس خصوص میں کچھ عرض کرنے سے معذور ہیں۔

انجام بخیر

سلطان محی الدین اورنگ زیب نے شمالی ہندوستان کے نظم و نسق سے فارغ ہو کر عمر کا بڑا حصہ دکن کی فتوحات میں بسر کیا حالانکہ جب دکن کی طرف پیشقدمی کی گئی تو سلطان کے قوی میں وہ جوانی کا زور شور باقی نہیں تھا لیکن مرہٹوں کی سرکوبی چونکہ ان کا نصب العین تھی اور ۱۷۰۵ء تک سلطان نے دکن میں مرہٹوں کے تمام مضبوط قلعے جن کی تعداد بارہ تھی فتح کر لئے تھے' ان مہموں میں اورنگ زیب بنفس نفیس شریک تھے، واکن کیرا جب اورنگ زیب نے فتح کیا تو بوڑھے بادشاہ پر ناتوانی کا زبردست حملہ ہوا۔ وہ کچھ روز آرام کرنے کے لئے قصبۂ دیوا پور میں قیام فرما ہوئے اور جب صحت کے کچھ آثار نظر آئے تو اس کے نظم و نسق کی طرف توجہ فرمائی اور پھر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے ایک ماہ سے زیادہ سفر کرنے کے بعد وہ موسم سرما میں احمد نگر پہنچے یہاں ان کو عمر کی آخری سانس شمار کرنا تھیں، یہاں پہنچکر پھر ناتوانی کا حملہ ہوا اور اس مرتبہ ہندوستان کا یہ رجل عظیم اپنی ناتوانی کے باعث بیماری کا مقابلہ نہ کر سکا اور ۳ مارچ ۱۷۰۷ء کی صبح کو خلافت راشدہ کے طرز پر ہندوستان کی عظیم اور وسیع سلطنت کو قائم کرنے کی آرزو رکھنے والا سلطان اس دنیا سے چل بسا۔ اور وصیت کے مطابق دولت آباد میں عزیز بیٹی زیب النسا اور محمد اعظم شاہ کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا، یہ جگہ اب خلد آباد کے نام سے موسوم ہے۔ وفات کے وقت سلطان محی الدین اورنگ زیب کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی بطور حرف آخر یہ کہنے میں باک نہیں کہ ہند کے مغل سلاطین میں سلطان محی الدین اورنگ زیب نے سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں اور اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے سب سے زیادہ کوشش کی اور یہی ان کی بڑائی کا راز ہے۔

وہ خطوط جو شاہجہاں کی خدمت میں ملتان کی گورنری کے زمانے میں لکھے گئے

(۱)

سفر دہلی اور وہاں سے واپسی

معروض خدمت ہے کہ آستاں بوسی کی آرزو نے مجھے بے قرار اور بے چین کر دیا تھا اور میں جمال جہاں آرا کا مشتاق تھا۔ شوق دیدار نے مجھے اس قدر بیقرار کر دیا تھا کہ احتیاط اور محافظت کی تمام بندشوں کو توڑ کر ۱۳ ذی الحجہ کی شب کو آستاں بوسی کے لئے شہر سے روانہ ہو گیا۔

امیدوار ہوں کہ حضور والا کے ارشاد کے مطابق بارگاہِ عالی کے نجومی میری باریابی کی شبھ گھڑی مقرر کرینگے تاکہ یہ نیاز مند اس مقررہ وقت پر حضور میں باریاب ہو کر دونوں جہاں کی کامیابیاں و کامرانیاں حاصل کرے اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے!

اس سے قبل میں نے خدمت والا میں عرض کیا تھا کہ نُہمردی اور جوکیا نامی قبیلے ٹھٹھہ کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں، یہ ایسے سرکش قبیلے ہیں کہ انھوں نے آج تک کسی صوبے دار (گورنر) کی اطاعت قبول نہیں کی اور ہمیشہ سرکشی اور بغاوت کرتے رہے۔ ملک حسین اپنی سپاہ کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے گیا ہوا تھا کچھ عرصہ بعد اس کی عرضداشت اور وقائع نویس کے پرچے سے معلوم ہوا کہ ملک حسین نے ٹھٹھہ سے دس کوس آگے بڑھ کر کاپرہ اور رتبیلہ کے مقام پر (جو نہمردی اور جوکیا قبیلوں کی گذرگاہ ہے) ان کو جا لیا اور ان کو زبردست شکست دی۔ یہ دونوں مقامات ہمارے قبضے میں آگئے ہیں۔ ان دونوں مقامات کے قبضے میں آجانے کے بعد نہمردی قبیلے کے سردار ہارون کتھریل اور جوکیا سردار مرید نے ہماری شرائط پر اطاعت قبول کر لی۔

اس کامیابی اور فتح کے بعد پنجور کے زمیندار ماَن سنگھ کے داماد جعفر نہمردی نے بھی آپ کے فرمان والا پر سر جھکا دیا۔ علاوہ ازیں علی اور کامرانی کے بیٹوں نے بھی جو یہاں کے سربرآوردہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں حضور والا کی اطاعت قبول کر لی۔ حاجی رونجھ اور جام جمعہ جیسے سردار بھی جو ترخانوں[۱]

---

[۱] سندھ کا مشہور حکمراں خاندان جنکے مزارات آج بھی مکلی کے قبرستان میں موجود ہیں۔

کے زمانے سے اب تک کسی کی اطاعت کرنا جانتے ہی نہ تھے، مطیع فرمان ہو گئے۔ نہمروی قبیلہ کا ایک سرکش مدّہ نامی سردار صوبۂ قندھار کے کوہستانی علاقے میں آباد تھا اور اس علاقے میں لوٹ مار کرنے والوں نے اس کو اپنا سردار بنالیا تھا۔ اب تو اس کی ہمت اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ اپنی کوہستانی حدود سے بہت آگے بڑھ کر کارہ اور ربیلہ کے حدود میں لوٹ مار کرتا رہتا تھا۔ جیسے ہی اس کو یہ خبر ملی کہ شاہی لشکر سر پر آپہنچا ہے وہ کوہِ نگار کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے ملک حسین کو فوراً وہاں کے ایک زمیندار کی راہبری میں اس سرکش کا دماغ درست کرنے کے لئے روانہ کردیا، ملک حسین مارا مار کرتے اس کے ٹھکانے پر پہنچ گئے اور اس کو جالیا۔ کمبخت مقابلہ پر نکل آیا لیکن بفضل الٰہی جلد ہی ملک حسین نے اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ چالیس افراد کے قریب گرفتار کرلئے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں ایک اس کی بیٹی بھی ہے۔ ہمارا فتحمند لشکر اس کے تمام سامان کو قبضے میں لیکر واپس آگیا۔ اسی اثنا میں مان سنگھ نے چند معتبر اور معتمد قاصدوں کے ذریعے یہ اطلاع دی کہ پنجور (پنجگور) میں بھی حضور کے نام نامی کا خطبہ پڑھا گیا (وہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کرلی) حضور والا کے اقبال سے اس فتح کے بعد کامران و کامیاب لشکر ٹھٹھ کو واپس روانہ ہوگیا۔

قبلۂ دارین

مکران کے زمیندار کے بیٹے ستاہالہ نے بھی ملک حسین کی موجودگی میں حضور کی اطاعت قبول کرلی تھی اور وہ مکران سے ملتان اس مقصد کے لئے روانہ ہوا تھا کہ اس کے بھائی گاہیہ نے جو کچھ کی سرحد پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا کچھ تو ذاتی رشک حسد کی بنا پر اور کچھ وہاں کے زمیندار کے بھڑکانے کے باعث تھوڑی سی فوج جمع کرلی تھی۔ گاہیہ نے اپنی سرحدوں سے نکل کر اس شاہی فوج کا مقابلہ کرنا چاہا جو ستاہالہ کو لئے ہوئے ملتان جارہی تھی لیکن ابو المکارم، ضیاء الدین اور دلیر خاں کے جانباز بیٹوں نے جن کو ملک حسین نے از روئے احتیاط شہر (ملتان) کی نگرانی و نگہبانی کے لئے مامور کردیا تھا، جوانوں اور توپ خانے کے ساتھ آگے بڑھ کر اس کا منہ پھیر دیا اور اسے فرار ہوتے ہی بن پڑی۔ شاہی فوج کو تاکید کردی گئی ہے کہ اس فتنہ پرور کا قلع قمع کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

—— (۲) ——

خدمت اقدس میں معروض ہے کہ حضور والا نے جو فرمان ارسال فرمایا تھا اور جس کے ساتھ دربار شاہی کے منجموں کا وہ زائچہ بھی منسلک تھا جس میں حاضری کے لئے وقت مقرر کیا گیا تھا۔ ۲۴ ذی الحجہ شب دوشنبہ کو برچہ کے پڑاؤ پر اس وقت موصول ہوا جب کہ بارانِ رحمت کا نزول ہو رہا تھا۔ اس عنایت شاہانہ

پر سجدہ شکر بجا لایا۔

جناب والا کا حکم ہوا ہے کہ اگر میں حاضر ہونے میں عجلت کروں تو مذکورہ ساعت میں سعادت حضوری حاصل کرسکتا ہوں۔ قبلہ اہل عالم! اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ آپ کے آستانِ پاک پر حاضری کا شوق مجھے اس قدر تھا اور میری خواہش تھی کہ میں اس سفر میں کہیں بھی نہ ٹھہروں تاکہ جتنی جلد ہوسکے خدمت میں باریابی حاصل کروں لیکن جناب والا کا ارشاد ہے کہ میں منزل بہ منزل اس سفر کو طے کروں اس لئے حکم والا کے بموجب میں منزلیں طے کرتا ہوا بارگاہ والا کی طرف عازم ہوا۔ علاوہ ازیں کچھ اور ملکی معاملات بھی درپیش تھے اور لشکر اور اہل لشکر کی پریشانی اور بے سرو سامانی ان سب باتوں سے بڑھ کر تھی یہی وہ تمام اسباب تھے جن کے باعث آپ کے حضور میں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قبلہ گاہی کی بے پایاں عنایات سے اب امید ہے کہ دربار شاہی کے منجموں کی مقرر کی ہوئی ساعت کے مطابق پائے بوسی کی عزت حاصل کرکے دونوں جہان کی سعادت حاصل کروں گا

فرمان والا کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ اس نیاز مند نے ٹھٹھ کا بھدانہ انار جو خدمت والا میں ارسال کیا تھا وہ جلال آباد کے انار سے زیادہ حضور والا کو پسند آیا۔ آپ کی اس پسندیگی سے مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ بھکر کا خربزہ (خربوزہ) اگرچہ اس سال اچھا نہیں ہوا اور کابل کے خربزے کی طرح ہے۔ بایں ہمہ جو کچھ میرے لئے پیش کیا گیا از روئے نیاز مندی وہی آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ زیادہ حدّ ادب!

(۳)

خدمت گرامی میں معروض ہے کہ جناب والا نے از روئے لطف مہربانی موسم سرما کی خلعت خاصہ جو اس نیاز مند کو ارسال فرمائی تھی وہ یکم ماہ محرم بروز یکشنبہ بوقت صبح الچھرہ (اچھرہ) کے مقام پر موصول ہوئی، اس عنایت خاص نے مجھے سرفرازی و سربلندی بخشی، عقیدت و ارادت کے ساتھ آداب بجا لایا اور پیر و مرشد کی عنایات اور بے شمار احسانات کا شکر بجا لایا۔

چونکہ بارگاہ والا میں حاضری کا وقت قریب تھا اور آپ کی قدم بوسی کی تمنا نے مجھے بیقرار کر رکھا تھا لہٰذا خلعت سرما کی وصولیابی کے دوسرے ہی دن صبح کے وقت کوچ کرکے کچھ وقت فیض بخش اور فرح بخش باغات کی سیر و تفریح میں گذارا اور پھر بارگاہ والا کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور (عضد الدولہ) امیر الامراء علی مردان خاں کو جو باغات کی سیر و تفریح میں میرے ہمراہ تھے، رخصت کر دیا۔

قبلہ و کعبہ باوجودیکہ یہ بہار کا موسم نہیں ہے پھر بھی فیض بخش اور فرح بخش باغات میں سبزہ و برگ اور نرگس کی طراوت قابل دید تھی۔ فوارے اور آبشار کا نظارہ بجائے خود ایک بہار ہے اور عمارات کی

خوبصورتی اور صفائی نے اس بہار میں اور چار چاند لگا دیئے ہیں۔

جنابِ والا کی خوابگاہ کے قریب دونوں طرف نارنج اور کنولہ کے دو تختے اپنی بہار پر تھے، عمارتوں کی نقاشی اور پچی کاری بعض جگہ خراب ہوگئی ہے اور ان میں پہلی جیسی رونق نہیں، حکم والا کے بموجب ان کی مرمت کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سلطنت کی بہار کو ہمیشہ برقرار رکھے۔

(۴)

ارادت وعقیدت کے آداب بجالانے کے بعد حضورِ اقدس میں معروض ہے کہ یہ بندۂ درگاہ توفیق الٰہی اور پیر و مرشد کی توجہ سے بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاوّل کو سرہند پہنچا۔ تھوڑی دیر وہاں کے شاہی باغات کی تفریح اور خوبصورت عمارات کی سیر میں مشغول رہا، وہ پائیں باغ جو جنابِ والا کے غسل خانے کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے اب بھی کچھ سرسبز و شاداب ہے اگرچہ بادام کے شگوفوں کا موسم ختم ہو چکا ہے البتہ شفتالو کے درخت اپنی بہار پر ہیں اور لالہ تو بہت ہی نظر فریب ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ عنقریب ہی جناب ان باغات کی سیر فرمائیں گے اور آپ کے قدموں کی برکت سے ان کو مزید شادابی حاصل ہوگی۔

(۵)

عقیدت و ارادت کے آداب بجالانے کے بعد اورنگ زیب خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ جناب والا نے ذرہ پروری فرماتے ہوئے جو عالیشان فرمان قلم خاص سے تحریر فرمایا تھا بروز سہ شنبہ ۲۰ ربیع الاوّل کو سُدھار دیو کی منزل پر مجھے موصول ہوا اور میرے لئے عزت افزائی کا موجب ہوا۔ ان عنایات اور نوازشات کا شکر کس طرح بجالاؤں ؎

زباں سے شکر عنایت نہ ہو ادا پھر بھی ہر ایک سانس زباں بنکے گر کرے تقریر

پیر و مرشد حقیقی: آپکا یہ پاک طینت فرزند ربیع الاوّل کی ۲۳ تاریخ کو دارالسلطنت لاہور سے گذر کر الچھرہ (اچھرہ) کے نواح میں پہنچا اور بعض ضروری کام سرانجام دینے کیلئے ایک روز وہاں میں نے قیام کیا، دوسرے روز وہاں سے روانہ ہوگیا، راستے میں شکار کھیلتا ہوا پنج گرائی سے گذر کر تیسری منزل پر پہنچ کر کشتی میں سوار ہوا انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی توجہ کی برکات سے دو منزلوں کے بعد اپنی جاگیر کی حدود میں داخل ہو جاؤں گا۔ امید ہے کہ ۱۱ ربیع الثانی تک ملتان شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔ ملتان پہنچنے کے بعد حکم والا کے بموجب حسین ابدالی کو اپنے قابل اعتبار ملازمین کے ہمراہ بغیر کسی تاخیر کے آپکے حضور میں روانہ کر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ آفتاب سلطنت کو ہمیشہ تابندہ درخشندہ رکھے۔

محاصرہ قندھار کا دوسری بار انتظام واہتمام

(۲)

ارادت وعقیدت کے آداب بجالانے کے بعد خدمت والا میں معروض ہے کہ ملتان روانہ ہوتے وقت میں نے جناب والا کے حضور میں اسمٰعیل (حوت) کے بارے میں عرض کیا تھا کہ وہ بہت مدت سے صوبۂ ملتان کے زمرۂ ملازمین میں شامل تھا لیکن اب کچھ عرصہ سے اس کی خدمات صوبۂ پنجاب کے گورنر (ناظم) سے متعلق ہوگئی تھیں اس کے بارے میں آپ کا فوری حکم یہی صادر ہوا تھا کہ اس کی خدمات اب بھی صوبہ ملتان ہی سے متعلق رہیں گی.

اب جب کہ میں ملتان کے نواح میں پہنچا تو میں نے وہاں کے جاگیرداروں کو طلب کرنے کے لئے کچھ لوگ مقرر کئے اور اسی کے ساتھ ساتھ میں نے اس کو بھی طلب کیا. چنانچہ کچھ لوگ اس کو بلانے کے لئے پہنچے، اس نے دادا بھائی (داراشکوہ) کے فرمان کو وسیلہ بنا لیا اور آنے سے انکار کردیا) یہ صورت واقعہ میں نے نواب سعد اللہ خاں کو تحریر کرکے استدعا کی تھی کہ آپ تک یہ روئیداد پہنچادیں اور جو کچھ جواب ہو اس سے مجھے مطلع فرمائیں، چونکہ اب تک جواب موصول نہیں ہوا اور اس کی گوشمالی کا وقت بھی نکل گیا اس لئے اس کو اور بھی شہ مل گئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے پلٹ کر مبارک بلوچ کی جاگیر پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا اور اس کی تین گڑھیاں چھین لیں مبارک بلوچ میرے پاس فریاد لیکر آیا. میں نے اسد افغان کو حکم دیا کہ وہ اس قضیہ کو چکا دے چنانچہ اسد افغان جیسے ہی وہاں پہنچا اس نے تینوں قلعے اس سے چھین کر مبارک بلوچ کے حوالے کردیئے اور اسمٰعیل کو تاکید کردی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے لیکن جیسے ہی مبارک بلوچ میری خدمت میں حاضر ہوا. اس ناہنجار وبدقماش (اسماعیل) نے جس کو ابھی تک اپنے کئے کی سزا نہیں ملی تھی دوسروں کے بھڑکانے سے عہد و پیماں کو توڑ ڈالا اور مبارک بلوچ سے ان قلعوں کو پھر چھین لیا چنانچہ مبارک بلوچ دوبارہ میرے پاس فریاد لیکر آیا میں نے اپنے خاص ملازم شیخ میر کو کچھ سپاہیوں کے ہمراہ اس کی گوشمالی کے لئے مقرر کردیا اور قلعوں کو واپس لینے کی تاکید کردی، جب مشارٌالیہ اپنی جمعیت کے ساتھ اس کی جاگیر کی حدود میں پہنچا تو وہ مقابلہ نہ کرسکا اور اس نے قلعے خالی کردیئے.

قلعوں کو خالی کرنے کے بعد اسماعیل نے شیخ میر سے ملاقات کی اور میرے پاس آنے کا ارادہ کیا. شیخ میر نے وعدہ کیا کہ "تمھارے قصور معاف کردیئے جائیں گے" اور اس طرح وہ یہ وعدہ لیکر رجب کی پہلی تاریخ کو میرے حضور میں شیخ میر کے ہمراہ حاضر ہوا، میں نے اس خیال کے پیش نظر کہ اسماعیل ایک اچھا زمیندار (جاگیردار) ہے

اور اس کی تمام جاگیر آباد اور پر رونق ہے علاوہ ازیں نوحانی کی جاگیر سے ملتی ہے اور اس کے پاس سپاہیوں کی بھاری جمعیت بھی موجود ہے چنانچہ میرا خیال ہے کہ اگر اس کا دل موہ لینے اور اس کو رام کرنے کے لئے معافی کا فرمان تحریر کردیا جائے تو عین مصلحت ہوگا۔ اس صورت میں اس نے نوحانی کی مہم میں جانفشانی اور جاں نثاری دکھانے کا وعدہ بھی کیا ہے اور اس امر کا بھی اقرار کیا ہے کہ قندھار کی مہم میں رسد پہنچاتا رہے گا۔"

اس طرح اس کے معاف کردینے میں یہ دو بڑے فائدے ہیں۔

(۲/۷)

خدمت گرامی میں معروض ہے کہ میری عرضداشت کے جواب میں جو شاہی فرمان اور خاصہ کی خلعت، امام قلی قراول کے توسط سے ارسال کی گئی تھی چہارشنبہ ۲ر شعبان کو موصول ہوکر سرفرازی کا باعث ہوئی، ان شاہی عنایات پر آداب و تسلیمات بجالاتا ہوں۔"

حضور والا نے میری استدعا پر نوحانی کے راستے اور درمیان میں اس کے پڑاؤ کی تفصیلات جو امام قلی کے حوالے فرمائی تھیں میرے علم میں آئیں۔

پیرو مرشد سلامت: مذکورہ راستہ ملک حسین آبدالی کے بیان کے مطابق کسی طرح بھی شاہی لشکر کے عبور کے قابل نہیں ہے، ملک حسین کی اس رائے سے امام قلی کو بھی اتفاق ہے، ملک حسین چچہ کے راستے کو بھی بتاتا ہے لیکن میرا دل اس سے بھی مطمئن نہیں ہے اور میری نظر میں شاہی لشکر کو اس راستے سے بھی لیجانا مناسب نہیں ہے چنانچہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ جس راستے سے بہادر خاں ولایت ہوت سے گزر کر دریہ اور غزنیں کو عبور کرکے ہمارے لشکر سے آملا تھا۔ (قندھار کی پہلی مہم میں اس نے جو راستہ شاہی لشکر سے ملنے کے لئے اختیار کیا تھا) اسی راستے سے ہم کو روانہ ہونا چاہیئے۔ فی الحال میں اس راستے کے تمام ضروری انتظامات میں مصروف ہوں، اب آپ کی جیسی رائے عالی ہو درست و بجا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ خلافت کے آفتاب کو درخشاں رکھے۔

(۳/۸)

معروض خدمت عالی ہے کہ اس نیازمند کی عرضداشت کے جواب میں جو گرامی نامہ ارسال فرمایا گیا تھا موصول ہوا۔

آپ کا فرمان ہے کہ "ایک جرار لشکر نوحانی پر حملے کے لئے فوراً ارسال کردیا جائے۔" قبلۂ عالم: اس نیازمند نے نوحانی اور ایسے تمام دوسرے راستوں کی پوری پوری تفصیل جو قندھار کو جاتے ہیں

امام قلی قراول کے ذریعے حضور والا میں پیش کر دی تھی امید ہے کہ میرا وہ معروضہ آپ کے حضور میں پہنچ گیا ہو گا۔ اگر واقعی لشکر ظفر اثر ان راستوں کو عبور کر سکتا ہے تو دوبارہ حکم اشرف صادر فرمایا جائے میں فوراً ہی ایک چاق و چوبند لشکر اس باغی کی سرکوبی اور گوشمالی کے لئے متعین کر دوں گا تاکہ اس نافرمان کو یا تو گرفتار کر کے ملتان لایا جائے یا اس کو ترک وطن پر مجبور کر دیا جائے (کہیں فرار ہو جائے)

کشمیر جنت نظیر سے حضور والا کی لاہور کو مراجعت (واپسی) مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ فوجوں کا کابل بھیجنا محض ایک الہام غیبی ہے، امید ہے کہ اس تدبیر سے اس مہم کا سرانجام حسب دلخواہ ہو جائے گا۔ حضور والا کے واجب الاطاعت فرمان سے ظاہر ہوا کہ میری گذارش قبول فرماتے ہوئے مغل خاں کو ٹھٹھہ کی صوبیداری پر مامور فرما دیا گیا ہے اور وہاں کی جاگیر کے عوض (کہ اس سال پانچ ماہ سے زیادہ کے محاصل وہاں سے حاصل نہ ہوں گے) دس ماہ کی آمدنی کے مطابق زر نقد مجھے مرحمت فرمانے کی منظوری دی گئی ہے۔

ان عنایات اور نوازشات کا شکریہ (جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرح بیحد و بیشمار ہیں) کسطرح بجا لاؤں قبلہ اہل عالم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

ملک حسین کے ظلم و تعدی کے بارے میں جو خبریں آپ تک پہنچائی گئی ہیں سب بے حقیقت اور بے بنیاد ہیں افتراء اور بہتان سے زیادہ ان کی حقیقت نہیں ہے۔ ایک سال تک یہ صوبہ میری جاگیر میں رہا ہے۔ اس مدت میں ملک حسین ظالموں، سرکشوں و چوروں سے تو ضرور منتقم (؟) لیکن رعیت کے کسی ایک فرد سے بھی وہ نہیں الجھا اس نے کسی ایک فرد کو بھی بے قصور نہیں ستایا۔ کبھی اس کی کوئی ایسی شکایت یا ناپسندیدہ روش میرے سننے یا دیکھنے میں نہیں آئی ورنہ میں آپ کے ارشاد کے مطابق اس کے مزاج ضرور درست کر دیتا اور اس کو کبھی آئندہ ایسی جرات نہ ہوتی۔

غالباً یہ حرکت چند غرض مندوں کی ہے جنھوں نے حقیقت حال کو مسخ کر کے آپ کے سامنے پیش کیا ہے

(۴۷/۹)

خدمت گرامی میں عرض ہے۔

اس نیاز مند کی عرضداشت کے جواب میں جو فرمان والا خود حضور نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا اور آپ کے دستخط سے مزین تھا شرف صدور لایا۔ چونکہ یہ فرمان والا، اس خادم کی استدعا کے بموجب صادر ہوا ہے پس اس مہربانی اور بندہ نوازی کا شکر کس زبان سے ادا کروں۔

آپ کا فرمان والا، اپنی سربلندی کے اظہار اور بطور تفاخر اپنے ایک معتمد ملازم کے توسط سے

میں نے مبارک بلوچ کو ارسال کردیا، آپ کے ارشاد گرامی کے مطابق اس کو لکھا ہے کہ جس طرح بن پڑے وہ عالم نوحانی کو پرچائے یعنی اپنے کسی قابل اعتماد ملازم کو عالم نوحانی کے پاس بھیجے اس کو انعام اکرام کا لالچ دے اور شاہی عتاب سے ڈرا دھمکا کر راہ راست پر لے آئے (باغیانہ خیالات اس کے دل سے نکال دے) اور اس کو ملتان روانہ کردے۔ چونکہ اس سے قبل ایک مرتبہ عالم نوحانی نے اسماعیل (منصبدار) کے ذریعہ بارگاہ شاہی سے توسل کی خواہش ظاہر کی تھی لہٰذا میں نے مذکورہ کارروائی کے علاوہ براہ راست اس کو ایک مکتوب ارسال کیا ہے اور اس کو ہر طرح کی امید دلائی ہے اور شاہی عنایات کی خوشخبری سنائی ہے تاکہ وہ میرے مکتوب سے متاثر ہو کر ملتان روانہ ہو جائے۔

قبلۂ اہل عالم سلامت!

نوحانی کے راستے کے جو حالات آپ کے فرمان والا میں مرقوم ہیں وہ اس وقت تک مجھے معلوم نہ تھے ورنہ اسی زمانے میں جب کہ وہاں کے کاشتکاروں نے ربیع کی فصل کھیتوں سے نہیں اٹھائی تھی میں مبارک بلوچ کے قصے کو پاک کرنے کے لئے اسمٰعیل ہوت کے علاقے میں ایک لشکر بھیج دیتا اور عالم نوحانی کی تادیب کے لئے بھی ایک فوجی دستہ اسی کے ساتھ روانہ ہو جاتا، اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ جس طرح اسماعیل میرے حضور میں پیش ہو گیا (اور اس نے اطاعت اختیار کرلی) اسی طرح عالم نوحانی کو بھی چار و ناچار میرے حضور میں آنا پڑتا اور اگر وہ مقابلہ کرتا تو اس کا دماغ ٹھکانے کردیتا اور اس کو شکست فاش دیکر ملک بدر کردیا جاتا اور پھر میرا فتحمند لشکر اپنی پوری نفری کے ساتھ قندھار کی تسخیر کے لئے روانہ ہو جاتا۔

آجکل تو سواری کا موقع بھی نہیں ہے (سوار ہو کر اس راہ سے نہیں گزر سکتے۔) دوسرے یہ کہ عالم نوحانی جو اس عرصے میں بہت ہی خودسر اور بیباک ہو چکا ہے یکایک ملتان آنے پر رضامند بھی نہیں ہوگا۔ بہر نوع اگر اب بھی حکم والا یہی ہو کہ لشکر شاہی اس کی جاگیر سے گزر کر قندھار جائے تو یہ نیاز مند دو تین ماہ کے بعد جبکہ سواری کا زمانہ آجائے تو اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر مقرر کردے گا کہ یا تو اس کو ملتان حاضر کریں ورنہ اس کو جاگیر سے نکال باہر کریں اور جب ادھر سے بالکل اطمینان ہو جائے تو لشکر شاہی قندہار روانہ ہو جائے زیادہ الامر فوق الادب۔

(۵/۱۰)

معروض خدمت والا ہے۔

کہ اس نیاز مند کی عرضداشت کے جواب میں جو فرمان والا امام قلی قراول کے ذریعہ بھیجا گیا تھا، صادر ہوا، آداب و تسلیمات بجالا کر اس سعادت عظمٰی سے سربلند ہوا۔ اعلیحضرت کا ارشاد ہے کہ یہ نیاز مند اسی

راستے سے قندھار جائے جس راستے سے بہادر خاں گیا تھا، بہت مناسب حکم ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔

شاہزادہ نامدار (داراشکوہ) اور اُن شاہجہانی منصبداروں کو جو رخصت پر گئے ہوئے ہیں دوبارہ طلبی (اور رخصت کی منسوخی)، اور تمام لشکر کا اجتماع، نہایت مناسب انتظامات ہیں، امید ہے کہ تائیدات الٰہی اور حضور کے اقبال کی مدد سے اس مرتبہ قندھار پر فوج کشی کا نتیجہ آپ کے حسبِ لخواہ برآمد ہوگا۔

ٹھٹھہ کی چھینٹ کی پگڑیاں جو اس نیاز مند نے ارسال کی تھیں پسند کی گئیں اور مزید ارسال کرنے کا حکم ہوا ہے، یہ قبولیت آپ کی ذرہ پروری ہے۔ اس عنایت شاہی نے مجھے سربلند فرمایا ؎

ایسے مژدہ پہ اگر جان فدا ہو تو بجا! — ابھی چند روز ہوئے چیرہ کے چند تھان ٹھٹھے سے آئے تھے لیکن ان پر زری یا کامدانی کا کام نہیں تھا اس لئے ان تھانوں کو خدمت گرامی میں ارسال کرنا شایانِ شان نہیں تھا لیکن جب کہ حضور نے طلب فرمائے ہیں چند روز کے بعد ان کو ارسال کروں گا۔

آپ کا حکم ہے کہ میں ٹھٹھے کے اس بندرگاہ کی آمدنی حضور میں پیش کروں جو ابھی حال ہی میں قائم ہوا ہے! قبلہ عالم! بندرگاہوں کی آمدنی دو چیزوں پر منحصر ہوتی ہے ایک تو تاجروں کے مال پر سرکاری محصول (عُشر) دوسرے جہازوں کا کرایہ اور ٹھہرنے کا محصول، اس دَور میں حضور والا کے لطف و کرم سے عُشر تو تجارتی مال پر معاف کر دیا گیا ہے لہٰذا اس آمدنی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب رہا جہازوں کا کرایہ تو میرا ایک جہاز جو بندرگاہ سورت میں موجود تھا وہ ابھی تک یہاں نہیں لایا گیا ہے اور وہ ابھی تک سورت کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہے اور آپ کی مرحمت سے جو دوسرا جہاز "باد آور" کے نام سے مجھے عطا ہوا ہے وہ بھی ابھی تک نامکمل ہے اس کے علاوہ دوسری بندرگاہوں سے جہازوں کی آمد و رفت اور اس بندرگاہ سے دوسرے ممالک کے لئے سوداگران کو سفر کی بھی اجازت نہیں ہوئی ہے اس لئے آمدنی کا حصول کس طرح ممکن ہے اور جب آمدنی ہی نہیں تو اس کی حقیقت کیا واضح کروں!

قبلہ عالم! نئی بندرگاہوں کی رونق اور ترقی کے لئے کچھ ضروری لوازم ہیں جیسے مال کے محافظ خانے اور گودیوں کی موجودگی، یہ لوازم اب مکمل ہوئے ہیں لہٰذا امید ہے کہ اس بندرگاہ کو بھی رونق اور ترقی میسر آئے گی اور جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائے گا آمدنی میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔ اس بندرگاہ کی تعمیر سے اس نیاز مند کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ کے حضور میں پیش کرنے کے قابل کچھ نوادر اور تحفے حاصل ہوسکیں و بس۔

اللہ تعالیٰ خلافت کے آفتاب کو درخشاں اور تاباں رکھے۔

—— (۶/۱۱) ——

مراسم عقیدت بجالانے کے بعد معروض ہے کہ آپ کے خاص دستخط سے مزین و آراستہ فرمان بروز

دوشنبہ ۱۸ محرم کو (دو ماہ گیارہ دن کے بعد) طہموث چیلے کے ذریعہ درود فرما ہوا، سربلندی و سرفرازی حاصل ہوئی اور اس نیاز مند کے دل کو جو فرمان شاہی کے عرصہ سے موصول نہ ہونے کے باعث افسردہ اور غمگین تھا، مسرت بخشی۔

اس فرمان والا میں حضور نے اس نیاز مند کو "رضا جو" کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ یہ میرے لئے سعادت دارین کا سرمایہ ہے، اس نوازش شاہانہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد حضور والا میں آداب و تسلیمات پیش کرتا ہوں۔

حضور والا نے مرقوم فرمایا ہے کہ اس مرتبہ لشکر اور توپ خانہ کا مناسب انتظام ہو۔ تو حضور والا! اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس مملکت میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور دوسرے بادشاہوں کو جو چیز مدتوں میں میسر آسکتی ہے وہ جناب والا کی ادنیٰ توجہ سے ہم کو ایک روز میں میسر آجاتی ہے تو پھر ایسی صورت میں لشکر کا ایسا مناسب انتظام کیوں نہ ہوتا۔ امید ہے کہ جو کچھ جناب والا کی خواہش ہے ویسا ہی ظہور میں آئیگا۔ (قندھار کی فتح آپ کے دل خواہ ہوگی) اور یہ امر بارگاہ شاہی کے وابستگان (ہم فدویوں) کیلئے سرخروئی کا باعث ہوگا۔

قندھار اور اس کے ملحقات کی تو کیا حقیقت ہے اگر اعلیٰ حضرت اس نیاز مند کی کوششوں کو قندھار اور اس کے قلعوں کی تسخیر تک محدود نہ فرما دیتے تو میں تو صاحب تدبیر وزیر (سعد اللہ خاں) کے تعاون سے ہرات اور اس کے ملحقات کو فتح کرنے کی بھی فکر کرتا[1]۔ بادشاہ زادہ بلند اقبال (داراشکوہ) کے کوچ کی تاریخ بھی فرمان والا میں مرقوم تھی۔ انشاء اللہ خیر و عافیت کے ساتھ آپ کے حضور میں (اب وہ) پہنچ گئے ہونگے۔

حکم والا میں مرقوم ہے کہ چونکہ ملک حسین آبدالی نے بار بار ہمارے حضور میں عرض کیا ہے کہ مابدولت کا ملتان تشریف لیجانا اور عالمگیر کا اپنی مقررہ فوجوں کے ساتھ سیدھے راستے سے قندھار جانا ضروری ہے۔ اس لئے اب بہترین صورت یہ ہے کہ تم (عالمگیر) اسی مقررہ راستے سے روانہ ہو جاؤ اور مابدولت ملتان پہنچ جائیں اور داراشکوہ کو امیر الامراء کے ساتھ کابل روانہ فرما دیں۔

قبلہ عالم! دادا بھائی (داراشکوہ) اور امیر الامراء کو کابل روانہ کرنے کے بارے میں آپ کی جو کچھ رائے ہے وہ بالکل مناسب ہے اس اعتبار سے کہ ملک حسین اور دکی و چتیالی کے جاگیرداروں نے جو ملتان کے دربار میں ملازمین شاہی سے وابستہ ہیں اس نیاز مند سے بہت پر زور طریقے سے کہا ہے کہ "راہ راست" کامیابی اور آرام سے پہنچنے کے اعتبار سے بہت ہی موزوں اور مناسب ہے، اس لئے مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ میں اسی راستے سے

---

[1] حالانکہ ہرات اور اس کے ملحقات تو بڑی چیز ہے، قندھار سے بھی ناکام و نامراد لوٹنا پڑا۔ مترجم

قندھار کی مہم پر روانہ ہوں گا۔ چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر میں نے چند معتمد لوگوں کو اس طرف بھیج کر اس راستے کا تمام حال معلوم کرلیا تھا، اب جب کہ یہی بات حضور نے بھی مناسب سمجھی ہے تو انشاء اللہ میں بہر صورت اسی "راہ راست" سے قندھار کی طرف روانہ ہوں گا۔ اور اس راستہ کا مناسب اور کما حقہ انتظام کیا جائیگا جن منزلوں پر پانی کم ہے وہاں کنوئیں کھدوائے جائیں گے اور بعض مقامات پر گڑھیاں بھی بنوائی جائیں گی۔

حضور والا کا ملتان تشریف لانا بہت ہی مبارک اور چند وجوہ سے بہت ہی مناسب ہے: الحمد للہ اس شہر کے رہنے والوں کا مقدر جن کے سروں پر شاہی عَلَم سایہ فگن ہوں۔ اس ضمن میں معروض ہے کہ ملتان کی اکثر شاہی عمارتیں مصالح کی کمی اور معماروں کی بے ہنری کے باوجود حضور کی نظر انور سے گزرے ہوئے نقشوں کے بموجب مکمّل ہوگئی ہیں۔ اور ابھی جو کچھ باقی رہ گئی ہیں وہ بھی عنقریب مکمّل ہوجائیں گی۔

یہاں کی آب و ہوا کی حقیقت اور اس بادِ مخالف کی کیفیت جو موسم سرما میں بہت سرد اور موسم گرما میں بادِ سموم بنجاتی ہے، حضور والا پر یہاں تشریف فرما ہونے کے بعد ظاہر ہوجائے گی۔ جس وقت بھی حکم والا ہوگا میں افراد خانہ کو قلعہ بھکر[1] بھیج دوں گا اور خود قندھار کی مہم پر روانہ ہوجاؤں گا۔

ایران کی تازہ خبریں اور وہاں کے والی کے حالات نوحانی اور ٹھٹھہ کے راستے سے آنے والوں کی زبانی جو کچھ معلوم ہوئے ہیں ایک علیحدہ معروضہ میں مرقوم ہیں امید کہ جلد آپ تک تمام حالات پہنچ جائیں گے۔

۱۲

عقیدت و ارادت کے آداب بجا لاکر خدمت گرامی میں بندہ عرض پرداز ہے کہ وہ فرمانِ والاشان جو فرید چیلے کے ذریعے ارسال فرمایا گیا تھا۔ بروز چہار شنبہ ۱۹ صفر کو صادر ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا حضور والا نے نگینے دار چار انگوٹھیاں جو مجھے ارسال فرمائی ہیں میری سربلندی کا باعث ہوئیں تسلیمات آداب فرزندی بجالاتا ہوں۔

اعلحضرت کا ارشاد ہے کہ لشکر شاہی کو تین حصوں میں تقسیم کرکے ایک لشکر قلعہ بست پر حملہ کے لئے روانہ کردیا جائے، دوسرا قلعہ زمینداور کی تسخیر اور تیسرے لشکر کو قلعہ قندھار سر کرنے کے لئے مخصوص کردیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس طرح تینوں قلعوں کا محاصرہ کرکے ان کو فتح کرلیا جائے۔ تم ان تینوں مہموں میں سے جو مہم پسند کرو اور اپنے ذمہ لینا چاہو مجھے لکھو خیال غالب ہے کہ قلعۂ بست اور قلعۂ زمینداور جو قندہار کے قلعہ سے زیادہ مستحکم ہیں فتح ہوجائیں گے اور دشمن اگر جنگ کے لئے پھر بھی مقابل ہوا تو ایسی صورت

---

[1] بھکر: مغربی پاکستان میں آج ایک بہت ہی معمولی شہر ہے، مغلیہ عہد میں یہ بڑی رونق پر تھا۔ مترجم

میں قلعۂ بست اور قلعۂ زمینداور پر لڑنے والی فوجیں یکجا ہو کر ان گمراہوں کو نیست و نابود کر دیں گی "

پیرو مرشد سلامت! حضور والا کی اس عنایت کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے مہموں کے انتخاب میں اختیار کا موقع عطا فرمایا، آنحضرت پر تو یہ بات بخوبی روشن ہے کہ مجھے تو ہمیشہ سے اعلیحضرت کی فرمانبرداری اور رضا جوئی ہی مطلوب ہی ہے (اسی میں سعادت دارین پنہاں ہے) اور آج بھی میں آپ کی رضا کا طالب ہوں لیکن اس اعتبار سے کہ آپ نے مجھے خدمات سہ گانہ میں سے کسی ایک خدمت (مہم) کو اختیار کرنے کا مجاز فرمایا ہے اس لئے یہ عرض کرنے کی جراءت کرتا ہوں کہ قلعۂ قندھار کی تسخیر دوسرے قلعوں کی تسخیر کے مقابلے میں دشواریوں سے خالی نہیں ہے، تائید الٰہی سے جس وقت قندھار فتح ہو جائے گا اس وقت باقی دو قلعوں کا فتح کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا، اس لئے یہ نیازمند امیدوار ہے کہ اگر حضور پسند فرمائیں تو مجھے قلعۂ قندھار کی مہم پر مامور فرمایا جائے تاکہ میں جانفشانی کے جوہر دکھا کر آپ کے حضور میں سرخروئی حاصل کروں اگر آپ یہ پسند نہ فرمائیں تو پھر قلعۂ زمینداور کی مہم میرے سپرد فرما دیں تاکہ میں غنیم کے سر پر پہنچ جاؤں اور اگر بدکیش قلعہ کے محصورین کو کمک پہنچانے کی کوشش کریں تو ان کی اچھی طرح خبر لوں اور قدم آگے نہ بڑھانے دوں تاکہ قندھار کی مہم میں مصروف لشکر نہایت اطمینان سے محاصرہ کا کام جاری رکھ سکے (دشمن محاصرے میں رخنہ انداز نہ ہو سکے)

حکم اشرف صادر ہوا کہ " دس لاکھ پچاس ہزار روپئے اورنگ زیب کو مرحمت کیا جاتا ہے اس میں
پانچ لاکھ پچاس ہزار تو ماہ اردی بہشت تک منصب کی تنخواہ کا ہے اور پانچ لاکھ
نقد بطور زر امداد (سامان جنگ کی فراہمی وغیرہ کے لئے) ہے۔ اگر تم یہ رقم جلد
چاہتے ہو تو ہم کسی دوسرے شخص کے ساتھ ارسال کر دیں ورنہ لہراست خاں
کے ساتھ یہ رقم بھیجی جائے گی "

قبلۂ عالم! مذکورہ رقم عنایت کئے جانے پر (جو محض آپ کا لطف و کرم ہے) تسلیمات عرض کرتا ہوں، فصل ربیع کی رقم کے بارے میں اس سے قبل میں خاں سعادت نشان (سعد اللہ خاں) کو تحریر کر چکا ہوں۔ امید کہ میری درخواست جناب والا تک پہنچ گئی ہوگی۔

(۸۳)

عرض مقدس میں معروض ہے کہ حضور والا کا فرمان دو مروارید کی مالاؤں، عقیق البہر[1] اور مروارید کی دو

---

[1] عقیق البہر بہائے ہتوز غلط ہے۔ جامع رقعات نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی اصل میں عقیق البحر ہے جو اردو میں مونگا اور عربی میں مرجان ہے۔ (مترجم)

پہنچیوں کے ساتھ خسرو چیلے کے ذریعہ موصول ہوا۔ یہ تحائف اور فرمان (۱) بروز چہار شنبہ ۴ ربیع الاوّل کو موصول ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوئے' مالاؤں اور پہنچیوں کے عنایت ہونے پر شرف بالائے شرف حاصل ہوا اللہ تعالیٰ آپ کی اس مرید نوازی کو ہم سب کے سروں پر خصوصاً اس نیاز مند کے سر پر قائم رکھے۔ فرمان والا میں مرقوم تھا کہ:

"تمھاری نقد تنخواہ ماہ مُرداد تک مبارک خاں کے ساتھ ارسال کردی گئی ہے"

قبلۂ دارین سلامت! مبارک خاں کی روانگی کے سلسلہ میں اس ناچیز نے اپنے تمام ملازمین کی موجودگی میں فتح و فیروزی کے لئے فال نکالی! امید ہے یہ سفر حکومت شاہجہانی کے لئے مبارک اور کامیاب ہوگا اور شاہی ملازمین کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تازہ فتوحات حاصل ہوں گی!

حکم اقدس ہوا تھا کہ "دونوں افواج کا یکبارگی قندھار کی مہم پر روانہ ہونا ضروری ہے

اگر قندھار کے محاصرے سے قبل نابکار دشمن مقابلہ کے لئے نکلے تو تم دونوں مل کر اپنی فوجوں کے ساتھ غنیم پر حملہ کر دینا اور بفضل ایزدی ان نابکاروں کا نیست و نابود کر دینا ضروری ہوگا اور اگر ظفر مند لشکر پہلے پہنچ جائے اور تم یہ مناسب سمجھو کہ قلعۂ قندھار جلد ہی فتح ہو جائے گا تو اس صورت میں بھی تمام لشکر اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لے"

پیرو مرشد سلامت!! آپ کا یہ منصوبہ ایک الہام ربانی ہے اور بالکل درست ہے' اگر بد کیش دشمن فیروز مند لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ گیا اور مقابلہ میں آیا (اگرچہ یہ ناممکن ہے) تو امید قوی ہے کہ تائید غیبی سے بھرپور حملے کو برداشت نہیں کر سکے گا اور تباہ و برباد ہو جائے گا اور جو کچھ آپ نے تجویز فرمایا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ ظہور میں آئے گا۔

قبلۂ جہانیاں سلامت!! آجکل جو جھگڑا بدبخت آثار اور بد نصیب دولت کے مابین پیدا ہوگیا ہے اس کی تفصیل بھکر کے حاکم سے جس طرح معلوم ہوئی ہے اسی طرح مرقوم کر دی گئی ہے' جلد ہی آپ کی خدمت میں یہ نیاز نامہ پہنچ جائے گا۔ دُکی' چتیالی و توشنج کے زمیندار جو میرے اطاعت گذار ہیں' ایسا کہتے ہیں کہ اگر شاہی فوج کی قندھار کو روانگی سے قبل ایک دستہ اس کی سرکوبی کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ اس صورت میں اس کو دشمن سے امداد ملنے کی توقع نہیں رہے گی اور بیرونی کمک سے مایوس ہو کر وہ حضور والا کی اطاعت قبول کر لے گا اور اگر بفرضِ محال اس نے اطاعت قبول نہیں کی تو اس صورت میں اس کو گرفتار کر لیا جائے گا یا شاہی فوج اس کو ٹھکانے لگا دے گی۔

اس لئے میری گذارش ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو اپنی قندھار کی روانگی کے روز ہی ایک دستہ فوج کا مذکورہ بالا زمینداروں کے ساتھ روانہ کردوں کہ وہ جاتے ہی توشنج پر قبضہ کرلیں اور ان اطراف کی تمام رسد جو سیوی اور گنجابہ کے راستے پہنچے اس کو شاہی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی توشنج میں جمع کرلیں۔

سلطنت و خلافت کا آفتاب ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہے۔

(۹/۱۴)

کمترین بندۂ بارگاہ (اورنگ زیب) عرض پرداز ہے کہ اعلیحضرت کا فرمان عالی زمرد و مروارید کے سرپیچ کے ساتھ ایک یساول کے ہمراہ ارسال کیا گیا تھا بروز یکشنبہ ۸ ربیع الاول کو موصول ہوکر میری سربلندی اور افتخار کا باعث ہوا۔ اس کے شکریہ میں آداب و تسلیمات بجالایا۔ اللہ تعالیٰ ہم عقیدت مندوں پر اعلیحضرت کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔ فرمانِ والا میں مرقوم ہے کہ

"جس روز ہم مبارک ساعت میں وزیر شائستہ خاں کی سرکردگی میں شاہی لشکر کو رخصت فرمائیں ہمارا دل چاہتا ہے کہ اسی روز اورنگ زیب بھی ملتان سے ولایت ہوت کے راستے دریائے سندھ کو عبور کرکے کہسات پہنچ جائے، اور کہسات سے بنگش کے راستے بالائے قندھار پہنچ کر رک جائے تاکہ ہمارا لشکر بھی اس سے آملے، اسکے بعد تمام لشکر (فوجیں) یکجا ہوکر آگے روانہ ہوں تو بہتر ہے۔

ملتان سے قندھار کا براہِ راست کوئی راستہ معلوم نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم براہ راست قندھار روانہ ہو جاؤ اور تم کو راستے میں تکلیف اٹھانا پڑے، غلہ اور چارہ بھی فراہم نہ ہوسکے لہٰذا اس راستے کی کیفیت اور تمام حالت پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد ہم کو لکھو کہ ملتان سے کہسات تم کتنے دن میں پہنچ جاؤ گے"

قبلۂ من سلامت!

ساعت مقررہ پر شاہی لشکر کا روانہ فرمانا مبارک ہو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے شاہی لشکر کامیاب و کامران ہوگا اور دین و دولت کے دشمن ذلیل و خوار ہونگے۔

جنابِ والا! ولایت ہوت تک اس راستے کا تمام حال (اور اسکے نشیب و فراز) مجھے معلوم ہے لیکن ہوت سے بنگش تک کے راستے کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں البتہ راہ راست کی کیفیت اور اسکے تمام حالات ملک حسین ابدالی اور شاہی بارگاہ سے وابستہ دوسرے جاگیردار کئی مرتبہ آپ کے حضور میں عرض کرچکے ہیں۔

فی الحال اس راستے کا انتظام جہاں تک پانی اور چارے کا سوال ہے سنگ لخشان تک جو ایک سرحدی مقام

ے کیا جا چکا ہے۔ چوتیالی سے قندھار تک پانی اور چارہ کی فراہمی کا وعدہ مذکورہ بالا جاگیردار کر چکے ہیں۔
بہت ممکن ہے کہ ملک حسین ابدالی نے اپنے اس وعدہ کا اظہار اعلیٰحضرت کی خدمت میں بھی کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے اگر بہار کا موسم اچھا رہا تو پانی اور چارے کے سلسلے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

جس طرح آپ نے یہ ضروری خیال فرمایا ہے کہ میں بہرصورت غزنین میں شاہی لشکر سے مل جاؤں تو اس حکم کے تحت یہ صراحت و وضاحت فرمائی جائے کہ جس طرح پہلے میں بھیرہ سے گذر کر کھسات پہنچا تھا کیا اس مرتبہ بھی ایسا ہی کروں اور کھسات سے بنگش کے راستے بالائی غزنین پہنچکر اعلیٰحضرت کے لشکر سے مل جاؤں؟ حضور والا یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ملتان سے کھسات کا فاصلہ ۱۱۶ کوس ہے اور جتنی مدت میں یہ نیاز مند ملتان سے کھسات پہنچیگا۔ اتنے ہی عرصہ میں اگر میں "راہ راست" سے سفر کروں تو ملتان سے قوشنج پہنچ جاؤں گا اس لئے ملتان سے قوشنج کا فاصلہ ۱۲۴ کوس ہے۔ بہرصورت یہ نیازمند آپ کا فرماں پذیر اور اطاعت کیش ہے جو کچھ آپ کا حکم ہوگا اس کی تعمیل کو اپنی سعادت سمجھے گا۔

سلطنت کا آفتاب ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہے

(۱۰/۱۵)

ارادت و عقیدت کے آداب بجا لاکر خدمت گرامی میں عرض پرداز ہوں کہ فرمان والا شان موصول ہوکر میری سربلندی کا باعث ہوا۔ اعلیٰحضرت نے جو عطر اور عطردان[2] مجھے مرحمت فرمائے ہیں اس عنایت پر آداب و تسلیمات بجا لاتا ہوں۔ اگرچہ شاہانہ نوازشوں کا شکریہ .... [illegible] امر محال ہے، خصوصاً ان نادر روزگار عطروں کی خوبی تو بیان سے باہر ہے اور میری طاقت نہیں کہ ان خوبیوں سے ایک شمہ بھی بیان ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ میرے پیر و مرشد کی اس ذرہ پروری اور بندہ نوازی کو ہمیشہ قائم رکھے، اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اعلیٰحضرت کی رضا جوئی کے ہمیشہ طالب و رخواہاں رہیں۔

حکم اشرف صادر ہوا کہ "اورنگ زیب محمد شجاع بہادر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کو خوش رکھے"؛

قبلہ اہل جہاں سلامت!!

ہر شخص جانتا ہے کہ حضور کے تمام کام خدا ساز ہیں اور بغیر کسی سعی و کوشش کے محض تائید الٰہی سے سرانجام پاتے ہیں پس ایسی صورت میں جو شخص جو کچھ کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے کرتا ہے آپ کی ذات

---

[1] قندھار کی پہلی مہم کی طرف اشارہ ہے۔ [2] مرتب رقعات عالمگیر جناب سید نجیب اشرف نے اس لفظ پر حاشیہ دیا ہے اور "چورہ" لکھا ہے اور دوسرے نسخے کے حوالے سے اس کو "جوہ" پڑھا ہے یہ لفظ نہ "چورہ" ہے اور نہ جوہ ہے بلکہ یہ لفظ "جوانہ" بمعنی عطردان ہے۔ (اشمس)

پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا) لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ آپ کا یہ نیازمند آپ کے ارشاد گرامی کی برکت سے اپنے نفع اور نقصان کا خیال نہ رکھتے ہوئے اپنے ولی نعمت اور آقا کی کاربرآری کو تمام امور پر مقدم جانتا ہے اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ میں شہزادہ محمد شجاع کو اپنے طرزِ عمل اور سلوک سے ایسا راضی کرلوں گا کہ قندھار کی فتح سے واپس آنے کے بعد آپ پر ظاہر ہوجائے گا اور میرا طرزِ عمل میری سرخروئی اور مزید قربت کا سبب ثابت ہوگا۔

آپ کے اس ارشاد گرامی سے کہ "ہمارا کابل کی جانب روانہ ہونا بہت ضروری ہے" آگاہی حاصل ہوئی! پیر دستگیرا آپ کے جاں نثار بندے اور ہم وفاکیش ہرگز اس امر پر تیار نہیں ہیں کہ اعلحضرت بہ نفس نفیس کابل روانہ ہوں لیکن اس لحاظ سے کہ اعلیٰ حضرت (ظل الٰہی) تمام امور کو ہم سب سے بہتر سمجھتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں حضور نے جو کچھ طے فرمایا ہے وہ بالکل درست اور مصلحت وقت کے مطابق ہوگا۔

آپ نے فرمان والاشان میں مرقوم فرمایا ہے کہ

> "ایک صورت یہ ہے کہ تمھارے برادر گرامی (داراشکوہ) وزیر باتدبیر (سعد اللہ خاں) کے ساتھ قلعہ قندھار کا محاصرہ کرکے اس کو مسخر کریں اور تم رستم خاں اور دوسرے جاں نثار امرا اور ان کی فوج کے ساتھ جس کی تعداد بیس ہزار سوار ہوگی، داور کے علاقے میں پہنچکر (جو غنیم کے میدان میں آنے کا راستہ ہے) اس قلعہ کو فتح کرو اور ہم راجہ جے سنگھ اور راؤ ستر سال وغیرہ کو جنکی سپاہ کی تعداد پندرہ ہزار سوار کے لگ بھگ ہوگی، قلعہ بست کی طرف روانہ کرتے ہیں یہ سردار قلعہ بست کو فتح کرینگے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تم اور داراشکوہ دونوں قلعوں (قلعہ داور اور قلعہ بست) کا محاصرہ کرکے ان کو فتح کرلو اور وزیر باتدبیر تجربہ کار لشکر کے ساتھ قندھار کے قلعہ کے محاصرے میں مصروف ہوجائیں، ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت تم کو پسند ہو عرض کرو۔"

حضور والا کے ارشاد گرامی کے جواب میں معروض ہے کہ آپکا یہ نیازمند حکم اقدس کی طاعت اور فرمان پذیری کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا پس جو کچھ آپ مناسب خیال فرمائیں وہ بالکل درست ہے لیکن اس منقولہ کے پیش نظر کہ "المامور معذور" میں بھی اپنی ناقص رائے پیش کئے دیتا ہوں۔

اگر جناب والا نے یہ طے فرمایا کہ داور اور بست کے قلعے، قندھار کے قلعے سے پہلے فتح کرلئے جائیں تو اس صورت میں حضور کی پہلی رائے اولیٰ اور انسب ہے اور یہ نیازمند انشاءاللہ تعالیٰ حسب الحکم داور کے علاقہ میں پہنچکر بدبخت دشمن کے ارادوں سے قطعی طور پر واقف ہوجائے گا بلکہ آپ کے اقبال کے صدقے میں ہرات تک اسی طرح میں بڑھتا چلا جاؤں گا اور دشمنوں کا قلع قمع کرڈالوں گا۔

محاصرۂ قندھار کا سفرنامہ

(دوسری بار)

ملتان سے قندھار تک سفر

۱/۱۶

یہ نیاز مند (اورنگ زیب) ارادت و عقیدت کے آداب بجالا کر خدمت گرامی میں عرض کرتا ہے کہ حضور کا فرمان والا جو بروز پنجشنبہ پنجم اسفندار کو محمد شریف یساول کے ذریعہ ارسال فرمایا گیا تھا صبح دوشنبہ ۹ اسفندار کو اس وقت جبکہ میں ساعت مقررہ پر ملتان کی حدود سے باہر آچکا تھا مجھے موصول ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا۔ فرمان والاشان میں حکم ہوا ہے کہ:

"چونکہ تمھارے پاس اس وقت بارہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہیں ہوگی اس لئے مابدولت کا حکم ہے کہ اگر تم ملتان سے توشنج جانے والا راستہ اختیار کرو تو بہتر ہوگا اس لئے کہ اگر تم بھیرہ کے راستہ روانہ ہوئے تو ایسی صورت میں تم ہمارے لشکر سے چالیس کوس دور رہو گے۔ یوں جو تم مناسب سمجھو وہ راستہ اختیار کرو۔"

ہمارا نصرت قرین لشکر، اُرْدی بہشت کی پہلی تاریخ کو کابل جانے والے راستے پر غزنیں سے گذریگا اور پندرہ دن میں انشاءاللہ قندھار پہنچ جائیگا اگر تم نے بھی "راہ راست" سے عازم قندھار ہونا طے کیا ہے تو تم اس طرح روانہ ہونا کہ ۱۵ ارادی بہشت کو توشنج پہنچ کر پھر دس روز میں قندھار پہنچ سکو۔"

پیر و مرشد سلامت!

ملتان سے توشنج جانے والا راستہ جیسا کہ میں نے اس سے قبل عرض کیا تھا کسی کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ وہ کیسا ہے، جو لوگ اس راستے سے تھوڑا بہت واقف ہیں وہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک منزل سے دوسری منزل کا فاصلہ تقریباً بیس کوس ہے اور پانی راستے میں کہیں نہیں ملتا اور چند منزلیں تو ایسی بھی ہیں جہاں غلہ بھی کمیاب ہے۔

چونکہ اس فرمان والا میں جو حضور نے محمد بیگ لیساول کے ذریعہ ارسال فرمایا تھا مجھے اس امر کا اختیار دیا تھا کہ میں تینوں راستوں میں سے جو راستہ مناسب سمجھوں اختیار کرلوں، اس لئے حضور کے حکم کی روشنی میں میں بھیرہ کے راستے روانہ ہونا چاہتا ہوں اس لئے کہ اس راستہ کا پورا پورا حال مجھے معلوم ہے لیکن اب روانگی کے وقت چونکہ حضور نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے اس لئے میں اپنے لشکر کی تعداد اور اس کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے "راہ راست" سے سفر کروں گا اور ارشاد گرامی کے بموجب ۵ اردی بہشت کو توشنج پہنچکر فوج کا ایک دستہ جاگیرداروں کے ساتھ پہلے روانہ کردوں گا تاکہ وہ وہاں رسد کا انتظام کرے۔

اللہ تعالیٰ خلافت و سلطنت کے آفتاب کو درخشندہ و تابندہ رکھے۔

(۲/۱۷)

یہ مخلص اور نیازمند بارگاہِ والا میں معروض کرتا ہے کہ حضور کا والا مرتبت فرمان اور الماس کی کلغی محمد میرک گرز بردار کے توسط سے ۲۶ ربیع الاول کو موصول ہوئی۔ سرفرازی حاصل ہوئی۔ خلوص دل سے آداب تسلیمات بجالاتا ہوں۔ آپ کے فرمان والا میں مرقوم ہے کہ

"شاہنواز خاں و قلیج خاں کو جو اس وقت بھیرہ میں ہیں، حکم دے دیا گیا ہے کہ وہ جتنی جلد ممکن ہو سکے اورنگ زیب کے پاس پہنچ جائیں اور ما بدولت خود بروز شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل کو دریائے چناب عبور فرما کر چار کوس اوپر پہنچ جائیں گے۔

پیر و مرشد حقیقی! اگرچہ آنجناب کی ہمت جہاں کشا ہر وقت اہم امور کے سرانجام دینے میں مصروف ہی ہے لیکن یہ سفر جو الہام غیبی کے اشارے سے آپ نے اختیار فرمایا ہے ایسا سفر ہے جو صرف عالی ہمت سلاطین ہی سے طے ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ صاحبِ عالم کو مدت دراز تک اس عزم والاشان سے بہرہ ور رکھے۔

اس نیازمند کو اگر جناب والا نے توقف کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو اب تک میں حچہ پہنچ گیا ہوتا۔ اب بھی توفیق الٰہی سے ان امراء (شاہنواز خاں و قلیج خاں) کے پہنچنے کے بعد دریائے سندھ عبور کر کے انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح مسافت طے کرے گا کہ ۵ اردی بہشت کو قندھار پہنچ جائے۔ قبلۂ کعبہ! گزشتہ پنجشنبہ کو محمد مصطفی ایک خلعت خاصہ، دو ڈبے عطر، ایک زنجیر فیل مع ہودج طلائی اور دو راس اسپ کے ساتھ یہاں پہنچا۔ ان تحائف و گراں بہا عطیات پر آپ کا یہ نیازمند عقیدت و ارادت کے آداب بجالایا، اور شرف بالائے شرف حاصل کیا۔

عربی گھوڑا بہت ہی سدھا ہوا اور خوش رفتار ہے، ایسا اعلیٰ گھوڑا اس نیازمند کو ابھی تک عطا نہیں ہوا تھا۔ اور ہاتھی کی تو تعریف کیا کروں بہت ہی عمدہ چھبیلا ہے اور تمام خوبیاں اس میں موجود ہیں۔

قادرِ مطلق پیرو مرشد کے ان الطاف بے پایاں اور کرم بے حساب کو اس نیاز مند پر خصوصاً قائم و دائم رکھے اور بندگانِ شاہی پر نصرت و کامرانی کے دروازے ہمیشہ کھُلے رہیں۔

(۳/۱۸)

یہ مخلص نیاز مند خدمت اقدس میں عرض پرداز ہے کہ حضور کا فرمان کرامت بنیاد مرقومہ ۲ اسفندار یکشنبہ ۶ ربیع الثانی کو دربار شاہی کے دو نقیبوں کے توسط سے موصول ہوا، میرے لئے فخر و مباہات کا موجب ہوا۔ فرمان والا میں مرقوم تھا کہ۔

"چونکہ اردی بہشت کی ۲۳ تاریخ بہت ہی مبارک و مسعود تاریخ ہے اس لئے ہمارا لشکر جو غزنین کے راستے عازم سفر ہے اس مبارک تاریخ کو قندھار پہنچے گا تم بھی اسی تاریخ کو وہاں پہنچنا"

قبلۂ دارین! اس اعتبار سے کہ سابقہ حکم والا کے بموجب افواج شاہی کے قندھار پہنچنے کی تاریخ ۵ اردی بہشت مقرر کی گئی تھی، چنانچہ آپ کی رضا جوئی کے پیش نظر میں نے سفر کا یہ نظام الاوقات مرتب کیا تھا کہ ۲ فروردین بروز پنجشنبہ ملتان سے روانہ ہو کر اسی دن دریا عبور کر جاؤں اب چونکہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں چند روز اسی منزل پر مقیم رہوں اس لئے میں نے اسی کے مطابق عمل کیا ہے؛ انشا اللہ آپ کے نامزد کردہ امراء کے ساتھ میں اس طرح قطع منازل کروں گا کہ قندھار پہنچنے کی جو ساعت اور تاریخ مقرر کی گئی ہے، اسی تاریخ اور وقت پر وہاں پہنچوں۔

امید ہے کہ فتح و نصرت عطا فرمانے والا ایزد تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور اعلیٰ حضرت کے اقبال مندطالع کی مدد سے جنابِ والا کے منشا کے مطابق بندگان بارگاہ کو یہ فتح عطا فرمائے گا۔

(۴/۱۹)

ارادت و عقیدت کے آداب بجا لا کر خدمت گرامی میں عرض کرتا ہوں کہ جلو داروں کے ذریعہ فرستادہ فرمان والا شان دوشنبہ ۱۲ ربیع الثانی کو موصول ہوا۔ معزز و مفتخر فرمایا۔

جنابِ والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

"تمہارے دو عریضے جمعہ کے دن (جو ہمارے قمری وزن مبارک کا دن ہے) ہمارے حضور میں پیش ہوئے، جلو داروں کی زبانی معلوم ہوا کہ تم آٹھ روز تک پہلی منزل پر ٹھہرے رہے، اس قدر توقف کرنا اہل تنجیم کے حساب سے مناسب نہیں تھا، تم کو چاہیئے تھا کہ چند روز کے بعد کچھ آگے بڑھ کر ٹھہر جاتے یعنی اس ایک منزل کی دو

منزلیں کر لیتے"۔

پیر دستگیر آپ کا یہ مزاج داں فرزند آپ کی مبارک مرضی کو خوب پہچانتا ہے چنانچہ حکم اقدس کے بموجب ۱۲ ربیع الاوّل کی شب کو ملتان سے نکلا اور شہر سے ایک کوس باہر آکر پڑاؤ ڈالا اس کے بعد میں نے دو جگہ پر قیام کیا (دو پڑاؤ اور کئے) اور پھر پنجشنبہ کے روز (۱۹ ربیع الاوّل) ایک کوس اور وہاں سے آگے بڑھا اور یہاں کُل دس روز قیام کیا اور ربیع الاوّل کی ۲۹ تاریخ کو دریا کے کنارے پر پہنچ کر پڑاؤ کیا ۱۶ ربیع الثانی تک میں اس پڑاؤ پر رہا اور ۱۷ ربیع الثانی کو یہاں سے کوچ کیا اب دریا عبور کرکے اس طرح روانہ ہوں گا کہ آپ کے عالیشان لشکر سے ملتے ہی ۲۳ اردی بہشت کو قندھار پہنچ جاؤں (ملتان کا قضیہ جو حضور کے سننے میں آیا ہے وہ جلوداروں نے نادانستہ طور پر آپ کے حضور میں بیان کیا ہے اس قضیہ کو حضور تک پہچانا ہرگز مقصود نہیں تھا)۔ آپ نے مرقوم فرمایا کہ۔

"ما بدولت نے ہر چند دارشکوہ کو یہ حکم دیا تھا کہ راستے میں علیل ہو جانے کے باعث چونکہ اب ان کا وقت مقررہ پر قندھار پہنچنا ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ جہاں پہنچ چکے ہیں وہیں سے واپس ہو کر بنگالہ کی طرف روانہ ہو جائیں لیکن ہمارے سپوت ہونے کی غیرت نے ان کو ایسا نہیں کرنے دیا اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ ہماری خدمت میں پہنچنے کے لئے قطع منازل کرتے چلے آرہے ہیں اور امید ہے کہ ہمارے کابل پہنچنے کے وقت وہ بھی یہاں آپہنچیں گے اور دوسرے ہی روز ہم سے رخصت ہو کر غزنیں میں ہمارے فتحمند لشکر سے جا ملیں گے"۔

قبلہ و کعبہ حضور والا نے بادشاہزادۂ عالم (دارا شکوہ) کی غیرت و حمیت اور خودداری کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ امر واقعی ہے۔ بیشک جاں نثار بندوں اور خانہ زادوں کو حضور کی خدمت کی ادائیگی میں ایسا ہی جری اور ثابت قدم ہونا چاہئے۔ انشاء اللہ برادر گرامی اعلحضرت کی توجہ باطنی سے کلی طور پر صحت یاب ہو کر آپ کی پابوسی کے حصول کے لئے تیزی سے آگے بڑھیں گے اور شرفِ خدمت حاصل کرنے کے بعد شاہی لشکر سے آملیں گے۔ تاکہ سب مل کر اپنے ولی نعمت کی خدمت بجالائیں۔ قادر مطلق ہم سب کو کامیاب فرمائے اور خلافت شاہجہانی کا آفتاب تمام عالم پر درخشاں و تاباں رہے۔

$\frac{5}{10}$

عقیدت و ارادت کے آداب بجالا کر خدمت والا میں عرض پرداز ہوں کہ بارگاہ والا کے جلوداروں کے ذریعہ ارسال کیا ہوا فرمانِ ذیشان بروز پنجشنبہ ۱۷ ربیع الثانی) ورود فرما ہو کر سعادت و افتخار کا باعث ہوا۔

قبلہ و کعبہ سلامت! توفیق الٰہی سے یہ عقیدت کیش بروز شنبہ ۱۹ ربیع الثانی اعلیحضرت کے دونوں خانہ زادوں[1] کے ساتھ ملتان سے دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوکر بخیر و خوبی دریا کو عبور کرگیا اور امرائے سلطنت یا اراکین دربار اور خانہ زادوں کو یہاں سے خدا حافظ کہکر شہر کو واپس کردیا۔ اپنے خاص ملازمین میں سے میر مراد ماژندرانی کو تین سو سواروں کے ساتھ صوبے کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا اور ایکہزار سوار بھکر اور سیوستان کے فوجدار کے پاس رہنے دیئے۔ باقی لشکر کو جس کی تفصیل حضور والا کو لشکر کے وقائع نگار کے روزنامچے سے معلوم ہوجائے گی۔ اپنے ہمراہ لے لیا۔ ابھی چار اور مقامات سے دریائے سندھ کو عبور کرنا ہے اور صرف دو جگہ پڑاو ڈالنا ہے، اور بس، پھر مسلسل کوچ ہی کوچ ہے اور اس طرح انشاء اللہ منزل پر پہنچ جاؤں گا۔

پیر دستگیر سلامت! اس راہ کی بعض منزلیں سنگلاخ ہیں اونچے اونچے ٹیلوں اور دشوار گذار گھاٹیوں کے سوا میدانی راستے کا دور دور نشان نہیں، چارہ اور پانی اتنا نہیں ہے کہ ایک ہلے میں تمام لشکر کے لئے کافی ہوسکے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ شاہی لشکر آگے پیچھے دستہ بدستہ ہوکر قندھار کی سرحد تک راستہ طے کرے اور پھر وہاں سے تمام لشکر جمع ہوکر جس طرح حضور کا ارشاد ہے، پورے ساز و سامان کے ساتھ قندھار کے قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ملازمین بارگاہ کو تازہ فتوحات عطا فرمائے اور ان پر فتح و کامرانی کے دروازے کشادہ کردے (آمین)

———— (۲۱/۶) ————

انتہائی خلوص کے ساتھ عقیدت و ارادت کے آداب بجا لاکر خدمت والا میں عرض ہے کہ یہ نیازمند پہلی منزل سے چار پڑاو کرنے کے بعد دریائے سندھ پر پہنچا اور ظفر مند فوجوں کو دریا عبور کرنے کا حکم دیا، فوجوں کے دریا پار کرنے کے بعد ایک روز اسی کنارے پر پڑاو کئے رہا اور دوسرے روز ۲۵ ربیع الثانی کو میں نے بھی دریا عبور کرلیا۔ اب انشاء اللہ اس مقام سے کوچ پر کوچ کرتا ہوا قندھار کی طرف روانہ ہوجاؤں گا۔ حاجی دونچہ، مبارک بلوچ، اور نامبردوں کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے جس پر مامور کئے گئے ہیں، اپنے ساتھ رکھوں گا۔

پیر دستگیر! بلوچوں سے متعلقہ جاگیر بہت ہی معمور اور آباد ہے۔ چاہی اور بارانی زمین ہے

---

[1] عالمگیر نے اپنے بیٹوں کی طرف اشارہ کیا ہے قرین قیاس یہ ہے کہ شاہزادہ محمد سلطان اور شاہزادہ محمد اعظم اس سفر میں ساتھ ہونگے

اکثر علاقہ سرسبزو شاداب مرغزاروں سے معمور ہے۔ میرا ملازم اسد جسے میں نے دریا عبور کرتے ہی اُن اطراف کے زمینداروں کی تسلی اور اطمینان نیز رسد فراہم کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا، آجکل چچہ کے قریب پہنچ گیا ہوگا اور وہاں سے منزل بر منزل توشنج کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

قبلہ و کعبہ: اس مقام پر غلّہ کا جو نرخ مقرر ہوا وہ شاہی لشکر کے روزنامچہ نویس کے ذریعے حضور کے ملاحظہ سے گزر چکا ہوگا (غلّہ کا نرخ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا)۔ ناصر حقیقی، امرائے شاہی کو مظفر و منصور فرما کر آپ کی دلی آرزو پوری فرمائے۔ (آمین)

(۷/۱۲)

مراسم عقیدت و ارادت بجا لا کر خدمت گرامی میں عرض پرداز ہوں کہ یہ نیازمند توفیق الٰہی سے ۷ جمادی الاوّل کو چچہ پہنچ گیا، اب تک تو میں بغیر منزل کئے کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا آیا ہوں اب یہاں سے قطع مسافت منزل بہ منزل ہوگی اس طرح انشاء اللہ وقت مقررہ پر منزل مقصود پر پہنچ جاؤں گا ان منازل کی تمام تفصیلات یعنی پانی کی فراوانی، چارے کی کثرت اور اشیائے خورد و نوش کی بہتات وقائع نگار کے روزنامچے سے مفصل طور پر حضور والا میں پیش ہو چکی ہوں گی۔

اس نیازمند کا فرستادہ (اسد) تاریخ مذکورہ کو چتیالی سے آگے بڑھ چکا ہے۔ ان اطراف کے تمام زمینداروں نے اطاعت کا اظہار کیا ہے۔ اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔

قبلہ دارین سلامت! اس عقیدت کیش نے اس زمانے میں جب کہ قندھار کی قلعہ داری کے منصب پر مامور تھا اپنے ایک ملازم کو چند ضروری کاموں سے ملتان بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب وہ واپس آئے تو خربزے بھی اپنے ساتھ لائے، وہ راستے کے خطرات اور مشکلات کے باعث چند روز تک مشہد میں مقیم رہا اب ۳ ربیع الثانی کو بیس روز میں قندھار سے سنگ درہ کی منزل پر پہنچا ہے۔ وہ خبریں جو اس کے ذریعہ ملی ہیں میرے ایک جداگانہ عریضہ کے ذریعہ حضور والا کو معلوم ہونگی۔ اس کے لائے ہوئے خربزوں میں سے جس قدر خربزے آپ کے حضور میں رسال کرنے کے قابل تھے، بھیرہ کے راستے جہاں پناہ کے حضور میں رسال کر رہا ہوں امید ہے کہ اچھی حالت میں آپ تک پہنچ جائیں گے۔ زیادہ حد ادب اللہ تعالیٰ خلافت و جہانبانی کے آفتاب کو اہل عالم پر فروزاں اور تاباں رکھے۔

(۸/۱۳)

بندۂ با اخلاص! خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کا وہ فرمان جو ۱۸ ربیع الثانی کی شب کو باغ فرح افزا سے مرقوم فرمایا تھا ۳ اردی بہشت کی صبح کو جب کہ میں چتیالی کی طرف روانہ

ہو رہا تھا، موصول ہو کر، سربلندی و سرفرازی کا موجب ہوا۔ اس سے قبل ملتان کے نیچے دریا عبور کرنے کے بعد اور پھر دریائے سندھ عبور کرنے کے بعد لاکھ کے پڑاؤ سے جلوداروں اور افغان پیادوں کے ذریعہ میں نے شاہی فرامین کے جوابات ارسال کئے تھے اور تچہ سے بھی ایک عریضہ خدمت گرامی میں ارسال کیا تھا جو ایران کی تازہ خبروں پر مشتمل تھا، یقین ہے کہ اب تک میرے یہ تمام عریضے حضور کی خدمت میں پہنچ چکے ہوں گے۔

قبلہ و کعبہ سلامت! چونکہ لاکھ کی منزل سے چتیالی تک یہ نیازمند بغیر پڑاؤ کئے پہنچا تھا اور شاہی لشکر سنگلاخ راستہ طے کرنے اور اتار چڑھاؤ کی زیادتی کے باعث تھک کر چور ہو گیا تھا اس وجہ سے کچھ دیر دم لینے، پانی اور رسد فراہم کرنے کے لئے ۴ جمادی الاوّل بروز سہ شنبہ ایک دن کے لئے چتیالی میں مقیم ہو گیا، آج کہ اس عرضداشت کی تحریر کے روز ۵ جمادی الاوّل ہے چتیالی سے دو کوس آگے بڑھ چکا ہوں اور اس وقت دوکی کے مقام پر پڑاؤ ڈالا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب اس منزل سے پانچ دن کے عرصہ میں توشنج پہنچ جاؤں گا۔ رسد کی فراہمی کے لئے دو روز وہاں بھی ٹھہرنا پڑے گا، وہاں سے آٹھ روز کا سفر طے کرنے کے بعد ۲ جمادی الثانیہ کو انشاء اللہ قندھار پہنچ جاؤں گا اور شاہی حکم کے مطابق سعد اللہ خاں کے ساتھ ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا جائے گا۔

اگر اس وقت دولت خواہوں کا یہ مشورہ ہوا کہ مجھے قندھار سے آگے بڑھ کر زمینداور اور بست کے اطراف میں لڑنا چاہئے تو ایسی صورت میں آپ کے ارشاد کے بموجب رستم خاں بہادر (فیروز جنگ) کو ان کی فوج کے ساتھ اپنا ہراول بنا کر، آپ کے حکم کے بموجب میسرہ اور میمنہ اپنی فوج کے لائق اور تجربہ کار لوگوں کے سپرد کر دوں گا۔

پیر و مرشد! آپ کے فرمان میں بدنصیب دشمن کے بارے میں چند باتیں مرقوم ہیں، جیسا کہ حضور کا خیال ہے گمانِ غالب یہی ہے کہ دشمن جنگ کے ارادے سے صف آرا نہیں ہوگا۔ حضور کے ان جاں نثار کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے اگر ان باغیوں نے جنگ کی بھی ٹھانی تو ان کو تہس نہس کرنے کے لئے صرف میرا ہی لشکر کافی ہوگا، میں شاہی اقبال کی مدد سے ان کی اچھی طرح خبر لوں گا اور جلد ہی ان کو ٹھکانے لگا دوں گا۔

پیر دستگیر! آج ہی کے روز دن ڈھلے اسد کی عرضداشت موصول ہوئی، اس نے لکھا ہے۔ کہ

لہ برنغار یعنی میمنہ۔ لشکر کا وہ حصہ جو مقابلے کے وقت سیدھے ہاتھ کو ہوتا ہے۔ جرنغار یعنی میسرہ یہ میمنہ کی ضد ہے یعنی بائیں ہاتھ پر لڑنے والی فوج۔ یہ دونوں الفاظ ترکی زبان کے ہیں۔

شیرخاں کے بھائی نے حضور کی اطاعت قبول کرلی ہے اور وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ جب شاہی لشکر اس کے علاقہ میں پہنچے گا تو شیرخاں کا بھائی اسد کے ہمراہ اس نیازمند کی خدمت میں حاضر ہوگا۔

جناب والا! چتیالی بہت ہی بارونق اور آباد قصبہ ہے۔ یہ ترین افغان کے تین سو گھرانوں پر مشتمل ہے۔ جَو اور گیہوں یہاں خوب پیدا ہوتا ہے۔ ایک بڑا چشمہ جس سے دو پن چکیاں چل سکتی ہیں، اس قصبے سے گذرتا ہے، جس روز یہاں پڑاؤ کیا گیا تو جو کا نرخ نو سیر کا تھا، جَو کے علاوہ بھی اور بہت سا غلّہ اور چارہ لشکر کے لئے خریدا گیا۔ چنچہ میں خاص اپنے ملازمین میں سے پچاس سوار اور حاجی بلوچ کے دو سو آدمیوں نے یہاں تھانے کے طور پر مقرر کردیئے ہیں۔ دوکی اور قوشنج میں بھی اسی طرح انشاءاللہ تھانے مقرر کردیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ خلافت و جہاں بانی کے آفتاب کو ہمیشہ تاباں اور فروزاں رکھے۔

(۹/۱۴)

عقیدت و ارادت کے مراسم بجالاکر یہ عقیدت کیش خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ میں پنجشنبہ ۱۶ رجمادی الاوّل کو دوکی کے قصبے سے دو کوس آگے نکل آیا، دوکی، چتیالی سے بھی زیادہ بارونق اور آباد قصبہ ہے، یہاں ترین افغانوں کے پانچسو گھر ہیں، قصبہ کے باہر مٹی کا ایک قلعہ ہے، یہاں ایک باغیچہ بھی ہے۔ شاہی منصبدار عالم برگی کو اپنے لشکر کے تیس ہزار برقندازوں (سپاہیوں) اور سیت پور کے ناہر زمینداروں کی فوج سے سو سوار لیکر دوکی کی تھانے داری پر مقرر کردیئے ہیں (دوکی کا بندوبست اُن کے سپرد کردیا ہے) اب انشاءاللہ تعالیٰ اس ماہ کی ۲۰ر تاریخ کو میں طبق کی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔

اب میں طبق کی منزل کا مختصر حال پیش کرتا ہوں، یہ ہموار علاقے میں ایک بہت ہی بلند پہاڑ ہے جو جنوب سے شمال کی طرف پھیلا ہوا ہے، یہ سلسلہ ایک کوس تک چلا گیا ہے اور پنج ورک کے مقام پر ختم ہوجاتا ہے، اس سلسلے کے مشرق و مغرب میں میدانی علاقہ ہے، اس کے درّے کا طول چار کوس ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر جو بہت ہی سنگلاخ ہے۔ گزشتہ زمانے کا بنا ہوا ایک قلعہ یہاں موجود ہے جس کا طول ایک کوس اور عرض کہیں چالیس جریب اور کہیں تیس جریب کہیں اس سے بھی کم ہے۔ قلعہ میں آمدورفت کا صرف ایک ہی اتنا تنگ اور دشوار گذار راستہ ہے کہ پیادہ بھی اس راستے پر مشکل سے چل سکتا ہے، اب پہلی عمارت اور قلعہ کے آثار سے جنوب کی جانب پتھر کی ایک دیوار، چند قدیم مکانات، ایک شکستہ مسجد اور چند شکستہ حوض باقی رہ گئے ہیں۔ ان حوضوں میں برسات کے موسم میں پانی جمع ہوجاتا ہے، پہاڑ کے وسط میں ایک معمولی (کم پانی کا) چشمہ ہے جو امتداد زمانہ کے باعث پٹ گیا ہے۔ بہرحال اب بھی یہ

ایک بلند، مضبوط اور وسیع جگہ ہے۔

پیرومرشد! سنگ لخشاں سے ملتان تک سارا علاقہ چونکہ حاجی بلوچ کی زمینداری (جاگیر) میں شامل ہے اور مشارالیہ کے بغیر راستہ کا انتظام قرار واقعی طور پر نہیں ہوسکتا تھا۔ علاوہ ازیں بابری سڑک بھی جو مبارک بلوچ کے علاقہ سے گذرتی ہے، کھلی ہوئی نہیں تھی، اس لئے راستہ تیار کرنے کے لئے ایک ایسا فوجی دستہ تیار کیا گیا جسے خود حضور والا نے متعین فرمایا تھا، اور ان دونوں زمینداروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ یہ سڑک کو مسافرت کے لائق بنانے اور لشکر کو رسد بہم پہنچانے کے لئے آگے بڑھ جائیں اور چونکہ ان دونوں نے مقرر کردہ پیشکش آپ کے حضور میں اب تک ارسال نہیں کی تھی اس لئے ان کو روانہ کرنے سے قبل میں نے یہ کارروائی کی کہ حاجی بلوچ سے دو لاکھ پچاس ہزار عباسی (ایرانی روپیہ جو شاہ عباس سے منسوب ہے) کا اور چھہتر ہزار عباسی کا مبارک بلوچ سے تمسک لکھوالیا ہے تاکہ یہ دونوں راہ راست پر آکر یہ رقم شاہی خزانے میں جمع کردیں۔ اس کارروائی کے بعد میں نے منزل طبق سے کوچ کیا اور ۲۳ جمادی الاول کو توشنج کے ساتویں کوس پر اپنی منزل کی۔

مرشد بندہ نواز! شیر خاں ترین کے بھائی دولت خاں نے ارادت و اطاعت کا اظہار کیا تھا اور میں نے اسد کے حاضر دربار ہونے پر دولت خاں کے اس مکتوب کا جواب بھی اس کو ارسال کردیا تھا جس میں اس نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا تھا لیکن اسی زمانے میں اس کے پاس والیٔ ایران کی طرف سے دو خطوط ایسے ملے جن میں اس کو تسلی اور دلاسا دیا گیا تھا وہ ان خطوط کے موصول ہونے پر پھر غلط فہمی کا شکار ہوگیا اور اس کی خواہش تھی کہ میرے حضور میں حاضر نہ ہو اور راستے ہی سے لوٹ جائے لیکن شاہی اقبال کی بدولت اور میرے ملازم خاص اسد کی کوشش سے اس نے شاہی اطاعت قبول کرلی۔ اسد نے صرف یہی خدمت انجام نہیں دی بلکہ اس نے اپنی کوششوں سے اس طرف کے اکثر زمینداروں اور ان قبیلوں کو جو اب تک حضور کے مطیع و فرمانبردار نہیں تھے، اطاعت کیش اور مطیع فرمان بنالیا اور ان سب زمینداروں نے شاہی لشکر کے لئے رسد فراہم کرنے میں بڑی کوشش اور جانفشانی سے کام کیا۔ اس نیازمند کو جب اچھی طرح اطمینان ہوگیا تو اس وقت میں نے دولت خاں کے سامنے وہ مراسلے رکھ دیئے جو اس کی بدبختی اور بدنصیبی کا نوشتہ تھے، اور اس کو جتا دیا کہ والیٔ ایران نے تم کو اپنی حمایت کا یقین دلاکر دولت تیموریہ کے خلاف تم کو بھڑکایا ہے والیٔ ایران کے وہ دونوں مراسلے جو میرے قبضے میں آگئے تھے، اس مراسلہ کے ہمراہ خدمت گرامی میں پیش کررہا ہوں۔

اب دولت خان بڑے خلوص و عقیدت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کررہا ہے۔ تاریخ مذکورہ (۲۳ جمادی الاول) پر وہ اس نیازمند کے حضور میں آیا اور اس نے اپنی وفاداری اور اطاعت

شعاری کے ثبوت میں والیٔ ایران کے بہرام نامی غلام کو (جو اتارنابکار کی طرف سے اس زمانے میں دولت خاں کے پاس آیا تھا اور اس کے ہمراہ دولت کو اپنے پاس قلعہ میں بلایا تھا) قید کر کے میرے حضور میں پیش کیا، میں نے اس قیدی کو فوراً ملتان روانہ کر دیا۔ حضور نے تو یہ بات سُنی ہو گی کہ دولت خان والیٔ ایران کے معتبر لوگوں اور سرداروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ شاہ ایران کی طرف سے اس کو نقارہ اور نوبت کی اجازت[1] تھی۔ پنج مندرک سے سنگ لختان تک تمام علاقہ بہت آباد ہے اور طول میں ۷۰ شاہجہانی کوس اور عرض میں تقریباً ۲۰ کوس ہے والیٔ ایران کی طرف سے اس کی تنخواہ میں مقرر تھا۔ باوجودیکہ اتارنابکار اور دولت خاں کے درمیان کچھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے پھر بھی والیٔ ایران کا بہت خیال رکھتا تھا، اب اس کو اپنی قسمت کی رہنمائی سے بارگاہ سلاطین پناہ میں بندگی بجالانے کی توفیق میسر آگئی (اس لئے آپ کی اطاعت قبول کر لی) اور دونوں جہان کی دولت سے مالامال ہو گیا

حضور والا! دولت خاں کی اطاعت کو میں تو ایران کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھتا ہوں دروالیٔ ایران کا مطیع فرمان ہونے کے سلسلہ میں یہ ایک نیک شگون ہے۔ ان تمام امور کے پیش نظر اس نیازمند نے دولت خان مذکور کو ان شاہی نوازشات سے نوازا اور سربلند کیا جو ہم نیازمندوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اس کی بہت کچھ دلدہی کی اور اس کی قدیم جاگیر اس کے لئے بحال رہنے دی۔ اب دولت خاں میرے ساتھ ہے، یہ نیازمند امیدوار ہے کہ اس امیر کو اس کے اخلاص و عقیدت کے پیش نظر اس طرح نوازا جائے کہ دوسرے بھی بارگاہ شاہی کی اطاعت اور حضور کی فرمانبرداری کی طرف مائل ہوں۔

میں نے سیّد باقر بخاری کو جو صوبہ ملتان میں شاہی خدمت پر مامور و متعین تھا، اس کے وفادار سپاہیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ جو پچاس تیراندازوں اور برق انداز سواروں پر مشتمل ہے تھانے کے طور پر توشنج میں متعین اور معمور کر کے دوشنبہ ۲۷ ماہ حال کو کوتل پنج مندرک[2] کی پہاڑی سے عبور کر کے آج کہ سہ شنبہ اور ۲۸ تاریخ ہے بہیرہ کو عبور کرنے کے لئے یہاں قیام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جیسا کہ اس سے قبل کئی بار عرض کر چکا ہوں، مقررہ وقت پر میں قندھار پہنچ جاؤں گا۔

---

[1] دولت مغلیہ میں پنج ہزاری منصب دار کو اس کی اجازت ہوتی تھی۔

[2] کوتل پنج مندرک:۔ لفظ کوتل غلط ہے۔ نجیب اشرف صاحب نے اس کی تصحیح نہیں کی یا اس کو سمجھ نہ سکے۔ یہ لفظ کوتل نہیں ہے بلکہ کتل ہے لہٰذا اس کو "کتل پنجمندرک" پڑھئے یعنی پنجمندرک کا چھوٹا پہاڑ یا پنجمندرک کی پہاڑی۔ (شمسی)

اس پہاڑی کی چڑھائی تقریباً ۲۰ جریب اور اس کی اترائی ۴۰ جریب ہے۔ راستہ بہت تنگ ہے۔ دوکی سے دو منزل تک پہاڑی کے دامن میں ہوا بہت سرد تھی چنانچہ توشنج کے اس پار دو تین راتوں میں برف باری بھی ہو چکی ہے، اب چند روز سے ہوا میں کچھ گرمی آئی ہے

قبلۂ دارین سلامت! توشنج کا قصبہ رونق اور آبادی میں دوکی سے زیادہ ہے، اس کا قلعہ مٹی کا ہے اور شیر خاں کا بنوایا ہوا ہے اور دوکی کے قلعہ سے زیادہ وسیع اور مضبوط ہے۔ پانی کی نہر ۲ گز چوڑی ہے اور قصبہ کے وسط سے گذرتی ہے، ایک چھوٹا سا حمام بھی یہاں موجود ہے، ایک جامع مسجد بھی ہے جو قلعہ کے باہر ایک چھوٹے سے تالاب کے کنارے بنی ہوئی ہے، یہ تالاب نہر کے پانی سے ہمیشہ پُر رہتا ہے۔ یہ مقام شیر خاں کے قلعہ دار اور دولت خاں آمر کے رہنے کی جگہ ہے، آجکل وہاں دولت خاں کے متعلقین آباد ہیں۔ قلعہ کے باہر مسجد سے قریب ایک باغ ہے جس میں گلاب بہت کثرت سے ہوتا ہے، میوہ دار درخت بھی کثرت سے ہیں، شفتالو اور زرد آلو کے درخت بھی ہیں لیکن کم ہیں۔

قادر مطلق فتح و فیروزی کے دروازے اراکین دولت پر کشادہ فرمائے اور آفتاب خلافت اقبال کے افق سے ہمیشہ تاباں رہے۔

مُحاصرۂ قندہار

(بارِ دوم)

(۲۵/۱)

حضور کے جاں نثار بندوں میں سب سے کمترین بندہ (اورنگ زیب) خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ جنابِ والا کے دو فرامین میں سے ایک فرمان جس میں اس نیاز مند کے منصب کے اضافے کی خوشخبری اور شاہزادۂ گرامی (داراشکوہ) کے آپ کی خدمت میں پہنچنے کی نوید تھی، خان سعداللہ خاں کے توسط سے اور دوسرا فرمان والا شاہی یساولوں کے ذریعہ معہ پانچ لاکھ روپے بمدِ امداد اس خانہ زاد کو بطور انعام عطا فرمانے کی بشارت پر مشتمل تھا، موصول ہوا حضرت والا کے یہ دونوں فرامین بروز یکشنبہ ۲۳ اردی بہشت مطابق ۳ ماہ جمادی الثانی کو اس وقت موصول ہوئے جب کہ یہ نیاز مند قلعہ قندہار کے مضافات میں پہنچ چکا تھا اور آپ کے وزیر با تدبیر (سعداللہ خاں) اپنی فیروزمند فوجوں کے ساتھ دوسرے راستے سے وہاں پہنچ گئے تھے۔ آپ کے ان انعامات نے مجھے سربلندی بخشی۔ اور آدابِ تسلیمات بجالایا۔

ہر ایک موئے بدن میرا، اگر زباں بن جائے   ادا نہ ہو سکے پھر بھی تو شکر لطف وکرم

قبلۂ دارین سلامت: اگرچہ اعلیحضرت کی عنایات وانعامات تمامی بندگان بارگاہ کے شامل ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شکر ادا نہیں ہو سکتا لیکن یہ عقیدت کیش (اورنگ زیب) جو ہمیشہ آپ کی رضاجوئی کو اپنے پیش نظر رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس امر کو (آپ کی رضاطلبی) سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہوں) آپ کی ان عنایات اور بے پایاں الطاف کا جو بغیر کسی سابقہ خدمت اور جانفشانی کے محض اپنے فضل وکرم سے میرے حال پر مبذول فرماتے ہیں، شکر ادا کرنے میں شرمندہ اور خجل پاتا ہے (میں آپ کی ان عنایات اور انعامات کا کسی طرح بھی شکر ادا نہیں کر سکتا) حقیقت تو یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو حضور کے ان بیکراں انعامات اور بے پایاں الطاف کا اہل نہیں پاتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مرشد حقیقی کے انعام و الطاف کے اس سایہ کو ہم جان نثاروں کے سر پر ہمیشہ اسی طرح قائم رکھے اور مجھے شائستہ خدمات بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ میں ان خدمات کے وسیلے سے اس شرمندگی سے نکل سکوں آپ کے حضور میں مجھے سرخروئی اور سربلندی حاصل ہو۔

فرمان والا میں مرقوم ہے کہ

"شاہزادہ جہانیان (داراشکوہ) بنگالہ سے ہزار کوس کا فاصلہ طے کر کے ہمارے حضور میں پہنچ گئے ہیں، ملازمت کی سعادت پانے کے بعد جمادی الثانی کی ۲۹ تاریخ کو ہم ان کو قندہار روانہ کر دینگے"

واقعی پاک طینت اور پاک دل نیازمندوں کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے قبلہ و کعبہ کے حکم کی اطاعت کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت سمجھیں، واقعی شاہزادہ صاحب نے اس دور دراز راستے کو بڑی خوبی اور اولوالعزمی کے ساتھ طے کیا اور آپ کے حضور میں صحیح وقت پر پہنچے، یقین ہے کہ تاریخ مقررہ پر وہ حضور سے رخصت ہو کر قندہار کی مہم پر روانہ ہو جائیں گے۔

آپ کا یہ نیازمند (اورنگ زیب) مقررہ وقت پر قلعہ قندہار کے سامنے اترا اور خان سعد اللہ خاں کے ساتھ مل کر شاہی افواج کو محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس مہم کو فتح و فیروزی سے ہمکنار فرمائے اور ارکین سلطنت فتح و نصرت سے مسرور و شادماں ہوں۔ آپ نے مرقوم فرمایا ہے کہ

"ہم نے ہر معاملہ میں، جو کچھ مناسب و ضروری تھا ہے، اسکی نسبت خان سعد اللہ خاں سے ارشاد فرما دیا ہے وہ ہر بات تم کو سمجھا دینگے، تم ان کے کہنے کے مطابق عمل کرنا"

قبلہ و کعبہ سلامت!! اس اعتبار سے کہ میں ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے آپ کی رضا جوئی کی توفیق طلب کرتا رہتا ہوں اور اس بات کو دین و دنیا کی بھلائی خیال کرتا ہوں لہٰذا آپ کے ارشاد گرامی کے بموجب انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔

حضور والا پر یہ امر واضح ہو چکا ہوگا کہ قلعہ بست اور زمیندار پر حملہ کر دینا عین مصلحت و مناسب حال ہے، جتنی جلد یہ حملہ کر دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے اس لئے کہ یہاں کی زمینوں کا غلہ عنقریب ہی اٹھا لیا جائیگا (اس لئے کہ یہ مقام قندہار کی بہ نسبت زیادہ گرم ہے، یہاں فصل جلد کٹ جاتی ہے اور نسبتاً جلد ہی اٹھا لی جاتی ہے) ورنہ دشمن اس غلے کو اپنے صرف میں لائیگا (اس کی رسد کے ذخیرے میں اضافہ ہو جائیگا) دوسرے یہ کہ اس مرتبہ ہمارے لشکر کی نفری بہت زیادہ ہے ایسی صورت میں کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم پیشقدمی کریں اعانت الٰہی پر بھروسہ کر کے اُس پر اس مرتبہ ایسا سخت حملہ کیا جائے جو دشمن کے وہم و خیال میں کبھی نہ ہو۔

یہ نیاز مند اس سلسلے میں یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ ایک فوج کو (جسے آپ حکم دیں) قلعۂ قندھار کے محاصرے کے لئے چھوڑ دیا جائے (ہر چند کہ ہماری جری فوج کا کوئی دستہ بھی محاصرہ کئے پڑا رہنا پسند نہیں کرتا) اور میں دوسری فوج ساتھ لیکر اس طرف روانہ ہو جاؤں اور بعونِ الٰہی جلد ہی اس سرزمین پر قبضہ کرکے فرات کی طرف روانہ ہو جاؤں اور خراسان کی سرحد تک بڑھتا چلا جاؤں اور وہاں پہنچ کر ایسا سخت حملہ کروں کہ وہاں کا ناسمجھ حاکم اپنی نادانی اور حماقت کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

خیال غالب یہ ہے کہ اس صورت میں قلعہ نشین (محصورین) جی چھوڑ دینگے اور قلعہ کے بچانے کی زیادہ کوشش نہیں کریں گے (فرات کی شکست کی خبریں قندھار والوں کے حوصلے پست کر دینگی) اعلیٰحضرت ماشاء اللہ تجربہ کار اور زمانے میں سب سے زیادہ دانشمند ہیں لہٰذا اس امر میں جو کچھ مناسب خیال فرمائیں ارشاد فرمائیں وہ بالکل بجا اور درست ہوگا۔ دولت خاں برادر شیر خاں ترین کے بارے میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ:

"اگر وہ دولت خواہی کی توفیق پاکر تمھارے حضور میں حاضر آئے تو اس کے مناسب حال رعایت کی جائے"۔

قبلۂ اہل عالم! سلامت!! اس سے قبل میں آپ کے حضور میں دولت خاں ترین کے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی پوری پوری کیفیت پچھندرک پہاڑ کو عبور کرنے کے بعد ۲۸ جمادی الاول کے عریضہ میں میں تحریر کرچکا ہوں یقیناً اعلیٰحضرت کی خدمت میں میرا وہ عریضہ پہنچ گیا ہوگا، بہرحال اس نیاز مند نے اس کی متعلقہ محال (علاقہ زمینداری) اس کو ہی بحال کردی ہے، عنایات شاہانہ سے اس کا دل موہ لینے کے لئے اس کو اپنے ساتھ لے لیا ہے علاوہ ازیں جبغہ، کمر، مرصع خنجر اور طلائی نیام کے ساتھ تلوار بطور انعام اس کو عطا کردی گئی ہیں اور ابھی چند دن ہوئے مبلغ دس ہزار روپیہ خان سعد اللہ خاں کے مشورے سے خزانۂ عامرہ سے مزید انعام کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ اب اس نے ازروئے اخلاص اس امر کا ارادہ کیا ہے کہ وہ (مزید ثبوت کے لئے) اپنے متعلقین کو توشیخ سے ملتان روانہ کردے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اخلاص اور ارادت کے لائق، شاہی عنایات اور نوازشات کا سزاوار ہوگا۔

(۲۶/۳)

حضور والا کا یہ کمترین بندہ آداب ارادت و عقیدت بجا لاکے خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ اس نیاز مند کی عرضداشت کے جواب میں (جو اس نے چتیالی کے مضافات سے ارسال خدمت کی تھی) آپ کا فرمان والا میرے قاصدوں کے ذریعہ موصول ہو کر میرے لئے عزت و افتخار کا سرمایہ ہوا۔ احکام مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔

قبل ازیں قندھار پہنچنے اور قلعہ کا محاصرہ شروع کرتے ہی ۶ جمادی الثانیہ کو ایک عرضداشت اس

مضمون پر مشتمل تھی ارسال خدمت کی تھی کہ "مجھے فرات، ہرات، داور اور بست کی سرزمین پر پہنچنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے" علاوہ ازیں آپ کے دو فرامین کے جوابات بھی یساولوں کے توسط سے بارگاہ عالی میں ارسال کئے تھے، آج تک کہ ۱۲ جمادی الثانیہ اور ۲ ماہ خرداد کی ہے حضور کے فرمانِ والا کا منتظر ہوں: ہرچند کہ اس طرف روانہ ہونا کئی اعتبار سے بہتر تھا، لیکن آپ کے وزیر با تدبیر نے جب یہ حکم اقدس زبانی پہنچایا کہ:

"جب تک قلعہ کے محاصرہ سے دل مطمئن نہ ہو جائے اور نائب کسی اور طرف روانہ نہ ہوں۔

ہاں آگے بڑھنے کا بہت ہی شوق ہے تو چند کوس آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈال لیں"

حضور والا! اس طرح آگے بڑھنا تو کچھ بھی سود مند نہ تھا اس لئے مجبوراً وزیر با تدبیر اسعد اللہ خاں کے مشورے کے مطابق میں بھی محاصرہ میں مشغول ہو گیا۔

قبلۂ دو جہاں سلامت! اگرچہ مورچالوں کی تقسیم کے بارے میں جو کچھ کوششیں کی جا رہی ہیں ان کی تفصیل اور محاصرہ کے سلسلے میں دوسری خاص خاص باتیں شاہی لشکر کے روزنامچہ نویس کے روزنامچے سے خدمت گرامی میں پہنچ گئی ہونگی، لیکن باایں ہمہ یہ نیازمند مجملاً عرض کرتا ہے کہ محاصرے کی ابتداء کے وقت خان سعد اللہ خاں نے خضری دروازے کے طرف کی مورچال کو جہاں وہ پہلے مقیم تھے اپنی کمان میں لے لیا تھا۔ راجہ جے سنگھ اور میر آتش قاسم خاں نے بھی ان کے قریب ہی پڑاؤ کیا تھا اور یہ لوگ چاہتے تھے کہ فوج کو آگے بڑھائیں۔ رستم خاں بہادر فیروز جنگ نے ماشوری دروازے والی مورچال کو اپنے ذمہ لیا۔ مہابت خاں نے میرے ان امراء کے ساتھ جو کابل میں تعینات ہیں، اور راجہ روپ نے دروازہ شیخ ... دروازہ چہل زینہ کی سمت والی مورچال کو سنبھالا۔

دوبارہ جب اس نیازمند نے قلعہ کے چاروں طرف نظر احتیاط سے ملاحظہ کیا اس وقت یہ ظاہر ہوا کہ جب تک خندق کا پانی نہیں نکالا جائے گا، اس وقت تک اس طرف سے سپاہ کا آگے بڑھنا کچھ سود مند نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں (کہ خندق میں پانی بھرا ہے) نقب لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔ اس بات کو تمام امراء کے سامنے مشاورت کے طور پر رکھا گیا، بہت کچھ بحث و تمحیص کے بعد خان سعد اللہ خاں کے اتفاق سے یہ بات قرار پائی کہ قاسم خاں کو جو بہت ہی ہم جو امیر، اور بہت زیادہ ماہر جنگ ہیں، خندق کا پانی نکالنے کی مہم پر مامور کیا جائے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں مورچال پر ہجوم زیادہ ہو جائے گا اور جب تک پانی نکالا جائے خان سعد اللہ خاں کی مورچال کا معطل رہنا مناسب نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی معقول توجیہہ ہو سکتی ہے لہٰذا خان سعد اللہ خاں کوہ قیتول کے دامن میں اس جگہ جہاں والئ ایران اپنی فوج لے کر گیا تھا اور جہاں خندق زیادہ گہری نہیں ہے اور پانی بھی کم ہے (علاوہ ازیں یہاں پر قلعہ کی دیوار کچھ دور تک ابھری ہے) مورچہ قائم کریں اور رستم خاں فیروز جنگ (جن کو یہ جگہ ملنے کی بڑی خواہش تھی) وہ خان سعد اللہ خاں و قاسم خاں

کے مورچوں کے درمیان رہ کر دونوں جانب کمک پہنچاتے رہیں۔

مہابت خاں اور راجہ روپ پہلے کی طرح چہل زینہ کی جانب (دیوار قلعہ توڑنے کی) کوشش کریں چونکہ خضری دروازے کی سمت کو خالی چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں تھا لہٰذا راجہ جے سنگھ کو اس طرف مقرر کر دیا گیا خان سعد اللہ خاں کی مورچال کی ہراول[1] فوج مہابت خاں کی کمان میں دے دی گئی اور قاسم خاں کا مورچہ سوار اور پیادوں کی مزید ایک جمعیت کے ساتھ نصیر خاں کے سپرد کر دیا گیا۔ خان سعد اللہ خاں نے سپاہ کو آگے بڑھانے، اور توپ چلانے کے لئے دمدمے بنوائے ہیں وہ اس سلسلے میں بہت زیادہ تجربہ رکھتے ہیں اور اپنی مہم میں مصروف ہیں۔ مہابت خاں اور راجہ روپ نے کوہ چہل زینہ کے برجوں کو جو قلعے کے باہر ہیں فتح کرنے میں بڑی جانفشانی دکھائی اور بہت زحمتیں اٹھائیں؛ سورتی توپوں میں سے دو بڑی توپیں وہ اپنی مورچال میں لے گئے اور اب تک انھوں نے بہت سے گولے قلعہ پر پھینکے ہیں، نیچے کے بہت سے برجوں کو منہدم کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ چار پانچ روز میں وہ اس پر قبضہ کر لیں گے۔ اس کوہ چہل زینہ پر اس برج کے علاوہ دو برج اور ہیں جن کے فتح کرنے میں بہت زحمت اور کوشش درکار ہے۔

خود یہ نیاز مند خان سعد اللہ خاں کے مشورے سے اس جگہ سے جہاں گھیرا ڈالے پڑا ہوا تھا، کوچ کر کے کوہ لکہ کے عقب میں جو خالی پڑا تھا آ گیا اور نظرگاہ[2] (او، پی) کے مقابل میں منزل کی، شاہ نواز خان قلیج خاں راؤ ستر سال اور راجہ پہاڑ سنگھ کو پہاڑ کے چاروں طرف نیچے اتار دیا تاکہ محاصرہ قرار واقعی طور پر ہو سکے (کوئی جگہ محاصرہ سے خالی نہ رہے) اور قلعہ والوں کے آنے کا راستہ (کہ زیادہ تر اسی پہاڑ کے راستے آتے جاتے ہیں) بند ہو جائے۔ علاوہ ازیں میں نے اپنی سپاہ کی ایک جمعیت جو زیادہ تر تیر اندازوں اور برق اندازوں پر مشتمل ہے، ملک حسین کی کمان میں اس پشتے کے مقابل جو کوہ لکہ میں واقع ہے (اور اس کا راستہ دوسرے راستوں کی بہ نسبت جو قلعے کو جاتے ہیں زیادہ کشادہ اور وسیع ہے اور لوگوں کا عام خیال یہ تھا کہ اس طرف سے حملہ نہیں ہو سکتا ہے) دے کر حکم دے دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی سپاہ کو آگے بڑھا کر لے جائیں؛ ان لوگوں نے بڑی جد و جہد کی اور اپنی سپاہ کو آگے بڑھا کر آج تک کوہ لکہ کے دامن تک پہنچ گئے ہیں اور ابھی تک یہ لوگ بڑی جد و جہد کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جہاں تک اس طرف سے فوجیں آگے بڑھ سکتی ہیں۔ کوہچہ سلامت[3] تک پہنچ

---

[1] افواج التمش۔ ہراول دستہ۔ ہراول کی فوجیں۔

[2] وہ مقام جہاں سے دشمن کی نقل و حرکت اور گولے کی مار کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ نیز نشانے اور گولہ باری کی سمت کا تعین کیا جاتا ہے۔

[3] اس مصحح نسخہ میں کوچہ سلامت تحریر ہے۔ ندوی صاحب نے بھی اس کی تصحیح نہیں کی کہ یہ کوچہ سلامت نہیں ہے بلکہ کوہچہ سلامت یعنی سلامت نامی پہاڑی ہے۔ (شمس)

جائیں گی اور وہاں سے حتی الامکان آگے بڑھنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرینگے۔

اُمید ہے کہ حق تعالیٰ اپنے تمام حق گذار بندوں کو جاں سپاری اور جانفشانی کی توفیق عطا فرما کر حضور کی خدمت میں سرفراز و سربلند فرمائے گا اور جو کچھ آپ نے امید قائم کی ہے اسی کے مطابق ظہور میں آئے گا۔

پیر دستگیر سلامت! اس وقت تک نابکار دشمن کی طرف سے کوئی ایسی خبر نہیں آئی ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ چند روز ہوئے کچھ لوگ ہمارے لشکر کے قراولوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر آئے تھے ان کی باتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ایک ماہ تک قلعہ کے محصورین کو امداد پہنچ سکے گی اس کے بعد جو بھی مصدقہ خبر آئے گی وہ آپ کے حضور میں عرض کروں گا۔

اس مکتوب کی تحریر کی تاریخ پر خان سعد اللہ خاں "فتح لشکر توپ کے ساتھ قندھار پہنچ گئے" اب دو ایک دن ہی میں وہ یہ توپ لیکر شاہی لشکر میں پہنچ جائیں گے۔ اس نیازمند نے مبارک خاں اور کاکر خاں کو توپ لینے کے لئے بھیجا ہے (یعنی توپ خاں سعد اللہ کی نگرانی سے اپنی نگرانی میں لیکر شاہی چھاونی میں لائیں) خلافت و جہانبانی کا آفتاب کشورکشائی کے آسمان سے تاباں اور درخشاں رہے۔

(۳/۲۷)

کمترین بندہ درگاہ ارادت و عقیدت کے مراسم بجا لا کر خدمت والا میں معروض ہے کہ بروز چہارشنبہ ۲۷ جمادی الثانی، ایک گھڑی دن گذرا تھا کہ آپ کے بے زوال اقبال کی مدد سے قلعہ کے اندر ایک عجیب سانحہ پیش آیا۔ ہوایوں کہ اتار نابکار نے محمد ہاشم وزیر، شیخ ٹی مستوفی[1] آقا علی ضابط، محمود بیگ (امرائے قندھار) میر بازار، پسر علی بیگ جنبیہ دار باشی اور فوجیوں کی ایک جماعت کو بظاہر باروت کے اس انبار خانے میں بھیجا تھا (جو پہاڑکی وادی والے قلعہ میں موجود ہے) کہ اس کو کھول کر توپچیوں اور تفنگچیوں میں باروت تقسیم کردیں، یہ سب لوگ وہاں پہنچے اور ابھی انھوں نے کام میں ہاتھ بھی نہیں ڈالا تھا کہ اتفاقاً تنباکو کی آگ ایک شخص کی چلم سے جو گندھک کے بورں کے پاس باروت خانے کے ایک گوشہ میں تنباکو پی رہا تھا، اڑ کر گندھک میں گر گئی، اتنی دیر میں کہ لوگوں کو معلوم ہو کیا قصہ ہے آگ بلند ہوگئی۔ اتنی دیر میں مھتوین کی ایک جماعت آگ بجھانے کے لئے دوڑی، بہت کچھ دوڑ دھوپ کی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور آگ باروت میں جا لگی۔ ایک ہولناک آواز ہوئی، شہر کے بہت سے مکان لرز گئے، باروت خانہ اپنی قریبی عمارت کے ساتھ بھک سے اڑ گیا، اور ذرا سی دیر میں جل کر راکھ ہوگیا۔ اس جگہ سے ماشوری دروازے تک بہت فاصلہ ہے پھر بھی بازار کے راستہ کے بہت سے مکانات شق ہوگئے، سیسہ کے ٹکڑے اور انبار خانے

---

[1] مستوفی: اُس دور میں کمپٹرولر یا آڈیٹر۔ محاسب اعلیٰ کو کہتے تھے

کی بنیاد کے پتھر ہوا میں اڑ گئے اور بہت سے گھوڑے اور آدمی ان پتھروں سے زخمی ہوئے، تقریباً ایک سو پچاس افراد سپاہی اور سقے آگ میں جل کر فنا ہو گئے، قلعہ کے لوگوں میں سے جو لوگ یہاں آئے تھے ان میں سے سوائے محمد ہاشم وزیر کے کوئی نہیں بچا۔ علی بیگ کا بیٹا موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہے دوسرے بہت سے نیم سوختہ لوگ بستروں پر پڑے تڑپ رہے ہیں اور دم توڑ رہے ہیں۔ حضرت والا کے اقبال سے اس قسم کے عجیب غریب اقعات کا ظہور کچھ بعید نہیں ہے۔

پیرو مرشد دوجہاں سلامت!! ہر روز بڑی توپوں سے مقررہ دس گولے پھینکے جاتے ہیں ان میں سے اکثر قلعہ کے برجوں پر پہنچ کر ان کو زبردست نقصان ہی نہیں پہنچاتے بلکہ قلعہ کی توپوں کو ناکارہ اور خاموش کر دیتے ہیں، جو کچھ دن میں منہدم کیا جاتا ہے محصورین قلعہ اس کو رات بھر میں ہاتھوں ہاتھ بنا لیتے ہیں۔ اور پھر گولہ اندازی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہماری طرف بہت سی توپیں موجود ہوتیں اور ان سے گولہ باری کی جاتی تو اب تک قلعہ کے دو تین برج اس طرح گرائے جاتے کہ ان مردودوں کو ان کے بنانے اور توپ چلانے کی مہلت نہ ملتی۔

یہ مخلص حق المقدور کاربرآری میں ہر اعتبار سے پوری کوشش کر رہا ہے اور صلاح وقت کے بموجب اپنی ناقص رائے دولت خواہوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ کوہ چہل زینہ کے مورچے اور دوسرے مورچوں کی تفصیلات آپ کے حضور میں خان سعد اللہ خاں کے عریضوں سے جو حضور والا کے فرامین کے جواب میں ارسال کئے گئے ہیں۔ آپ کے حضور میں پہنچ گئی ہوں گی۔

قبلہ و کعبہ سلامت! اس سے قبل جو کچھ بھی مجھے دولت خاں ترین کے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا تھا سابقہ عرضداشت کے ساتھ حضور میں معروض کر دیا تھا۔ اس عرصہ میں ان لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ اوزبک نے موضع بالغیر[1] جو مارو چاق کے مضافات میں سے ہے حملہ کر دیا اور جو مویشی انھوں نے ان تین چار سال میں یہاں پر جمع کئے تھے لوٹ کر لے گئے، خراسان کی سرحد پر انھوں نے ہلچل مچا دی ہے چونکہ یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے بھی یہ خبر آپ تک پہنچ گئی ہوگی۔

(۴۴/۲۸)

یہ مخلص نیاز مند ارادت و عقیدت کے آداب بجا لا کر خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ جناب والا کے فرمان نے جو ساقی بیگ یساول کے ذریعے ارسال کیا گیا تھا بروز پنجشنبہ ۱۶ ماہ رجب المرجب کو شرف ورود بخش کر مجھے سربلند فرمایا۔ یکشنبہ کے دن ۹ رجب کو اس وقت جبکہ یہ نیاز مند مورچوں کے معائنہ کے لئے ماشوری دروازہ کی جانب گیا تھا

---

[1] اصل نسخہ کے حاشیہ میں موضع السرکہ دیا گیا ہے۔

اور ان جگھوں کے ملاحظہ میں مصروف تھا جو حملے اور نئے دمدموں کی تعمیر کے لئے میں نے مناسب خیال کئے ہیں۔ آپ کا ایک دُر فرمان جو حضور والا نے خوش بیگ گرز بردار کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا صادر ہوا۔ یہ فرمان والا جن شاہی مہربانیوں اور عنایتوں پر مشتمل تھا اگر ان میں سے ایک کا بھی شکر ادا کرنا چاہوں تو زبان اس کے ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اس فرمان والا کو وصول کرکے ہزاروں سعادتیں حاصل کیں۔

حضور والا نے تحریر فرمایا تھا کہ "اس فرزند (اورنگ زیب) نے اس ایک ماہ کے عرصہ سے جب سے قلعہ قندھار کا محاصرہ کیا ہے صرف ایک عرضداشت ارسال کی ہے آئندہ اس کو چاہیئے کہ ہفتہ بہ ہفتہ اس کا عریضہ ہم کو وصول ہو اور تمام حقائق کو مفصلاً تحریر کیا جائے۔"

قبلۂ دو جہاں سلامت! جس تاریخ سے یہ نیاز مند قندھار پہنچا اور اس کے محاصرہ میں مصروف ہوا اس وقت سے اس فرمان ذیشان کے صادر ہونے تک تین عریضے ارسال کر چکا ہے اور تمام حقائق کو ان میں تفصیل سے تحریر کیا ہے، انشاء اللہ اب اس کے بعد جب کہ جناب والا کا حکم ہوا ہے، ہر ہفتہ کے واقعات تشریح کے ساتھ بغیر وقفہ کے عرض کرتا رہوں گا۔ حضور کی طرف سے دریافت ہوا ہے کہ:-

> "وفادار خاں کی عرضداشت سے عرض مقدس میں یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے ایک افغان کو آتار نابکار کے پاس بھیجا تھا، ہم کو کچھ بھی نہیں معلوم کہ تم نے کیا کہلا کر بھیجا تھا اور اس نے تم کو کیا جواب دیا۔"

پیر و مرشد سلامت: اس نیاز مند نے آج تک اپنی طرف سے قلعہ دار کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ نہیں چھیڑا اور نہ کسی شخص کو اس کے پاس بھیجا ہے۔ خان سعادت نشان (سعد اللہ خاں) جس روز قندھار پہنچے اسی روز انھوں نے اس نیاز مند سے ملاقات کی آپ کے حکم کے مطابق آتار نابکار کو کچھ لکھ کر اپنے کسی آدمی کے ہاتھ بھیجا اور اب تک اس کے جواب کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ (اس نے کوئی جواب نہیں دیا ہے)

وفادار خاں نے جو کیفیت پیش کی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ میاں ابدالی جو بارگاہ والا کے ملازمین میں شامل ہے اس نے ملتان میں کہا تھا کہ میری خدائے داد ابدالی کے ساتھ جو قندھار کی ملکی مہمات میں آتار کا معتمد علیہ ہے۔ اور اس کی تمام مہمات کا اُسی پر دارومدار ہے اور جس منصب پر وفادار خاں متعین تھا اس جگہ پر خدائے داد خاں کو مقرر کیا گیا ہے وہ اس بارگاہ جہاں پناہ کی دولت خواہی کا خیال رکھتا ہے۔ (خدائے داد خاں بندگان بارگاہ میں شامل ہونا چاہتا ہے) اگر آپ حکم دیں تو میں کسی شخص کو اس کے پاس بھیج کر قلعہ دار کا حال دریافت کر دوں' چنانچہ اس نیاز مند کے کہنے پر میاں ابدالی نے اپنے کسی شخص کو خدائے داد خاں کے پاس بھیجا تھا۔

وہ ابھی چند روز ہوئے کہ لوٹ کر آیا اور یہ زبانی پیغام لایا کہ جب حضور والا کے عساکر منصورہ کے ان اطراف میں داخل ہونگے تو اس وقت جو ہونا چاہئے وہ ہوگا (خدائے داد خاں خدمت بجا لائیگا) قندہار پہنچنے کے بعد پھر میاں ابدالی نے اس نیاز مند کے اشارے سے شیرا نامی افغان کو قلعہ کے اندر خدائے داد خاں کے پاس بھیجا اور اس سے دریافت کیا کہ تباؤ قلعہ نشینوں کا کیا ارادہ ہے؟ خدائے داد نے جواب دیا کہ جس وقت بھی کوئی ایسی بات ظہور میں آئی جس کے باعث محصورین عاجز ہو جائیں گے اس وقت میں بندگانِ درگاہ میں شامل ہو جاؤں گا۔

اِنھی دنوں قلعہ سے ایک افغان' حسن ابدالی نامی کے پاس سے (جو دنا دار خاں کا چچا زاد بھائی بھی ہے اور سوتیلا بھائی بھی) میرے پاس آیا' اس فرستادہ نے بھی وہی پہلی جیسی باتیں دہرائیں۔ چونکہ اس نیاز مند نے اس گفتگو کو اس قابل نہیں سمجھا کہ آپ کے حضور میں پیش کی جائے اس لئے تحریر نہیں کیا۔

باروت خانے کے جلنے کا قصہ جو مجھے خدائے داد خاں کے فرستادہ کے ذریعہ مفصلاً معلوم ہوا تھا میں اس سے قبل تحریر کر چکا، اب انشاءاللہ جس وقت قلعہ والوں کی جان پر آبنے گی اس وقت آثار کو عنایات شاہی کا امیدوار بناؤں گا اور عتاب شاہی سے ڈراؤں گا، جس وقت وہ اپنے نصیبے کی توفیق سے اس نیاز مند کے حضور میں آئے گا، اس وقت اس کے اور اس کے ہمراہیوں کے سلسلے میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ فرمانِ والا میں مرقوم ہے کہ :۔

"تمھاری مورچال بہت خوبی کے ساتھ آگے بڑھی ہے، امید ہے کہ اِس جانب سے یہ پہاڑی قلعہ دولت خواہوں کے حصے میں آئے گا، بایں ہمہ تم کو تمھاری سپاہ کو پوری کوشش کے ساتھ موروچوں کو آگے بڑھانا چاہیے۔"

قبلہ دارین! اس لحاظ سے کہ حضور کی یہ مرضی ہے کہ قلعہ قندہار جلد ہی ارکین دولت کے قبضے میں آجائے اور ہونا بھی یہی چاہیے!! اِس لئے میں بڑی تفصیل کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ اکثر مورچے اگرچہ خندق کے قریب پہنچ گئے ہیں اور پہاڑ کے عقبی مورچے کی سپاہ بھی (اس صورت میں کہ سپاہیوں کی وہ جمعیت بھی جو اُدھر کام میں مصروف تھی اس میں شریک ہو جائے) بقدر قوت و طاقت جدوجہد میں مصروف ہے لیکن میرے خیال میں خندق کے پانی کا نکالنا، سرنگیں کھودنا اور قلعے کی تسخیر کی دوسری تمام تدابیر جو محصورین پر اثر انداز ہو سکتی ہیں بہت وقت چاہتی ہیں۔ اس قلعہ کو جلد فتح کرنے کا طریقہ جو میرے ناقص خیال میں آیا ہے اور میں اس خیال کو کئی بار امرائے شاہی سے بیان بھی کر چکا ہوں یہ ہے کہ خندق اور سرنگیں تو اسی طرح کھودتے رہیں اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ اِن چار مقامات پر (کہ یہاں قلعہ

نسبتاً ویران ہے) یکبارگی حملہ کر دیا جائے۔

اوّل: مجنوں قتّال کے آستانے کے سامنے برج نَو کے اوپر جو پہاڑ کی ٹلھٹی میں واقع ہے اور اس تمام راستے میں قلعہ کے اختتام تک کہیں خندق کا نام نہیں ہے۔ سوار فوج سے حملہ کیا جائے۔ اس جگہ دیوار نیچی اور کم چوڑی نظر آتی ہے۔

دوم: کوہ چہل زینہ کی ٹلھٹی، مہابت خاں کے مورچے کی سیدھی طرف یعنی مکان مذکور کے برابر کہ یہاں بھی دیوار کم چوڑی اور نیچی ہے اور دیوار بھی اکہری ہے اور پرانے شہر سے ملی ہوئی ہے۔

سوم: دروازہ علی قلی خاں کے مقابل، یہاں سے دروازہ تک راستہ بہت چوڑا ہے اور یہ راستہ قلعۂ قیتول تک (جو ہر طرف سے نظر آتا ہے) پہنچتا ہے، اس کی دیوار بھی بہت کم چوڑی ہے۔

چہارم: اس نشیب سے جو کوہ لکہ میں واقع ہے اور میری سپاہ اور شاہنواز خاں اور راجہ پہاڑ سنگھ کے مورچے اسی مقام پر ہیں اور اس کے ایسے چند راستے موجود ہیں کہ پیادہ بھی اوپر پہنچ سکتے ہیں، قلعہ کی دیوار کم چوڑی ہے لیکن شہر، قلعہ اور گڑھی کے گرد حصار بنی ہوئی ہے۔

چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ جب تک دیواروں میں شگاف نہیں پڑینگے اور کوئی راستہ اندر پہنچنے کا پیدا نہیں ہوگا۔ پس ان صورتوں کے علاوہ یورشیں بیکار اور حملوں کا شمار عبث ہے۔ ظاہر ہے کہ بڑی توپیں اتنی موجود نہیں ہیں کہ قلعہ کی چاروں طرف کی دیواروں پر یکبارگی حملہ کر کے ان میں رخنے اور شگاف ڈال دیئے جائیں چنانچہ خان سعادت اللہ خاں اور دیگر اُمراء کے مشورے سے طے پایا کہ سب سے پہلے آستانۂ مجنوں قتّال کی سمت قلعہ کی جو دیوار واقع ہے (اور اس کے مقابل سعداللہ خاں، رستم خاں فیروز جنگ اور قاسم خاں کے مورچے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس سمت میں فوج بھی خوب پیشقدمی کر چکی ہے یہ دیوار شہر سے بھی زیادہ قریب ہے، اس کے پیچھے کوئی اور رکاوٹ بھی نہیں ہے) پہلے دمدمے بنائے جائیں اور تمام بڑی توپوں کو اوپر لیجا کر مقابل کی دیوار کو گولہ باری کر کے ایک وسیع راستہ پیدا کر لیا جائے اور یہ راستہ پیدا ہو جانے کے بعد خان سعداللہ خاں اور دوسرے امراء کے ساتھ شاہی اقبال اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس راستے سے فوج کو اندر پہنچا دوں اور دوسری طرف بھی اسی طرح شگاف کر کے کوس و قرنا کے شور اور غوغا سے محصورین کو یکبارگی بدحواس کر دیا جائے اور پھر ان کو اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ وہ کسی ایک طرف بھی جم کر مقابلہ اور مدافعت کر سکیں۔

جناب والا اگر دمدمے خان سعداللہ خاں کے احکام کے مطابق تیار ہو گئے اور تجویز کے مطابق دیواروں میں شگاف ڈال دیئے گئے تو شاید اس ماہ کے آخر تک پہلی صورت ظہور میں آجائے اس وقت فتح کی کوئی صورت نکل سکے گی۔ ورنہ تمام بڑی توپوں کو پہاڑ کے عقب والے مورچے پر پہنچایا جائے اس

مقام پر جہاں دیوار کم چوڑی بتائی گئی ہے، شگاف ڈال دیں پھر ان تمام راستوں سے جو پہاڑ پر جاتے ہیں تمام لشکرِ شاہی جمع ہو کر یکبارگی حملہ کردے، یہ ہیں وہ چند صورتیں جو میرے خیال میں آئی ہیں ان کے علاوہ اگر آپ کی کچھ اور رائے ہو تو ارشاد فرمائیں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ تمام لوگوں کو تاکید کردی گئی ہے کہ جب تک موقع ہے پوری کوشش کے ساتھ کارروائی میں مصروف رہیں اور حکم کے مطابق عمل پیرا ہوں۔

حضور کے گرامی نامہ میں مرقوم ہے کہ "دو تم نے دولت خاں کے منصب میں اضافہ اور پانصدی ذات کے منصب پر فائز کرنے کی جو استدعا کی تھی وہ قبول کی گئی"۔

یہ خبر میرے لئے عزت و شرف کا باعث ہوئی۔ میر عالم خاں مخاطب میر کلاں ثانی کا مارا جانا، اعلیٰحضرت کے بیمثال اقبال کی نشانیوں میں سے ایک تازہ نشانی ہے (یہ سب کچھ حضور کے اقبال سے ہوا ہے) میر مذکور بیگ باشی[1] کے عہدے پر فائز تھا اور برجِ نو اور برج خاکستر کا مہتمم و منتظم تھا یہ والیٔ ایران کے بلند پایہ امرا میں شمار ہوتا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک یوزباشی[2] بھی مارا گیا اس کا نام مجھے نہیں معلوم ہوسکا، ان کے مارے جانے کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن بڑی توپ سے برجِ نو اور برج خاکستر پر گولہ باری کی جارہی تھی، بیگ باشی اور یوزباشی دونوں برجِ نو میں نرد بازی میں مشغول تھے، ایک گولہ ایسا نشانہ پر پڑا کہ ان دونوں کے پرخچے اڑ گئے، بدنصیب قلعہ والے بہت تلاش کے بعد ان کے جسم کے ٹکڑے اِدھر اُدھر سے جمع کرکے لائے اور ایک گڑھے میں ان کو دفن کردیا۔ ان مفسدوں کے مارے جانے سے قلعہ میں تو پتا اوڑ گیا، لوگ کہتے ہیں کہ میر عالم، میر کلاں خفاجہ کا بیٹا تھا۔ میر کلاں کو شاہ عباس صفوی کے زمانے میں بڑا عروج حاصل تھا، قلعۂ بغداد پر اس نے سخت مدافعت کی تھی، میر عالم کا چچا خاں داد بھی طہماسپ (شاہ ایران) کا معتمد اور معتبر امرا میں سے تھا۔

پیر دستگیر سلامت! کچھ دن ہوئے آتار نے اپنا ایک مخبر والیٔ ایران کے پاس بھیجا تھا اور اس نے اپنے ایک مکتوب میں والیٔ ایران سے کمک کے تعین کی گذارش کی تھی، اس عرضداشت میں خلیفہ سلطان اور دوسرے امرا بھی شریک تھے، یہ مخبر ایران کی سفارت سے آتار کے اس معروضہ کی تحریر سے گیارھویں دن سہ شنبہ کی شب کو یہاں واپس پہنچا، صورت واقعہ یہ ہے کہ یہ مخبر والیٔ ایران کا جواب لیکر جب یہاں پہنچا تو وہ طاہر خاں کے مورچے کی طرف سے قلعہ میں داخل ہونا چاہتا تھا، مورچے کے سپاہیوں نے اسے دیکھ لیا اور اجنبی دیکھکر اس کو پکڑنے کی کوشش کی، جب اس کو قلعہ میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا تو وہ خطوط کا تھیلا پھینک کر بھاگ نکلا، لوگ جلد ہی اس تھیلے کو تلاش کرکے میرے پاس لے آئے۔ وہ خط جو والیٔ ایران نے آتار کے نام لکھا ہے اس عریضہ کے ساتھ ارسال ہے اور باقی خطوط وزیر بے نظیر کی عرضداشت کے ساتھ جناب والا کے مطالعہ سے گزرینگے۔

---

[1] بیگ باشی: ایکہزار سپاہیوں پر مشتمل فوجی دستہ کا افسر اعلیٰ۔ [2] ایکسو سپاہیوں کا افسر، ایک سو فوج کا افسر

انہی دنوں شجاعت خاں مورچے سے چند کوس آگے بڑھ چکا تھا اور اس نے چوکی پہرے کیلئے اپنے سپاہیوں کو اِدھر اُدھر بھیج دیا تھا، اِن قراولوں نے ایک قزلباش کو گرفتار کیا ہے' اس کے گرفتار ہو جانے پر معلوم ہوا کہ زمینداور کے قلعہ دار کے بھائی کرم بیگ نے اسے دو سو سپاہیوں کے ہمراہ قندہار اور زمینداور کی وادی کے تمام کھیتوں کو اجاڑنے کے لئے بھیجا تھا، یہ اپنے ساتھیوں سے بھٹک کر شجاعت خاں کے قراولوں کے ہاتھ لگ گیا اس کو گرفتار کر لیا گیا - اس قیدی نے بھی زبانی انہی باتوں کا اظہار کیا جو خطوط سے ظاہر ہوئی تھیں - یہ لوگ قزلباش کو میرے حضور میں لائے - میں اس کو اپنے ان سپاہیوں کی نگرانی میں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جو میرا عریضہ لیکر حاضر خدمت ہو رہے ہیں۔

اسی دن وہ دو جاسوس جن کو میں نے معلومات حاصل کرنے کے لئے فرات بھیجا تھا، لوٹ کر آئے یہ لوگ صرف سبزار کے مقام تک جا سکے اس سے آگے جانے کا ان کو موقع نہیں مل سکا، انھوں نے بتایا کہ دشمن کا لشکر جو دو تین ہزار سپاہیوں کی نفری پر مشتمل ہے بست پہنچ چکا ہے لہٰذا میں نے شجاعت خاں کو تاکید کر دی ہے کہ وہ لشکر کو کسی صورت میں بھی قراولوں کی چوکی سے آگے نہ بڑھنے دے۔

اللہ تعالیٰ دولت شاہجہانی کے دشمنوں کو ذلیل و خوار اور بادشاہ کے جاں نثار بندوں کو کامیاب و کامران فرمائے۔ (آمین)

(۲۹)

یہ نیاز مند ارادت و عقیدت کے آداب کے بعد بارگاہ والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور کا فرمانِ ذیشان جو محمد شریف اور رستم خان نامی تیساولوں کے ذریعے ارسال کیا گیا تھا بروز یکشنبہ ۱۶ ررجب کو دن ڈھلے اس نیاز مند کو موصول ہوا۔ حضور والا کا حکم ہوا ہے کہ:

> "خان سعد اللہ خاں کے نام جو فرمان ارسال کیا گیا ہے اس میں بہت سی ضروری باتیں تحریر کی گئی ہیں۔ ان کو پڑھ کر ان کا جواب سعد اللہ خاں کو دے دو' وہ تمہارے جوابات بارگاہ والا میں عرض کر دینگے اور ہم تمھاری بہتری اور بھلائی کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم صادر فرما دینگے"

حضور کے ان الطاف بے پایاں کا شکر کس زبان سے ادا کروں۔

قبلہ و کعبہ!! ہم نیاز مندوں کی فلاح و بہبود سے آپ بخوبی واقف ہیں لیکن حکم اقدس کے بموجب چند باتیں جو اس نیاز مند کے خیال ناقص میں آئی ہیں' وزیر مذکور سے میں نے عرض کر دی ہیں جو ان کے عریضہ سے حضور تک پہنچ جائیں گی' یوں جو کچھ اعلیٰ حضرت مناسب خیال فرمائینگے یقیناً اس میں نیاز مند کی بھلائی ہوگی۔

اس سے قبل ایک عریضہ آپ کے فرامین کے جواب میں ۱۱ رجب کو ساقی بیگ وغیرہ کے ذریعہ حضور میں ارسال کر چکا ہوں اسکے بعد آج تک کہ رجب کی ۱۸ تاریخ ہے جو اہم واقعہ رونما ہوا ہے وہ یہ ہے کہ والیٔ ایران کا ایک معتبر امیر، والی اور امرائے سلطنت کے چند خطوط آتار نابکار کے نام لیکر اس کے پاس آ رہا تھا ہمارے سپاہیوں نے اس کو گرفتار کر لیا اس کے پاس سے جو خطوط برآمد ہوئے چونکہ ان میں بھی وہی باتیں تحریر تھیں جو پچھلے خطوط میں لکھی گئی تھیں اس لئے اس نیازمند نے خان سعد اللہ خاں سے عرض کر دیا تھا کہ اِن خطوط اور نامہ برکی گرفتاری کے بارے میں بارگاہ شاہی میں اطلاع کر دی جائے اور یہ خطوط بھی حضور والا میں ارسال کر دیئے جائیں۔

پیر دستگیر، سلامت!! چونکہ دستور الوزرا، کے مشورے سے یہ بات قرار پائی تھی کہ پہلے ماشوری دروازے کی طرف جہاں خود ان کا مورچہ ہے، دمدمے تیار کرائے جائیں اور بڑی توپیں وہ پر لے جائی جائیں چنانچہ ان جزئیات کو اس سے قبل تفصیل سے عرض کر چکا ہوں اسی وجہ سے اس نیازمند نے اپنے ایک سربراہ کار (عامل) کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی نگرانی میں دست راست کے تمام دمدمے تیار کرائے چنانچہ اس نے بڑی مستعدی اور کوشش سے یہ کام سرانجام دیا اور ۲۱ ماہ حال تک تین دمدمے تیار ہو جائیں گے اور ۲۵ تاریخ تک وہ تمام دمدمے بھی مکمل ہو جائیں گے جو خان سعد اللہ خاں اور قاسم ناظم توپخانہ کے مورچوں کے وسط میں دائیں جانب تیار ہونا ہیں۔ اسی کے ساتھ ہی یہ تاکید کر دی گئی ہے کہ دمدموں کے تیار ہو جانے کے بعد توپوں کو اوپر لے جا کر مقررہ دیوار پر پروگرام کے مطابق گولہ باری کی جائے۔

قبلہ و کعبہ! خان سعد اللہ خاں کے مورچے پر کافی کام ہو چکا ہے، فوج کو فصیل کے پشتے[1] تک آگے بڑھا دیا گیا ہے، اب یہاں سے فوج اس طرف بڑھائی جائے گی جس طرف خندق نہیں ہے، وہاں نقب لگانے (سرنگ بنانے) کا ارادہ ہے اس کے علاوہ اور جو کوشش ممکن ہے وہ کی جائے گی، اس پیشقدمی کے سلسلے میں خان سعد اللہ خاں کی بہت سی فوج کام آگئی ہے؛ بہت سے سپاہی زخمی ہو گئے ہیں۔ قاسم خاں نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھانے، خندق سے پانی نکالنے اور سرنگ لگانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ میری فوج نے بھی جو کنگرے[2] اس سے پہلے تیار کئے تھے اور جن کی تفصیل میں آپ کے حضور میں پیش کر چکا ہوں، ان کو مزید مضبوط کر لیا ہے، اس کے علاوہ چند روز میں قلعہ والوں کی طرف سے حملے میں تیزی آگئی ہے وہ اول رات سے آخر رات تک بہت ہی قریب سے قلعہ کی دیوار کے دریچوں سے تین طرف

---

[1] خاکریز خندق کے بجائے صرف" خاکریز" صحیح ہے جس کے معنی ڈھلوان پشتہ کے ہیں۔ [2] مورچہ اور دمدمہ کی طرح کنگرہ بھی قدیم لڑائیوں میں تیار کیا جاتا تھا، ان کنگروں سے دشمن کی فوج کی نقل و حرکت معلوم کی جاتی تھی۔

سے فائرنگ کرتے رہتے ہیں اور ہمارے کارکنوں اور کارندوں کو مدافعت اور جوابی فائرنگ میں الجھائے رکھتے ہیں۔
جانبین سے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں۔ ان یورشوں اور تازہ حملوں کے باوجود اتنے وسیع کنگرے مزید تعمیر کر لئے گئے ہیں کہ ان میں تین ہزار سپاہی سما سکتے ہیں، میری فوج رات کی تاریکی میں اس بے تحاشہ فائرنگ کے باوجود ان کنگروں کو بھی مضبوط کر رہی ہے، غرضیکہ قتل و غارت کا ایک ہنگامہ گرم ہے۔ ان کنگروں سے قلعہ کی دیوار تک سوائے بڑی بڑی چٹانوں کے اور کوئی کمین گاہ نہیں ہے اس لئے سپاہ کا آگے بڑھنا محال ہے، اگر عجلت سے کام کیا جائے اور احتیاط کو بالائے طاق رکھدیا جائے تو اس امر کا احتمال ہے کہ قلعہ کی دیوار تک پہنچتے پہنچتے کافی فوج تلف ہو جائے گی اور جناب والا کی ناخوشی اور عتاب کا موجب ہو گا۔

لہٰذا خاں سعد اللہ خاں کے مشورے سے یہ بات طے پائی ہے کہ راجہ اجروپ اور راجہ مدن سنگھ اپنے پیادہ بندوقچیوں کو پہاڑ سے اتار لائیں اس جگہ اس سپاہ کی زیادہ ضرورت ہے، یہ سپاہ آتے ہی دائیں بائیں مورچے تیار کرے تاکہ قلعہ نشینوں کی جنگ ایک رخی نہ رہے بلکہ بٹ جائے اور ادھر ہمارے کارندوں اور کارگذاروں کو کچھ مہلت مل جائے، انشاء اللہ ان پیادہ بندوقچیوں کے آنے کے بعد اس طرح سے مورچال کو آگے بڑھا کر قلعہ کی دیوار تک لیجا کر، مورچہ کو اور زیادہ مضبوط بنا لونگا اور پھر اس صورت میں کہ خان سعد اللہ خاں کے مورچہ سے جہاں آجکل بڑی توپیں موجود ہیں اگر حسب دلخواہ کوئی پیشقدمی نہ ہو سکی تو پھر تمام توپوں کو اپنے مورچہ میں لا کر گولہ باری کی جائے گی اور اس طرف سے قلعہ کی دیوار مسمار کر کے حملہ کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم نمک خواروں کو مزید جانفشانی کی توفیق عطا فرمائے تاکہ حضور والا کی دیرینہ آرزو کو بوجہ احسن پورا کر سکیں۔

(۳۰)

یہ مخلص نیاز مند خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ سیاولوں کے ذریعہ ارسال کیا ہوا حضور والا کا فرمان ۱۲ رجب المرجب بروز جمعہ اور دوسرا شب دوشنبہ کو موصول ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا۔ فرمان والا میں مرقوم ہے کہ "دو طرف سے حملہ کیا جائے۔"
پیر دستگیر سلامت! چونکہ بڑی توپیں اتنی تعداد میں نہیں ہیں کہ قلعہ کی ہر سمت کی دیوار پر یکبارگی گولہ باری کر کے ان کو گرا دیا جائے، اس لئے جب تک راستہ نہیں ملجائے حملہ مناسب نہیں ہو گا، اس لئے خان سعد اللہ خاں کے مشورے سے یہ بات قرار پائی ہے کہ ان کے مورچے سے مقررہ جگہ پر حملہ کیا جائے

اس حملے کے بعد بھی اگر ان دیواروں میں شگاف نہیں پڑے تو پھر قلعہ فتح کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ تمام توپوں کو میرے مورچے پر پہنچا دیا جائے اور قلعہ کی دیوار کو منہدم کر کے حملہ کردیا جائے (میں حملہ کردوں) چنانچہ اس قرارداد کے بموجب خان سعداللہ خاں کے مورچے پر دمدمے تیار کئے جارہے ہیں، جس وقت اس کام سے فراغت ہوگئی، توپوں کو اوپر ہی اوپر لیجا کر خان سعداللہ خاں جس وقت مناسب سمجھیں گے دشمن پر فائر کھول دینگے اور دیوار کو ڈھیر کردینگے، اس کے بعد میں اپنی فوج لیکر بڑھونگا اور خان سعداللہ خاں کی سپاہ کو جو وہاں موجود ہوگی ساتھ لیکر حملہ کردوں گا۔ دوسری تین سمتوں سے نقارہ اور قرنا یکبارگی بجانا شروع کردینگے تاکہ دشمن بدحواس ہوکر منتشر اور پراگندہ ہوجائے۔

اگر جناب الا بہ چاہتے ہیں کہ پہاڑ کی طرف کی دیوار گرائی جائے یا اس میں شگاف ڈالے بغیر ہی حملہ کردیا جائے تو اس صورت میں صراحت کے ساتھ حضور والا حکم صادر فرمائیں تاکہ جس وقت خان سعداللہ خاں اپنے مورچے کے سامنے کی دیوار گرا کر حملے کے لئے بڑھیں تو اس وقت آپکا یہ جاں نثار، شاہنواز خاں، راجہ بہار سنگھ کی سرکردگی میں جسقدر فوجیں ہیں ان کو اور اس تمام فوج کو جو قلعہ کے اس طرف موجود ہے یکجا کرکے، دشمن کے نکلنے کے راستے پر ہی مقیم نہ رہے بلکہ ہر طرف پھیل جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"راجہ جے سنگھ کو شجاعت خاں کی جگہ بڑی فوج کے ساتھ بھیجنا مناسب نہیں ہے"۔

قبلہ وکعبۂ اس سے قبل یہ بات طے ہوچکی تھی کہ شجاعت خاں و رقباد خاں پانچہزار سواروں کی نفری کے ساتھ نخود و ہمند کے محلات سے آگے بڑھ کر ٹھہر جائیں۔ چونکہ اس زمانے میں یہ خبر آئی کہ غنیم کا ایک زبردست لشکر دریائے ہلمند کے قریب پہنچ گیا ہے، ان لوگوں میں ان کے مقابل آنے کی جرأت نہیں تھی لہٰذا خان سعداللہ خاں کے مشورے سے یہ بات قرار پائی کہ لشکر شاہی سے پانچ کوس پیچھے رہ کر یہ سردار صرف اپنے قراولوں کو نخود و ہمند کے محلات تک بھیج دیں، ہم نے مزید احتیاط کے طور پر خواجہ عنایت اور شاہ محمد کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اس کام پر مامور کردیا کہ یہ لوگ دریا کے اس طرف جہاں دشمن پہلی مرتبہ قلعہ سے نکل آیا ہے اور قلعہ قندہار کے مضافات میں انھوں نے لوٹ مار مچا رکھی تھی، کافی دیکھ بھال کرتے رہیں اور بہت حفاظت سے کام لیں۔

ہماری طاقتور فوج کے کچھ لوگ (جو آگے بڑھ گئے تھے) شجاعت خاں کے حکم سے واپس ہوئے اور یہ دستہ قراولوں سے بھی آگے بڑھ گیا اور انھوں نے اپنے جانور وہاں چرانے کے لئے چھوڑ دیئے۔ جب مجھے یہ خبر ملی تو مجبور ہوکر میں نے یادحسین اور ابدال بیگ کو یہاں سے وہاں بھیجا کہ یہ لوگ وہاں جاکر جس طرح بھی ممکن ہو ان لوگوں کو آگے سے ہٹا کر قراولوں کے دستے کے پیچھے لے آئیں۔ راجہ جے سنگھ اس وقت ہراول فوج کیساتھ خضری دروازے کی طرف خالی جگہ دیکھ کر خاص فوج کو آگے بڑھا لے گئے حالانکہ اس وقت سوائے محاصرے

کے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، اب دوسرے امراء بھی جا بجا مورچوں میں بٹے ہوئے ہیں، ایسی صورت میں بھی اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو ہراول فوج کے سوا باقی تمام دستوں کو دوسرے مورچوں سے ہٹا لیا جائے (اگرچہ آج کل ان کو مزید کمک کی ضرورت ہے) اور راجہ جے سنگھ کی کمان میں دے دیا جائے اور شجاعت خاں کی جگہ ان تازہ دم دستوں کے ساتھ راجہ جے سنگھ کو بھیج دیا جائے اور خضری دروازے کے مقابل کا مورچہ خالی رکھا جائے[1] اور آپ کی یہی منشا ہے تو اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ حکم صادر فرمایا جائے تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

قبلہ حاجات! اگرچہ بعض پیش آنے والے واقعات کی تفصیل خان سعد اللہ خاں کے مکتوب سے اور وقائع نگار کے روزنامچے سے آپ تک ضرور پہنچ گئی ہوگی لیکن چونکہ آپ اس سلسلہ میں بار بار ارشاد فرما رہے ہیں اس لئے چند سطریں اس سلسلہ میں پیش کر رہا ہوں۔

ہوا یوں کہ ۲۳ ماہ حال کو صبح سویرے قلعہ سے ایک مسلح جماعت برآمد ہوئی اور اس نے خان سعد اللہ خاں کے مورچہ پر حملہ کر دیا، ان کے سپاہی چوکنے ہو گئے تھے اور انھوں نے فوراً مدافعت شروع کر دی، دست بدست تلوار چلنے لگی اور تیروں کی بارش ہونے لگی۔ ہر فریق اپنی فتح کی کوشش کر رہا تھا چونکہ یہ جنگ تین چار گھڑی تک جاری رہی، پہاڑ کے اوپر سے اور وسطی علاقے سے برابر فائرنگ جاری تھی، اس لئے خان سعد اللہ خاں کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ اور ان کا کمپنی کمانڈر (جماعت دار) مصطفےٰ افغان بھی کام آ گیا، مد مقابل دشمن کے بھی بہت سے سپاہی مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔

دیگر یہ کہ جب راجہ راج روپ چہل زینے کے برجوں کو فتح نہ کر سکا (جس کا اس نے عہد کیا تھا) تو خان سعد اللہ خاں کے ساتھ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر میں قیتول اور علی تالی کی طرف مورچے لگا لوں تو کچھ کر دکھاؤں گا اور پچھلی ناکامی کا داغ دھل جائے گا، اس لئے کہ مجھے فتح حاصل کئے بغیر چین نہیں آئیگا چونکہ اس کے پاس پہاڑی پیادے اور بندوقچی بھی کثرت سے تھے خان سعد اللہ خاں کے مشورے سے یہ طے پایا کہ راجہ دیبی سنگھ اور شادماں کھکر، دو سو بندیلہ پیادوں کے ساتھ راجہ راج روپ کی بجائے چہل زینہ کا مورچہ سنبھال لیں اور خود راجہ راج روپ اور مظفر حسین اور بعض دوسرے کم مرتبہ منصب دار بھی (جو کابل

---

[1] فرمان کی اصل عبارت یہ ہے "راجہ جے سنگھ را با جمعیتے خوب جائے کہ شجاعت خاں است فرستادن مناسب نیست دنمی باید" اور یہاں سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود اورنگ زیب راجہ جے سنگھ کو شجاعت خاں کے مورچہ پر بھیجنا پسند نہیں کرتے وہ خضری دروازے کے مورچے کے خالی رہنے کے خطروں سے آگاہ ہیں، اس لئے "نیست دنمی باید" کی جگہ "مناسب است دمی باید" ہونا چاہئے۔ تب ہی عبارت کا مفہوم درست ہوگا۔ (شمس)

ہیں متعین تھے) چہل زینہ کے مورچے پر پہنچ جائیں۔ سب سے پہلے راجہ راجروپ کنگرہ تیار کرائیں۔

آج سے ایک ہفتہ قبل راجہ راجروپ خان سعداللہ خاں کے پاس پہنچے اور ان کو بتایا کہ میرے سپاہیوں نے ایک ایسی جگہ تلاش کرلی ہے جہاں سے ہم بہت جلد قلعہ قینتول کو فتح کریں گے۔ سعداللہ خاں نے اپنا اطمینان کرکے راجہ راجروپ کی تجویز مجھ سے بیان کی اگرچہ قلعہ والوں کی ہوشیاری اور چوکسی کے پیش نظر یہ بات بہت ہی بعید از قیاس تھی (نئے راستے سے ارک قینتول کا فتح ہوجانا ممکن نہیں تھا) اس لئے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور میں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا لیکن راجہ راجروپ کو اس پر اصرار تھا اور وہ بہت زور دے رہے تھے لہٰذا یہ خیال کرتے ہوئے کہ وقت نکل جانے کے بعد اگر اس منصوبے کو آپ کے حضور میں پیش کیا گیا تو اس کے منظور نہ کرنے کے سلسلہ میں کہیں میں شاہی عتاب کی زد میں نہ آجاؤں لہٰذا رفع حجت کے طور پر یہ طے کیا گیا کہ راجہ راجروپ گھات میں رہیں اور جب بھی ان کو موقع ملے تو وہ اپنے تجربے اور عقل سے کام لیکر حملہ کردیں لیکن جہاں تک ممکن ہوسکے اس منصوبے کو راز میں رکھا جائے۔ اس مہم کو سرانجام دینے کے لئے جو کچھ بھی راجہ راجروپ کی ضروریات تھیں خان سعداللہ خاں نے ان کو پورا کردیا۔

آخر کار یکشنبہ کی رات کو خان سعداللہ خاں نے راجہ راجروپ کی خواہش پر باقی خاں، راجہ مدن سنگھ اور جتر بھوج وغیرہ سرداروں کو جن کے اس طرف مورچے تھے۔ حکم دیا کہ وہ راجہ راجروپ کی مدد کریں۔ خود خان سعداللہ خاں نے اپنے ایکہزار منتخب سوار بھی اس کو دیئے۔ راجہ مذکور نے خود اپنی رائے اور پسند سے ہر ایک کی جگہ مقرر کردی اس انتظام کے بعد یکشنبہ کی رات کو اول وقت راجہ مذکور نے اپنی ایک جمعیت (دستہ) کو مقررہ راستے پر بھیجا اور خود پہاڑ کی کھوہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ خان سعداللہ خاں کو خبر کردی گئی، باقی خاں راجہ مدن سنگھ اور جتر بھوج چوہان وغیرہ اپنی اپنی سپاہ اور سعداللہ خاں کے دستوں کو لے کر قرارداد کے مطابق علی قابی کی طرف روانہ ہوگئے کچھ دیر بعد یہ لوگ راجہ مذکور کے پاس جا پہنچے، میں نے بھی تین ہزار منتخب سپاہی ان لوگوں کے ہمراہ کردیئے تھے۔ جب یہ تمام سپاہ جمع ہوگئی تو راجہ راجروپ اور مظفر حسین کچھ باتوں میں مشغول ہوگئے، چونکہ رات کا وقت تھا، ہر طرف سناٹا تھا، امدادی فوج بہت جمع ہوگئی تھی اس لئے اور لوگ بھی باتیں کرنے لگے، آوازیں اونچی ہوگئیں اتنے میں چاند نکل آیا۔ ایک پہر رات رہ گئی تھی، راجہ مذکور نے جو لوگ مقررہ جگہ پر بھیجے تھے ان کا کہیں پتہ نہیں تھا ابھی چار گھڑی رات باقی تھی کہ یہ خبر ملی کہ راجہ کی فرستادہ جمعیت محصورین کو بیدار پاکر لوٹ آئی۔ راجہ راجروپ نے شاہی امیروں کو اس سے آگاہ کردیا اور کہا کہ لوٹ جائیں (اس صورت میں حملہ کا قصد نہیں ہے) اور وہ خود اپنی جمعیت کے واپس آنے تک وہاں ٹھہر گئے (تاکہ ان کو ساتھ لیکر یہاں سے واپس ہوں) فوج کا ایک اور دستہ بھی کچھ ضروری کاموں کے لئے

وہاں رک گیا۔

اتفاقاً اسی اثنا میں راجہ راجروپ کے کسی آدمی نے نادانی اور غلط فہمی سے راجہ تک بات پہنچا دی کہ "ہماری جمعیت پہاڑ پر پہنچکر قلعہ میں داخل ہوگئی"، راجہ راجروپ نے بے سوچے سمجھے اس بات پر یقین کرلیا اور جھٹ فتح کا نقارہ بجوا دیا، خان سعد اللہ خاں کے پاس بھی فتح کی خوشخبری بھیج دی۔ راجہ راجروپ کا وہ دستہ جو قلعہ والوں کو بیدار پاکر لوٹ رہا تھا قرنا اور نقارے کی آواز سنکر تیز قدموں سے راجہ کے پاس پلٹ کر آیا اور بتایا کہ فتح کی خبر بالکل بے بنیاد ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی سورج نکل آیا اور دشمن ہماری چال سے آگاہ ہوگیا، اب تو صورت حال ہی بدل گئی، محصورین نے یکایک حملہ کر کے اس جماعت کو جو پہاڑ پر پہنچ چکی تھی تیروں کی زد پر رکھ لیا، کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے، چونکہ اس وقت ایسی نازک صورت حال تھی کہ راجہ راجروپ سے باز پرس کرنا مناسب نہیں تھا لہٰذا زبانی طور پر سرزنش کردی گئی۔ اب چونکہ اس طرف سے بالکل ناامیدی ہوگئی تھی لہٰذا میں اس کو اپنے مورچے پر لے آیا کہ شاید یہاں رہ کر وہ تلافی مافات کر سکے اور اپنی غیرت کے دامن سے ناکامی کا داغ دھوکر عتاب شاہی سے محفوظ رہ سکے۔

خدا کرے کہ جہاں بانی کا خورشید ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

(۱۳۷)

یہ مخلص مرید آداب ارادت و عقیدت بجالاکے خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کا وہ فرمان جو میری عرضداشت کے جواب میں دوشنبہ ۱۱ ماہ تیر کو دن ڈھلے تحریر فرمایا گیا تھا ۱۶ ماہ تیر کو (مطابق ۲۹ رجب) بروز شنبہ صبح سویرے موصول ہوکر میرے افتخار و اعزاز کا موجب ہوا۔

جناب عالی کا حکم ہوا ہے کہ "جن دو اطراف سے ممکن ہو حملہ کیا جائے، ایک طرف سے حملہ کرنا قطعی مناسب نہیں ہے، دو سورتی توپیں جہاں اس وقت ہیں ان کو اسی جگہ رہنے دو، ان کے علاوہ چھ بڑی توپیں جو خان سعد اللہ خاں کے مورچے میں لائی جائیں جیسے ہی حملہ کر کے آگے بڑھنے کے لئے راستہ مل جائے فوراً یورش کردی جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ قلعہ پامال ہوجائے گا اور بالائے کوہ جو مقامات ہیں وہ فتح ہوجائیں گے"۔

قبلہ و کعبہ! جو کچھ آپ نے خیال فرمایا ہے بالکل درست ہے اور اسکی تعمیل ہمارے لئے ضروری ہے اس نیازمند نے اپنی ناقص رائے سے حضور والا میں خیال ظاہر کیا تھا کہ فی الحال ایک ہی جانب سے حملہ کرنا

چاہیئے اس لئے گولا پھینکنے والی توپیں اتنی موجود نہیں ہیں کہ دو طرفہ ان سے گولہ باری کی جاسکے اور وہ یکبارگی دونوں طرف کی دیواروں کو گرا سکیں اور ظاہر ہے کہ جب تک دیواروں میں شگاف پیدا نہیں ہوتا اور سپاہ کے داخل ہونے کا ان میں راستہ نہیں بنتا یلغار کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میں نے حضور والا میں مذکورہ بالا خیال پیش کر دیا تھا، اب جب کہ صاف اور واضح حکم ہو چکا ہے اس لئے اب اس کی بجا آوری کیلئے سعی کی جائے گی، ہر چند کہ یہ معلوم ہے کہ دو سورتی توپوں سے (وہ بھی یک ہی ان میں سے ٹھیک کام کر رہی ہے) کتنا وسیع شگاف پڑ سکتا ہے لیکن عالم پناہ کا حکم ہے اس لئے اس میں کسی بات کی قید یا شرط نہیں لگائی جا سکتی اور خان سعد اللہ خاں کے مشورے سے جو دن بھی مقرر کیا جائے گا اس دن ان توپوں سے ان کے مقابل کی دیواروں سے شگاف ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا ہے دو گھڑی رات باقی رہے اپنے امراء کو ان شاہی منصبداروں کے ساتھ جو یہاں موجود ہیں مقرر کر دونگا کہ وہ حملہ کر دیں تائید الٰہی سے وہ پہاڑی قلعہ کے فتح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ خداوند تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آپ کے مقصد کو پورا فرمائے اور ہم نیاز مندوں کو آپ کے حضور میں سرخروئی کا موقع عطا فرمائے۔ آپ کے ذیشان فرمان میں مرقوم تھا کہ

"اس قلعہ کے علاوہ دو قلعے اور بھی فتح کرنا ہیں اس لئے قلعۂ قندھار کے فتح کرنے میں جتنی کوشش ہو سکتی ہے کی جائے"

پیرو مرشد حقیقی! یہ نیاز مند اپنی بساط اور اپنے اختیار کے مطابق لشکر کو تاکید کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ ایک عرصہ سے خندق سے پانی نکالنے اور سرنگ کھودنے کا کام سامان کی کمی کی وجہ سے بند پڑا ہے (اس میں ور اضافہ نہیں ہو سکا) چونکہ میں کام کی نوعیت سمجھ گیا تھا کہ اس صورت میں قلعہ کی تسخیر ناممکن ہے، اس لئے اب سے قبل چند بار خدمت والا میں عرض کر چکا ہوں کہ قلعہ کی فتح صرف یکبارگی حملہ کی صورت میں ممکن ہے، اب بھی جب تک موقع ہے اگر اس طرف کی دیواریں جلد ہی منہدم ہو جائیں تو اچھا ہے۔ اب تک اس سلسلہ میں جتنا کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے اس کی تفصیل حضور کی نظر میں ہے اور ان عرضداشتوں سے جو وزیر اعظم نے اس عرصے میں خدمت والا میں ارسال کی ہیں مزید تفصیل ملاحظہ سے گذر جائے گی۔ اللہ تعالیٰ عظمت کے خیموں کو ہمیشہ برپا رکھے۔

(۸/۳۲)

عقیدت کیش (اورنگ زیب) مراسم ارادت بجا لانے کے بعد خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ جناب والا کا فرمان جو شعبان کی یکم تاریخ بروز دوشنبہ تحریر کیا گیا تھا، ۶ شعبان کو شنبہ کے دن، شاہی یساولوں

کے ذریعہ دن ڈھلے موصول ہو کر میرے لئے سرمایہ عزت و افتخار رہوا۔ فرمان والا میں مرقوم ہوا ہے کہ

> وہ ہر معاملہ میں جو کچھ خاطر اقدس میں آتا ہے، تم کو لکھا جاتا ہے" قضیۂ زمین بر روئے زمین، مشہور ضرب المثل ہے" اسی کے مصداق جو کچھ تم اور سعد اللہ خاں مناسب سمجھو اس پر عمل کرو، دو ماہ ہو گئے کہ شاہی لشکر قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے اور قلعہ کی دیواروں کو مسمار کرنے کے لئے پہاڑ کے اوپر دہ تین توپیں بھی موجود ہیں جو اورنگزیب کے مورچہ میں موجود تھیں اب بھی دیواریں مسمار نہیں کی جا سکیں۔"

قبلۂ اہل عالم! سلامت! یہ نیاز مند آپ کی خدمت کو سعادت دارین کا سرمایہ سمجھتا ہے، اور اپنی زندگی کا اس لئے خواہاں ہے کہ اسے آپ کی خدمت میں صرف کر دے، اس دو ماہ کی مدت میں جب سے میں شاہی افسروں اور امیروں کے ساتھ اس محاصرہ کی مہم میں شریک ہوا ہوں مجھ سے جو کچھ بن پڑا اس میں کبھی کوتاہی نہیں برتی اور جو بات میں نے مناسب سمجھی وہ خان سعد اللہ خاں کے گوش گذار کر دی۔ اللہ تعالیٰ تمام خادموں کو خدمت گذاری اور جاں نثاری کی توفیق عطا فرمائے تاکہ جناب والا کی دلی آرزو پوری ہو سکے (قندہار جلد فتح ہو جائے۔)

اس سے قبل وزیر اعظم کے مشورے سے یہ بات طے پائی تھی کہ سب سے پہلے ماشوری دروازے کی سمت جہاں وزیر مذکور کا مورچہ ہے دمدمے بنائے جائیں اور توپ دیر لے جائی جائے اور مقابل کی دیوار منہدم کر کے حملہ کر دیا جائے۔ یہ نیاز مند اس قرار داد کے بموجب دمدموں کی تیاری اور تکمیل میں سر توڑ کوشش کرتا رہا فوج کو بھی اس سلسلے میں سخت تاکید کی گئی اور حقیقت حال آپ کے حضور میں برابر عرض کرتا رہا جب دمدمے تیار ہو گئے تو خان سعد اللہ خاں (وزیر اعظم) فتح لشکر نامی توپ کو دوسری بڑی توپوں کے ساتھ ان دمدموں پر لے گئے اور دو روز تک مسلسل تین توپیں فائر کرتی رہیں لیکن دیوار پر اس گولہ باری کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا اور دیوار میں ایک شگاف تک نہیں پڑا، یہ حال دیکھکر میری غیرت نے مجھے جھنجھوڑا اور میں نے یہ تہیہ کر لیا کہ فضل الٰہی پر توکل کر کے ایک دفعہ پہاڑ کی طرف سے حملہ کرے۔

ہر چند کہ حضور والا پوری توجہ کے ساتھ قندھار کے قلعہ کی تسخیر کے خواہاں ہیں اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے اس عظیم لشکر کے ساتھ قلعہ کا فتح نہ ہونا آئین جوانمردی سے بھی بعید ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خان سعد اللہ خاں کے مشورے سے سابقہ کام کرتی ہوئی ایک توپ کے علاوہ دو اور توپیں جو ماشوری دروازے کے مقابل کے مورچے میں نصب تھیں اس طرف لائی گئیں فتح لشکر اور سورتی نامی دو توپیں جو علی قاپی دروازے کے مورچے پر پہنچا دی گئی ہیں

یہ انتظام کرنے کے بعد اب میں حملہ کرنے کے لئے تیار رہوں۔

چونکہ فنِ حرب میں اعلحضرت دنیا میں سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں اور اسی تجربے کی بنا پر آپ نے یہ حکم صادر فرما دیا تھا کہ جب تک دیواروں میں رخنہ اور شگاف نہ پڑے حملہ نہ کیا جائے، اس لئے میں نے اب تک حملہ نہیں کیا ہے۔ ان توپوں کی کارکردگی کی حقیقت تو خان سعداللہ خاں کی عرضداشت سے حضور پر ظاہر ہو چکی ہے، یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ان توپوں سے کوئی زبردست شگاف دیواروں میں نہیں پڑ سکتا، علاوہ ازیں تمام امرائے سلطنت کا بھی یہی خیال ہے کہ جب تک اس حملے کے سلسلہ میں کوئی صریح حکم صادر نہ ہو اس وقت تک منصوبے کے مطابق حملہ مناسب نہیں ہے چنانچہ ابھی تک حملہ نہیں کیا گیا اور جو کچھ صورت حال ہے وہ خان سعداللہ خاں کے معروضہ سے آپ کے گوش گذار ہو جائے گی، میں بھی اب مجبوراً یہ تمام تفصیل پیش کر کے حکم والا کا منتظر ہوں، اب جو کچھ حضور کی رائے مبارک ہو بے توقف ویسا حکم صادر فرما دیں تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

وہ تمام امور جو خان سعداللہ خاں کے نام جاری ہونے والے فرمان میں مذکور و مندرج تھے، ان کے جوابات خان مذکور کی عرضداشت کے ذریعہ حضور تک پہنچ گئے ہوں گے۔

خلافت و سلطنت کا آفتاب اہل عالم کے سر پر ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے۔

وہ خطوط
جو دکن کی گورنری کے زمانے میں لکھے گئے

قندہار سے واپسی اور برہان پور تک سفر کا روزنامچہ

(۱)

یہ نیاز مند خدمت والا میں سخن پرداز ہے کہ آپ کا فرمان والا جو ۵ شعبان کو تحریر کیا گیا تھا، ابوطالب ور احمد لیباول کے ذریعہ ۱۰ شعبان کو صادر ہو کر میرے عزّ و افتخار کا موجب ہوا۔

سابقہ فرمان کے موصول ہونے کی کیفیت، واپسی کا بندوبست[1]، اور کچھ دیر ٹھہرنے کی معذرت پر مشتمل تمام تفصیلات خان سعد اللہ خاں کے معروضے سے آپ کے گوش گذار ہو گئی ہوں گی۔ میرے تو خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس طرح (ناکامی کے ساتھ) اس مہم سے واپسی ہوگی اور واقعی آپ کی تربیت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اس ناکامی کو گوارا نہ کیا جائے، میں تو چاہتا تھا کہ زندگی مستعار کی ایک رمق بھی جب تک باقی ہے اس وقت تک اس مہم کی جدوجہد میں مصروف رہا جائے اور اس طرح آپ کے حضور میں کچھ آبرو پیدا کی جائے لیکن حکم والا چونکہ اسی طرح صادر ہوا تھا (واپسی کا حکم مل گیا تھا) لہٰذا مجبوراً اپنے خیال سے باز رہنا پڑا۔ فرمان والا کے بموجب سعد اللہ خاں کے مشورے سے جو تاریخ مقرر ہوئی تھی (جیسا کہ سابق میں عرض کیا جا چکا ہے) اسی تاریخ کو واپسی کا ارادہ کیا گیا، امید ہے کہ اقبال شاہی کی مدد سے ان حدود میں پہنچتے ہی مردود دشمن سر پر خاک اڑاتا فرار ہو جائے گا[2]۔

پیر دستگیر سلامت! اس سے قبل میں نے عرض کیا تھا کہ حکم اقدس کے بموجب مبارک خاں کاکر خاں اور وفادار خاں کو اپنے امراء اور منصب داروں کی ایک جماعت کے ساتھ اسی راستے سے جس راستے سے

---

[1] قندہار کی مہم سے ناکام واپسی۔ [2] شاہجہانی لشکر کی شکست کے بعد قندہاریوں نے واپسی کے راستے روک لئے تھے اسی طرف اشارہ ہے لیکن کسی مقام کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ محمد صالح کنبوہ نے شاہ جہاں نامہ جلد سوم میں قندہار سے واپسی کے سلسلہ میں کسی مہم کا ذکر نہیں کیا ہے صرف اس مہم کی ناکامی اور اسباب بیان کئے ہیں، ملاحظہ کیجئے عمل صالح جلد سوم ص ۱۴۶ (شمس)

ہم لوگ قندھار آئے تھے، ملتان واپس کر دیا جائے لیکن مبارک خاں وغیرہ نے یہ بتایا کہ آجکل افغانوں کی شورش کے باعث یہ راستہ محفوظ نہیں ہے لہٰذا ان لوگوں کی روانگی ملتوی کر دی گئی۔

خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے صوبۂ ملتان کی طرف سے میں چونکہ بالکل مطمئن تھا (وہاں کسی بدامنی کا اندیشہ نہیں تھا) لہٰذا میں نے تو شنج اور دوکی کے تھانے داروں کو حکم دے دیا کہ وہ ملتان پہنچ جائیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ نیاز مند بھی عنقریب ہی وہاں پہنچ جائیگا، اس کے بعد جو بھی حکم ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا —— اللہ تعالیٰ خلافت و سلطنت کے سایہ کو ہمیشہ ہمارے سروں پر رکھے۔

(۴۳)

نیاز مند مرید اورنگ زیب عقیدت و ارادت کے آداب بجالا کر خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کے دو والا شان فرمان صادر ہوئے ان میں سے ایک فرمان ۸ رشعبان کو اور دوسرا ۱۰ ماہ مذکور کو تحریر کیا گیا تھا، شاہی یساولوں کے ذریعہ مجھے علی الترتیب شنبہ اور یکشنبہ کو موصول ہو کر میرے لئے عزت و افتخار کا موجب ہوئے۔

قندھار سے شاہی فوج کی واپسی کے سلسلے میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں امید کہ میرا معروضہ اب تک حضور والا میں پہنچ گیا ہوگا۔ یہ نیاز مند بلخ کی مہم کے سلسلہ میں تو ان کے تمام لشکر کو کیا سپاہی، کیا امراء (جو اس دفعہ شاہی لشکر کے مقابل تھے) کئی بار آزما چکا ہوں مجھے پختہ یقین تھا کہ ان دس بارہ ہزار بزدل اور کمزور ازبکیوں کے لشکر سے کیا ہوگا، ان کا قلع قمع کرنے کے لئے تو اعلیٰ حضرت کی نصف فوج ہی کافی ہوسکتی تھی، اسی لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ قلعہ کا محاصرہ اٹھایا جائے اور شاہی فوجیں حصول مقصد کے بغیر واپس ہو جائیں[1]۔ محاصرہ ختم کرنے کی خبر چاروں طرف پھیل گئی، قراول واپس ہونے لگے اور محاصرہ میں کوتاہی برتی جانے لگی، ان اسباب کے باعث آپ کے دوسرے حکم کی تعمیل سے قاصر رہا جس میں مجھے مزید ایکماہ ٹھہرنے کا حکم دیا گیا تھا، لہٰذا ارکین سلطنت کے مشورے سے فوراً واپسی شروع کر دی گئی۔

پیر دستگیر سلامت! اعلیحضرت نے خان سعد اللہ خاں کے نام جو فرمان ارسال کیا ہے اور جس میں تیزی کے ساتھ واپسی کا حکم تھا، میرے مطالعہ سے گذرا، میں چاہتا تھا کہ پندرہ ہزار شہسواروں کو ساتھ لیکر بغیر کسی توقف کے سعد اللہ خاں کے ہمراہ بہت برق رفتاری کے ساتھ بدبخت دشمن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو جاؤں لیکن اتنے بڑے توپ خانے اور عظیم لشکر کا ایسے خطرناک راستے سے سلامتی کے ساتھ واپس ہونا میری موجودگی کے بغیر ناممکن تھا لہٰذا سعد اللہ خاں کے مشورے سے یہ بات قرار پائی کہ میں ان قلعوں تک

[1] کاش حقیقت ایسی ہی ہوتی۔ (مترجم)

خیمہ خرگاہ اور توپ خانے کو اپنے نگرانی میں لیکر واپس آؤں، وہاں سے میں خان سعد اللہ خاں کے ساتھ مذکورہ فوج کو ہمراہ لیکر تیزی کے ساتھ آگے بڑھوں اور باقی لشکر ایک سردار کی نگرانی میں چھاؤنی میں رہے اور حسب موقع احتیاط کے ساتھ کوچ کرے۔

اس نیاز مند نے ایک فرمان شمشیر خاں کے نام جاری کیا تھا اور اس کو حکم دیا تھا کہ وہ اتمان کے سپاہیوں کے پڑاؤ اور چھاؤنی کو اچھی طرح معلوم کر کے مجھکو مطلع کرے نیز کچھ ایسے افغانوں کو جو اس سرزمین سے اچھی طرح واقف ہوں جاسوسی کے لئے مقرر کرے تاکہ وہ کوئی واضح اور صحیح خبر لیکر آئیں۔ انشاء اللہ قراباغ کے اطراف میں پہنچنے کے بعد بارش سے قبل ہی اگر کوئی صحیح خبر نابکار دشمن کے بارے میں مل گئی یا ان کا صحیح ٹھکانہ معلوم ہوگیا تو ان کو تہس نہس کرنے کے لئے قدم اٹھایا جائے گا، آپ کے اقبال اور اللہ تعالیٰ کی تائید سے جلد ہی ان کا قلع قمع کر دیا جائے گا، اور اگر دشمن کو ہمارے لشکر کی نقل و حرکت اور ارادے کی خبر مل گئی اور مقابلے کے بجائے اس نے فرار کو ترجیح دی تو یہ نیاز مند بہ عجلت تمام آستاں بوسی کیلئے روانہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ خلافت و جہانبانی کے آفتاب کو ہمیشہ درخشاں و تاباں رکھے۔

(۳۵)

یہ کمترین بندہ (اورنگ زیب) بارگاہ جاہ و جلال میں عرض پرداز ہے کہ امیر بیگ یساول کے ذریعہ ارسال کردہ فرمان ۲۰ شعبان کو موصول ہو کر میرے افتخار کا موجب ہوا، اعلیحضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ

"بہت تعجب کی بات ہے کہ اس قدر اہتمام کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا۔"

پیر دستگیر سلامت! قلعہ قندہار کی تسخیر کی مہم کی حقیقت خان سعد اللہ خاں کے آخری معروضہ سے جو قندہار سے ارسال کیا گیا تھا، حضور والا کو معلوم ہو گئی ہوگی[1]، مزید دوسری باتیں آپ کے حضور میں پہنچنے کے بعد تفصیل کے ساتھ پیش کروں گا، اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ یہ نیاز مند ہر وقت اپنے خلوص کے اقتضا کے بموجب پیر و مرشد کی خدمت کی بجاآوری میں مشغول رہتا ہے اور حتی المقدور کسی معاملہ میں آج تک کوتاہی نہیں کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی تمام

---

[1] شاہزادہ دارا شکوہ سے مقابلہ، دارا کی شکست اور اس کا قتل اور شاہجہاں کا قلعہ میں محصور ہونا اور بے دست و پا ہو کر رہنا۔ ان تمام آئندہ واقعات کی بنیاد بھی قندہار کی شکست اور اورنگ زیب کی صوبہ ملتان کی گورنری سے معزولی ہے۔ (شمس)

حقیقت حال آپ کے حضور میں قرار واقعی طور پر ظاہر ہو جائے گی۔[1] آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے

کہ "ہم کسی صورت میں قندہار سے دست بردار ہونے والے نہیں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اس مہم سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں، اورنگ زیب کو جیسے ہی وہ ہمارے حضور میں پہنچے گا ہم دکن روانہ کر دینگے۔ اگر وہ شاہنواز خاں کو اپنے ساتھ لیجانا چاہیں اور شاہنواز خاں بھی تیار ہو تو اس کی رائے سے ہم کو مطلع کر دو"۔

قبلہ و کعبہ سلامت! اس اعتبار سے کہ حضور ہمیشہ بڑی بڑی مہمات کے سرانجام دینے میں مصروف رہے ہیں اور آج بھی مشغول ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ صرف قلعہ قندہار کی تسخیر ہی نہیں بلکہ تمام ایران کا فتح کرنا حضور کے لئے آسان ہے، اس لئے یہ نیاز مند چاہتا ہے کہ جب تک قندہار کی مہم درپیش ہے اس کے لئے تیاری کی جائے۔ میں یہاں موجود رہوں اور جب اس مہم کا کام پورا پورا سرانجام ہو جائے تو تائید الٰہی سے جس طرح بھی ممکن ہو قلعہ فتح کرکے آپ کی رضامندی حاصل کروں، یوں جو کچھ آپ کی رائے ہو وہ درست و بجا ہوگی، اس عقیدت کیش اور اطاعت شعار کے لئے سوائے فرمان پذیری کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس نیاز مند پر اب تک جو کچھ عنایات آپ مبذول فرماتے رہے ہیں وہ آپ کا محض لطف و کرم ہے۔

آپ کا حکم میں نے شاہنواز خان کو پہنچا دیا، انھوں نے جواب میں عرض کیا ہے کہ چونکہ وہ جلد ہی حاضر خدمت ہونے والا ہے اس لئے جو کچھ بھی اعلیٰحضرت کی مرضی ہوگی اس کی اطاعت کو وہ اپنی سعادت سمجھے گا۔

قبلۂ اہلِ جہاں سلامت! ایسے اچھے اور اعلیٰ صفات کے امیر کا اس سرزمین (دکن) میں ہونا بعض مہمات اور مصالح کے لئے بہت ضروری ہے اور حضور والا کی یہ تجویز نہایت مناسب ہے۔

---

[1] قندہار کی مہم کی ناکامی اور شکست کے اسباب محمد صالح کنبوہ یوں بیان کرتا ہے کہ "قندہار کے قلعہ کے اطراف کی خندقوں سے پانی نکالنے میں شاہی لشکر ناکام ہوا، یہ کام قاسم خاں کے سپرد تھا جو میر آتش کے منصب پر فائز تھا، سات بڑی توپوں میں سے دو توپیں توپ اندازوں کی غلط کاری کے باعث پھٹ گئیں جس کا باعث یہ تھا کہ بارود مقررہ وزن سے زیادہ بھر دی گئی تھی۔ باقی پانچ توپیں بھی صحیح نشانہ باز توپچیوں کی عدم موجودگی کے باعث صحیح کام نہ کر سکیں، لشکر کے سرداروں میں نفاق اور رقابت پھیل گئی، فوجیں قدم آگے نہیں بڑھاتی تھیں، لشکر میں غلہ بہت گراں ہو گیا تھا۔ راستے کی دشواری کے باعث مزید رسد کا پہنچنا محال تھا، جاڑے کا موسم قریب آ گیا تھا۔ قریب کی تمام بستیاں اجاڑ دی گئی تھیں۔ ان اسباب کی بنا پر محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ (عمل صالح جلد سوم صفحہ ۱۴۷)

خلافت کا آفتاب ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہے۔

(۴۷/۳۶)

عرض اقدس میں معروض ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دو فرامین جو میرے عرائض کے پہنچنے کے بعد درگاہ والا کے چیلوں کے ذریعہ ارسال کئے گئے تھے، ان میں سے ایک بروز پنجشنبہ ۲۵ رشعبان کو اور دوسرا ۲۶ رشعبان جمعہ کی شب کو صادر ہوئے اور مجھے سربلندی بخشی۔ حضور والا کا حکم صادر ہوا ہے کہ:-

"تمھاری جاگیر کی سند خان سعد اللہ خاں کو ارسال کردیگئی ہے، اس کے بارے میں تم خان موصوف سے معلوم کرسکتے ہو۔ تم اپنے اہل و عیال کو جو آجکل ملتان میں ہیں تحریر کردو کہ وہ لاہور پہنچ جائیں اور وہاں سے تمھارے ساتھ دکن روانہ ہوجائیں۔"

قبلہ و کعبہ سلامت! حضور سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ نیازمند ہمیشہ آپ کی رضامندی کو اپنا نصب العین بنائے رہا ہے اور اس عرصہ میں بارگاہ خلافت سے مجھے جس خدمت پر مامور کیا گیا اس کو اپنی سعادت سمجھا اور حکم والا کی اطاعت کو دولت جاودانی کا سرمایہ جانا، اب اپنے منصب (حالت) کے تغیر اور دکن کی جاگیر کی سند دیکھکر بہت تعجب ہوا (اس جاگیر کی حقیقت اعلیحضرت پر تو بخوبی روشن ہے) انشاء اللہ خان سعد اللہ خاں جب اعلیحضرت کے پاس پہنچینگے تو ان کے ذریعہ اس کے مزید حالات آپ کو معلوم ہونگے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ میری جاگیر اور منصب میں ۱۷ لاکھ کی یکبارگی کمی کیوں کردیگئی اور ملتان و بھکر کی سیر حاصل جاگیر کو بدل دینے کا کیا موجب ہے؟ اگر ازروئے بندہ پروری آپ کے خیال مبارک میں یہ بات آئی کہ اورنگ زیب کو کسی عمدہ صوبے کی صوبیداری سے سربلند کیا جائے تو اس صورت میں یہ ہوتا کہ آپ مجھے صوبۂ دکن کا انتظام (جہاں آجکل بہت بدنظمی پھیلی ہوئی ہے) اور صوبۂ سرحد کی نظامت مرحمت فرماکر سربلندی عطا فرماتے تاکہ مجھے اپنے ہمسروں اور دکن والوں کے سامنے خجالت اور شرمندگی نہ ہوتی اور آپ کی خدمت میں بھی تقصیر کا امکان نہ رہتا ورنہ یوں تو بکلانہ صوبہ ہی جو موروثی جاگیر کے طور پر میرے نام تھا میرے لئے کافی تھا اسکی آمدنی ہی میرے لئے بہت ہے صوبۂ دکن کی نظامت عطا فرمانے کی کیا ضرورت تھی

اس اعتبار سے کہ ہم پر پورا پورا اختیار آپ کو حاصل ہے اور اعلیحضرت کی عنایتیں و مہربانیاں ہر وقت ہمارے شامل حال ہیں جو ہماری استعداد اور قابلیت سے کہیں زیادہ ہیں، اس لئے مجھے یقین ہے کہ میرے بارے میں آپ نے جو کچھ فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ میری بھلائی اور بہتری ہی کے لئے ہوگا۔

پیر و مرشد سلامت! اعلیحضرت کو یاد ہوگا کہ میں نے اسی وقت جب مجھ سے قندہار کی پہلی مہم کے

---

[۱] اورنگزیب کو یقین تھا کہ صوبہ دکن کی نظامت اس کو قندہار کی مہم میں شکست کھانے پر بطور سزا دی گئی ہے۔

وقت مشورہ کیا گیا تھا تو عرض کر دیا تھا کہ اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ دادا بھائیؒ اور میں ان کے ہراول کے طور پر خدمات انجام دوں، لیکن چونکہ حکم الٰہی اسی طرح تھا کہ ابھی یہ کام پورا نہ ہو (قندہار فتح نہ ہو) لہٰذا اس وقت میری گذارش قبول نہیں ہوئی اب جب کہ (ہماری ناکامی کے بعد) انھوں نے بھی اس مہم کے سر کرنے کا تہیہ کرلیا ہے اور آپ نے اپنے سپوتؒ کو کابل کی صوبہ داری عنایت فرما دی ہے، بہت ہی مبارک خیال ہے، خدا کرے کہ یہ عقدۂ دشواران کے ناخن تدبیر سے کھل جائے۔ امید کہ یہ جانثار بھی جس نے ابھی ابھی اس جنگ کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور صوبۂ دکن کی نظامت پر مامور ہونے کے باعث دل میں کسی قسم کی کدورت نہیں ہے، کچھ عرصہ یہاں اور ٹھہر جائے تاکہ حملہ کے وقت دادا بھائی (داراشکوہ) کے ساتھ رہ کر پچھلی شکست کی ندامت دور کرسکوں، توفیق الٰہی سے شاید اس بار کچھ شائستہ خدمات انجام دے سکوں تاکہ خاطر اقدس کی رضامندی حاصل ہو سکے۔

چونکہ جناب والا کی خواہش ہے کہ نظامت دکن پر فائز ہونے کے سلسلے میں صوبۂ گجرات کے عوض نقد رقم مجھے مرحمت فرمائی جائے تو اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ شاہی خالصہؒ جات اور امرا کی جاگیریں جوان کی تنخواہوں کے لائق ہو سکتی ہیں، بہت زیادہ ہیں (نقد رقم ان تمام اخراجات کی کفالت نہیں کرسکے گی) یوں جو کچھ آپ مناسب خیال فرمائیں وہ درست و بجا ہوگا۔

اہل و عیال کو لاہور سے بلانے کے سلسلہ میں جو قدم میں نے اٹھایا ہے اس کی حقیقت آپ کو اس معروضہ سے معلوم ہو جائے گی جو اس نیازمند نے نواب تقدس احتجابؒ کو تحریر کیا ہے حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ تم قلعہ قندہار کی تسخیر کرسکو گے تو ہم لشکر واپس طلب نہیں فرماتے"۔

مرشد مرید نواز سلامت! اس نیازمند نے اپنے ارادے سے اس سے قبل کے معروضہ میں حضور کو آگاہ کیا تھا، لیکن آپ کا فرمان بڑی تاکید کے ساتھ صادر ہوا کہ شاہی لشکر بغیر کسی توقف کے واپس آجائے، یہ حکم صادر ہوتے ہی یہ خبر ہر طرف پھیل گئی، قراول واپس ہو چکے تھے، سپاہیوں نے محاصرہ اٹھا لیا تھا اور بہت سے سپاہی قلعہ کے دامن سے واپس لوٹ آئے تھے ایسے موقع پر آپ کے حکم ثانی کی تعمیل کہ "ایک ماہ اور توقف کیا جائے"، بہت محال تھی، اس لئے مجبوراً تمام امرا اور افسران فوج کے مشورے کے بعد فوج کو واپسی کا حکم دے دیا گیا، ہاں اگر پہلے ہی فرمان میں دوسرے فرمان کے حکم کا کوئی اشارہ موجود ہوتا۔ (واپس نہ ہونے کی طرف کوئی اشارہ ہوتا) تو تائید الٰہی اور توفیق ایزدی سے جاں نثار فوج اسی ماہ (شعبان)

لہ داراشکوہ۔ ٹہ شاہزادہ داراشکوہ، اورنگ زیب ان کو دادا بھائی جیو بھی کہتے تھے۔
تہ سرکاری زمینیں۔ سرکاری جائیداد۔ کہ جہاں آرا بیگم

میں پہاڑی قلعہ پر حملہ کردیتی اور ہماری جانفشانی دنیا پر ظاہر ہو جاتی ۔ حکم ہوا ہے کہ:۔

"رستم خاں فیروز جنگ کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ غزنیں میں چھوڑ دیا جائے اور قلیج خاں کو کچھ فوج کے ساتھ صلاح و مشورے کے لئے روانہ کردیا جائے"

قبلہ وکعبۂ نیازمند! انشاء اللہ تعالیٰ ۲۹ شعبان کو تمام لشکر غزنیں پہنچ جائے گا. اب جو کچھ آپ نے حکم دیا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، سوائے دو مقامات کے جہاں قیام کرنا لشکر کی ضروریات فراہم کرنے کے لئے ضروری ہے، خان سعداللہ خاں کے ساتھ کوچ پر کوچ کرتا ہوا مقررہ وقت پر آپ کی آستاں بوسی کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔

(۵۳)

یہ نیازمند اور عقیدت کیش خدمت والا میں معروض ہے کہ میری عرضداشت کے جواب میں حضور کا فرمان ذیشان مرقومۂ جمعہ ۱۱ امرداد، ۲۸ شعبان کو موصول ہو کر میری سرفرازی وسربلندی کا موجب ہوا حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"ہر شخص ہر کام کا اہل نہیں ہوتا اور دانشمندوں نے کہا ہے کہ آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا مناسب نہیں ہے"۔

پیر دستگیر سلامت! اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ اقدس میں تمام کمالات جمع فرمادیے ہیں اور کمال عقلی اور تجربہ کاری میں آپ تمام دنیا پر برتری اور فوقیت رکھتے ہیں، اس لئے ہر شخص کی اہلیت اور قابلیت سے آپ بخوبی واقف ہیں، اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ نے ہم نیازمندوں کے بارے میں جو کچھ رائے قائم کی ہے وہ امر واقعی ہوگا اور آپ کی اس رائے میں ہزاروں مصلحتیں پوشیدہ ہونگی ۔

جنابِ والا پر یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ ہر شخص کو عقل سے کچھ نہ کچھ حصّہ ملا ہے اور اپنی عقل کے بقدر وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتا ہے، پس اس جاں نثار نے جو آپ کے حضور کا تربیت یافتہ ہے اور آپ کی خدمت کو دونوں جہان کی نیکنامی اور بھلائی کا سرمایہ سمجھتا ہے، خدمت کی بجا آوری میں کس طرح کوتاہی روا رکھی ہوگی۔ آپ نے شاید یہ فراموش نہیں فرمایا ہوگا کہ میں جس وقت قندھار پہنچا تھا، مہم سر کرنے کے سلسلے میں جو کچھ مناسب سمجھا تھا بغیر تامل آپ کی خدمت میں عرض کردیا تھا اور آگے بڑھنے کی خواہش کی تھی، چونکہ تمام امرائے اس امر پر اصرار کیا تھا کہ اس وقت آگے بڑھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں فوج کی یکجائی ختم ہو جائے گی اور قلعہ گیری کا سامان بھی کئی جگہ بٹ جائے گا اور قلعہ کا محاصرہ بھی نہ ہوسکے گا۔ (جو سب سے اہم مسئلہ ہے) اس پر مزید یہ کہ جب یہ معاملہ آپ کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے بھی صراحت

کے ساتھ اراکین سلطنت کی رائے سے اتفاق فرماتے ہوئے یہی حکم دیا کہ اورنگ زیب جہاں ہے وہیں ٹھہرا رہے اور آگے نہ بڑھے"؛ اس بنا پر میں نے امراء کے مشورے اور آپ کے حکم پر عمل کیا اور اس بلند پایہ رائے سے گریز نہیں کیا اور مجبور ہو کر آگے بڑھنے کے خیال کو ترک کر دیا چنانچہ دستور الوزراء (سعد اللہ خاں) کے ساتھ میں بھی محاصرے کی مہم میں شریک ہو گیا۔ حتی الوسع اس مہم میں میں نے بھرپور کوشش کی اور مجھے توقع تھی کہ ماہ شعبان میں بہرصورت قلعہ فتح کر لیا جائے گا، پس جناب والا! اگر مجھ کو وہ موقع ہاتھ آتا (آگے بڑھنے کی اجازت ملتی)، تو میں جی توڑ کر کوشش کرتا اور مہم کو سر کرکے اس طعن و تشنیع سے محفوظ رہتا۔

قبلہ و کعبہ!! جب تقدیر سے بنے ہوئے کام بگڑ جائیں اور ان کاموں میں پیچ پڑ جائیں، موقع ہاتھ سے نکل جائے تو ایسی صورت میں اعتراف قصور کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے (لہٰذا میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں) ہاں اس کے بعد جب کہ دوسرے فرزند پہلے جیسے انتظام کے ساتھ اس مہم کو دوبارہ شروع کرکے اس سے عہدہ برآ ہونگے تو اس وقت میری تقصیر آپ پر عیاں ہو جائے گی۔ امید ہے کہ ناآزمودہ حضرات کی آزمائش کے لئے آپ نے حکم صادر فرما دیا ہوگا (تاکہ ان کی آزمائش کا جلد نتیجہ نکل سکے)

فرمان والا میں مرقوم ہے کہ" اگر تم ولایت دکن کو بھی رونق اور آبادانی دے سکو تو بہت ہی اچھا ہے"۔

قبلۂ کعبہ دوجہاں: اعلیٰحضرت پر یہ بات بخوبی ظاہر ہوگی کہ اگرچہ یہ نیازمند صوبوں کی آبادکاری اور ان کے انتظام میں دوسرے شاہزادوں کی برابری نہیں کر سکتا لیکن اس وقت سے (جبکہ اس نیازمند کو جاگیر عطا ہوئی ہے) اس وقت تک کبھی بھی امور ملکی کی دیکھ بھال اور مہمات کے سر کرنے میں مجھ سے کوتاہی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی صوبۂ دکن کو لے لیجئے، نہایت ہی اجاڑ اور ویران تھا، اس کو میں نے اس طرح آباد کر دیا کہ ساری دنیا جانتی ہے اور اتنی بڑی تبدیلی کے بعد شاید یہ حقیقت آپ تک بھی پہنچ گئی ہو۔ اس بار بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امیدوار ہوں کہ اگر کچھ عرصہ تک مستقل طور پر میں اس صوبے کا ناظم رہا اور تمام امور کو سرانجام دے سکا تو (باوجودیکہ سابقہ صوبے داروں کی غفلت اور ان کے ظلم و تعدی سے پورا صوبہ اجاڑ ہو چکا ہے اور رعیت اِدھر اُدھر منتشر ہو چکی ہے) انشاء اللہ بہت کم مدت میں میری کوششوں کے نتائج ظاہر ہو جائینگے۔

اللہ تعالیٰ خلافت و سلطنت کے آفتاب کو ہمیشہ تاباں اور درخشاں رکھے۔

(۶/۳۸)

یہ مخلص مرید آداب ارادت بجالا کر خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ میں پیر و مرشد کی حضوری کے شرف کو سعادت دارین کا سرمایہ سمجھتا ہوں اور میری نظر میں اس سے بڑھکر کوئی دولت

اور کوئی سرمایہ نہیں ہے، چنانچہ آپ سے اجازت حاصل ہو جانے کے بعد آپ کے حکم کے بموجب مسافت طے کرتا ہوا، باغ صفا سے چھ منزل پر پشاور پہنچا اور اس ماہ کے آخری دن نوشہرہ میں قیام کیا، عید سعید اسی شہر میں گذری، تسلیمات بجالا کر عید کی تہنیت پیش کرتا ہوں حق تبارک و تعالیٰ اس روز سعید کو اعلیحضرت کے لئے مبارک فرمائے اور پیر و مرشد کے الطاف و عنایات کو ہم نیازمندوں کے شامل حال رکھے!

پیر دستگیر سلامت! یہ نیازمند آپ کے حکم والا کے بموجب چاہتا تھا کہ پشاور سے تین کوس آگے بڑھ کر دریائے سندھ کو عبور کرے، لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ پانی کی زیادتی کی وجہ سے ابھی تک پل نہیں بنایا گیا، چنانچہ شاہزادہ جہاں (داراشکوہ) بھی ابھی تک دریا کے اس پار ٹھہرے ہوئے ہیں اور ابھی اسکو عبور نہیں کر سکے ہیں۔ اکثر وہ شاہی ملازمین بھی جن کو رخصت مل گئی ہے وہ بھی وہاں جمع ہو گئے ہیں کشتیوں کی اتنی تعداد موجود نہیں ہے کہ میرے لشکر کے تمام سپاہی کسی تاخیر کے بغیر دریا عبور کر سکیں، ادھر چارے کی کمی کے باعث دریا کے اس کنارے پر زیادہ عرصے تک قیام کرنا بھی ممکن نہیں ہے اس لئے اب یہ قرار پایا ہے کہ چند روز نوشہرہ اور انگورہ میں قیام کیا جائے، اگر اس اثنا میں دریا کا پانی کچھ اتر گیا اور پل تیار ہو گیا تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ کشتی کے ذریعہ عبور کر کے بغیر کسی منزل اور قیام کے عازم بارگاہ ہو جاؤں گا ——— الٰہی! خلافت کا آفتاب جہاں تاب تاباں اور درخشاں رہے۔

۳۹

یہ نیازمند خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ حضور کے فرمان ذیشان نے بروز شنبہ ۲ شوال صادر ہو کر سعادتیں بخشیں اور مجھے سربلندی عطا فرمائی۔ فرمان میں مرقوم ہے کہ:۔

"کشتی کے ذریعہ دریا عبور کرنا مناسب نہیں ہے، جب پل تیار ہو جانے کی خبر مل جائے تو نوشہرہ سے کوچ کر کے پل کو عبور کر لو"

اعلیحضرت کی جان گرامی پر ہزاروں جانیں قربان! کہ آپ ہر حال میں ہماری صلاح حال کا خیال رکھتے ہیں اور مآل کار آپ کے پیش نظر رہتا ہے اور جس کام میں ان کی بہتری اور بھلائی ہوتی ہے اسی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے، ان بے پایاں عنایتوں کا شکر کس طرح ادا کیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب پل تعمیر ہو جائے گا اس وقت حکم والا کے بموجب یہاں سے روانہ ہو کر دریا عبور کیا جائے گا اور جہاں پہنچنے کا حکم ہوا ہے وہاں روانہ ہو جاؤں گا۔

قبلہ و کعبہ! دلکشا منزل (پشاور) کی ہوا کی خوبی اور سبزے کی تازگی اور چارے کی کثرت کے بارے

میں کیا عرض کروں بہت سے مقامات پر یہی کیفیت ہے، مجھے یہ نہیں معلوم کہ پشاور کا یہ لطف اس موسم میں صرف انہی دنوں کے ساتھ مخصوص ہے یا پورے موسم میں یہی کیفیت رہتی ہے، اگر حکم والا ہو تو یہ نیاز مند انگورہ سے ایک کوس آگے بڑھ کر موضع بیران پر منزل کرے، یہاں سبزے کی بہتات اور چارے کی کثرت ہے، مناسب تو یہی ہے کہ آپ بھی اسی سرزمین پر نزول اجلال فرمائیں (لشکر کے ساتھ پڑاؤ فرمائیں) ویسے جو کچھ رائے عالی ہو۔ حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"عالیشان فرمان شائستہ خان کے نام ارسال کیا جا چکا ہے کہ وہ راؤ کرن کو دولت آباد کے قلعہ میں چھوڑ کر بہت جلد گجرات پہنچ جائے اور تمہارے دوسرے ملازمین بھی جتنی جلد ہو سکے وہاں پہنچ جائیں۔"

پیر دستگیر! اس نیاز مند نے حضور سے رخصت ہونے سے قبل ہی اپنے ملازم محمد طاہر کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اس امر پر مامور کر دیا تھا کہ جلد ہی وہ گجرات پہنچ جائے، چونکہ اٹک کے گھاٹ پر کشتیاں کم ہیں علاوہ ازیں شاہزادہ دارا شکوہ کے ملازمین بھی دریا عبور کر رہے تھے اس لئے محمد طاہر مجبوراً دریا کے اس طرف رکا رہا اور دریا عبور نہ کر سکا، اگر دریا عبور کر لیتا تو اب تک وہ بہت آگے پہنچ گیا ہوتا میں نے پھر اس کو تاکید کر دی ہے کہ وہ بار برداری اور دوسرے سامان کا بکھیڑا ختم کرے اور فوجی دستہ کے ساتھ دریا عبور کر کے تیزی سے آگے بڑھ جائے تاکہ ذیقعدہ کے آخر تک برہان پور پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ خلافت کے آفتاب کو تاباں اور درخشاں رکھے

(۴۴)

حضور کا یہ نیاز مند اور عقیدت کیش آداب بندگی بجا لا کر خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ آپ کا فرمان والاشان جو میری عرضداشت کے جواب میں لکھا گیا تھا، جمعہ کی صبح کو صادر ہوا۔

پیر دستگیر! راجہ ٹوڈرمل کے فرزند کے حالیہ مکتوب سے مجھے معلوم ہوا کہ پل دو روز میں تیار ہو جائیگا اور وہ نالہ جو راستے میں پڑتا ہے پایاب ہو جائے گا اس لئے یہ نیاز مند ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو اپنے پڑاؤ سے کوچ کر کے پل کے قریب پڑاؤ ڈالنا چاہتا تھا اور خیال تھا کہ دوسرے دن دریا پار کر لیا جائے گا لیکن روانگی کے بعد یہ خبر ملی کہ حضور کے حکم کے بموجب چاکوکی کے مقام پر کشتیوں کا پل تیار کیا جائے گا، یہاں اس پل کی تیاری قریب قریب مکمل تھی، لیکن اب یہاں سے کشتیاں اور تمام دوسرا سامان (جو پل کے بنانے میں کام آتا ہے) چاکوکی منتقل کیا جا رہا ہے۔ اب جس جگہ پل باندھا جائے گا انشاء اللہ بغیر تاخیر کے وہاں سے دریا کو عبور کروں گا۔

قبلۂ دو جہاں سلامت! میں اس منزل کے راستے کی دشواری کیا بیان کروں کوئی چوتھائی کوس تک کیچڑ اس قدر تھی کہ ہاتھی بمشکل تمام اس راستے سے گذر سکے، اکثر گھوڑے اور اونٹ کیچڑ میں پھنس گئے، جرثقیل سے ان کو نکالا گیا، وہاں سے نالے تک جگہ جگہ چارپائے زانو تک کیچڑ میں دھنس گئے اگر دو تین دن اور بارش نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ اس راستے کو آسانی سے پار کیا جا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ خیام اقبال کو ہمیشہ برپا رکھے۔

(۹/۱۰۴۸)

خدمت اقدس میں معروض ہے کہ فرمان والا شان دوشنبہ کے دن ایک گھڑی دن رہے، راستے میں وارد ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا، خاص شکار کا ہرن اور میوہ جو آپ نے عطا فرمایا ہے میرے افتخار کا سبب ہوا، شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے حکم دیا ہے کہ:

"دریائے چناب کا پل تیار ہے، تم دوشنبہ کو اسے عبور کر لو"

پیر دستگیر سلامت: اس نیاز مند کا بھی یہی ارادہ تھا اگر پل تیار ہو جائے تو دوشنبہ ہی کو اسے عبور کر لیا جائے اور اسی مقصد سے میں دریا کے کنارے پہنچ گیا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ جیسے ہی پل تیار ہوگا دریا عبور کر کے آگے روانہ ہو جاؤں گا، اس خط کی نقل جو میر خلیل نے عمدۃ الملک شائستہ خان کو لکھا تھا فرمان والا کے ساتھ موصول ہوئی، عادل خاں کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔

پیر و مرشد! یہ نیاز مند سرعت کے ساتھ منزلیں طے کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کریگا، اگر اٹک سے ادہر اور دریائے چناب کے اس پار بعض مقامات قطع مسافت میں مانع نہ ہوتے تو اب تک یہ نیاز مند دارالخلافت شاہجہاں آباد کے اطراف میں پہنچ گیا ہوتا۔ بہرحال اب بھی انشاء اللہ دریا عبور کرنے کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہوسکے گا وقت مقررہ پر دارالخلافہ پہنچکر پابوسی کے موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دونگا۔

اللہ تعالیٰ خلافت و جلال کے سائے اہل عالم کے سروں پر قائم رکھے۔

(۱۰/۱۰۴۲)

بارگاہِ جاہ و جلال میں عرض ہے کہ حضور کا فرمان بروز شنبہ دن ڈھلے بندرابن کے ذریعہ موصول ہو کر میری سربلندی اور سرفرازی کا باعث ہوا، مجھے حکم ہوا ہے کہ:

"چند کشتیاں کلاونتوں[1] کو دیدی جائیں اور اگر پل کا بنانا ممکن نہ ہو تو تم ان کشتیوں سے جو وہاں موجود ہیں دریا عبور کر لو تمہارے بعد راجہ جسونت سنگھ اور دوسرے امراء دریا عبور کریں"

---

[1] ڈوم، گویّے۔

پیردستگیر! کلاونتوں نے دوشنبہ کے دن دریا عبور کرلیا اور آگے روانہ ہو گئے، اسی دِن آدھی رات کو پُل ٹوٹ گیا، لوگ کشتیوں پر ٹوٹ پڑے اور تمام کشتیوں کو تتر بتر کردیا، جو جس کے ہاتھ لگی، جس طرف چلا ہے گیا، دوسرا پُل بنانے کا سامان موجود نہ تھا مجبوراً یہ طے کیا کہ کشتی کے ذریعہ دریا عبور کیا جائے۔ راجۂ راجگان (جسونت سنگھ) مہابت خاں ور چند اور امرائے شاہی نے بھی اسی روز دریا عبور کیا، یہ نیاز مند انشاء اللہ کل دریا کو عبور کرے گا اور صرف ایک جگہ قیام کرکے کوچ پر کوچ کرتا ہوا منزل مقصود کی جانب روانہ ہوجائے گا۔

واقعہ بیجاپور کی نقل جو حضور والا کے حکم کے بموجب سید علی نے ارسال کی تھی موصول ہوئی، اس کے مضمون سے مطلع ہوا، تعجب ہے کہ اس ناشکرے احسان فراموش نے اعلحضرت کی بے اندازہ عنایات اور بے پایاں انعامات کی (جو اس کے حوصلے اور مرتبے سے زیادہ تھے) قدر نہ کی اور کفرانِ نعمت پر اُتر آیا۔ انشاء اللہ جلد ہی اس ناشکرے پن کی قرار واقعی سزا اس کو دی جائیگی۔ بندۂ حضور والا جس طرح ارشاد فرمائیں گے اسی طرح اس حق ناشناس اور قطب الملک کے ساتھ پیش آئے گا۔

اللہ تعالیٰ خلافت کا آفتاب ہم مریدوں کے سروں پر ہمیشہ درخشاں اور تاباں رکھے۔

۱۱
۴۴

مرید اخلاص سرشت عرض اقدس میں سخن پیرا ہے کہ فرمان والا شان بروز سہ شنبہ ۹ ماہ ذیقعدہ کو اس وقت جب میں تلونڈی سے گذر چکا تھا راستہ ہی میں فتح اللہ کے توسط سے موصول ہو کر میری عزت افزائی کا موجب ہوا۔ دکن کے دنیا داروں[1] کے ساتھ جس طرح حکم ہوگا اس کے مطابق انشاءاللہ عمل کیا جائے گا، اپنی جانب سے حسن سلوک میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اعلحضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"تم کو اس سفر میں بہت زیادہ ٹھہرنا پڑا، اب جتنی جلد تم پہنچ سکتے ہو منزل مقصود پر پہنچ جاؤ"

پیردستگیر سلامت! اس اعتبار سے کہ اس نیاز مند نے شاہی لشکر کے پیچھے ہی پیچھے یہ تمام راستہ طے کیا ہے اس لئے میرے توقف کا باعث اور اس کے محرکات آپ سے پوشیدہ نہیں ہوں گے۔ وہ راستہ جو چاند گھاٹی سے جاتا ہے اگرچہ وہ چند منزل نزدیک کا راستہ ہے اور یہ نیاز مند اثنائے راہ میں کہیں بھی ٹھہرنے اور منزل کرنے پر رضامند نہیں تھا اور چاہتا تھا کہ جلد سے جلد دکن پہنچ

---

[1] دکن کے سلاطین کو اورنگ زیب نے اپنے خطوط میں ہر جگہ "دنیا داران دکن" ہی لکھا ہے۔
ملاحظہ کیجئے رقعات عالمگیر۔ مرتبہ نجیب اشرف ندوی۔ (شمس)

جائے لیکن چونکہ تمام منصب داروں کے متعلقین ملتان سے یہاں پہنچ گئے ہیں اور بہت سی بیل گاڑیاں، اور بہلیاں ساتھ ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بہت زیادہ سامان بھی ان لوگوں کے ہمراہ ہے اس لئے چار پانچ کوس سے زیادہ پر منزل نہیں کی جا سکتی، علاوہ ازیں ایسے اجنبی راستے پر سپاہ اور امراء کو پیچھے چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں تھا اس لئے یہ طے پایا کہ مقام لودہانہ (لدھیانہ) کے راستے شاہجہاں آباد کے قریب قافلہ اس سیدھی سڑک پر آجائے جو دکن کو جاتی ہے اور وہاں سے اس طرح سفر کیا جائے کہ ایکماہ کے عرصے میں برہان پور پہنچ جائیں، اس لئے کہ اس شاہی سڑک پر اگر بعض لوگ سامان کی زیادتی کے سبب سے پیچھے بھی رہ جائیں تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔

خلافت کا آفتاب اہل عالم پر ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

(۱۲/۴۴)

آداب نیاز مندی کے بعد گذارش ہے کہ یہ نیاز مند پانی پت سے تین کوچ کرنے کے بعد دارالخلافت شاہجہاں آباد (دلی) پہنچکر فاضل خاں کے باغ میں جو شہر پناہ کے باہر واقع ہے، اترا اور دن ڈھلے تک وہیں رہا، رات کو اپنی منزل پر لوٹ آیا، اس محل کی خوبی بیان سے باہر ہے، جن عمارتوں کی تعمیر کا ان دنوں آپ نے حکم دیا ہے وہ تکمیل کے قریب ہیں، ابھی اس سہ دری پر طلا کاری کا کام باقی ہے جس کے پائیں میں حوض تیار کرایا گیا ہے، طرح طرح کی مچھلیاں اس حوض میں موجود ہیں۔ بنگلہ کے بجائے جس محل اور دو حجروں کی تعمیر کا حکم دیا گیا تھا وہ مکمل ہو گئے ہیں، بہت ہی خوبصورت ہیں۔

چار آبشار کی نقاشی (منبت کاری) کا کام مکمل ہو گیا ہے لیکن باغ کے درمیان سنگین حوض کی چہار دیواری کا ابھی کچھ کام باقی ہے۔ شاہی ملازمین کے مکانات پر سفید کاری (چونے کی قلعی) کی جا رہی ہے، قاضی نظاما کا کہنا ہے کہ بیس روز میں تمام عمارتیں ہر اعتبار سے مکمل ہو جائیں گی۔

قیام کے دوسرے روز یعنی چہار شنبہ کو حسب الحکم محترمہ ہمشیرہ صاحبہ (جہاں آرا بیگم) سے ملاقات کے لئے قلعہ کے اندر گیا۔ شاہزادی صاحبہ کے ساتھ دولت خانۂ مبارک کی عمارات[۱] کی سیر کی۔ سچ تو یہ ہے کہ ساری دنیا میں ان کا جواب ناممکن ہے۔ سیر کا بہت لطف اٹھایا، دوپہر تک لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں عشرت افزا مکانات کو جس قدر دیکھتا تھا اتنا ہی شوق دید اور بڑھتا تھا اور دل کو سیری نہیں ہوتی تھی ؎

کہتا ہے اس کا سراپا یہ دمِ نظارگی دل کی نظریں ہیں جہاں پر بس وہیں دیکھا کرو

دیوانِ عام اور دیوان خاص کے جھروکوں کے پایوں پر پچی کاری (نقش و نگار) کیگئی ہے اور

۱۔ دلی کے قلعے کی عمارات۔

رنگ محل تو اسم بامسمیٰ ہے، اُوپر سے نیچے تک سنگ مرمر سے تیار کیا گیا ہے، بہت ہی خوشنما عمارت ہے۔ خسخانہ کا برج ثمن بھی حکم کے مطابق مکمّل ہوگیا ہے البتہ اس کے کچھ حصّے پر نقاشی اور نقش تراشی باقی ہے، یہ بھی بہت ہی خوش منظر عمارت ہے، غسلخانے کے راستوں سے یہاں تک اسی طرح بنّت کاری کیگئی ہے، خاص شاہی حمام کے فرش پر بھی حسب الحکم بہت ہی عمدہ بنّت کاری کی گئی ہے۔ سنگ مرمر کی بل کھاتی ہوئی نہر (جو دو حوضوں پر مشتمل ہے) باغ حیات بخش میں دریا کی سمت نکالی گئی ہے، بہت ہی کیف آفریں اور پرفضا ہے۔ شاہ برج کے آبشار کا حوض جو قندھاری پتھر سے بنایا گیا ہے، قابل دید ہے یہاں بُرج کے حوض سے نکلنے والی بل کھاتی نہر میں بھی بنّت کاری کیگئی ہے اور آج کل مکمل ہونے والی ہے۔ حیات بخش باغ میں زعفران کے بہت ہی حسین پھول کھلے ہیں۔ آرام گاہ کا باغ بھی بہت ہی پررونق ہے اور نواب بیگم صاحب جیو کا محل بھی حکم اقدس کے بموجب مکمّل ہوگیا ہے البتہ دیوان خانے کے بجائے جو خس خانہ تعمیر کیا گیا ہے اس میں ابھی کچھ کام باقی ہے، اُمید ہے جلد ہی اس کی بھی تکمیل ہوجائیگی۔

ان راحت افزا عمارات اور دلکشا باغات کی تعریف کرنے سے زبان قاصر ہے، حق تعالیٰ جلد ہی ان بے نظیر عمارتوں کو آپ کے قدموں کے فیض سے رونق اور تر و تازگی عطا فرمائے اور اعلحضرت کی ذاتِ اقدس سے مدتوں تک دنیا کی زیب و زینت میں اضافہ کرے۔

بروز پنجشنبہ ہمشیرہ صاحبہ کو یہ نیاز مند اپنی منزل پر لے گیا تھا، جمعہ ۲۵ ماہِ حال کوان سے رخصت ہوکر آگے روانہ ہوگیا، راستہ میں اس مسجد اور سرائے کو دیکھا جو خان سعد اللہ خاں کے کارندوں کے ذریعے تیار ہورہی ہے۔ سرائے کے حجروں کو نہایت خوبی اور پاکیزگی سے تیار کیا گیا ہے، اب صرف دروازوں کا کام باقی رہ گیا ہے۔ مسجد کے گنبد کے اطراف کے دالان بہت ہی خوبصورت بنائے گئے ہیں، یہ دالان نہایت وسیع ہیں، در آئندہ دو ماہ میں یہ بھی مکمل ہوجائیں گے، یہاں کی سیر کرکے بیگم صاحب جیو کے باغ میں گیا اور وہاں کی سیر کی، آپ کے حکم کے مطابق دو محلوں کے ایوانوں کے چشمے اس باغ میں اضافہ کئے گئے ہیں جن سے یہ باغ اور بھی خوشنما ہوگیا ہے۔ باغ کے سامنے حمام اور چوک کی نہر بھی بہت خوب تیار کیگئی ہے، اس سیر سے فارغ ہوکر میں منزل کی طرف روانہ ہوگیا اور فرید آباد پہنچکر پڑاؤ کیا اور دوسرے روز وہاں سے روانہ ہوکر بلول جا پہنچا اور پلول سے ہوڈل پہنچ گیا۔ آج ۲۶ تاریخ ہے اور اس نیاز مند نے اکبر پور میں پڑاؤ ڈالا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ پنجشنبہ ۳ محرم کو اکبر آباد (آگرہ) پہنچ جاؤں گا۔

چونکہ برہان پور پہنچنے کی ساعت قریب ہے، نجومی ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو بہتر بتاتے ہیں۔

اس لئے اس نیاز مند نے یہ طے کیا ہے کہ دو تین جگہ پر ضروری قیام کے بعد اکبرآباد سے دکن تک کا سفر بہت تیزی کے ساتھ کیا جائے گا، اوّلاً دریائے نربدا کو عبور کرکے برہان پور کے مضافات میں ٹھہر جاؤں گا تاکہ مقررہ اور پسندیدہ ساعت میں برہان پور میں داخل ہوسکوں۔
اللہ تعالیٰ جہانبانی کے سایوں کو قیامت تک قائم رکھے۔

(۱۳/۴۵)

یہ نیاز مند وظائفِ بندگی بجا لاکر عرض کرتا ہے کہ ۳ محرم بروز پنجشنبہ میں اکبرآباد میں داخل ہوا، آتے ہی سے شاہزادہ جہانبان (دارا شکوہ) سے ملاقات کے لئے باغ جہاں آرا پہنچا اور وہاں ان سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ باغ مہابت خاں میں جو جگہ میرے قیام کے لئے مقرر کیگئی تھی دن ڈھلے وہاں پہنچا۔ جمعہ کے دن والدۂ محترمہ کے روضہ کی زیارت[1] کی۔ اس پاک مقبرے کی بے نظیر عمارت جو حضور کی نگرانی میں مکمل ہوئی تھی ہر اعتبار سے مضبوط ہے لیکن پاک مرقد کا گنبد موسم باراں میں دو جگہ سے ٹپکتا ہے، اسی طرح سے دوسری منزل کے پیش طاق اور شہ نشین، چھوٹے چار گنبد، چار شمالی چبوترے، ست درے کے تہ خانے جگہ جگہ سے ترخ گئے ہیں۔ بڑے گنبد کی خام پوش چھت کا پچھلا حصّہ بھی اس موسم میں دو تین جگہ ٹپکا تھا اس کی مرمت ہوگئی، دیکھئے آئندہ برسات میں کیا صورت ہوتی ہے، مسجد اور جماعت خانے کے گنبد بھی موسم باراں میں ٹپکتے تھے ان کی مرمت کردی گئی۔

معماروں کا خیال ہے دوسری منزل کی چھت کا پختہ کھول کر گرا دیا جائے اور اس کی ریختہ (مصالح) پر دو بالشت (نیم گز) تہ کاری (پلستر) کردی جائے۔ (نیا مصالحہ ڈال دیا جائے) تو ممکن ہے کہ پیش طاق، شہ نشین اور چھوٹے گنبدوں کی درستی ہوجائے البتہ یہ لوگ بڑے گنبد کی مرمت سے قاصر ہیں کہتے ہیں کہ ہم سے اس کی مرمت نہیں ہوسکتی۔

پیر دستگیر سلامت! اس عالیشان بنیادوں والی عمارت کو کیسی بری نظر لگی ہے! اگر آپ ان چند خرابیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ فرمائیں تو بہت ہی مناسب ہوگا، مہتاب باغ میں پانی بھرا ہوا ہے اس وجہ سے اس کی رونق ختم ہوچکی ہے، پانی نکل جانے کے بعد وہ پھر اپنی پچھلی رونق پر آجائے گا۔ ثمن حوض اور اطراف کے بنگلے البتہ صاف ستھرے ہیں، دریائے جمنا (جون) کی طغیانی کے بارے میں جو کچھ سنا گیا ہے بہت تعجب کی بات ہے، فی الحال تو دریا اپنی پرانی جگہ پر بہہ رہا ہے۔

بروز سہ شنبہ یہ نیاز مند شاہزادہ جہانبان کو اپنے پڑاؤ پر لیکر آیا، دوسرے روز بازدید

---

[1] روضہ۔ تاج محل جو ممتاز محل کا مزار ہے۔

کے لئے گیا اور ان سے رخصت ہوا۔ چہار شنبہ ۷ محرم کو وہاں سے روانہ ہو کر آج کہ محرم کی ۸ تاریخ ہے دھولپور کے قریب پہنچ گیا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح میں نے اس سے قبل عرض کیا ہے، دکن کی سرحد تک کہیں قیام یا منزل نہیں کی جائے گی۔ کوچ بہ کوچ راستہ طے کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ خلافت کے آفتاب کو اہل عالم کے سروں پر ہمیشہ درخشاں رکھے۔

(۱۴۴)

حضور کا یہ نیاز مند خدمت گرامی میں عرض کرتا ہے کہ حضور کا فرمان جو جناب والا نے شاہجہاں آباد پہنچنے کے بعد ارسال فرمایا تھا، چہار شنبہ ۲۳ محرم کو صبح کے وقت موصول ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا دولت واقبال کے ساتھ آپ کا دارالخلافت میں پہنچنا مبارک ہو! اللہ تعالیٰ اعلیٰحضرت کو مدتوں تک عیش وکامرانی کے ساتھ ہم نیاز مندوں کے سروں پر قائم رکھے۔ حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ

"تم کو ہمارے حضور سے رخصت ہوئے چار مہینے ہو گئے ہیں اور دکن کے چاروں علاقے کا صوبیدار احمد آباد سے روانہ ہو کر گجرات پہنچ چکا ہے۔ تم سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے دکن پہنچ جاؤ"۔

قبلۂ دارین سلامت! حضور پر یہ بہت اچھی طرح ظاہر ہے کہ یہ مخلص اس عرصہ میں جس خدمت پر بھی مامور ہوا، حتی الامکان اس کے بجا لانے میں کوتاہی اور قصور نہیں کیا اور حضور کے احکام بجا لانے میں قطعی تاخیر مجھ سے کبھی سرزد نہیں ہوئی۔ اس بار چونکہ آپ کے فضل وکرم سے مجھے پھر دکن کے صوبوں کا انتظام سنبھالنے کی خدمت عطا کی گئی ہے اور شاہی خدمت کے اس سے پہلے ہی بہت سے مواقع پیش آ چکے ہیں (ان موقعوں پر بھی مجھ سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی)۔

اگر راستے کی دشواریاں اور فوج کی بے سرو سامانی کے مواقع پیش نہ آتے تو دکن تک پہنچنے میں اس قدر توقف کا امکان ہی نہ تھا۔

آپ کا یہ نیاز مند آہستہ آہستہ کوچ کرنا تو جانتا ہی نہیں (ہمیشہ تیز رفتاری سے راستہ طے کیا ہے) انشاء اللہ اب ماہ صفر کے وسط میں برہان پور کے قریب پہنچ جاؤں گا۔ اگر برہان پور میں کسی کام سے نہ ٹھہرنا پڑا تو بغیر توقف دولت آباد پہنچ جاؤں گا۔

قبلۂ دارین سلامت! جس روز یہ نیاز مند دھولپور پہنچا تو اس نے سنا کہ "نندا رباری" کی شکار گاہ میں جو کھرکھیت کے علاقے میں دھولپور سے چار پانچ کوس پر واقع ہے۔ ابلق نیل گائے موجود ہے، چونکہ شکار گاہ مجھ سے قریب ہی تھی لہٰذا میں نے چاہا اس کو دیکھ لوں لیکن آپ کی خاص شکار گاہ میں داخلہ

کا حکم حاصل کئے بغیر داخل ہونا ادب کے خلاف ہے لہٰذا ملک حسین کو اپنے قراولوں کے ساتھ وہاں بھیجا کہ وہ جاکر دیکھ آئیں یہ لوگ گئے اور وہ ابلق نیل گائے دیکھ کر آئے اور انہوں نے بتایا کہ واقعی وہاں ابلق نیل گائے موجود ہے، پانچ چھ انگشت چوڑی ایک سفید دھاری سیدھی طرف سے اسکی پیٹھ کے اوپر سے ہوتی ہوئی پیٹ کے نیچے تک گئی ہے، اس دھاری سے نیل گائے بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے۔

جب گوالیار سے میں گذر رہا تھا تو راستے میں سفید کوتاہ پاچہ[1] بھی دیکھا جو ہردی نرائن گوئیہ کے زمیندار نے دادا بھائی جیو کے لئے اپنے ملازموں کے ہاتھ بھیجا تھا تاکہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، بہت ہی زیادہ سفید ہے، کہتے ہیں کہ ایسا کوتاہ پاچہ دیکھنے میں کم آیا ہے میں نے بابو طالب یساول کو (جو بندر سورت کے معزول کئے ہوئے متصدی[2] (ایک عہدہ) میر عرب اور غلام رضا سوداگر کو بارگاہ والا میں لیکر حاضر ہو رہے ہیں) تاکید کردی ہے کہ وہ ہردی نرائن کے لوگوں کے ساتھ پوری پوری احتیاط پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو دارالخلافت پہنچائے۔ سید حسین نامی مہابت خاں کا ملازم جو پہلے دھولپور کا فوجدار تھا اور اب گوالیار کی فوجداری اس کے سپرد ہے، بہت لائق آدمی ہے، اس نے گوالیار اور اس کے نواح میں خوب انتظام کیا ہے، مسافر اور آنے جانے والے بڑے امن و امان سے سفر کرتے ہیں۔

پیر دستگیر سلامت! شاہی سیدھی سڑک چونکہ بلاچہ سے سیری تک ٹیلوں اور چٹانوں سے بھری پڑی ہے، بہلیاں اور چھکڑے بڑی دقت سے گذرتے ہیں اس لئے میں نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا ہے یہ بلاچہ سے سیدھے ہاتھ کو کٹ جاتا ہے، اس راستے میں ٹیلے پتھر کم ہیں، اس راستے سے مجھے دریائے نربدا بھی عبور کرنا نہیں پڑے گا۔ امید ہے کہ یہ راستہ آسانی سے طے ہو جائے گا۔

قبلہ دارین! اگر حضور والا کا فرمان اس مضمون پر مشتمل صادر ہو جائے کہ نرور کا فوجدار اس راستے پر آمد و رفت کو بحال کرے اور بلند مقامات پر تھانے قائم کردے تو مخلوق کو بہت آرام ملیگا، اس لئے کہ برسات کے دنوں میں جب شاہی سیدھی سڑک بند ہو جاتی ہے تو اس وقت مسافروں کو سخت زحمت اٹھانا پڑتی ہے اور فاصلہ دونوں راستوں سے برابر ہے۔ اس نیاز مند نے دو جگہیں راستے میں ایسی پسند کی ہیں جہاں اگر سرائے بنا دی جائیں تو بہت ہی مناسب ہوگا، جب سڑک کی درستی کے لئے حکم صادر ہوگا تو یہ سرائے بھی اسی ضمن میں تیار ہو جائے گی۔

پیر و مرشد سلامت! گوالیار سے اس طرف ہوا میں خاصہ فرق ہے، رات کو لحاف اوڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے، دن کے اول وقت اگرچہ نیمہ آستین (صدری) پہنی جاتی ہے لیکن ایک گھڑی دن گذرنے کے بعد

---

[1] چھوٹے پاؤں کا حسین ہرن [2] متصدی - پیشکار شاہی

سے تین چار گھڑی دن تک قبا کا پہننا بھی بار گذرتا ہے۔ کل دوشنبہ کا مبارک دِن ہوگا انشاء اللہ کل سَرونج سے آگے روانہ ہو جاؤں گا۔

سَلطنت و جہانبانی کے سائے ابد تک اسی طرح سایہ گستر رہیں۔

(۱۵/۴۷)

یہ نیاز مند خدمت گرامی میں عرض کرتا ہے کہ جمعہ کے دن دوسری صفر کو "منزل دوراہہ" پر بھائی مراد بخش سے ملاقات ہوئی، دوسرے دِن اسی پڑاؤ پر آپ کا فرمان عالیشان وارد ہوا، احکام مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ حضور نے مرقوم فرمایا ہے کہ:

"جیسے ہی پانڈا کا زمیندار جو حسب الحکم ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے، تمھارے پاس حاضر آئے تو تم اس کو ایک دن سے زیادہ اپنے پاس نہ روکنا، فوراً بارگاہ والا میں رَوانہ کر دینا"

پیر دستگیر! جیسے ہی زمیندار مذکور حاضر ہوگا حکم والا کے مطابق عمل کیا جائے گا میں اس کو بغیر توقف آپ کی بارگاہ والا میں روانہ کردوں گا، اس کی پیش کش (نذرانہ) کے بارے میں بھی حسب ارشاد عمل ہوگا۔

چونکہ اس زمانے میں مرشد قلی خان کی درخواست اور روزنامچہ نویس کے روزنامچے سے معلوم ہوا کہ تلنگانہ کے قلعہ دار امان بیگ آپ کے سر مبارک پر قربان ہوگیا (انتقال کرگیا) اس لئے میں نے محمد شاہ قدیمی ملازم کو جو ہشت صدی ذات و سوار کے منصب پر فائز تھا (اور میرے استقبال کیلئے بڑی نیاز مندی اور عقیدت کے ساتھ حاضر ہوا تھا) اس خدمت پر معمور کر کے حکم دیدیا کہ جلد از جلد وہاں پہنچ جائے بشرط ملازمت و حُسن خدمت دوصدی ذات اور یک صد سوار، دو اسپہ و سہ اسپہ کا اضافہ منظور فرمایا جائے تاکہ اضافے کے بعد اس کا اصل منصب یکہزار ذات، ایکہزار سوار اور یکصد سوار دو اسپہ و سہ اسپہ ہو جائے۔ فتح ولد زکریا کے عہدے میں بھی جس کا منصب شش صدی ذات، شش صدی سوار تھا، بشرط خدمت دو صدی ذات اور دو صد سوار کا اضافہ منظور کیا ہے اور محمد شاہ کو اس کے عہدے سے بدل کر فتح ولد زکریا کو تونداپور کی تھانیداری پر مقرر کر دیا، چونکہ جماعہ دار بھی کار آمد آدمی ہے اس لئے اس کے منصب میں اضافہ بھی حُسن خدمت کی شرط کے ساتھ منظور کیا گیا ہے اور ایک شخص کو اس امر پر مامور کیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں اس کو برہان پور سے تھانہ مذکور پہ پہنچا دے۔

پیرو مرشد سلامت! جولاف کا فرزند جو نذر محمد کے ساتھ مشہد گیا تھا اور وہاں سے اس کو

اصفہان لے گئے تھے اور آجکل وہ بصرے میں تھا، اب وہ بندسورت کے راستے واپس ہو کر بارگاہِ والا میں آستاں بوسی کے لئے روانہ ہوچکا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اعلحضرت کی فتوحات عامۃ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی طرح ہر شخص پر اسکی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق شامل حال ہیں، مجھے یقین ہے کہ مشارالیہ بھی اپنی اہلیت اور حیثیت کے مطابق آپ کے حضور سے سربلندی و سرفرازی حاصل کرے گا، اس عرضداشت کے دن کہ یکشنبہ ۱۱ صفر ہے، یہ نیازمند دریائے نربدا کے کنارے پہنچ گیا ہے، توفیق الٰہی اور مرشد کامل کی تربیت کی برکت سے جو خدمت اسکے سپرد کی جائے گی اس میں وہ کوتاہی نہیں کرے گا۔

خلافت و جہانبانی کا آفتاب قیامت تک تاباں اور درخشاں رہے۔

(۱۶/۴۸)

یہ نیازمند، خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور کا فرمان ذیشان جو اعلحضرت نے خاص اپنے خط سے رقم فرمایا تھا، دریائے نربدا کے کنارے مجھے موصول ہو کر میری عزت افزائی کا باعث ہوا، حق تعالیٰ اعلحضرت کے سائے کو ہم نیازمندوں کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "یہ نیازمند برہان پور پہنچنے کے بعد کچھ عرصہ وہاں قیام کرے اور پایاں گھاٹ کا قرار واقعی انتظام کرکے دولت آباد کو روانہ ہو اور دکن کے چاروں صوبوں خصوصاً اپنی جاگیر کی آبادانی کا انتظام کرے"

پیر دستگیر سلامت! پایاں گھاٹ کی مہمات کا ازسرنو اہتمام جو بدنظمی کا شکار ہیں واقعی بہت ضروری ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ حکم اقدس کے بموجب چند روز تک اس شہر میں قیام کروں گا اور وہاں کے انتظامات سے مطمئن ہو کر دولت آباد چلا جاؤں گا، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضور والا کی تربیت کی بدولت صوبہ جات دکن کی مہموں کا حتی الوسع انتظام کروں گا (حقیقت یہ ہے کہ اس سرزمین کی ویرانی اور بے رونقی کسی بیان کی محتاج نہیں)۔ حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"جب آموں کی فصل آئے تو تم برابر آم بھیجتے رہنا اور انگور کے پودے بھی مجھے ارسال کرنا"

قبلۂ دوجہاں! اس نیازمند نے حکم اشرف کے صادر ہونے سے پہلے ہی عمدہ آموں کے ارسال کئے جانے کا انتظام کردیا ہے۔ کچھ لوگ محض اسی خدمت کے لئے مقرر کردیئے ہیں، جیسے ہی آموں کا موسم آئے گا حسب سابق آپ کی پسند کے آم ارسال کروں گا۔ انگور کے پانچسو پودے اب سے کچھ دن پہلے ملتفت خاں نے بارگاہ والا میں رسال کئے ہیں۔ میں بھی شجرکاری کے وقت بہت سے پودے آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا۔

دیانت خاں پرگنہ پھول مری سے (جو حضور والا کے دیوان نے اس کی جاگیر کی تنخواہ میں مقرر کیا ہے) کم آمدنی ہونے کے باعث آپ کے حضور میں عرضداشت پیش کرنے کے لئے برہان پور سے روانہ ہوا تھا۔ دریائے نربدا کے کنارے میرے حضور میں حاضر ہوا۔ اس لحاظ سے کہ وہ مدتوں تک دکن میں رہا ہے اور اس ملک کے بہت سے مسائل سے آگاہ ہے، اس نیازمند نے اس کو روک لیا، میں نے پرگنہ پھول مری کے عوض (جو واقعی بہت کم آمدنی والی جاگیر ہے) اس کو دوسری جاگیر دے دی ہے، اس کام کے آدمی کو یونہی بیکار نہیں چھوڑا جائے گا۔

میرے پیر و مرشد!! چونکہ برہان پور کے قلعہ کی عمارت کی کئی سال سے مرمت نہیں ہوئی ہے اس لئے بہت زیادہ شکست و ریخت اس میں کرنا پڑی؛ باوجودیکہ ملتفت خاں نے دو تین ماہ قبل اس کی مرمت کرائی تھی لیکن جسے پوری مرمت کہتے ہیں وہ اب تک نہیں ہوئی ہے اس لئے برہان پور میں داخل ہونے کی تاریخ یکم ربیع الاول کے بجائے پندرہ (۱۵) ربیع الاول میں نے قرار دی ہے، اس تاریخ تک میں شہر سے باہر ہی ٹھہروں گا۔

برہان پور میں نو ماہ کا قیام

اِس دوران لکھے جانے والے.... خطوط

(۱/۹)

آداب عقیدت کے بعد خدمت گرامی میں عرض ہے کہ یہ نیاز مند اس عذر کے باعث جو اس سے قبل عرض کر چکا ہوں، پندرہ ربیع الاوّل کو شہر برہان پور میں داخل ہوا، اب یہ نیاز مند یہاں کے مسائل کے سرانجام دینے میں مشغول ہے۔ پایاں گھاٹ کے بندوبست سے فراغت پاتے ہی انشاءاللہ دولت آباد روانہ ہو جاؤں گا۔ اُمید کہ عنایت الٰہی اور آپ کی توجہ سے اس نیاز مند کی مساعی کے نتیجے جلد ہی ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ بروز دوشنبہ ۲ ربیع الثانی آپ کا عالیشان فرمان جو منشی دربار (دیوان) نے تحریر کیا تھا وصول ہوا۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں آپ کے فرمان کے بموجب عمل کیا جائے گا۔

قبلۂ و کعبۂ اس سے قبل سنا گیا تھا کہ بگلانہ کا بندوبست اچھی طرح ہو گیا ہے، اب جب کہ میں برہان پور پہنچا تو جو کچھ سُنا تھا، اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ بندر سورت کا معزول واقعہ نویس جو بارگاہ والا میں حاضر ہو رہا ہے ممکن ہے بندگان بارگاہ کے توسط سے حقیقت حال کو حضور کے گوش گذار کرے، بگلانہ کے بندوبست کے لئے (جس کو عبدالوہاب صحیح طریقے سے سرانجام نہیں دے سکا) اپنے ملازمین کی ایک جماعت وہاں بھیجنا ضروری ہے، اور اُس جاگیر کی آمدنی کے علاوہ جو بے عملی کے باعث بہت کم ہو گئی ہے، مزید روپیہ درکار ہے تاکہ وہاں کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔ علاوہ ازیں صوبہ دکن کا بندوبست بھی نہایت ضروری ہے اس لئے کہ وہاں ہر طرف بدنظمی پھیلی ہوئی ہے دوسرے اہم امور کی انجام دہی کے لئے بھی جو ان صوبوں میں درپیش ہیں کارکنوں کی ایک لائق جماعت میرے حضور میں ضروری ہے۔

بایں ہمہ وسعت سرزمین دکن کی ویرانی کی تمام کیفیت اعلیٰ حضرت پر اچھی طرح ظاہر ہے، اس لئے تقاضائے وقت کے پیش نظر اسد اللہ ولد میر فضل اللہ جو قدیمی اور وفادار ہے اور سلطان پور نندربار اور چوپڑا میں واقعی خوب کام کر چکا ہے، پانصدی ذات، یکصد سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب پر فائز تھا

اس کا اضافہ (بشرط خدمت) کر دیا ہے اب وہ اصل ذات کے لحاظ سے ایکہزاری ذات، ہشت صد سوار۔ (دو اسپہ وسہ اسپہ) کے منصب پر ترقی پا گیا ہے، اس کی قدیم محالوں سے دو محالیں بحال کر دی گئی ہیں۔ اس کی تنخواہ کا بقایا اور اس اضافہ کو بگلانہ کی آمدنی سے ادا کیا جائے گا۔ اس نیازمند نے اپنے تمام ملازمین کو (سوائے ان لوگوں کے جو حضور والا کے حکم کے بموجب بعض قلعوں میں متعین ہیں) بحال رکھا ہے اور سب کو اپنے حضور میں طلب کر لیا ہے۔

قبلہ و کعبہ! عثمان افغان جو ہزاری ذات، ہشت صد سوار کے منصب پر مامور ہے وہ اس سے پہلے سرکار "بیجاگر"، کا فوجدار تھا، چونکہ مذکورہ سرکار اب شائستہ خاں کی جاگیر سے نکال کر اس نیازمند کی جاگیر میں دیدی گئی ہے۔ سلطان پور اور نذربار جو حضور کے خالصہ (خاص شاہی جاگیر) سے متعلق ہے اس کے لئے بھی ایک فوجدار کی ضرورت ہے اس لئے بیگ محمد خویشگی کو جو میرا ملازم ہے، سوار اور پیادہ سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیجاگر کی فوجداری پر مامور کر کے عثمان افغان کو سلطان پور اور نذربار کی فوجداری کے منصب پر فائز کر دیا۔ دو صد سوار کا اضافہ بھی اس کے منصب میں اس خدمت پر مامور کئے جانے کے بعد کر دیا ہے، اب اضافہ اور اصل کی صورت میں اس کا منصب ہزاری ذات اور ہزار سوار ہوگا۔

قبلۂ حاجات! چونکہ مرشد قلی خاں بارگاہ خلافت سے بالا گھاٹ کی دیوانی کے عہدے پر فائز ہے اور حضور والا کے صدقے میں ہندوستان میں اسکی نہایت اعلیٰ اور قیمتی جاگیریں ہیں یہاں آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ پرگنہ ساؤد جس کی جمع بندی (آمدنی) ایک کروڑ آٹھ لاکھ دام[1] ہے سال گزشتہ اس سے ۱۷ ہزار کچھ روپے کی آمدنی ہوئی، اس میں سے چھ ہزار روپے تو آفت زدگی کی مد میں چھوڑ دیئے گئے، صرف ۲۰ ہزار کچھ روپے سرکاری خزانے کو موصول ہوئے۔ حضور والا سے صرف ۷۵ لاکھ دام کی تخفیف جمع بندی میں منظور ہوئی اور پچیس لاکھ دام مشارالیہ کو تنخواہ میں موصول ہوئے یہ رقم جو تنخواہ میں موصول ہوئی واقعی بہت حقیر اور کم ہے۔ ایسی کم حاصل جاگیر کے باوجود خدمتِ دیوانی کا انجام دینا حقیقتاً دشوار ہے۔ لہٰذا ۳۰ لاکھ دام[2] پرگنہ مذکور سے جو اس سے پہلے ہدایت خاں کے مقرر تھے منصب کی تنخواہ کے طور پر مرشد قلی خان کے بحال رکھے اور باقی آمدنی اُس پرگنے کے قدیم جاگیرداروں کو عنایت کر دی گئی اس لئے کہ یہ تمام محاصل و آمدنی مرشد قلی خاں کو جاگیر عطا ہونے سے پہلے ان قدیم جاگیرداروں کو عطا ہوئی تھی، مرشد قلی خان کو اس کے عوض وہ محال دیدی گئی جس کی

---

[1] دام ایک روپیہ کا ۴۰/۱ ہوتا تھا یعنی چالیس ہزار دام ایکہزار روپے کے برابر ہوتے تھے۔
[2] پینتالیس ہزار روپے کے مساوی۔

آمدنی سے پانچ چھ ماہ کی تنخواہ اس کو مل جائے گی۔

خلافت کا عالمتاب آفتابِ الٰہی ہمیشہ فروزاں اور تاباں رہے۔

(۲/۵۰)

یہ مخلص مرید (اورنگ زیب) آداب بجالاکر بارگاہِ والا میں عرض کرتا ہے کہ ۲ جمادی الاوّل بروز دوشنبہ امرائے دکن کے درباری اپنے ولی نعمتوں کی درخواستیں لیکر اس نیاز مند کے حضور میں آئے اور کچھ تحائف پیش کئے۔ عادل خان نے ایک طرّہ، مرصع زہ گیر[1] اور ایک ہاتھی معہ تلابیہ[2] کے ارسال کیا ہے۔ اس سے قبل ایسی گھٹیا اور بیکار چیزیں میرے پاس نہیں بھیجی گئی تھیں لیکن آپ کے ارشاد کے مطابق چاروناچار ان چیزوں کو رکھ لیا۔ قطب ملک نے الماس کے نگینے کی ایک انگوٹھی بغیر نقاشی کے کچھ مرصع آلات، چھ زنجیر فیل (چار میرے لئے اور دو شاہزادوں کیلئے) ارسال کئے ہیں، انشاء اللہ جب موقع ملا یہ تحفے آپ کے ملاحظہ میں آئیں گے۔

اس نیاز مند نے جعفر کو بیجاپور، اور عبداللطیف کو جو پہلے قندھار کا دیوان تھا اور آجکل میرے ملازموں کے زمرے میں شامل ہے، آپ کے حکم والا کے بموجب گولکنڈہ میں متعین کردیا ہے اور بعض مرصع آلات اور گجراتی پارچے ان لوگوں کے ذریعہ حضور والا میں ارسال کئے ہیں اگر ان لوگوں (میر جعفر اور عبداللطیف) نے سرکار گولکنڈہ کے بجائے اپنا تعلق دکن کے صوبیدار ہی سے باقی رکھنا پسند کیا تو ملکی مصلحت اور شاہی احکام کے نفاذ کے اعتبار سے یہ بہتر ہی ہوگا، یوں جو حضور مناسب سمجھیں بہتر ہوگا۔

قبلہ و کعبہ سلامت! میر صالح ولد میر قوام الدین ماژندرانی (شاہ عباس کے ماموں کا فرزند) جو آجکل بندر سورت کے راستے اورنگ آباد گیا ہوا تھا اور وہاں سے گولکنڈہ جانے کا قصد کر رہا تھا اس کو میں نے برہان پور میں اپنے حضور میں طلب کر کے بارگاہِ شاہی میں روانہ کردیا (گولکنڈہ نہیں جانے دیا) یقین ہے کہ حضور والا کی آستاں بوسی کے بعد وہ اپنی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق شاہانہ نوازشوں سے سربلند ہوگا۔

مرشد حقیقی سلامت! عبدالرحیم گرز بردار جو آپ کے حضور (دربار) سے عربی گھوڑوں کی خریداری کے لئے سورت میں متعین کیا گیا تھا آجکل قطیف کے حاکم کے سفیر کے ہمراہ برہان پور پہنچکر آپ کے حضور میں روانہ ہو چکا ہے۔ حاکم قطیف کے نذرانہ کے گھوڑوں کے علاوہ جو عبدالرحیم

---

[1] تیر اندازی کے وقت پہننے کا انگشتانہ [2] تلابیہ، بکسر اوّل ہاتھی کا ہودج، جھول اور دوسرا سامان

گزربردار کے ساتھ ہیں، اس کے خرید کئے ہوئے گھوڑوں میں ایک ہشت سالہ فربہ[1] عراقی گھوڑا بھی ہے جس کی قیمت تشخیص نہیں ہوسکی، اصیل کلاں ہے اور بہت ہی عمدہ گھوڑا ہے، اگر اس کی پچھاڑی بھی اسکے اگلے جسم کی طرح ہوتی تب تو یہ لاجواب گھوڑا ہوتا اور جناب والا کو بھی بہت پسند آتا۔ ہلکا نیلے رنگ والا گھوڑا بھی بہت خوب ہے اور حضور والا کی سواری کے لائق ہے۔

نیلا سرنگ چار سالہ بھی جس کو کنجاور چہار کے ناخدا نے مخا کی بندرگاہ میں دو ہزار میں خریدا ہے عربی نسل کا اصیل ہے، بہت جلد بڑھ جائے گا، فی الحال وہ لاغر ہے ابھی جوان بھی نہیں ہوا ہے، تندرست اور جوان ہوکر پانچ چھ ہزار کی قیمت کا ہوجائے گا۔

قبلہ وکعبہ! میں نے اس سے قبل عرض کیا تھا کہ حضور والا کے حکم کے مطابق میں اپنے ایک ملازم کو صوبہ برار روانہ کردوں گا، چنانچہ ۲۵ ماہ حال کو ضیاء الدین حسین کو جو میرا میر بخشی ہے اور بہت ہی کارآمد شخص ہے، چار سو تیر انداز وں اور دو سو پیادہ سپاہیوں اور بندوقچیوں کی نفری کے ساتھ ایلچپور روانہ کردیا اور شاہ بیگ خاں کو لکھ دیا ہے کہ ضیاء الدین حسین کے پہنچتے ہی میری خدمت میں روانہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ جاہ و جلال کے خیموں کو ہمیشہ برپا رکھے۔

(۳/۵۱)

یہ مخلص نیاز مند بارگاہ جاہ و جلال میں عرض پرداز ہے کہ فرمان والا شان جو حضور نے خود خط خاص سے تحریر فرمایا ہے چہار شنبہ ۱۰ جمادی الاول کو اور دوسرا فرمان منشئ دیوان کے قلم سے لکھا ہوا اس کے دو روز کے بعد موصول ہوا، ان نوازشات نے سربلند فرمایا؛ حکم اقدس صادر ہوا ہے کہ:۔

"چونکہ یہ نیاز منداب پایاں باغ کے مسائل سے فارغ ہوگیا ہے اور وہاں کے قرارواقعی بندوبست سے نبٹ چکا ہے اس لئے ہمارے فرامین کے موصول ہوتے ہی دولت آباد کو روانہ ہوجائے اور بالا گھاٹ اور پایاں گھاٹ کی ولایت کو اپنی ولایت سمجھکر اس کی دیکھ بھال اور بندوبست میں مصروف ہوجائے"

پیرو دستگیر سلامت: میں حضور کی شاہانہ عنایات کا شکر کس زبان سے ادا کروں، حق تعالیٰ آپ کے سائے کو ہم نیاز مندوں کے سروں پر مدتوں قائم رکھے۔ یہ بات حضور والا سے پوشیدہ نہیں ہے کہ میں ہر وقت شاہی خدمات کے انجام دینے اور بجالانے کو اپنے مقاصد دارین کی تکمیل سمجھتا ہوں اور راحت تن آسانی کی طرف بہت ہی کم مائل ہوتا ہوں، حتی المقدور اپنا تمام وقت ملکی مہمات کے بندوبست میں

---

[1] اسپ طرق وہ گھوڑا ہے جو محض گھوڑیوں سے جفتی کرنے کے کام آتا ہے، فربہ اندام گھوڑے کو بھی یہی کہتے ہیں، میں نے یہی آخری معنی اختیار کئے ہیں۔ (شمس)

صرف کرتا ہوں۔

اس اعتبار سے کہ ولایت دکن کی بدنظمی کی طرف اس دس سال کے عرصہ میں کسی نے توجہ نہیں کی اور اب اس کی ابتری کا یہ عالم ہے کہ اس کا سدھار اور بندوبست جلد نہیں ہو سکتا، دیگر یہ کہ دکن کی مملکت کا بندوبست اور اس کا سدھار جس طرح اپنی موجودگی میں ہو سکتا تھا اس طرح غائبانہ طور پر ممکن نہیں تھا، مزید براں یہ کہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ اعلحضرت کا مطمع نظر دکن کا بندوبست ہے، چونکہ اس وقت دولت آباد میں ایسا کوئی ضروری کام نہیں ہے جس کے باعث پایاں گھاٹ کے بندوبست کو یونہی ناتمام چھوڑ کر دولت آباد پہنچا جائے، اسلئے دولت آباد کی عمدہ آب و ہوا اور اس سے ایک گونہ قلبی تعلق کے باوجود میری یہ دلی خواہش تھی کہ کچھ عرصہ برہان پور میں ٹھہر کر خاندیس، برار اور پایاں گھاٹ سے بالکل مطمئن ہو جاؤں۔

اب جب کہ حضور والا کا یہ حکم صادر ہوا ہے کہ "میں جلد سے جلد دولت آباد پہنچ جاؤں" لہٰذا میں دولت آباد کو روانگی کے لئے بالکل تیار ہوں لیکن اگر آپ حکم فرمائیں تو ماہ شہریور کے آغاز میں یہاں سے دولت آباد روانہ ہو جاؤں، اس صورت میں ممکن ہے کہ پایاں گھاٹ کا انتظام موجودہ صورت سے اور زیادہ بہتر ہو سکے، یوں جیسا آپ خیال فرمائیں اور حکم دیں وہ مناسب اور درست ہوگا۔

میں نے اسد اللہ ولد فضل اللہ کے اضافۂ منصب اور بگلانہ کی فوجداری پر اسکے تقرر کے لئے جو عرضداشت حضور والا میں ارسال کی تھی، اس پر حضور والا کا یہ حکم ہوا ہے کہ:

> "اگر تمھارا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اسد اللہ ولد میر فضل اللہ، شاہی ملازمین کے زمرے میں شامل رہ کر بگلانہ کی فوجداری کے فرائض انجام دے تو اس صورت میں اضافہ کی تجویز قابل قبول نہیں ہے چونکہ بگلانہ تم کو انعام میں دیا گیا ہے پس وہاں کے معاملات اور مہمات کے انتظام کے لئے منصب شاہی کے سوا، تم اس کو جو کچھ بھی چاہو اپنی طرف سے دے سکتے ہو۔"

قبلۂ حاجات! سلامت! اس سلسلے میں جو کچھ بھی آپ نے خیال فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے لیکن یہ نیازمند اپنی عرضداشت کے شروع ہی میں جاگیر بگلانہ کی کم آمدنی اور زیادہ خرچ کے بارے میں عرض کر چکا ہے، میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اس جاگیر کو کسی شاہی امیر کے سپرد کر دیا جائے لہٰذا اس خیال کے پیش نظر کہ عمر افغان اسی خدمت پر مامور رہ کر سہ صدی منصب یکصد سوار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سربلند و سرفراز ہے، میں نے اسد اللہ جیسے تجربہ کار شخص کا منصب پانصدی ذات و یکصد سوار، دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تجویز کیا تھا چونکہ اس کو اصل جاگیر اور اضافے

کی جاگیر اسی ولایت میں دی گئی ہے لہٰذا میں نے یہ التماس نہیں کی کہ اس کو اس انعامی محال کے عوض کوئی دوسری جاگیر دے دی جائے کہ اس صورت میں سرکار والا کی کفایت بھی ہوتی ہے۔ اس تفصیل و توجیہہ کے بعد اگر میری عرضداشت قبول ہو تو اچھا ہے ورنہ اس کے اضافے کی تنخواہ بکلانہ ہی سے جو حضور کا انعام محض ہے، دی جائے گی۔ آپ نے حکم فرمایا ہے کہ:

"چونکہ تمھاری عرضداشت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عمر ترین سے بکلانہ کا بندوبست خاطر خواہ نہ ہو سکا اور نہ ان لوگوں سے کچھ ہوا جو تم نے وہاں متعین کئے ہیں، لہٰذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم عمر ترین کو ہماری بارگاہ میں روانہ کر دو"

میرے پیر و مرشد! حضور والا پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ کتنے ملازمین اور کتنی فوج بکلانہ گئی تھی اور وہاں وہ فوج کتنی مدت رہی جو اس سے کوئی اچھی خدمت انجام پاتی، اگر یہ نیازمند کچھ عرصہ کے لئے وہاں کی مہمات کے اعتبار سے فوجی نفری مقرر کرتا تو اس کی کارکردگی آپ پر ظاہر ہو جاتی، اب آپ کا حکم بجا لاتے ہوئے عمر ترین کو بارگاہ والا میں روانہ کر دیا ہے۔

جناب عالا! مقررہ سالانہ پیشکش ابتدائے ماہ فروردین ۲۶ جلوس شاہجہانی اور ۲۸ جلوس شاہجہانی کی پیشکش آخر ماہ اسفندار تک کا بقایا مبلغ پچاس ہزار روپیہ جو چاندہ کے زمیندار کے ذمے نکلتے ہیں، اس کل رقم کے معاف کر دینے کا حکم آپ نے صادر فرمایا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس حکم عالی کے بموجب عمل کیا جائے گا۔ دوسرا واجب الاطاعت حکم یہ صادر ہوا ہے کہ:

"تم شاہ بیگ خان کو جس کے پاس ضابطے کے مطابق سپاہ نہیں ہے، درگاہ والا میں بھیج دو اور جاگیر کے پرگنہ جات کو اگر تم خود چاہتے ہو تو اپنی نقدی کے عوض لے لو ورنہ کسی دوسرے جاگیردار کو جو کارآمد اور جمعیت دار ہو، اس کے بجائے بھیج دو"

قبلہ و کعبہ سلامت! دکن میں متعین ملازمین شاہی کی حالت آپ سے پوشیدہ نہیں ہے، اس وقت تو کوئی ایسا شخص جو شاہ بیگ سے زیادہ سپاہ رکھتا ہو اور اس صوبے کا بندوبست خاطر خواہ کر سکے، مجھے نظر نہیں آتا۔

از روئے لطف و کرم آپ نے حکم دیا ہے کہ "اگر تم چاہو تو جاگیر کے پرگنوں کو اپنی نقد تنخواہ کے عوض لے لو"، اس خصوص میں عرض یہ ہے کہ میں انشاء اللہ انہی چند روز میں اپنے ایک تجربہ کار اور کارآمد

ملازم کو سپاہ کی اچھی نفری کے ساتھ وہاں مقرر کردوں گا اور شاہ بیگ خاں کو آستاں بوسی کی اجازت دے دوں گا (بارگاہ والا میں روانہ کردوں گا)۔

چونکہ صوبۂ برار کے بندوبست کے لئے کافی اور اعلیٰ فوج درکار ہے، مجھے آپ کی بے پایاں عنایات سے امید ہے کہ جیسے ہی حضور کو شاہ بیگ خاں کی جاگیر کے پرگنوں کی آمدنی کا حال معلوم ہوگا تو اس نیاز مند کی اس ماہ کی نقد آمدنی پر نظر فرماتے ہوئے ایلچپور اور انکوٹ کے پرگنوں کی آمدنی سے جس قدر حضور مناسب متصوّر فرمائیں اس نیاز مند کی تنخواہ میں اور منظور فرما دینگے، یوں جو کچھ بھی حکم والا ہوگا اس کی تعمیل کو میں اپنی سعادت سمجھوں گا۔

اللہ تعالیٰ خلافت و سلطنت کے آفتاب کو ہمیشہ درخشاں اور تاباں رکھے۔

(۵۲)

بندگی و ارادت کے آداب بجا لانے کے بعد عرض اقدس میں گذارش ہے کہ ۱۶ جمادی الثانیہ کو حضور کا پرنور فرمان جو فاضل (خاں) یساول کے ذریعہ ارسال کیا گیا تھا مجھے موصول ہوا، عزت و سعادت بخشی، آپ نے جو کچھ از روئے نصیحت ارشاد فرمایا ہے اس کو دل و جان کے ساتھ قبول کیا۔

پیر دستگیر سلامت! اس سراپا تقصیر بندے کے عیوب اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کا شمار کیا جاسکے چنانچہ اس سے قبل بھی میں کئی بار اس کا اظہار کرچکا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کے ارشاد کی برکت سے مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ باینہمہ مجھ سے کبھی کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ اور حضور والا کی مرضی کے خلاف ہو اور آجناب سی ایک شخص کی برائی اور بد اندیشی مجھ سے سرزد نہیں ہوئی وہ قضیہ جو آجکل آپ کے سننے میں آیا ہے محض غلط ہے، اس کی حقیقت اس خط سے جو میں نے آپ کے حکم کے مطابق جواباً تحریر کیا ہے، آپ کو معلوم ہوگئی ہوگی۔ یہ نیاز مند تو ایسی کیک حرکت کو عام بندگان خدا کے ساتھ بھی مذموم سمجھتا ہے چہ جائیکہ ایسی شخصیت اور عظیم ہستی[1] کے ساتھ اس کو میں کس طرح روا رکھ سکتا ہوں۔

آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا مٹانا انسان کے بس کی بات نہیں جو کچھ

---

[1] اس عظیم شخصیت کا ذکر مکتوب میں کہیں نہیں ہے لیکن قیاس کہتا ہے کہ اورنگ زیب کی یہ بدگوئی دارا شکوہ کی نسبت ہے، اس لئے کہ دونوں بھائیوں میں تسخیر قلعۂ قندھار کی مہم کی ناکامی کے بعد سے چپقلش شروع ہوگئی تھی اور اورنگ زیب اپنی اس ناکامی کا باعث دارا شکوہ کو سمجھتا تھا، اس خط میں اورنگ زیب نے یہ صفائی پیش کردی ہے لیکن رقعات عالمگیری میں ایک مکتوب میں ان الفاظ کو جو انھوں نے دارا شکوہ کے متعلق کہے ہیں بڑے بھائی کی توہین سمجھا جائے یا نہیں اورنگ زیب کے الفاظ یہ ہیں "برادر ما بہ طن درصحبت جوگیاں بے ایمان شدہ"۔ اغلب ہے کہ شاہجہاں کی تنبیہ انھی الفاظ کے بارے میں ہو۔

قسمت میں لکھ دیا گیا ہے ہو کر رہے گا، بُری یا بھلی جو کچھ انسان پر پڑتی ہے گزر جاتی ہے۔

قبلہ و کعبہ کا ارشاد اگرچہ ہم نیاز مندوں کی بہتری اور بھلائی پر مبنی ہے لیکن حضور کے لطف عام سے مجھے امید ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے (جس نے ان کو بے پایاں جاودانی نعمتوں سے نوازا ہے) گرفت کی قدرت رکھتے ہوئے لغزش و گناہ سرزد ہوئے بغیر مواخذہ نہیں فرماتا تو اعلحضرت بھی کہ ظل اللہ ہیں اخلاق الٰہی کی طرح اپنے اندر خُلق پیدا کرکے[1] بغیر جُرم و خطا کے محض سُنی سنائی بات پر اپنے نیاز مندوں پر ایسے اعتراضات نہیں فرمائیں گے جو ان کے حوصلے (برداشت) سے زیادہ ہوں اور نہ ان کو معتوب فرمائیں گے۔

قبلۂ اہل عالم: دولت آباد روانہ ہو جانے اور وہاں کے خزانے سے آپ کی خدمت میں روپیہ ارسال کرنے کے بارے میں اعلحضرت کا فرمان موصول ہوا۔ انشا اللہ جلد ہی میں دولت آباد روانہ ہو جاؤں گا۔ چونکہ حضور والا نے مرشد قلی خاں (دیوان بالاگھاٹ) کو بھی خزانے کی ترسیل کا حکم دیا ہے لہٰذا جب مشارالیہ خزانہ بھیجے گا اس وقت یہ نیاز مند بھی حکم والا کے مطابق سزاوار خاں کے ہمراہ حضور والا میں خزانہ ارسال کردے گا۔

خلافت جہانبانی کے سائے عامّہ خلائق کے سر پر ہمیشہ سایہ گستر رہیں۔

(۵/۵۳)

مراسم عقیدت و بندگی بجا لاکر خدمت اقدس میں عرض پرداز ہوں کہ عرب خان کے انتقال کی خبر وقائع نگار کے روزنامچے سے گوش ہمایونی تک پہنچ گئی ہوگی۔ چونکہ قلعہ فتح آباد سرحدی مقام ہے اور وہاں ہر وقت ایک شاہی معتمد کا رہنا ضروری ہے اس لئے اس نیاز مند نے میر خلیل کو جو ایک محنتی اور ہوشیار شخص ہے حکم دے دیا ہے کہ وہ جلد از جلد وہاں پہنچ جائے اور خدمت متعلقہ کی انجام دہی میں مصروف ہو جائے۔ پانصدی ذات، دو صد سوار، شش صد سوار دو اسپہ سہ اسپہ اس کے اس منصب میں اس خدمت کی شرط کے ساتھ اضافہ کردیا ہے، اب اس کا اصل منصب مع اضافے کے دو ہزاری ذات، ایکہزار سوار، شش صد سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہو گیا ہے۔

پرگنہ دریاپور جو ۷ لاکھ دام کے محصل کی جاگیر ہے، اس نے اپنے حسن سلوک سے دو سال کے عرصے میں اس کو زیادہ آمدنی کا پرگنہ بنا دیا ہے، جب سے پرگنہ اس کو جاگیر میں عطا ہوا ہے وہ اس کی رونق اور آبادی کے اضافہ میں مصروف ہے، اس جاگیر کے علاوہ حویلی فتح آباد نامی پرگنہ بھی جو ۸۸ لاکھ

[1] تخلقوا باخلاق اللہ۔ بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے اورنگ زیب نے اسی کا ترجمہ "تخلق باخلاق الٰہی نمود" سے کردیا ہے۔ شمس

دام کی آمدنی کا پرگنہ ہے، اس کی جمع بندی سے ۳ لاکھ دام کم کرکے (۸۵ لاکھ دام جمع بندی قرار دے کر) عرب خاں کے انتقال کی تاریخ سے اس کو دے دیا ہے۔

اگر سرحدی قلعوں پر ایسے تجربہ کار ملازمین مقرر و متعین کردیئے جائیں تو بڑا اطمینان ہو جائے اعلحضرت کے لطف و کرم سے امید ہے کہ اگر میر خلیل خاں کو کسی خطاب سے سربلند و سرفراز فرمادیا جائے تو کمال درجہ ذرہ پروری ہوگی۔

اس اعتبار سے کہ ہوشدار خاں ابن ملتفت خاں (قدیمی نمک خوار) بہت ہی اچھا بندہ و فہمی ہے اور تربیت کے لائق ہے، میں نے اس کو توپخانے کی داروغگی کے عہدے پر فائز کردیا تھا، کئی سال سے اس کا اضافہ نہیں ہوا تھا لہٰذا میں نے دو صدی ذات، یکصد سوار اس عہدے کی شرط کے ساتھ اس کے منصب میں اضافہ کردیا ہے، اب اس کا منصب مع اصل و اضافہ سہ صدی ذات و چہار صد سوار ہوگیا ___ خلافت کا آفتاب عالمتاب اسی طرح درخشاں رہے۔

(۶/۵۴)

عقیدت و ارادت کے وظائف بجا لاکر یہ نیازمند خدمتِ اقدس میں عرض پرداز ہے کہ خاص حضور کے خط سے لکھا ہوا فرمان اور ایک خلعتِ خاصہ بروز پنجشنبہ ۱۴ شعبان کو علی رضا کے ذریعہ موصول ہوا، ان دونوں عطیات پر آدابِ تسلیمات بجالاتا ہوں۔

حضور والا سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ نیازمند ہمیشہ بارگاہِ بے نیاز میں یہ دعا کرتا ہے کہ وہ مجھے اپنے پیر و مرشد کی رضا جوئی کی توفیق عطا فرمائے، اُمید ہے کہ ہمیشہ میں آپ کی رضا جوئی کا خواہاں رہوں گا۔

دکن کے امراء کے ساتھ جس قسم کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ویسا ہی عمل کیا جائے گا، سنا گیا ہے کہ عادل خاں قطب الملک سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ قطب الملک کے اس ملک پر جو اس نے کرناٹک کے جاگیرداروں سے چھینا ہے کچھ دست درازی کرے (چھین لے) اگر اس نے حملہ کردیا تو پھر جیسا آپ کا حکم ہوگا اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ چونکہ آپ کا حکم ہوا ہے کہ

"تم قطب الملک کی اعانت سے الگ تھلگ رہ کر اس کو رضامند رکھنے کی کوشش کرو"

اگر یہ نیازمند آپ کے احکام والا سے آگاہی کے بعد قطب الملک کی امداد کے بارے میں درخواست کرتا تو دوسری بات ہوتی، اب تو میں بغیر اس کی کمک کے اس کو اپنی طرف مائل اور اپنے سے خوش نہیں رکھ سکتا۔ فرمان والا صادر ہوا ہے کہ:

"تم دکن کے صوبہ جات کی زیادتی اور رونق بڑھانے میں کوشش کرو اور
مرشد علی خاں کو جو ایک تجربہ کار امیر ہے، دیوانی کی خدمت پر مستقل کردو
اور وہ جو کچھ بھی از روئے دولت خواہی عرض کرے وہ سنو! بٹائی کا طریقہ
جاری کرنے اور طرح طرح کے قدیم قاعدے منسوخ کرنے میں جو اس
ولایت کی تباہی اور بربادی کا سبب بنے ہیں کافی اہتمام و انتظام کرو۔"

پیر دستگیر سلامت! یہ نیاز مند دکن کے چاروں صوبوں کی دیکھ بھال میں حتی الامکان کوشش کرتا رہا ہے اور اب بھی اسی کوشش میں مصروف ہے۔ امید ہے کہ بٹائی کے اصول سے اس ولایت کی حالت بہت کچھ سدھر جائے گی حضور والا نے مرشد قلی خاں کی تجربہ کاری اور معاملہ فہمی کے بارے میں اس سے قبل جو کچھ ارشاد فرمایا تھا میں نے اس کو ویسا ہی پایا، اس بنا پر بالاگھاٹ کی فوجداری کی خدمت پر اس کے تقرر کی سفارش کی تھی، اس کی بھرپور اعانت میں نے ہمیشہ کی ہے اور آئندہ بھی کی جائے گی۔

قبلہ و کعبہ! مرشد قلی خان اعلحضرت کے لطف و کرم سے ایسے خطاب کا امیدوار ہے جو اس کے امتیاز میں اضافے کا موجب ہو، اسی طرح اگر ملتفت خان کو بھی علم مرحمت فرما دیا جائے تو اسکے افتخار کا باعث ہو۔ پرگنہ ببر کے سلسلہ میں حضور والا کا حکم ہوا ہے کہ :-

"ابتدائے فصل خریف شملاں ئیل سے موضع ببر کا در و بست (جمع بندی) خالصہ
شریف سے متعلق ہوگی (پرگنہ ببر خالصہ شریف میں داخل کر دیا جائے) اور تمھاری
جاگیر میں اس پرگنے کے جو محال ہیں اس کے عوض نقد روپیہ اس ماہ
کی تنخواہ کے برابر تم کو دیا جائے گا۔"

قبلہ حاجات سلامت! اس لحاظ سے قصبہ شاہ گڈھ اور منجھلی گانو (پرگنہ ببر کے متعلقات) ہمیشہ سے اس نیاز مند کی جاگیر میں رہے ہیں علاوہ ازیں تمام دکن میں ایسا شیلہ[1] جو حضور پر نور میں ارسال کرنے کے قابل ہو شاہ گڈھ کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتا، اس لئے امیدوار ہوں کہ یہ دونوں محالیں (شاہ گڈھ اور منجھلی گانو) میری جاگیر میں بحال رکھے جائینگے۔

چونکہ جناب والا کا اصل مقصود یہ ہے کہ جس طرح مرشد قلی خاں نے اس پرگنے کا اعلیٰ انتظام کیا ہے اس طرح اب تمام پرگنوں کا انتظام اس کے حوالے کیا جائے گا لہٰذا یہ نیاز مند بھی اپنی محال کا انتظام اسی کے سپرد کر دے۔

---

[1] شیلہ! شیلاں - میوۂ عناب

سزاوار خاں کی تنخواہ کے بارے آپ کا حکم جو کچھ صادر ہوا تھا اس نیاز مند نے سزاوار خاں کو اُس حکم سے آگاہ کر دیا، چونکہ پرگنہ انکوت وغیرہ اس سے پہلے شاہ بیگ خاں کو تنخواہ میں دیدیئے گئے تھے اس لئے سزاوار خاں اسکے بدلے پرگنہ جات ندربار اور سلطان پور کے مل جانے پر راضی ہے لیکن ان دونوں پرگنوں کی جمع بندی ختم ہوگئی ہے اس لئے ملتمس ہوں کہ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ دام جو عمدۃ الملک شائستہ خاں کو بعنوان تن (نقد تنخواہ) مرحمت کئے جاتے تھے اب مشارالیہ (سزاوار خاں) کو مرحمت فرما دیئے جائیں، چالیس لاکھ دام (باقی تنخواہ) کا کسی دوسری جاگیر سے انتظام کر دیا جائے گا۔

الٰہی! عظمت وجلال شاہی سدا قائم رہے۔

(۵۵)

یہ نیاز مند خدمتِ اقدس میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کے دو فرمان خاص حضور کے قلم سے تحریر کئے ہوئے مع خلعت کے یکے بعد دیگرے صادر ہو کر میری سربلندی کا موجب ہوئے۔ تسلیمات بجالاتا ہوں۔ اعلیحضرت کے احکام سے آگاہی ہوئی انشاء اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ میں آپ کی ان عنایتوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں جو از راہ ذرہ پروری حضور نے مجھ پر فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اعلیحضرت کے سایہ کو ہم نیاز مندوں کے سر پر قیامت تک قائم رکھے۔

اعلیحضرت کے پسندیدہ جواہر کے بارے میں فرمان والا کے بموجب قطب الملک کو تاکید کر دیگئی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ وہ خان سعد اللہ خاں کے خط کے بموجب عمل کرے اور اس کی تعمیل میں تاخیر سے کام نہ لے۔ مرشد قلی خاں کو بھی، جسے آپ نے از روئے بندہ نوازی خطاب خانی سے سربلند فرمایا ہے، حکم والا سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور تاکید کر دیگئی ہے کہ "بالاگھاٹ" میں بٹائی کے دستور کو جاری کر کے کچھ ایسی صورت کرے جو اس کے لئے تحسین و آفرین کا موجب ہو اسی طرح ملتفت خاں کو بھی جسے آپ نے محض اپنے لطف و کرم سے علَم مرحمت فرمایا ہے تاکید کر دی ہے کہ وہ بھی پایاں گھاٹ کی محال میں بٹائی کے اصول کو جاری وساری کرے، ہر چند کہ یہ کام بہت زیادہ محنت طلب ہے اس سلسلہ میں اس نے جو کچھ خیال کیا ہے وہ اس کی عرضداشت کے ذریعہ آپ تک پہنچ جائے گا۔

اس نیاز مند نے مفتخر خاں کے بارے میں کچھ استدعا کی تھی، اس کا قبول فرمانا میرے لئے مزید سربلندی اور سرافرازی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی آرزوں کو بر لائے۔ حضور والا کا حکم ہوا ہے کہ "تم مفتخر خاں کو اپنے پاس رکھ کر اس کی تربیت کرو اور شاہ بیگ خاں کو

اورنگ آباد سے جہاں وہ آجکل بیکار ہے، بلا کر فتح آباد روانہ کر دو۔"

پیر دستگیر سلامت! اس اعتبار سے کہ صوبوں میں متعین ملازمین کے بارے میں ہمیشہ اس اصول پر عمل ہوتا ہے کہ ایک صوبے میں فوجداری، قلعہ داری یا ایسی ہی کسی اہم خدمت پر مامور امیر کسی دوسرے صوبے میں مامور نہیں کئے جائینگے، ان کو ترقی نہیں دی جائے گی۔ مفتخر خاں نے (جس کا چھوٹا بھائی خطاب یافتہ ہے اور بخشی گری کی خدمت پر معمور ہے اور اسکے منصب میں بھی اضافہ ہوچکا ہے) کارگذاری کے اعتبار سے یہ ثابت کردیا ہے کہ اگر وہ فتح آباد کی خدمت پر مامور کردیا جائے تو وہ اپنے مقدور بھر (اس کی ترقی میں) کوشش کرے گا۔

اس لئے میں نے مشارالیہ کی کارکردگی اور سوجھ بوجھ پر نظر کرتے ہوئے اس کو فتح آباد جانے کی اجازت دیدی اس سے قبل اس صوبے میں میرے منتخب اور اعلیٰ ملازمین متعین تھے لیکن اب تو سوائے ان دکنیوں کے کوئی بھی ایسا شخص جو اعلیٰ منصب اور بھاری جمعیت رکھنے والا ہو، موجود نہیں ہے، اگر ایک شخص بھی شاہ بیگ خاں کی طرح اس نیاز مند کے پاس ہوتا تو گنجائش (اعتراض) کا موقع تھا۔

کعبۂ حاجات! محمد صفی جو دکن کی بخشی گری کی خدمت پر مامور ہے، بہت ہی فرمانبردار اور کارآمد شخص ہے، اس کو بھی اس موقع پر (جب کہ بہت سے دوسرے لوگ میری سفارش پر شاہی نوازشوں سے سربلند ہوچکے ہیں) کسی خطاب سے سربلند فرما دیا جائے تو بندہ پروری اور ذرہ نوازی سے بعید نہ ہوگا۔

فرمانِ والا میں مرقوم ہے کہ

"تمھاری استدعا کے بموجب ہوشدار کو داروغگی توپ خانہ کی خدمت سپرد کردی گئی ہے اور ششصدی ذات و چارصد سوار سے اس کو سربلند و سرفراز کردیا گیا ہے۔"

قبلۂ و کعبہ! اس نیاز مند نے اس ہوشدار کو جب تک ایکہزاری منصب کے لائق اور اس کا اہل نہیں سمجھا تھا، اس وقت تک نوصدی ذات کے منصب کی سفارش اور تجویز آپ کے حضور میں پیش نہیں کی تھی۔ وہ لائق اعتماد اور جوہر قابل ہے۔ (اس کو یہ منصب دینا چاہیئے تھا) یوں جو کچھ بھی آپ مناسب خیال فرمائیں وہ درست اور بجا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ عظمت و جلال کو ہمیشہ قائم رکھے۔

(۸/۵۶)

مرید اخلاص سرشت، عرض پرداز ہے کہ حضورِ والا کے دو فرامین ذیشان یکے بعد دیگرے

وارد ہوکر میرے شرف و افتخار کا موجب ہوئے، حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"چونکہ بارش کا زمانہ ختم ہوگیا ہے لہٰذا تم بغیر کسی تاخیر کے دولت آباد روانہ ہوجاؤ"

قبلۂ وکعبۂ چونکہ اس موسم میں اخیر دنوں میں بارش زیادہ ہوئی ہے اور بہت ہی شدت سے ہوئی ہے اور بہت دنوں تک (لگاتار) ہوتی رہی چنانچہ اس شدتِ باراں کے باعث نقل وحرکت دشوار ہوگئی تھی اس وجہ سے ۸ ذیقعدہ روانگی کی تاریخ جو پہلے مقرر کیگئی تھی اس تاریخ کو برہان پور روانگی نہ ہوسکی۔ اب انشاءاللہ تعالیٰ ۲ ذی الحجہ کو روانگی کا ارادہ ہے، وہاں پہنچنے کے بعد ارشاد والا کے مطابق زیادہ عرصہ قیام نہیں کرونگا (بس چند روز ٹھہر کر دولت آباد روانہ ہوجاؤں گا)

حضور والا نے محمد صفی کو خطاب عطا فرما کر مجھے سربلند فرمایا، اعلیٰ حضرت کی عنایت و مہربانی کے سائے مدتوں تک ہمارے سروں پر قائم رہیں۔ فرمان والا میں مرقوم ہے کہ:

اعلحضرت کی سرکار والا سے، نواب بیگم صاحبہ کے لئے جو روپیہ سورت کے شاہی خزانے میں موجود ہے اور جس کی ترسیل کے لئے حافظ ناظر کے نام فرمان جاری کیا جاچکا ہے، لہٰذا تم اپنا کوئی معتمد ملازم پرگنہ سلطان پور کی سرحد پر بھیج دو"

قبلۂ وکعبۂ میرے ملازمین میں سے ایک ملازم کافی سپاہ کے ساتھ بگلانہ میں موجود رہتا ہے اور آجکل میں سرفراز خاں بھی اسی طرف روانہ ہوا چاہتا ہے (اسکی ایک عرضداشت بھی اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ چکی ہے) لہٰذا میں نے شاہی خزانے کی محافظت اور اس کے ساتھ رہنے کی تاکید اس کو بھی کردی ہے علاوہ ازیں بگلانہ کے فوجدار کو بھی سخت تاکید کردی ہے کہ نہایت احتیاط اور تدبیر سے کام لے اور خزانہ اس کی مدد سے صحیح وسلامتی کے ساتھ گذر جائے۔ کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔

اس اعتبار سے کہ سرفراز خاں قدیمی نمک خوار ہے اگر اس کی درخواست قبول فرمالی جائے تو اس کی سربلندی اور سرفرازی کا کیا کہنا!

اللہ تعالیٰ آفتاب خلافت کو اہل عالم پر اسی طرح تاباں اور درخشاں رکھے

قیام دولت آباد

(۱/۵۷)

بعد ادائے آداب بندگی خدمت والا میں معروض ہے کہ یہ نیاز مند جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے ۱۶ ذی الحجہ کو برہان پور سے روانہ ہوا اور وہاں محمد طاہر کو (جس نے اس ملک میں کافی وقت گذارا ہے اور اس ولایت پر حکمرانی کے اصول سے کماحقہ واقف ہے اور خود میں بھی رعایا کے ساتھ اس کے حسنِ سلوک سے مطمئن ہوں) اپنے نائب کے طور پر چھوڑ آیا ہوں، اور خود میں دولت آباد کی طرف عازم ہوں، انشاء اللہ ۱۴ محرم کو خرد ا پور کی پہاڑی کو (جو تونڈ پور کے دائیں جانب ۲ ½ کوس پرے اور روہن گرہ کی پہاڑی کے مقابلہ میں اسکی چڑھائی آسان ہے) عبور کر کے. یہاں کے نجومیوں کی مقررہ سعد ساعت پر دولت آباد میں داخل ہو جاؤں گا۔

امید کہ جناب والا کی توجہ کی برکت سے اس ولایت کے مسئلے اور یہاں کی مہمات اچھی طرح سرانجام پائینگی اور حسب الحکم بٹائی کا اصول جو یہاں جلد ہی جاری کیا جائیگا اس سے دیہات کی آبادی اور رونق میں اضافہ ہوگا۔

پیر و مرشد! چونکہ اس نیاز مند کو دیوانی کی خدمت (عہدہ) کے لئے ایک بہت ہی ہوشیار، ذی فہم اور تجربے کار شخص کی ضرورت ہے اور مرشد قلی خاں اپنی متعلقہ خدمت (پایاں گھاٹ) کے علاوہ اس منصب اور خدمت کو بھی بخوبی انجام دیسکتا ہے اسلئے اگر جناب والا کا حکم ہو تو دکن کی دیوانی کے فرائض بھی اس کے سپرد کر دیئے جائیں اور اگر جناب والا یہ پسند فرمائیں تو بارگاہ شاہی کے ملازمین میں سے کسی کو یہ خدمت سپرد فرما دیں، اس سلسلہ میں جو کچھ بھی حضور ارشاد فرمائیں گے وہ اس نیاز مند کے حق میں بہتر ہی ہوگا۔ خلافت و جہانبانی کا آفتاب ہمیشہ درخشاں و تاباں رہے۔

(۲/۵۸)

یہ مخلص خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کے دو فرامین یکے بعد دیگرے صادر ہوئے

---

[1] ملاحظہ کیجئے کہ اورنگ زیب اہل نجوم اور پنڈتوں کے زائچہ کے کسقدر پابند تھے کہ ان کی مقررہ شبھ گھڑی کے علاوہ کسی اور ساعت میں دولت آباد میں داخل نہیں ہوئے۔ (شمس)

اور مجھکو سربلند و سرفراز فرمایا، آداب بندگی بجالاتا ہوں، فرمان اوّل میں حکم ہوا ہے کہ:

"تم ایک سو دیگ انداز[1] دکن کے قلعوں سے منتخب کر کے ہمارے حضور میں روانہ کردو۔"

قبلۂ و کعبہ! فرمان والا سے مطلع ہوتے ہی اس نیاز مند نے اپنے کارپردازوں کو تاکید کردی ہے کہ تمام قلعوں سے توپچیوں کو طلب کر کے میرے حضور میں بھیج دیں تاکہ میں ان میں سے تجربہ کار اور ہنرمند لوگوں کو درگاہ والا میں روانہ کردوں جب لوگ مختلف قلعوں سے آجائیں گے تو میں پہلے پچاس افراد کو انتخاب کر کے روانۂ خدمت کردوں گا اور جب ان کے عوض میں دوسرے لوگوں کا تقرر کردیا جائے گا تو باقی پچاس بھی حضور والا میں بھیج دیے جائینگے۔ چونکہ ان لوگوں کی گولہ اندازی کی مہارت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اسلئے ان لوگوں کا بارگاہ والا میں روانہ کرنا محض آپ کے حکم کی تعمیل ہے۔ (ورنہ یہ لوگ اس فن کے ماہر نہیں ہیں) البتہ گولکنڈہ اور بیجاپور کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں اچھے توپچی ملتے ہیں لیکن وہاں کے والیان کی حالت یہ ہے کہ شاہانہ نوازشوں اور آپ کی بے پایاں عنایتوں کے باوجود (جو ان کے حوصلے سے کہیں زیادہ ہیں) میرے اس سفر میں جو چوتھی بار ہیں نے کیا ہے کسی قسم کی بھی اعانت نہیں کی اور نہ کوئی شائستہ خدمت بجالائے پھر بھی اس سلسلہ میں حضور والا اگر والیان گولکنڈہ اور بیجاپور کو اچھے توپچیوں کے روانہ کرنے کے بارے میں حکم فرمائیں تو امید ہے کہ وہ تعمیل حکم کو اپنی سعادت سمجھیں (اور بارگاہ والا میں اچھے توپچی بھیج دیں)

دوسرے فرمان میں حکم ہوا ہے کہ "چونکہ صوبۂ دکن میں توپ خانے کا داروغہ کوئی بڑا عہدہ یا منصب نہیں ہے، علاوہ ازیں ہوشدار میں اس عہدے کی قابلیت اور اور صلاحیت بھی نہیں ہے، اس لئے اگر صفی خاں اس خدمت کو قبول کرے اور اور اس کو بخشی گری کی خدمت پر مامور کرنا ممکن ہو تو تم اس کو اس عہدے پر مامور کردو، ورنہ امیر خاں بھی اس خدمت کیلئے بُرا نہیں ہے، شاہی عہدوں پر خوب سوچ سمجھکر شاہی ملازمین کو مامور کرنا چاہئیے۔"

قبلۂ و کعبۂ! حضور والا سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ نیاز مند ۱۸ سال کی عمر سے صوبہ داری کی خدمت پر مامور ہوا ہے، اس وقت سے اب تک کبھی اس نے کوئی شاہی خدمت کسی شخص کے لئے بیجا و بے محل تجویز نہیں کی ہے، اگر ایسا کرتا تو یہ پذیرائی اور قبولیت اسے کس طرح حاصل ہوتی۔ علاوہ ازیں میرے تجویز کردہ منصب داروں میں سے کوئی ایک بھی کسی ناشائستہ حرکت کا کبھی مرتکب نہیں ہوا پس چونکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ داروغۂ توپ خانہ کا عہدہ تجربہ کاری اور دیانت کار کے ساتھ ہی ساتھ تفنگ اندازی کی

---

[1] توپچیوں سے مراد ہے، نفت اور دال کی ہانڈیاں پھینکنے والے بھی دیگ انداز یا بان انداز کہے جاتے تھے۔

مہارت بھی چاہتا ہے اور ایسا شخص ہی اس خدمت کے لئے موزوں ہو سکتا ہے لہٰذا ہوشدار کو جو توپ اندازی سے کافی واقفیت رکھتا ہے، اوّل درجہ کا تفنگچی ہے اور قدیمی نمکخوار ہے، میں نے خوب سوچ سمجھکر اس عہدے کیلئے نامزد کیا تھا، اس مدت میں کوئی ایسی بات جو دیانت اور امانت کے خلاف ہو اس سے سرزد نہیں ہوئی ہے بایںہمہ چونکہ مرضی مبارک نہیں ہے اس لئے حکم والا کے بموجب صفی خاں کو اس عنایت اور بندہ پروری کی نوید سے آگاہ کر دیا ہے (اس کو بتا دیا ہے کہ اعلحضرت نے داروغہ توپخانہ کے عہدہ پر اس کا مامور کیا جانا منظور فرما لیا ہے) لیکن اس لحاظ سے داروغگی توپخانہ اور بخشی گری کے دونوں عہدوں کے فرائض ایکساتھ انجام دینا بہت مشکل ہے اور اس پر طرفہ یہ کہ دکن کی جاگیروں کی حقیقت حضور والا سے پوشیدہ نہیں ہے (ایک منصب سے متعلقہ جائیداد اور جاگیر سے اتنی آمدنی نہیں ہے کہ وہ ایک منصب کی تنخواہ کے لئے بھی کافی ہو سکے) اور اس قسم کی اعلیٰ خدمت بغیر ساز و سامان کے اور ضروری لوازم کے منصبدار کی سرگرمی اور پوری پوری توجہ کا باعث نہیں بن سکتی ہے۔ (منصبدار کے پاس اسکے منصب اور عہدے کے لائق جاگیر ہونا چاہئے تاکہ وہ تمام ضروری لوازم فراہم کر سکے)۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ صفی خاں کے منصب میں اس خدمت کے ساتھ اضافہ بھی فرما دیا جائے تاکہ وہ پوری توجہ اور تندہی کے ساتھ اس خدمت کو سرانجام دیسکے، اس سلسلہ میں آپ نے امیر احمد رضوی کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ بھی اس منصب کے لئے برا نہیں ہے۔

آم ارسال کرنے کے سلسلہ میں بھی آپ نے مرقوم فرمایا ہے: قبلہ دارین! اگرچہ یہ عقیدت مند دربار والا کے وکیل کے مراسلات کے بموجب جو متعدد بار مجھے تحریر کئے گئے ہیں (اس سے پہلے کہ درختوں میں پھل آئے اور آم تیار ہوں) میں نے ہر جگہ لوگوں کو محافظت کے لئے مقرر کر دیا ہے اور تاکید کر دی ہے لیکن چونکہ دکن میں آم بہت کم ہے (بور کم آیا ہے) خاص طور سے بادشاہ پسند آم نے تو بالکل پھل نہیں دیا۔ خیال قوی ہے کہ یہ بات صوبے کے وقائع نگار کے روزنامچے سے حضور کے گوش گذار ہو گئی ہوگی، پھر بھی حضور والا میں آموں کے ارسال کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔

ملتفت خاں کے داماد صابر اور داراب جو برہان پور میں ہیں ان کو بھی اس معاملے میں بہت تاکید کر دیگئی ہے کہ حضور والا کی خدمت میں جو آم یہاں سے ارسال کئے جائیں وہ برہان پور سے ڈاک چوکی کے ذریعہ متواتر (بلا تاخیر کے) بھیجتے رہیں تاکہ اچھی حالت میں آپ کے حضور میں پہنچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ عظمت و جلال کو ہمیشہ قائم رکھے۔

(۳/۵۹)

یہ نیازمند بارگاہ والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کے تین بلند پایہ فرامین (جن میں سے آخری فرمان خاص حضور کا تحریر کردہ تھا) ایک ہفتہ کے اندر صادر ہو کر میری سربلندی اور سرفرازی کا موجب ہوئے۔

حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ "تم نے ان تین سال کی مدت میں صوبہ جات دکن کے بندوبست اور نظم و نسق پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی، پھر بھی دکن کے تمام علاقے (صوبے) تمھاری جاگیر کی تنخواہ میں دیئے جاتے ہیں، ان صوبوں کی آمدنی سے تمھارے منصب کے تمام اخراجات ادا کیے جائیں گے تاکہ تم اس کی آبادانی میں بھرپور کوشش کرسکو؛ اب تک جو دکن کی جاگیر سے کم آمدنی ہونے پر تمھارا نقصان ہوا تھا اس کی تلافی کے لئے دس کروڑ دام یعنی دس ماہ کی نقد تنخواہ صوبۂ مالوہ کے خزانے سے تم کو ادا کیگئی تھی، اب باقی رقم یعنی دو کروڑ دام اپنی نقد تنخواہ کا بقایا جو یونت ئیل (سنہ فصلی) کے نصف ربیع سے شمار ہوگی، صوبہ جات دکن کے پرگنہ ندربار کے جاگیرداروں کی جن محالات سے چاہو وصول کرلو۔"

پیر دستگیر سلامت! اگرچہ پرگنوں کا نظم و نسق اور انکی دیکھ بھال دیوان کی ذمہ داری ہے اور انھوں نے بھی حتی المقدور پیداوار کے اضافے اور آبادی کے بڑھانے میں ذرا بھی سستی اور تغافل نہیں برتا لیکن وہ کوشش اور وہ اہتمام جو اس قلیل مدت میں اس ملک کے مسائل کے حل کرنے میں اس نیازمند سے ظہور میں آیا چونکہ اس کا عرض کرنا لاف و گزاف کے مترادف ہوگا اور میں اس قسم کی باتوں کو پسند بھی نہیں کرتا اس لئے میں نے کبھی اس راستے کو اختیار نہیں کیا اور میں کبھی اس بات پر آمادہ نہیں ہوا کہ اس ملک کے دیوان میری ان کوششوں کا آپ کے حضور میں تذکرہ کریں۔

چونکہ میں اپنے پیر و مرشد کی اطاعت کو اپنے پروردگار حقیقی کی طاعت و بندگی کی طرح سمجھتا ہوں اس لئے جہاں تک انسان کے بس کی بات ہے اس ملک کے نظم و نسق میں کوتاہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ملک اور وہ ولایت جو متعدد اسباب کی بنا پر ویران اور اُجاڑ ہوگیا ہے۔ دو تین سال کی مدت میں جیسا آباد ہونا چاہئے اگر آباد نہ ہوسکے تو یہ غفلت و کوتاہی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اعلحضرت کی باطنی توجہ سے بالا گھاٹ اور پایاں گھاٹ کی محالوں میں دیانت خاں کی جمع بندی میں سوایا لاکھ اضافہ ہوا ہے چنانچہ اس اضافہ کی تفصیل دیوان کے مراسلات سے حضور تک پہنچ گئی ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بتدریج اس آبادانی کے نتائج آپ پر ظاہر ہوتے رہیں گے۔

صوبۂ مالوہ کے شاہی خزانے سے بیس کروڑ دام نقد کا مرحمت فرمایا جانا حضور والا کا محض لطف و کرم ہے اس لطف و مکرمت پر تسلیماتِ مریدانہ پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اعلیٰحضرت کے مراحم خسروانہ اور عنایاتِ بے پایاں کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

پیر دستگیر! آپ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ میں بیکار اخراجات کبھی نہیں کرتا، جو کچھ بھی آپ کے لطف و کرم سے حاصل ہوتا ہے اس کو سپاہ کی ضروریات پر خرچ کر دیتا ہوں، جب سے دکن میں مقیم ہوں میری سپاہ کی تنخواہ نقد ادا ہوتی ہے اور اگر کسی وجہ سے اس نقد ادائیگی میں کچھ گڑبڑ ہو جائے تو بہت ہی پریشانی اور بدحالی سپاہ میں پیدا ہو جائیگی۔ جب کہ میں آپ کی جانب سے اس اعلیٰ سرحدی صوبے کی خدمت پر مامور ہوں اور اس صوبے کا بندوبست آپ کی مرضی کے مطابق سرانجام دینا میں اپنی عقیدت کا فرض سمجھتا ہوں، پس اس صورت میں کہ زمینداروں کی جاگیریں اور زمینیں تو میں اپنی نقدی کے عوض انتخاب کر کے حاصل کر لوں اور اس کا نقد معاوضہ ان کو نہ دوں تو پھر مجبوراً ان لوگوں کو بیچارگی کے عالم میں بارگاہ والاہی میں بھیجنا پڑے گا حالانکہ اچھی جمعیت کے منصبداروں کا ملکی مصلحت کے اعتبار سے یہاں ہونا ضروری ہے اور اگر ان زمینوں کے عوض ان کو نقد روپیہ دیا جائے تو اس صورت میں اس ولایت کے خزانے میں ایک پائی بھی باقی نہ رہے گی، تمام خزانہ خالی ہو جائیگا، پھر سپاہ کی تنخواہ کس طرح ادا کی جائیگی اور اگر ان زمینداروں کو ان کی اعلیٰ اور عمدہ زمینوں کے بجائے بیکار اور خراب زمینیں دیدی جائیں تو یہ بات انکی دل شکستگی اور پریشان حالی کا باعث ہوگی۔

اس نیاز مند کو یقین ہے کہ اس معاملے میں جو کچھ بھی آپ نے خیال فرمایا ہوگا، اس میں میری بہتری ہوگی اور آیندہ کے لئے بھی اس میں میری بھلائی کا پہلو ہوگا۔ میں نے اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے حقیقی پیر و مرشد کے سپرد کر دیا ہے (جو آپ مناسب سمجھیں وہ کریں)

آپ کا حکم بجالاتے ہوئے چند زمینوں کو جو خالصہ شریفہ (شاہی زمین) میں داخل ہیں انتخاب کر کے ان کی ایک جداگانہ فہرست ارسال خدمت ہے۔ امیدوار ہوں کہ حضور والا اس دس مہینے کی تنخواہ کی نقدی پر نظر رکھتے ہوئے جو اس مرید کو ملتی تھی اور خرچ میں جو نقصان ہوا تھا، نیز میری زمینوں کی آفت زدگی کے پیش نظر، ۲ کروڑ دام (جو ان پرگنوں کے چھ ماہ کے محاصل بھی نہیں ہیں) یونت ییل کی فصلِ خریف کی ابتداء سے اس فدوی کو ادا کئے جانے کا حکم صادر فرمائینگے۔

پرگنہ ندربار کا سرکاری لگان جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ایسا لگان ہے جس میں آفت زدگی سے گھاٹے کا امکان نہیں ہے اور حضور والا کی بارگاہ کے اہل دیوان (شعبۂ مالیات کے ارکین) آمدنی کا تمام حساب لگا کر آپ کی خدمت میں عرض کر چکے ہوں گے۔ پرگنہ مذکور سے سالہائے گزشتہ میں ہونے والی آمدنی، ۱۰۶۳ھ کی

آمدنی شامل کرتے ہوئے (کہ اس میں بٹائی کا قاعدہ جاری کر دیا گیا تھا) جداگانہ فردوں سے واضح ہو جائے گی، ایسے معاملات میں کوئی بات خلافِ واقعہ عرض نہیں کی جا سکتی۔

اس اعتبار سے پرگنہ ندربار اس سے قبل ساٹھ لاکھ دام کی جمع بندی کے ساتھ بھائی مراد بخش کو مرحمت ہوا تھا، اگر اسی جمع بندی کے ساتھ اس نیازمند کی تنخواہ میں دیدیا جائے تو عین عنایت ہے۔ میری اس درخواست کے قبول ہونے کی صورت میں چونکہ ربیع کا لگان اس ملک میں پہلے وصول کر لینے کا قاعدہ ہے اور سزاوار خاں کو جو اس رقم کو پہلے وصول کر چکا ہے، رقم واپس کرنا ہوگی مگر میرے خیال میں وہ فصل ربیع کی نصف آمدنی بھی دشواری کے ساتھ واپس کر سکے گا، اس لئے مستدعی ہوں کہ اس کی ادائیگی ابتدائے فصل خریف (یونت ییل) سے قرار دی جائے (اس صورت میں سزاوار خاں اس کو ادا کر سکے گا) بہر حال جب ندربار کا یہ معاملہ طے ہو جائے تو پھر اس وقت سزاوار خاں کے معاملہ میں آپ کے عالیشان فرمان کے مطابق عمل کیا جائے گا. اگر اس کی تنخواہ کے لائق اس کو جاگیر مل جائے تو اچھا ہے (وہ اسی صوبے میں رہے گا.) ورنہ اس کو درگاہ والا میں روانہ کر دیا جائے گا۔

داغ[1] کا قاعدہ جس طرح آپ نے اپنے لطف عامّہ سے مقرر فرمایا ہے وہ ملازمین درگاہ کے مزید اِنتظام کا موجب ہے، فرمان والا کے وارد ہونے کی تاریخ سے اس پر عمل کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے جاہ و جلال کو ہمیشہ قائم رکھے۔

---(۱۴۶)---

آداب عقیدت بجالانے کے بعد خدمت والا میں گذارش ہے کہ حضور نے جو فرمان میری عرضداشت کے جواب میں مرقوم فرمایا تھا، صادر ہو کر میری عزت افزائی کا موجب ہوا، فرمان والا کے مطالعہ سے حضور کی بے پایاں عنایات سے آگاہی ہوئی، ان نوازشوں کا شکر ادا کرنے سے زبان قاصر ہے، حق تعالیٰ آپ کے سائے کو ہمیشہ ہمارے سروں پر رکھے۔ حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"شاہ پسند آم تین چار مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنچے، اب آئندہ سال اس خدمت

---

[1] ہر ایک شاہی منصبدار کو اپنے منصب کے مطابق جاگیر عطا کی جاتی تھی۔ منصبدار اپنے منصب کے ساتھ متعین سپاہ رکھتا تھا۔ ہر منصب کے ساتھ پیادوں اور سواروں کی تعداد کی تخصیص ہوتی اور دو اسپہ وسہ اسپہ سواروں کا بھی تعین ہوتا تھا فوج کے تمام اخراجات منصبدار اپنی جاگیر کی آمدنی سے پورے کرتا تھا۔ سرکاری گھوڑوں کو داغ لگایا جاتا تھا اور ان کا اندراج شاہی رجسٹر میں ہوتا تھا۔ جس جماعت دار یا منصب دار کے پاس جس قدر گھوڑے ہوتے تھے اسی کے حساب سے گھوڑوں کا خرچ دیا جاتا تھا۔ داغ کا قاعدہ اس لئے مقرر کیا گیا کہ منصبدار زیادہ گھوڑے لکھا کر زیادہ رقم وصول نہ کر سکے۔

کے لئے ہم اپنا آدمی مقرر کرینگے تاکہ وہ اپنے اہتمام سے آم ارسال کراتا رہے۔"

قبلۂ عالم! اس کام کے لئے بارگاہ والا سے ایک شخص کا تقرر بہت مناسب ہے، اس سال "بادشاہ پسند" آم کے درخت سے تین آم میرے پاس لائے گئے تھے تاکہ میں یہ دیکھوں کہ آم آپ کی خدمت میں بھیجنے کے قابل ہوئے یا نہیں، باقی تمام آم براہ راست باغ ہی سے آپ کے حضور میں ارسال کر دیئے گئے تھے۔ اس سال بادشاہ پسند آم کم ہونے کی وجہ کئی بار حضور میں عرض کر چکا ہوں، اب پھر عرض کرتا ہوں کہ درخت میں صرف ایک شاخ ایسی رہ گئی ہے جس میں پھل لگتا ہے، دوسری شاخیں آندھی اور جھکڑ سے ٹوٹ گئیں۔

غور فرمایئے کہ یہ نیاز مند اس بات پر کس طرح رضامند ہو سکتا تھا کہ حضور کے "صرف خاص" کے آم یہاں صرف کر لئے جائیں حکم اشرف صادر ہوا ہے کہ:

"صوبہ جات دکن کا پورا انتظام نہ ہونے کے عذر میں تم نے یہ لکھا ہے
کہ پرگنوں کا انتظام اہل دیوان کا کام ہے، بہت ہی تعجب کا مقام ہے۔"

قبلۂ دو جہاں سلامت! اگرچہ بندوبست کی خدمت اور اس مملکت کا نظام آپ نے میرے سپرد فرمایا ہے (ناظمِ دکن کی خدمت میرے سپرد ہے) لیکن چھوٹے چھوٹے کام انجام دینا تو اہل دیوان ہی کا کام ہے میں بذات خود ان کاموں کو کس طرح انجام دے سکتا ہوں، اسی حقیقت کو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس لحاظ سے کہ یہ نیاز مند آپ کی خدمات کے انجام دینے میں اپنے معاملات سے زیادہ ہی کوشش بجالاتا ہے اور جس قدر جدّ و جہد ممکن ہے بجالاتا ہے، زراعت کی افزائش، پیداوار کی زیادتی اور اس ملک کی آبادانی میں بقدر امکان کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس صورت میں خواہ میری نقد تنخواہ مقرر کی جائے یا اسکے عوض جاگیر مرحمت کی جائے، ہر صورت میں فرائض بجالاؤں گا اور اپنی جانب سے ان کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوگی۔ اس نیاز مند نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ مصالحِ ملکی کے پیش نظر تھا اور اب بھی جو کچھ عرض کیا ہے وہ بھی ملکی مصلحت کے پیش نظر ہے۔ اب جو کچھ اعلیحضرت مناسب اور موزوں متصور فرمائیں درست اور مناسب ہوگا۔

سزاوار خاں کے سلسلے میں آپ کے واجب العمل حکم کے مطابق عمل کیا جائے گا، اس کو عنقریب درگاہِ والا میں روانہ کر دیا جائے گا۔

کعبۂ حاجات! گزشتہ سالوں کی پیشکشوں کے بقایاجات جو دیوگڈھ کے زمیندار کے ذمے ہیں، اُن کی تفصیل جداگانہ فردوں کے ذریعے خدمت والا میں پیش ہو چکی ہے، چونکہ دیوگڈھ کا زمیندار حکومت کا وفادار رہے، اس کو ہر سال ایک لاکھ روپیہ نذرانے کی مد میں سرکار والا میں پیش کرنا چاہیے تھا۔ یہ امر واقعی ہے کہ اس کی زمینداری کے محاصل (آمدنی) پہلے کے مقابلے میں بہت کم ہوگئے ہیں اور وہ اس

قابل نہیں ہے کہ بقایاجات کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوسکے، شاہانہ عنایات کی بدولت چاندہ کے زمیندار کے کل بقایہ جات معاف کردیئے گئے ہیں، دیوگڈھ کا زمیندار بھی اسی طرح معافی کا خواستگار ہے کہ اس کے بقایاجات معاف فرمادیئے جائیں تاکہ اس کا بار کچھ کم ہوجائے، آئندہ سے وہ ہر سال مقررہ رقم خزانۂ شاہی میں پابندی کے ساتھ داخل کرتا رہے گا۔

خلافت کا آفتاب ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے۔

(۵/۶۱)

یہ نیازمند آدابِ رادت بجالاکر عرضِ اقدس میں گذارش کرتا ہے کہ خاص خطِ انور سے لکھا ہوا فرمانِ والا ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو موصول ہوا، حضور والا نے دارالخلافت اکبرآباد سے روانگی، شاہی مسجد کی تعمیر اور دارالخلافت شاہجہاں آباد میں تشریف آوری کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ عمارت جس کی تعمیر آپ کی توجہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہو وہ یقیناً تعریف و توصیف سے مستغنی ہوگی، حق تعالیٰ اعلیٰ حضرت کو مدتوں تک ایسی تعمیرات کے تکملہ کے لئے سلامت رکھے۔

دس ہزار پان کے ارسال کرنے کے بارے میں جو حکم صادر ہوا ہے، اس کی بجا آوری کو اپنی سعادت سمجھوں گا اور ارشادِ والا کے مطابق عمل کروں گا۔

اللہ تعالیٰ خلافتِ جہانبانی کے آفتاب کو ہمیشہ طلوع فرماتا رہے

(۶/۶۲)

یہ عقیدت کیش خدمتِ والا میں عرض پرداز ہے کہ اس نیازمند کی عرضداشت کے جواب میں خطِ خاص سے تحریر کردہ فرمانِ والا صادر ہو کر میری سربلندی کا موجب ہوا، میں نے پانوں کے ارسال کرنے میں آپ کے حسب الحکم عمل کیا ہے اور اس عریضہ کو روانہ کرنیکے بعد ہی عمدہ اور سیدھے پان اپنے ایک منصبدار کے ساتھ حضور پرنور میں روانہ کردیئے ہیں، اس کے بعد اسی طرح ایک ایک ہزار کرکے ارسال کرتا رہوں گا حکم اقدس صادر ہوا ہے کہ:

> "چونکہ بنگالہ اور اڑیسہ سے نر و مادہ ہاتھی بارگاہ جہاں پناہ میں کم آئے ہیں اس لئے تم قطب الملک پر یہ بات واضح کردو کہ وہ جو آٹھ لاکھ روپے ہر سال بارگاہ والا میں پیش کرتا ہے اب وہ چار لاکھ نقد اور چار لاکھ کے ہاتھی ہمارے حضور میں پیش کیا کرے گا۔"

پیر دستگیر! اگرچہ دکن کے شاہی خزانے کی آمدنی اور اس کا خرچ اس سے قبل بھی آپ کے حضور میں

پیش کیا جا چکا ہے، بایں ہمہ آپ کے حکم والا کی اطاعت کرتے ہوئے میں نے قطب الملک کو لکھدیا ہے کہ وہ چار لاکھ نقد اور چار لاکھ کے ہاتھی بارگاہ والا میں بھیجا کرے۔ بھائی مراد بخش کو صوبۂ گجرات کی صوبہ داری کا عطا کیا جانا اور ان کے منصب میں اضافہ دوسرے نیاز مندوں کی امیدواری کا موجب ہوا (دوسرے بہی خواہوں اور جاں نثاروں کو بھی اپنے منصب اور عہدے میں اضافہ کی اُمید ہوگی) اعلحضرت کے بے پایاں لطف و کرم سے وہ کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرشد حقیقی کے بلند پایہ سایہ کو مدتوں تک قائم رکھے جو محض اپنے لطف و کرم سے بغیر استحقاق اپنے نیاز مندوں کو طرح طرح کی نوازشوں سے سربلند فرماتے رہتے ہیں۔[1]

مرشد مرید نواز: ابھی حال ہی میں دربار شاہی کے وکیل کے مراسلے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ پرگنۂ ایلچپور کے بارے میں حضور نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"جب کہ اورنگ زیب نے پرگنۂ ایلچپور کو اپنی مرضی سے قبول کیا ہے، اور اب اس کی آمدنی میں کمی ہوگئی ہے تو اب کہنا سننا کیا ہے"۔

قبلہ و کعبہ! اس اعتبار سے کہ اس سے قبل بار بار آپ کے حضور سے یہ حکم صادر ہوتا رہا ہے کہ اگر اورنگ زیب زمینداروں کی زمینوں کی بعض پٹیاں (محالیں) نقدی طلب کرنے کے عوض لے لے تو اس کی تنخواہ مناسب جمع بندی کے ساتھ مقرر کر دی جائے گی اور باقی رقم نقد ادا کر دی جائے، اس حکم کے پیش نظر اگر اس نیاز مند نے شاہ بیگ خاں کی جاگیر کے پرگنوں میں سے پرگنۂ ایلچپور کے بارے میں حضور سے عرض کیا تھا۔ اس پرگنہ کی آمدنی کی حقیقت، ملتفت خاں دیوان کی مہر کے ساتھ بارگاہ خلافت میں میں نے ارسال کی تھی تاکہ تخفیف اس پر نظر رکھتے ہوئے کی جائے اور دو ماہ کی نقد (بلا آفت) آمدنی پا کر میرا زیادہ نقصان نہ ہو۔ اس پر بھی اگر حضور کی مرضی یہی ہے کہ یہ نیاز مند اسی پرگنے کو اس کم آمدنی کے باوجود قبول کرے تو اگرچہ تقریباً دو لاکھ روپے کی کمی ہو جائے گی لیکن ہم مریدوں کا جان و مال اعلحضرت کی رضامندی پر قربان ہے اس لئے فرمان پذیری کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

کعبۂ آرزو سلامت! چونکہ احمد نگر کا قلعہ سرحد کے نزدیک واقع ہے اور شاہ بیگ خاں نے جو پہلے بھی اس کی قلعہ داری کی خدمت پر مامور تھا، اب پھر اسی خدمت کی خواہش کی ہے لہٰذا اگر آپ کا حکم ہو تو مشار الیہ کو اسی خدمت پر مامور کر دیا جائے اور مرزا خاں کو جو درگاہ والا کے وابستگان میں سے ہے کچھ عرصہ کیلئے اپنے حضور میں روک لوں۔ عظمت و جلال کا آفتاب اسی طرح تاباں و درخشاں رہے۔

---

[1] اورنگ زیب کے خیال میں بھائی مراد بخش اس منصب کے مستحق اور سزاوار نہیں تھے۔ ان کو بغیر استحقاق یہ منصب عطا ہوا۔

(۴۴)

آداب بندگی و عقیدت بجالانے کے بعد معروض خدمت اقدس ہے کہ حضور والا نے اپنے خاص خط سے میری عرضداشت کے جواب میں جو فرمان تحریر فرمایا تھا، صادر ہوا، تسلیمات بجالاتا ہوں حکم اقدس ہوا ہے کہ

"یونت ئیل کی فصل ربیع سے پرگنہ ایلچپور کے عوض نقد روپیہ آئندہ سے تم کو ادا کیا جائے گا۔ دکن کی آبادانی کی خدمت جو تمھارے سپرد ہے اس کی ادائگی کا اندازہ تو تمھارے ایلچپور چھوڑنے ہی سے ہوگیا[1]۔"

قبلۂ حقیقی سلامت! اگرچہ اس نیاز مند نے کبھی بھی خدمت گذاری کا دعویٰ نہیں کیا اور اب تک جو خدمت انجام دی ہے اور جو کچھ خدمات آئندہ انجام دوں گا وہ سب آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ وہ پرگنہ جس کی جمع بندی آٹھ نو سال سے گرگئی ہو دو ایک فصلوں میں اس کا بڑھ جانا کس طرح ممکن ہے؟ آپ کا حکم ہوا ہے کہ:

"تمھاری گذاش کے بموجب مرزا خاں کو احمد نگر کی قلعہ داری سے تو معزول کردیا گیا لیکن تم کو یہ ضرور لکھنا چاہیے تھا کہ تم کس وجہ سے اس تبدیلی کے خواہاں ہو؟ شاہ بیگ خاں کو اسکی جگہ مقرر کردو اور پرگنہ ایلچپور کو جلال کاکر یا ملتفت خاں کی تنخواہ میں دیدو کہ وہاں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اس کی رونق اور آبادی میں اضافہ کرسکے اور بہت ہی ذی فہم ہو۔ اگر تم چاہو تو ان میں سے کسی ایک کے اضافہ منصب میں بھی ایلچپور کو دے سکتے ہو۔"

قبلہ و کعبہ! مرزا خاں کی تبدیلی کا سبب وہی ہے جو آپ کے علم میں ہے، چونکہ مجھے یقین تھا کہ اس کی حقیقت حال آپ سے مخفی نہیں ہے اس لئے اس کا اظہار ضروری نہیں سمجھا البتہ اس امر کے پیش نظر کہ وہ بہت ہی قدیم خدمت گذار ہے، اس کو اپنے حضور میں رکھنا ہی مناسب خیال کیا اور آپ سے اسکی اجازت حاصل کرلی۔ حسب الحکم شاہ بیگ خاں کو احمد نگر کی قلعہ داری سپرد کردیگئی ہے، شاہ بیگ خاں کی جاگیر اور مرزا خاں کی تنخواہ کے بارے میں حکم والا کے بموجب عمل کیا ہے، چونکہ جلال کاکر صرف سپاہی ہے اور آباد کاری سے اس کا کوئی تعلق نہیں (اس کا تجربہ نہیں رکھتا) اس کے باوجود اب سے پہلے دو تین ماہ تک تونار (جو دیوگڈھ کی سرحد پر واقع ہے) کی فوجداری پر اس کو مامور رکھا، آپ نے بھی اس صوبے کے واقعات کے ضمن میں اس کے

---

[1] شاہجہاں نے یہاں طنز سے کام لیا ہے یعنی جب ایلچپور کو ویران اور کم آمدنی کا پرگنہ سمجھ کر چھوڑ دیا تو اب دوسرے پرگنوں کی آبادانی کی طرف تم کیا توجہ دوگے۔

بارے میں سنا ہوگا۔

ملتفت خاں، بٹائی کے کام میں پایاں گھاٹ میں مصروف تھا، اس لئے وہ ایلچپور کی خدمت پر حاضر نہ ہوا اور پرگنہ انہی دو میں سے کسی ایک کے سپرد کرنا ہے، اگر راؤ کرن کو جس کے منصب سے پانصدی ذات اور پانچسو سوار اس سے قبل کم کردیئے گئے ہیں، یہ کمی بحال کرکے ایلچپور کی خدمت سپرد کردی جائے اور دو اسپہ سہ اسپہ سواروں کی ہمراہی اس کے منصب میں اضافہ کردی جائے تو مناسب ہوگا علاوہ ازیں ایلچپور اس کے منصب کے اضافے کی تنخواہ میں مقرر کردیا جائے تاکہ پرگنہ پوسد (برار) جو اس سے واپس لے لیا گیا تھا اس کی تلافی ہو جائے۔ اس پرگنے کی آمدنی سے راؤ کرن کی تنخواہ ادا کرنے کے بعد جو روپیہ باقی رہے وہ دوسرے آبادکار ملازمین کی تنخواہ میں دے دیا جائے تو مناسب ہوگا۔ (یعنی راؤ کرن پرگنہ پوسد (برار) کے عوض اپنے منصب کے اضافہ کی تنخواہ پرگنہ ایلچپور کے محاصل سے حاصل کرے اور باقی آمدنی ایسے شاہی ملازمین کی تنخواہ میں مقرر کردی جائے جو اس پرگنے کی آبادانی میں مصروف و مشغول ہوں) یوں جو کچھ آپ مناسب خیال فرمائیں وہ بجا اور درست ہوگا۔

حکم والا کے بموجب میں نے کارندوں کو حکم دے دیا ہے کہ بالفعل ۶۷ باندار[1] وں سے جو دکن کے مختلف قلعوں میں متعین ہیں اولاً چالیس افراد کو منتخب کرکے جلد ہی بارگاہ والا میں روانہ کردیں اور جب دوسرے اچھے کارگذار باندار مل جائیں اور ان کی جگہ مقرر کردیئے جائیں تو پچاس باندار دوسری مرتبہ بارگاہ عالی میں روانہ کردیئے جائیں۔

رستم (ایرج خاں کے بھائی) کو حضور کی آستاں بوسی کی اجازت دینا چاہتا تھا لیکن جب اس بات کا پتہ چلا کہ درگاہ جہاں پناہ میں پہنچنے کی خواہش اس لئے ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ رہے اور اپنی کارطلبی کے جذبہ کے تحت کوئی شاہی خدمت بجالائے حالانکہ اس صوبے میں بھی اس جیسے لوگوں کی پیش آنیوالی ضرورتوں کے اعتبار سے موجودگی ضروری ہے، ایسی صورت میں اگر حکم والا ہو تو وہ اسی جگہ موجود رہے۔ ورنہ اس کو بارگاہ والا میں جانے کی اجازت دے دی جائے۔

پیرو مرشد حقیقی!! اس فرمان والا کے صادر ہونے سے قبل، موسم سرما کی خلعت خاصہ جو محمد نصیر (برہان پور کے شاہی کارخانے کے مہتمم) کے ذریعہ ارسال کیگئی تھی اس نیازمند کو موصول ہوئی، سربلندی

---

[1] رال اور نفت کی ہانڈیاں اور بارود کے ختنگے چلانے والے دشمن کی فوج پر پھینکنے والے باندار کہلاتے تھے، بان رال و نفت کی ہانڈی کی شکل میں بھی ہوتا تھا اور آتشبازی کے ختنگے کی صورت میں بھی۔ ہر دو مرتبہ بھیجے جانیوالے باندار کل ۹۰ ہوتے ہیں اور قلعوں میں موجود بانداروں کی تعداد ۶۷ ہے، ممکن ہے کہ نئے بانداروں سے بھی کچھ انتخاب کئے جائیں اور ۹۰ کی تعداد ہو جائے (مترجم)

اور افتخار حاصل ہوا، تسلیمات نیاز مندانہ پیش کرتا ہوں۔ میں نے محمد نصیر مہتمم کارخانہ شاہی کو اسی وقت رخصت کر دیا تھا، میں نے ملتفت خاں کو تاکید کر دی ہے کہ سرکار والا کے ضروری معاملات کے انجام دینے میں پوری پوری کوشش کرے۔

الٰہی! خلافت کا آفتاب جہانتاب اہل عالم کے سروں پر درخشاں اور تاباں رہے۔

(۹۴)

بندہ بصد ادب عرض پرداز ہے کہ فرمان والا جو خاص حضور کے خط سے مزین تھا اور میری عرضداشت کے جواب میں مرقوم ہوا تھا، صادر ہوا۔ حکم والا ہوا ہے کہ:

"ایلچپور کی خدمت راؤ کرن جیسے راجپوت کے سپرد کرنا کچھ مناسب نہیں ہے۔ فی الحال یہ خدمت اسداللہ (ولد رشید خاں) کے سپرد کی جائے، بعدہٗ کسی ایسے شخص کے سپرد کی جائے جو اس سے پورے طور پر عہدہ برآ ہو سکے۔"

پیرو مرشد حقیقی سلامت! جو کچھ آپ نے اس سلسلہ میں تجویز کیا ہے وہ بہت ہی مناسب ہے بات کی تہ کو جس طرح آپ پہنچ سکتے ہیں یہ نیازمند اس کو تاہی فہم کب پہنچ سکتا ہے لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ایلچپور کی خدمت اِن دنوں سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس کو آباد کیا جائے اور وہ کسی کی جاگیر میں دیا جائے۔ علاوہ ازیں یہ نیازمند راجپوتوں سے بدسلوکی کی تہمت سے بھی متہم ہے، اس لئے راؤ کرن راجپوت کے منصب کی کمی اور اس کی آبادکاری کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا اور جس طرح دیکھا تھا آپ کی خدمت میں عرض کر دیا (اس کا نام تجویز کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ راجپوتوں سے سرد مہری کا داغ کچھ دُھل جائے)

اسداللہ سے بھی اس منصب اور جمعیت کے ساتھ برار کی صوبہ داری سرانجام نہیں ہو سکتی، آپ کے حکم اقدس کے بموجب اسداللہ کو ایلچپور اور الہام اللہ کو چاندور روانہ کر دیا ہے، ان لوگوں کی جاگیریں جس طرح آپ کے فرمان ذیشان میں مرقوم ہے، مقرر کر دی جائیں گی۔ شاہ بیگ خاں اور مرزا خاں کی جاگیر کی تنخواہ کی ادائیگی کی کیفیت جداگانہ فردوں کے ذریعہ آپ کے ملاحظہ میں پیش ہوگی۔ حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ "تم نے جو کپڑا برہان پور میں تیار کرایا ہے جلد ارسال کر دو۔"

اس مہربانی اور بندہ نوازی کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں! پارچہ جات کے ارسال کرنے میں جو تاخیر ہوئی وہ کاریگروں کی کمیابی کے باعث ہوئی ہے اس لئے کہ اعلیٰ درجے کے بافندے، برہان پور میں نواب بیگم صاحب جیو کے کارخانے اور دوسرے شاہی کارخانوں میں مصروف کار ہیں اور وہ کاریگر

(باقندے) جو اس نیاز مند کے کارخانے میں موجود ہیں ان کا کام اس لائق نہیں کہ آپ کو پسند آسکے۔ نصیرا کے پہنچنے تک جو تھوڑا بہت پڑا تیار رہوا ہے اس کو خدمت گرامی میں ارسال کر رہا ہوں۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "تم جیسے نیاز مند سے بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے اپنے دیوان
کو برہان پور کی محافظت کے لئے چھوڑ دیا ہے اور اب تک کسی کو
دیوان کے عہدے پر نامزد نہیں کیا ہے"

قبلۂ دو جہاں سلامت! اس سلسلہ میں تاخیر کا موجب اس نیاز مند کے اس مکتوب سے ظاہر ہوجائے گا جو دربار شاہی کے وکیل کے خط کے جواب میں اسی سلسلہ میں میں نے تحریر کیا تھا۔ بہرحال اب ۲۲ رجب کو ضیاء الدین حسین کو جو پہلے میرا میر منشی تھا، دیوانی کی خدمت پر مامور کردیا ہے۔
الٰہی! آفتاب خلافت اسی طرح تاباں اور درخشاں رہے۔

(۹/۶۵)

یہ عقیدت کیش! آداب بندگی بجالا کر خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ داغ کا ضابطہ اور قانون" جو حال ہی میں بارگاہ خلافت سے منظور ہوا ہے اور شاہی حکم کے بموجب خان سعد اللہ خاں نے اس قانون اور ضابطے کے دستور العمل کی فردیں دکن کے تمام متصدیوں (تحصیلداروں) کے پاس ارسال کردی ہیں" اس قدر دشواریوں اور صعوبتوں سے بھرپور ہے کہ وہ ایک اچھا خاصہ قضیہ بن گیا ہے، اس سلسلے کے تمام واقعات حضور نے سماعت فرمائے ہوں گے لیکن اب تک چونکہ اس سلسلہ میں دربار شاہی سے مجھے کوئی جواب نہیں ملا ہے اس نئے ضابطے (قانون) پر اس نیاز مند کی تاکید کے باوجود جو اس کے نفاذ کے وقت میں نے کی تھی سوائے متصدیوں کے کہ وہ لوگ سن شلاقوئیل کی فصل خریف سے اس پر عمل کر رہے ہیں، اور کسی نے بھی عمل نہیں کیا ہے، یہ امر مزید تفرقہ اور مطالبات کا موجب بن گیا (سپاہ طرح طرح کے مطالبات کر رہی ہے)۔

اعلیحضرت نے اپنی نوازش اور عنایت سے ان چار صوبوں کی سربراہی (جو ایک عظیم ولایت ہے اور سرحد سے متصل ہونے کے باعث یہاں دو حاکم صاحب خزانہ اور جمعیت دار موجود رہتے ہیں ولایت بنگالہ اور گجرات سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہے) اس نیاز مند کے سپرد فرمادی ہے اس لئے اس سلسلہ میں عرض و معروض کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ بصورت دیگر کہیں آپ اس کو میری غفلت اور نااہلیت پر محمول نہ فرمائیں۔

پیر دستگیر! اس لشکر کی کیفیت جو بالفعل ولایت دکن میں موجود ہے اور جس کے بندوبست اور انتظام سے یہ نیاز مند اپنی جاگیر کی ضبطی کے باعث بآسانی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اور دکن کے امراء (سلاطین دکن) کی سپاہ کی کثرت آپ سے پوشیدہ نہیں، بس داغ کے ضابطہ جدید سے لشکر کی تعداد میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن

ان کی کارکردگی میں قطعی اضافہ نہیں ہوتا (جو اصل مقصد ہے) اس لئے کہ اس ضابطے کے تحت سوار کے لئے چارہ (دانہ گھاس) کی مد میں بیس روپے فی اسپ کم کر کے پندرہ اور سترہ روپے مقرر کئے گئے ہیں گرچہ اس طرح سوار ۹ ہزار بڑھ گئے لیکن منصبداروں کی جاگیر (کی آمدنی) تین مہینے کی تنخواہ سے بھی کم ہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے ملازمین کے گھوڑوں کا کیا حال ہوگا (جو اتنی قلیل تنخواہ پاتے ہیں) اور ان سے کیا کام لیا جا سکے گا، باوجودیکہ اس سے قبل ان کو حصۂ ذات سہ ماہی ملتا تھا، اس کے علاوہ پرگنے اور سواری کے خرچ کی مد میں ۳۲ روپے ماہانہ تنخواہ دی جاتی تھی، اس پر بھی اُن میں سے اکثر ملازمین (سواروں) نے اب تک اپنے گھوڑوں کو داغ نہیں کرایا ہے اور سروسامان سے لیس نہیں کیا ہے۔ داغ اور تصحیحہ کے اخراجات و مطالبات کی پوری پوری رقم ہر ایک سوار کے نام کے ساتھ دفتر میں موجود ہے (ہر سوار کے نام کے ساتھ اسکے گھوڑوں کے داغ کے مصارف اور دوسرے ساز و سامان کی فراہمی کے مصارف دفتر صوبہ میں درج ہیں) اب نئے قاعدے کی رو سے جب ان کو حصۂ ذات سے ایک ماہ یا دو ماہ کی تنخواہ دی جا رہی ہے اور یہ مصارف اس تنخواہ سے وضع کرلئے جائیں گے تو ظاہر ہے کہ ان کو حصۂ ذات سے کیا رقم وصول ہوگی، خصوصاً اس زمانے میں جب کہ "بٹائی" کا طریقہ جاری کیا گیا ہے اور پرگنے کے اخراجات نگرانی وغیرہ کے باعث پہلے سے دوچند ہوگئے ہیں۔

مطالبات کی وصولیابی کے بارے میں عالیشان فرمان بہت تاکید کے ساتھ صادر ہوا ہے کہ "بعض جاگیرداروں سے ½، ⅓، اور ¼ حصہ پیداوار کا وصول کرلیا جائے"۔

جناب والا! ظاہر ہے کہ اس طریقے سے مطالبات شاہی اگر ان سے وصول کرلئے گئے تو ان کے پاس کیا رہ جائے گا اور وہ اپنی سپاہ کے سرانجام سے کس طرح عہدہ برآ ہوسکیں گے۔ چونکہ یہاں ہر وقت امن و امان کی حالت نہیں رہتی اس لئے احتمال ہے کہ کسی وقت بھی اچھی سپاہ کی ضرورت پڑ جائے، اعلحضرت بہ نفس نفیس اس مسئلہ کی طرف توجہ فرمائیں یا سرکاری امور کے ناظموں کو حکم فرمادیں کہ نتیجہ (مآل کار) کو سامنے رکھتے ہوئے اس معاملہ میں غور کریں تو صلاح دولت کے لئے مناسب ہوگا، ویسے جو کچھ حضور والا کی رائے ہو وہ بالکل درست اور بجا ہوگی۔

قبلہ و کعبہ! حکم والا کے بموجب الہام اللہ ولد رشید خاں کو چاندور بھیج دیا ہے اور اسد اللہ کو ایلچپور جانے کا حکم دے دیا ہے، اس لحاظ سے کہ اسد اللہ قدیم ملازم ہے اور ایک کار آمد امیر ہے اور اب ایک اچھے عہدے پر مامور کیا جا رہا ہے اس لئے اگر آپ بندہ پروری فرمائیں تو اس کو کسی خطاب سے سربلند فرمادیں، اس کی اور سرفرازی کا باعث ہوگا۔

الہٰی! خلافت کا آفتاب ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

(١٠/٦٦)

خدمت گرامی میں عرض ہے کہ جس زمانے میں اس نیاز مند کو اس سرزمین (دکن) کی نظامت عطا ہوئی تھی اور میری جاگیر کی زمینیں آپ کے حضور میں پیش ہوئیں اس وقت حضور نے حکم فرمایا تھا کہ:-

"دکن پہنچنے کے بعد اگر اورنگ زیب محسوس کرے کہ اس کی جاگیر کے سیر حاصل (زیادہ پیداوار والے) پرگنے دوسرے زمینداروں اور جاگیرداروں کے پاس ہیں اور وہ اُن کو معاوضہ دے کر حاصل کرنا چاہے تو اس کو اختیار ہے، وہ ایسا کر سکتا ہے"؛

اس نیاز مند نے اس صریح حکم کے بموجب ملکی مہمات کے پیشِ نظر، کارآمد منصبداروں کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لئے، ان کی جاگیروں اور زمینوں کو قابلِ معاوضہ نہ سمجھتے ہوئے، اسی طرح بحال رہنے دیں اور خود میں نے اسی زمین کو جو بارگاہِ والا سے مجھے بطور تن (خاص ذاتی مصارف کے لئے) عطا ہوئی تھی، اپنے لئے کافی سمجھا، مجھے اس امر کا یقین تھا کہ اگر بعض محالات (قطعات زمین) ایسے ملازمین سے جو اس قسم کی جاگیروں کے انتظام کی صلاحیت نہیں رکھتے، واپس لیکر میں اپنی جاگیر میں شامل کرلوں گا تو کسی صورت سے بھی سرکار والا کا نقصان نہیں ہوگا۔ چنانچہ اسی اعتماد اور اختیار سے میں نے ایسا کیا کہ ایک کروڑ ستائیس لاکھ دام کی بندوبستی محال جس کی حالت بہت ہی خراب اور زبوں تھی اور آمدنی بھی بہت ہی کم، نیز اس کا لگان بھی یکبارگی وصول نہیں ہوتا تھا معاوضہ میں لینا قبول کرلیا اور اسکے معاوضہ کا تعین کر کے اس کی تفصیل اور ضروری فردیں خزانہ شاہی میں ارسال کردی تھیں تاکہ والا مرتبت دیوان آپ کے حضور میں ساری کیفیت پیش کردیں اور اس بندوبستی محال کی تنخواہ ارسال کردی جائے، اب جب کہ بارگاہ والا سے جاگیر کی سند پہنچی تو اس سے ظاہر ہوا کہ بعض محالوں کا معاوضہ بارگاہ والا سے منظور نہیں کیا گیا اور اس کم حاصل جاگیر کے کچھ پرگنے اسی طرح باقی رہنے دیئے گئے ہیں اور کچھ پچھلی محال کے بھی علی حالہ بقدر تخفیف باقی رکھے گئے ہیں۔

پیرو مرشد حقیقی! اگر میری گذارش قبول نہ ہونے کا باعث آمدنی کی زیادتی کا خیال ہے۔ یعنی یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ اورنگ زیب کو جو جاگیر دی گئی ہے اس کی آمدنی بہت زیادہ ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس نیاز مند کی جاگیر کا کل محصول معاوضہ والی جاگیر کے مقابلہ میں صرف آٹھ ماہ کی تنخواہ ہے اور یہ نئی محال جس کا معاوضہ میں نے تنخواہ میں طلب کیا ہے وہ بھی ۹ (نو) ماہ سے کچھ زیادہ کی تنخواہ ہے چنانچہ اسکی کیفیت اُن فردوں سے جو شاہی وکیل کے پاس ارسال کیگئی ہیں ضرور آپ کے علم میں آگئی ہوگی۔

اگر آمدنی کے سلسلے میں حضور والا کو کچھ شبہ ہو تو حکم دیا جائے کہ سنہ یونت ئیل کی فصلِ خریف سے وہ محال جو اس نیاز مند نے بدلی ہے اور اب اس کی آمدنی نو ماہ اور کچھ دن کی تنخواہ ہوتی ہے۔ شاہی جاگیر کے

طور پر لے لی جائے اور اس کے عوض مجھے آٹھ ماہ کی تنخواہ نقد عطا کی جائے تا کہ آئندہ ایسی معمولی باتوں کے لئے عرض کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

کعبۂ دارین سلامت! چونکہ اس سے قبل اوزبک خاں کی پیری، ناتوانی اور ضعف بصارت کے بارے میں عرض کر چکا ہوں اور حکم والا ہوا تھا کہ "تم اس کو طلب کر کے اپنے حضور میں رکھو اور اسکی حالت کا ملاحظہ کرو"، لہٰذا میں نے مشارالیہ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور اس کی جو کچھ حالت دیکھی اس کے بارے میں واقعہ نویس کو ہدایت کر دی کہ وہ بے کم وکاست اس کا پرچہ آپ کے حضور میں پیش کرے۔ اس اعتبار سے کہ اب تک اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہوا اور سرحدی قلعہ کا اس طرح خالی رہنا مناسب نہیں تھا اسلئے حکم والا کے پہنچنے تک اس کو میں نے قلعہ میں واپس بھیج دیا ہے۔ اوچ باں کے وقائع نگار کے پرچے سے معلوم ہوا کہ اس سے بعض ایسی باتیں سرزد ہوئی ہیں جو قلعہ داری کے ضوابط واصول کے منافی ہیں اسلئے صفی خاں سے کہا گیا ہے کہ وہ اس کو تاکید و نصائح پر مشتمل ایک مکتوب تحریر کرے تا کہ وہ اپنی خدمات حزم و احتیاط سے انجام دے، اس نے اس خط کے جواب میں اپنی خدمت اور جاگیر سے مستعفی ہونے کا اظہار کیا ہے (وہ خدمت قلعہ داری اور جاگیر سے دست بردار ہونا چاہتا ہے) چنانچہ وقائع نگار نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ حضور والا کی خدمت میں ضرور پیش کیا ہوگا، اس کی جاگیر کی بہت سی رعایا اس کے ظلم وستم کی فریادی ہے، اگر آپ حکم دیں تو میں خواجہ برخوردار جو ایک کارآمد اور معتمد ملازم ہے اور ایکہزار و پانصدی ذات کے منصب پر فائز ہے، اوسہ کی قلعہ داری کی خدمت کی شرط کے ساتھ، پانصدی ذات وسوار کا اضافہ کر کے اور اوزبک خاں کی جاگیر اور زمینداری اس کو دیدی جائے اور اوسہ کے قلعہ کی محافظت پر متعین کر دیا جائے۔ یوں جو کچھ آپ پسند فرمائیں اس پر عمل کیا جائے، وہ قطعی درست اور مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ خلافت وجہانبانی کے آفتاب کو درخشاں اور تاباں رکھے۔

(۱۱/۴۷)

یہ نیازمند خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ پرگنہ ترنبک کی رعایا نے کئی بار درویش بیگ قاقشال کے ظلم وستم کی مجھ سے فریاد کی، میں نے اس کو بہت کچھ سمجھایا کہ رعیت پر ظلم ستم نہ کرے لیکن وہ اپنے ظلم سے باز نہیں آیا، مجبور ہو کر میں نے وہاں کی قلعہ داری اور فوجداری سے اس کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے شفقت اللہ (ابن سزاوار خاں) کا تقرر کر دیا ہے، وہ کارگذار اور نیک روش ہے، قدیمی ملازم ہے، بشرط خدمت اس کے منصب میں یک صدی ذات وسوار کا اضافہ تجویز کیا ہے تا کہ اس کا اصل منصب اضافہ کے بعد ہفت صدی چار صد سوار ہو جائے۔ اگر حضور والا اس تقرر کو منظور فرمائیں تو اس کو پروانہ تقرری

دے دیا جائے ورنہ کسی دوسرے شخص کو اس عہدے پر مامور کیا جائے۔

پیرو مرشد حقیقی! راجہ سنگرام زمیندار جموں کا رجو جامود اور راجروڑ کی فوجداری کی خدمت پر مقرر تھا) انتقال ہوگیا، سارنگ دیہراس کا پوتا، کارآمد اور معتمد شخص ہے۔ راجہ سنگرام کے بڑے بیٹے کا انتقال ہوچکا ہے، سارنگ اسی کا بیٹا ہے، سارنگ دیہر کے چچا راؤ کرن اور یہاں کے دوسرے راجپوت امیر اس بات پر متفق ہیں کہ سارنگ دیہر ہی کو اپنے دادا کا جانشین ہونا چاہیئے، اگر بارگاہ خلافت سے راجہ مذکور کی گدی سارنگ دیہر کو عنایت فرما دی جائے، اس کا اور اسکے دوسرے چچاؤں کا منصب بھی مقرر کردیا جائے تو یہ لوگ اپنی متعلقہ خدمات دل جمعی کے ساتھ انجام دینگے اور ان کی سپاہ بھی منتشر نہیں ہوگی۔

قبلہ حاجات: اگرچہ اس سے قبل گلکنڈہ کے ہرکاروں کے خطوط سے اور وہاں کے سفیر کے مراسلات سے (جو متواتر موصول ہوئے ہیں) یہ بات علم میں آچکی ہے کہ قطب الملک اپنے سپہ سالار محمد سعید (ملقب بہ میرجملہ) سے بدظن ہے اور اس کو گرفتار کرلینا چاہتا ہے، میرجملہ بھی اس کے ارادے کو تاڑ گیا ہے لہٰذا وہ حیلے حوالوں سے اب تک اپنے آپ کو گرفتاری سے بچائے ہوئے ہے، یہ تفصیل ہرکاروں کی اطلاع کی بنا پر وقائع نگار کے پرچوں سے محفل والا میں یقیناً پہنچ چکی ہوگی لیکن اب حال ہی میں یہ پتہ چلا کہ میرجملہ نے کھل کر قطب الملک کے پاس جانے سے انکار کردیا ہے اور اسکے جواب میں قطب الملک نے بھی کھلم کھلا اس کو معزول کرکے گرفتار کرنیکا ارادہ ظاہر کردیا ہے۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے اپنے سفیر (عبداللطیف) کو لکھا ہے کہ ــــ "چونکہ سننے میں آیا ہے کہ محمد سعید میرجملہ نے بارگاہ سلاطین پناہ سے ہمیشہ عقیدت و ارادت کا اظہار کیا ہے، اب موقع ہے کہ اس کو شاہی نوازشات کی امید دلا کر پرچا لیا جائے اور اس کو شاہی اطاعت کی طرف مائل کیا جائے، اگر میرجملہ اس کو قبول کرلے تو اس کے مقدر کا کیا کہنا"۔

الٰہی خلافت کا آفتاب اہل عالم پر ہمیشہ سایہ فگن رہے۔

(۱۲/۶۸)

خدمت والا میں گذارش ہے کہ دکن کے صوبہ جات کی آمد و خرچ کی کیفیت یہ ہے کہ ہر سال تقریباً ۲ لاکھ ۳۳ ہزار روپیہ صرف توپ خانے کے اخراجات، وظیفہ یابوں کے وظیفے کی رقم اور چاروں صوبوں کے ضروری اخراجات کے لئے مخصوص و مقرر ہے اور ۲۵ لاکھ ۴۳ ہزار، میری تنخواہ خانہ زادوں (پسران اورنگ زیب) کے روزینے وغیرہ میں صرف ہوتا ہے اس طرح کل ۳۱ لاکھ ۷۶ ہزار روپیہ خرچ ہے اور آمدنی کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ پرگنہ بیرو اور محال خالصہ سے ۸ لاکھ روپے

۲۔ قطب الملک کی پیشکش ایک لاکھ روپے

۳۔ دیوگڈھ کے زمیندار کی پیشکش (تقریباً) ۲ لاکھ چالیس ہزار۔ میزان گیارہ لاکھ چالیس ہزار۔

اس اعتبار سے ہر سال ۲۰ لاکھ ۳۶ ہزار روپیہ مجھے اور ملنا چاہئیے (تب آمدنی اور خرچ برابر ہو سکتا ہے) دکن کے خزانے میں مختلف مدوں کے تحت ۸۰ لاکھ ۶۰ ہزار روپیہ جمع تھا لہٰذا ایک عرصہ تک وہ اس آمد خرچ میں کام آتا رہا جس زمانے میں اس نیازمند نے دکن کی نظامت کا عہدہ سنبھالا تو میں اس حقیقت سے آگاہ ہوگیا تھا کہ یہاں آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ ہے) لیکن میں نے حضور والا پر اس کا اظہار نہیں کیا اب حالت یہ ہے کہ خزانے کی جمع شدہ رقم خسارہ کی مد میں صرف ہوگئی' اب صورت حال یہ ہے کہ ۲۰ لاکھ روپیہ دولت آباد اور ۸ لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی مد کا خزانے میں باقی ہے یعنی کل ۲۸ لاکھ پچاس ہزار روپیہ اس ۸۰ لاکھ ۶۰ ہزار میں سے باقی ہے اور کم سے کم اتنی رقم تو دکن جیسے بڑے سرحدی صوبے میں ہر وقت احتیاط کے طور پر موجود رہنا ہی چاہئیے۔ ان امور کے پیش نظر میں نے ضروری سمجھا کہ بارگاہ والا میں صورت حال کو وضاحت سے پیش کر دیا جائے۔

اگر آپ کا حکم والا ہوا تو ابتدائے فصل خریف سے ۲۰ لاکھ ۲۶ ہزار روپے سالانہ والی زمینیں جاگیرداروں کی جاگیر سے لیکر خالصہ شریف میں شامل کرلوں تاکہ آئندہ آمدنی اور خرچ برابر ہو جائے۔ یہاں میں یہ ضرور واضح کردینا چاہتا ہوں کہ صوبہ جات دکن کی جمع بندی تخفیف وضع کردینے کے بعد ایک ارب چوالیس کروڑ نوتے لاکھ دام ہے اور محصول سے حاصل ہونے والی آمدنی ۱۲ لاکھ ہے۔

شعبہ مالیات کے سابق اہل کاروں نے جمع بندی میں توازن رکھنے کے لئے ایک کروڑ دام کی کمی آفت زدگی کی مد میں رکھی ہے جو تین ماہ کے لئے بھی کافی نہیں ہوسکتی (ایک سال تو بڑی بات ہے) اس سالانہ آمدنی سے ۱۲ کروڑ دام میری جاگیر میں اور ۲ کروڑ دام انعام کی رقم کے لئے مخصوص ہیں اس صورت میں اگر ۲۰ لاکھ ۲۶ ہزار روپے آمدنی والی جاگیر کا خالصہ (شاہی جاگیر) بنالیا جائے تو دکن کے اکثر منصب دار بغیر جاگیر کے رہ جائیں گے اور پھر مجبوراً انھیں بارگاہ والا میں بھیجنا پڑے گا اور یہاں کی فوج میں تقریباً تین لاکھ سپاہیوں کی خود بخود تخفیف ہوجائے گی (اس قباحت سے آپ بخوبی واقف ہیں) اس صوبے میں (جو بہت سے اسباب و وجوہ کی بنا پر صوبہ بنگال و گجرات سے مماثلت نہیں رکھتا) فوج کی کافی تعداد ہمیشہ موجود رہنا چاہئیے اس لئے تین لاکھ سپاہ کی کمی کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہے۔

پیر و مرشد حقیقی!! اب سے پہلے بھی جب کہ صوبۂ دکن کی نظامت' اس نیازمند کے سپرد تھی' حضور

نے انہی مراتب کو منظور فرمایا تھا اور یہاں کی جاگیر کے علاوہ اس نیاز مند کو مزید چند پرگنے دوسرے صوبوں میں مرحمت فرمائے تھے علاوہ ازیں صوبہ مالوہ اور بندر سعادت سے (تنخواہ کا) نقد روپیہ بھی مرحمت فرمایا تھا، اور اعلیٰ منصبداروں میں سے چند منصبدار ایسے یہاں مامور و متعین تھے جن کی جاگیریں دوسرے صوبوں میں تھیں اس طرح اخراجات کم اور آمدنی زیادہ تھی۔ ان حقائق کو پیش کرنے کے بعد یہ نیاز مند امیدوار ہے کہ اس معاملے میں جو کچھ حضور کی رائے ہو اس سے نیاز مند کو مطلع فرمایا جائے تاکہ اسکے مطابق عمل کیا جائے۔

خلافت کا آفتاب قیامت تک درخشاں رہے۔

(۱۳/۶۹)

حضور کا یہ جاں نثار مرید آدابِ عقیدت بجا لا کر عرض اقدس میں مدعا فگار ہے کہ دو ذیشان فرامین جن میں سے ایک خاص حضور کے خط سے مزین تھا میری عرضداشت کے جواب میں یکے بعد دیگرے موصول ہو کر میری عزت افزائی کا موجب ہوئے، حقائق سے آگاہ ہوا۔

حکم والا کے بموجب "قانون داغ" کے بارے میں جو کچھ میرے ناقص خیال میں آیا ہے وہ میں بعد میں عرض کروں گا۔ مطالبات کی وصولیابی حکم والا کے مطابق عمل میں آئے گی۔ پرگنہ پوسد کی تمام آمدنی مطالبات کی وصولیابی کے وقت تک، اوکرن کی جاگیر ہے یونت ئیل کی فصل خریف سے شاہی خزانے میں بحق سرکار ضبط کر لی جائے گی۔ حضور والا نے حکم فرمایا ہے کہ:-

"عادل خاں نے جو بے عیب عمدہ ہاتھی ہماری طلب کے بغیر بارگاہ والا میں ارسال کیا ہے، ہمارے حضور میں پیش ہوا اور اس کے تقرب و باریابی کا وسیلہ بن گیا"۔

اللہ اللہ! اسکی سعادت کا کیا کہنا کہ عادل خاں نے ایسی چیز کے ارسال کرنے کی توفیق پائی جس کو حضور نے پسند فرمایا اور اس کے تقرب کا وسیلہ بن گئی مشارالیہ پر جو مہربانیاں اعلحضرت نے فرمائیں، ہمسروں میں اس کی سربلندی کا باعث ہوئیں، اور اب بھی ہمہ وقت آپ کے انعامات اس کے شامل حال ہیں، لہٰذا اس سرافرازی کے بعد اگر اس کو شاہی خطاب سے بھی نوازا جائے جو اس کی انتہائی خواہش اور آرزو ہے۔ تو بہت اچھا ہو اور وہ اپنی نیاز مندی کے اظہار کے طور پر اگران ہاتھیوں میں سے جو اس نے کرناٹک سے حاصل کئے ہیں، ایک عمدہ ہاتھی اور حضور میں نذر گزرائے تو بہت ہی مناسب ہے۔

پیر و مرشد! اس نیاز مند نے بارگاہ عالی میں خانہ زاد کی شادی کے سلسلے میں جو گذارش کی تھی اس کے جواب میں حکم والا یوں صادر ہوا ہے کہ:-

"تم کو اپنے بیٹوں کا اختیار ہے جس طرح مناسب سمجھو ویسا کرو، اگر تم چاہتے ہو تو شاہزادہ محمد سلطان کو ہماری خدمت بابرکت میں بھیج دو، ہم اس کو چند روز اپنے پاس رکھ کر پھر تمھارے پاس واپس بھیج دیں گے"

پیرو مرشد حقیقی! اس نیاز مند نے اس تعلق خاطر کی بنا، پر جو باپ کو اپنے بعض بیٹوں کے ساتھ ہوتا ہے از رُئے عجز و نیاز یہ عرض کیا تھا (کہ شاہزادہ کی کتخدائی کے سلسلہ میں حضور والا کی کیا رائے ہے) اس صورت میں یہ کب لازم آتا ہے کہ مجھے اپنے فرزندوں پر کلی اختیار ہے جیسا جی چاہے کروں، جب کہ میرے اختیار کی عنان تمام امور میں اعلحضرت کے ہاتھ میں ہے تو پھر بیٹے کس شمار میں ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے سائے کو ہم نیاز مندوں اور ان کے فرزندوں کے سروں پر قائم رکھے۔

میں دارین کی خوش بختی سمجھتے ہوئے شاہزادے (محمد سلطان) کو انشاءاللہ ایکہزار ماہر فن تیر اندازوں اور برق اندازوں کے ساتھ ۱۲ ذی الحجہ کی شب کو یہاں سے بندر سورت کے راستے بارگاہ عالی ہیں روانہ کردوں گا۔

مرشد کامل سلامت! حضور کے وکیل دربار کے ذریعہ سے جب سے شاہزادے کو یہ معلوم ہوا تھا کہ آپ انا کی سرزنش کے لئے اجمیر شریف تشریف لے جارہے ہیں وہ حضور والا کی خدمت میں پہنچنے کے لئے بیقرار تھا تاکہ وہاں پہنچکر کوئی خدمت بجالائے اور اس کی یہی کوشش تھی کہ میں اسکی طلبی کے بارے میں آپ کے حضور میں معروضہ پیش کروں لیکن چونکہ میں اس کی نسبت اور کتخدائی کے بارے میں حضور میں عرض کرچکا تھا کہ اسی عرصہ میں خود حضور والا نے اس کو طلب فرمالیا اس لئے میں نے اسکی طلبی کے بارے میں آپ سے درخواست نہیں کی، اس کو انتظار تھا کہ شاید ایسے موقع پر اس کی طلبی کا حکم صادر ہوجائے

اللہ اللہ اس صفائے قلب کا کیا کہنا کہ آپ نے اپنے خانہ زاد کی دلی مراد کو پالیا اور اس کی آرزو کے عین مطابق (طلبی کا) حکم صادر فرمادیا۔ قطب الملک نے میر جملہ کی تسلی اور اس کے پرجالینے کے بارے میں صورت حال یہ ہے کہ باوجودیکہ عادل خاں اس امر کی بھرپور کوشش کررہا ہے کہ اس کو اپنے ملازمین میں شامل کرلے اور قطب الملک نے بھی اس کے توڑلینے اور پرجانے میں کوئی کمی نہیں کی ہے (اور ابھی تو وہ اس سے بھی زیادہ کوشش کرے گا) اسی زمانے میں سفیر گولکنڈہ عبداللطیف کی عرضداشت سے (جو حضور کے مطالعہ سے بعینہٖ گذری ہوگی) یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ قطب الملک، محمد مومن (پسر میر جملہ) کے کرناٹک جانے کی خبر سنکر کھٹک گیا ہے اور اب اسکی کوشش یہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس کو آپ کے حضور میں باریاب ہونے سے روک دے چنانچہ میں نے فوراً اپنے سفیر متعینہ گولکنڈہ کو ایک مکتوب ارسال کیا (جس کی نقل آپ کے حضور

میں ارسال کر چکا ہوں) اور اس کو لکھا کہ وہ قطب الملک کو اس مکتوب کے مضمون سے آگاہ کردے اور اس کو ان دور از کار ارادوں کی برائیوں سے آگاہ کردے۔ (اس کو بتادے کہ ان کوششوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا) حضور نے مرقوم فرمایا تھا کہ:-

"عادل خان تمھارا لحاظ و پاس کرتے ہوئے اس بات پر راضی ہے کہ وہ تمھارے حضور میں عمدہ نذر پیش کرے بشرطیکہ تم کرناٹک کے جاگیردار کی امداد کا راستہ بند کردو"

قبلۂ نیازمند! اس اعتبار سے کہ حضور کے والاشان فرمان کے صادر ہونے سے پہلے ہی مجھ پر یہ بات ظاہر ہوگئی تھی (عادل خاں کی تجویز مجھے معلوم ہوگئی تھی) میرا اصل مقصد تو یہ ہے کہ اس تقریب سے ایک درشاندار نذرانہ جو ہاتھیوں اور جواہر پر مشتمل ہوگا، سرکار والا کے لئے اس سے حاصل کرلوں، چنانچہ میں نے سفیر بیجاپور، جعفر کو تحریر کیا ہے کہ "وہ عادل خاں کے وکیلوں پر اس بات کو ظاہر کردے کہ کرناٹک کے جاگیردار نے اس امر کا اقرار کیا کہ اگر اس پر حملہ نہ کیا جائے تو وہ اسلام قبول کرلیگا اور اس کے علاوہ بیش بہا نذر بھی پیش کرے گا پھر بھی شاہی حکم کے بموجب کرناٹک فتح کرلیا گیا، پس عادل خاں نفیس جواہر اور عمدہ ہاتھیوں پر مشتمل نذر بادشاہ والا کی خدمت میں قبول کئے جانے کے لائق میرے توسط سے پیش کرے تو اس کی درخواست بارگاہ والا میں سفارش کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے تاکہ اس پیشکش کے وسیلے سے ممکن ہے کہ اس کی درخواست قبول ہوجائے"

سفیر گولکنڈہ کو جو مکتوب میں نے ارسال کیا تھا، اس کے مضمون سے عادل خاں کو اس کے وکلاء نے مطلع کردیا، اس کے بعد ہی عادل خاں نے آپ کے حضور میں ایک عرضداشت اس مضمون پر مشتمل ارسال کی ہے کہ "محمد مومن کو کرناٹک جانے سے روک دیا جائے" اس نیازمند کو بھی اس نے اس سلسلہ میں لکھا ہے اور نذر لانے کا وعدہ کیا ہے، اس نیازمند نے پھر از سرنو شاہی پیشکش کے لئے اس کو تاکید کی ہے۔ اگر اس نے پیشکش ارسال کردی تو پھر جیسا آپ کا ارشاد ہوگا عمل کیا جائے گا۔ اُمید کہ اعلحضرت کے اقبال کی بدولت اس منصوبے سے (جس نے دکن کے امیروں میں ہلچل ڈال دی ہے اور وہ خواب غرور سے بیدار ہوگئے ہیں) اچھے نتیجے برآمد ہوں گے اور جو کچھ انھوں نے اس عرصے میں کرناٹک سے حاصل کیا ہے اور چھپاکر رکھا ہے اس مال سے ایک معقول رقم (نقد و جنس) سرکار والا میں ارسال کرینگے۔

اگر اس سلسلے میں حضور والا عادل خاں کے نام ایک مکرمت نامہ شاہی تبرکات کیساتھ ارسال فرمادیں تو بہت ہی مناسب ہوگا اور اس سلسلہ میں جو چھان بین ہے وہ ختم کردی جائے گی، یوں جو کچھ

آپ کی رائے عالی ہو وہ بجا اور درست ہوگی۔

(۱۴/۷)

یہ خانہ زاد عقیدت کیش، خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ شاہزادہ محمد سلطان کی طلبی کا حکم بارگاہ والا سے صادر ہوا، سربلندی و سرفرازی حاصل ہوئی، وہ اپنی قسمت پر نازاں ہے (کہ اس کو یہ سعادت حاصل ہوگی) انشاء اللہ ۱۲ ذی الحجہ کی شب کو مجھ سے رخصت ہو کر بارگاہ معلیٰ کی آستاں بوسی کے لئے روانہ ہو جائیگا۔

اس اعتبار سے کہ آستاں بوسی کا وہ بہت مدت سے مشتاق تھا اور اب اس کو یہ موقع ملا ہے اس لئے وہ یہ راستہ بہت جلد طے کرے گا۔ امید کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کی چشم مراد کو آپ کی خاکِ در کی سرمہ سائی سے مزید بصارت عطا فرمائے گا (جلد ہی آپ کے آستانے پر پہنچ جائے گا) زیادہ حد ادب۔

الٰہی! خلافت و جہانبانی کا آفتاب ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہے۔

(۱۵/۷۱)

یہ مرید اخلاص مند، خدمتِ گرامی میں عرض پرداز ہے کہ حضور کا فرمان والا جو خط خاص سے میری عرضداشت کے جواب میں حضور والا نے تحریر فرمایا تھا صادر ہوا، وہ تخفیف جو اس فدوی کی زمینوں میں ہوگئی تھی اس کے عوض حضور نے مجھے اس بات کا اختیار دیا ہے کہ بعض کم محاصل محالوں کے عوض دکن کے جاگیرداروں سے بیش حاصل پرگنوں کو حاصل کرلوں (ایسی محالیں اور زمینیں ان سے لے لوں جنکی پیداوار اور آمدنی زیادہ ہے) میں حضور والا کی اس عنایت پر نازاں ہوں۔ اللہ تعالیٰ اعلیحضرت کی اس بندہ پروری اور بندہ نوازی کو ہمارے سر پر قائم رکھے۔

حضور کے فرمان والا کے سیاق و سباق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ نے یہ طے فرما دیا ہے کہ یہ نیازمند بندوبستی اراضی کو معاوضہ میں نہ لے بلکہ ہر پرگنے سے چیدہ چیدہ مواضع منتخب کرلے اور کم آمدنی والے بیکار اور اُجاڑ مواضع وہاں کے جاگیرداروں کو دے دے (یعنی تبادلہ بندوبستی اراضی سے نہ کیا جائے)۔

پیر و مرشد حقیقی! یہ مخلص جو تمام امور میں آپ کا رضا طلب ہے اور جس نے کبھی بھی آپ کی منشاء کے خلاف قدم نہیں اٹھایا ہے (ایک مدت سے مختلف صوبوں کی نظامت پر مامور رہے) خوب اچھی طرح اس بات کو سمجھتا ہے کہ ایک محال میں دو زمینداروں کی شرکت اس محال کی ویرانی کا سبب بنجاتی ہے اس لئے جب تک کسی کی جاگیر میں بندوبستی محال نہیں ہوتی، اس زمین پر پوری توجہ نہیں کی جاتی، لہٰذا میں اس قسم کی تجویز کس طرح پیش کرسکتا ہوں۔

سرکار بیجاگڈھ وغیرہ میں جو کچھ آمدنی میں کمی اور پیداوار میں قلت ہوئی وہ اسی وجہ سے ہوئی کہ وہ محال بندوبستی نہیں تھی۔ جنیر کے تمام پرگنے، دوسرے پرگنوں کی طرح کوئی علیحدہ محال پرگنہ نہیں ہیں بلکہ وہ اسی

پرگنے میں داخل ہیں۔ خان دوران خاں نے جس وقت یہ پرگنہ سزاوار خاں کی جاگیر میں پایا تھا تو اس سے عداوت اور نفاق کے باعث (جو ان کو سزاوار خاں سے تھی) تمام جنیر کو چند پرگنوں سے الگ نکال لیا تھا اور اس پر الگ لگان مقرر کردیا تھا اور اس کا نام "چرگی" رکھ دیا تھا۔ انشا اللہ آپ کے حکم کے مطابق اب میں بھی کبھی دَرَوَستی (بندوبستی) محال کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا (کہ یہ تو بہت منفعت بخش ضابطہ ہے)۔

خواجہ برخوردار خاں کو قلعہ اودگیر کی قلعہ داری تفویض کئے جانے کی تجویز آپ نے قبول فرمائی اور اس کے منصب میں مشروط اضافہ اس نیاز مند کے اعتبار میں مزید اضافہ کا باعث ہوا (اس درخواست کی قبولیت نے میرا اور بھی اعتبار بڑھادیا) آپ کے اعلیٰ حکم کے بموجب مشارٌالیہ کو میں نے قلعۂ مذکور کی قلعہ داری پر مامور کردیا۔ اور اسکی جاگیر کی زمینداری کے کاغذات درگاہ والا میں ارسال کردیئے ہیں اب میں اوزبک خاں کو درگاہ والا میں بھیج دوں گا۔

اس اعتبار سے کہ اس سے قبل مرزا خاں نے، حکم والا کے صادر ہونے کے باوجود قلعۂ احمد نگر کو شاہ بیگ خاں کے حوالے کردیا تھا اور احتمال یہ تھا کہ اوزبک خاں اسکے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا لہٰذا اس نیاز مند نے اس سلسلہ میں اس کو ایک خط لکھا اور صفی خاں سے کہا کہ وہ مرزا خاں کو حضور والا کے فرمان سے آگاہ کردے اور اس کو بتادے کہ اگر وہ میرا خط ملتے ہی اور اعلیٰحضرت کے ارشاد والا سے آگاہی پاتے ہی قلعہ برخوردار خاں کے حوالے کردے تو اس کے حق میں بہتر ہوگا ورنہ میں اعلیٰحضرت سے التماس کروں گا کہ اس کے نام فرمان جاری کیا جائے تاکہ مرزا خاں، خواجہ برخوردار خاں کو بھی شاہ بیگ کی طرح قلعہ سے باہر ہی نہ روک دے اور اس طرح خواجہ برخوردار خاں کی توہین و تذلیل ہو۔ حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"میر جملہ کرناٹک چلاگیا ہے چونکہ وہ اِدھر نہیں آسکتا تھا۔ مجبوراً وہ اُدھر نکل گیا"

قبلۂ و کعبۂ اس معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ قطب الملک نے اب سے چند سال پہلے عادل خاں کی دیکھا دیکھی کرناٹک کے حاکم کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میر جملہ کو اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ کرناٹک بھیجا تھا تاکہ کرناٹک کے کچھ حصے پر قبضہ کرلے، میر جملہ نے وہاں پہنچکر بعض قلعوں اور علاقوں کو تمام ساز و سامان کے ساتھ چھین لیا۔ میر جملہ کو جب ان جدید مفتوحہ علاقوں پر (جہاں کافی خزانہ اور دوسرا ساز و سامان موجود تھا) پوری طرح تسلط حاصل ہوگیا تو اس نے قطب الملک کی اس سپاہ کو جو اپنے ساتھ حملے کے وقت لایا تھا، اپنے ساتھ ملانے کے لئے خوب انعام تقسیم کئے اور اس سپاہ کے سرداروں اور عہدیداروں کو بھی انعام و اکرام دے کر توڑ لیا (اپنے ساتھ ملا لیا) یہ ساری فوج اس کا دم بھرنے لگی، اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اور فوج بھی تیار کرلی، یہ رنگ دیکھ کر قطب الملک اسکی طرف سے کھٹک گیا اور اسے اپنے حضور میں طلب کیا (اس کا ارادہ یہ تھا

کہ میر جملہ جیسے ہی اسکے پاس پہنچے، اس کی آنکھیں نکال لے) میر جملہ حیلے بہانے کر کے اس کی گرفت سے نکل گیا اور وہ پھر کرناٹک لوٹ گیا، قطب الملک کے برے ارادے کے پیش نظر اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ پھر کبھی قطب الملک کے پاس نہیں جائے گا۔ قطب الملک بھی اس کے اس ارادے کو بھانپ گیا اور اس کو دوبارہ بلایا لیکن کچھ نتیجہ نہیں نکلا (میر جملہ اب اس کے داؤں میں آنے والا نہیں تھا) قطب الملک نے اس کو بار بار بلایا اس طلب و تقاضے سے میر جملہ اور بھی ہوشیار ہو گیا۔ اس دفعہ اس نے پھر کچھ عذر پیش کر دیا اور اس کے پاس جانے پر کسی طرح تیار نہیں ہوا، رفتہ رفتہ یہ بات کھل گئی (کہ قطب الملک کی اس کے بارے میں نیت ٹھیک نہیں ہے۔) چنانچہ اب میر جملہ کے پاس وہی مقبوضہ قلعے اور علاقے ہیں اور قطب الملک کی وہی فوج اس کے پاس بدستور موجود ہے، اب اس نے کرناٹک کے حاکم کے ساتھ صلح کر لی ہے اور عادل خاں سے بھی تعلقات استوار کر لئے ہیں۔ غالباً آپ کے حضور میں صورت حال اس طرح پیش نہیں کی گئی تھی۔

پیر دستگیر سلامت! اس صورت میں کہ میر جملہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کے باریاب ہونے میں مخل اور مانع ہو، اس نیاز مند نے تو اس کو کئی مرتبہ لکھا ہے کہ اگر وہ (میر جملہ) اس خوف سے بارگاہ والا کی حاضری سے رکا ہوا ہے (کہ راستے میں قطب الملک اس کو گھیر لیگا) تو مجھے صاف صاف تحریر کرے تاکہ میں شاہی فوج کی ایک مناسب نفری جہاں وہ جانا چاہے، اس کی ہمراہی کے لئے بھیج دوں (وہ مقام کا تعین کر دے اسی مقام پر فوج بھیج دی جائے گی تاکہ وہ اپنی حفاظت میں اس کو بارگاہ والا تک پہنچا دے) اس اعتبار سے کہ کچھ عرصے سے قاصدوں کی آمد و رفت بند ہے (راستہ بند ہو گیا ہے) اس کا اب تک کوئی جواب نہیں آیا ہے، اگر اس کی قسمت نے یاوری کی تو یقین ہے کہ پھر وہ آپ کی آستاں بوسی سے محروم نہیں رہے گا اور کوئی دوسرا خیال اس کے دل میں جگہ نہیں پائے گا۔ الٰہی! خلافت کا آفتاب ہمیشہ درخشاں و تاباں رہے۔

(۱۶/۷۲)

یہ عقیدت کیش خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ اس سے قبل جو عرضداشت میں نے ارسال کی تھی اور داغ کے ضابطے کے بارے میں اظہار خیال کیا تھا، اس کے جواب میں حضور کا حکم ہوا ہے کہ "دکن میں متعین ملازمین کی جاگیریں چار ماہہ ہیں یا اس سے کم، اس لئے ہر گھوڑے پر تیسرے مہینے ۷ روپے اور ہر دوسرے مہینے پندرہ جو مقرر کیا گیا تھا، اس کو منسوخ کیا جاتا ہے۔ اب ماہ مہر کی پہلی تاریخ سے جس سے یونت ئیل فصل خریف کا آغاز ہوتا ہے، چار ماہہ دستور کیمطابق

۲۰ روپے ماہانہ فی اسپ مقرر کیا جاتا ہے۔[1]"

اس عنایت پر حضور کا شکریہ! اس لئے کہ جس سوار کی خوراک کا خرچ ۲۰ روپے ماہانہ سے کم ہو وہ کسی مصرف کا نہیں ہوتا، چونکہ اس قاعدے سے ایک جماعت کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور ایک جماعت کو نقصان اس لئے اب سرکار والا کے مطالبات کی ادائیگی کی فکر بھی کرنا چاہئے۔

انتہائی کرم نوازی سے آپ نے حکم فرمایا ہے کہ:

"اگر تمھارے خیال میں کوئی اور بہتر صورت ہو تو عرض کرو، اگر وہ از روئے حساب درست ہوئی اور ما بدولت کو بھی پسند آئی تو تمھاری اسی رائے کے مطابق فرمان جاری کر دیا جائے گا۔"

پیر و مرشد حقیقی!! اس ماہ کی دوسری تاریخ کو میرا ملازم جس کو کچھ عرصہ قبل میں نے ایک خط کے ساتھ (جو میر جملہ کی تالیف قلب اور شاہی عنایات و نوازشات کی نوید پر مشتمل تھا) میر جملہ کے پاس بھیجا تھا، اب ہی ملازم دو نفر پیادوں کے ساتھ جو میر جملہ کے ملازم ہیں بیس روز کے عرصے میں واپس میرے پاس پہنچا ہے، اس لئے وہ عرضداشت جو میر جملہ نے میرے خط کے جواب میں اپنے خط خاص سے تحریر کی تھی مجھے پیش کی، میں نے اسکی عرضداشت کا مناسب جواب جو میرے فہم ناقص میں آیا اس کو تحریر کر دیا اور اس کو دوبارہ اعلیٰحضرت کی بیش از بیش عنایات کا امیدوار بنایا اور طرح طرح کی شاہی نوازشات کا مژدہ سنایا۔ اس کی وہ عرضداشت بعینہٖ حضور پُر نور میں ارسال ہے تاکہ اس کے بارے میں حضور کا جو ارشاد ہو ویسا عمل کیا جائے۔

قبلۂ و کعبۂ آرزو! محمد شاہ (قلعدار قندھار) درگاہ والا کا قدیمی بندہ ہے، حضور کی بے نہایت عنایت سے خطاب کا امیدوار ہے (چاہتا ہے کہ اس کو خطاب سے نوازا جائے) اگر از روئے ذرہ پروری اس کو خطاب سے سربلند فرما دیا جائے تو اس کی سربلندی اور افتخار کا باعث ہوگا۔

خلافت کا آفتاب عالمتاب ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

(۱۷/۳)

بندۂ مخلص خدمت گرامی میں گذارش کرتا ہے کہ حضور کے دو ذیشان فرمان جو خاص حضور کے

---

[1] جاگیرداروں کو چو تھے مہینے ان کے منصب کی تنخواہ دی جاتی تھی اسی لحاظ سے ایک سوار کو بھی فی اسپ اگر وہ تیسرے مہینے تنخواہ لے تو ۱۰ روپے کے حساب سے اور اگر دوسرے مہینے تنخواہ لے تو فی اسپ پندرہ روپے ماہانہ کے حساب سے دیئے جاتے تھے۔ اورنگزیب کی سفارش پر کہ گھاس اور دانہ مہنگا ہو گیا تھا ۲۰ روپے ماہانہ تنخواہ کر دی گئی لیکن ادائیگی چار ماہہ قرار پائی۔

خط سے مزین تھے، صادر ہوئے، تسلیمات بندگی بجا لاتا ہوں، اولاً تو یہ تحریر فرمایا گیا ہے کہ:-

"پرگنہ ابیسر کی متعلقہ فردوں (جمع بندیوں) سے جو درگاہ والا میں
ملتفت خاں نے ارسال کی ہیں، یہ بات ظاہر ہوئی کہ چالیس لاکھ دام جو
تم نے اپنی جاگیر کے اس پرگنے سے وصول کئے ہیں وہ ۱۶ مہینے کی تنخواہ ہے
اپنے لئے ایک پرگنے سے ایسے سیرحاصل مواضع انتخاب کرلینا اور دوسروں
کے لئے ایسے کم آمدنی والے مواضع چھوڑ دینا جن کی آمدنی ۱/۲ ماہ کی تنخواہ
سے زیادہ نہیں ہوسکتی، مسلمانی اور انصاف سے بعید ہے، اس لئے ۲۰ لاکھ
دام کے کم حاصل مواضع، پرگنہ مذکور سے تمھاری تنخواہ کے لئے مقرر کئے
جاتے ہیں تاکہ اس صورت میں ۶۰ لاکھ دام والی جاگیر جو تمھاری اس پرگنے
میں ہے نہ رہے اور اس کے بجائے ایک سال کی تنخواہ والی جاگیر تم کو مل جائے"[1]

پیر دستگیر!! آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ نیازمند اس عرصہ میں جب سے دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوا ہے، ہرگز ایسی بے انصافی پر جو حضور والا کے فرزندوں کے اسلام اور ایمان سے بعید ہو، رضامند نہیں ہوا ہے، (بے انصافی نہیں کی ہے) جہاں تک مجھ سے بن پڑا ہے خدا اور سایہ خدا (بادشاہ) کی رضا جوئی میں کوشش کی ہے، میں نے یہ چالیس لاکھ دام جو میری سرزنش کا موجب ہوئے ہیں (جس میں بہادر پورہ کے بھی ۳۲ لاکھ دام شامل ہیں یعنی اس کی کل آمدنی) اور شہر کے قریب کے تین چار موضعے (جن کی آمدنی چھ ماہ کی تنخواہ کو بھی کفایت نہیں کرتی) خود نہیں لئے ہیں بلکہ حکم والا کے بموجب میرے دکن روانہ ہونے سے قبل خود حضور پُرنور کے دیوان نے، شائستہ خاں سے اس موضع کو واپس لیکر اس کی پوری آمدنی کے ساتھ میری جاگیر میں شامل کردیا تھا حضور کی دیوانی کے اہلکار خصوصاً وزیر اعظم سے تو یہ بات بہت ہی تعجب انگیز ہے کہ انھوں نے فردوں کی پیشی کے وقت اس نیازمند کی جاگیر کی تفصیل اور ان کی نقول کہ جاگیر انھوں نے خود ہی میری تنخواہ میں مقرر کی تھی، پیش نہیں کیں، غالباً ان کو بھی اب یہ یارا نہیں رہا ہے کہ اس قسم کے سچے معاملات کو بھی حضور میں پیش کرسکیں ورنہ یہ بات تو کچھ مقبول جانے والی نہیں تھی، اب جبکہ خلاف رسم و عادت اس قسم کی باتیں آپ کے حضور میں پیش کی گئیں تو حضور والا نے دریافت حال و معاملہ کی تحقیق کے بغیر خفا اور ناراض ہوکر لفظ "مسلمانی" جو سرمایہ جاودانی ہے ایسی

---

[1] ساٹھ لاکھ دام جن مواضع کی آمدنی سے تم نے حاصل کئے وہ تمھاری ۱۶ ماہ کی تنخواہ ہے اسلئے تمھاری جاگیر میں اس پرگنے کے ایسے کم حاصل مواضع مقرر کئے جاتے ہیں جنکی آمدنی ۴۰ لاکھ دام ہے اور یہی سالانہ تنخواہ ہے، لہٰذا اب ان سیرحاصل مواضع کی آمدنی تم حاصل نہیں کرسکتے۔

چھوٹی سی بات پر اس نیاز مند کے بارے میں ادا فرمایا (مجھ پر شک و شبہ فرمایا) تو اب اس کا کیا علاج !! اگر دکن کی جاگیر میں پرگنہ ایسر کی چالیس لاکھ دام آمدنی کے ساتھ اور دوسری سیر حاصل زمینیں جو دس ماہ کی تنخواہ میں مجھے عنایت ہوئی ہیں اگرچہ وہ سرسری نظر میں بھی آٹھ ماہ سے زیادہ تنخواہ کی کفیل نہیں ہیں، پھر بھی اگر وہ حضور والا کی نظر میں زیادہ آمدنی کا ذریعہ معلوم ہوتی ہیں اور مرضی مبارک یہ ہے کہ ۲۰ لاکھ دام نقدی سے وضع کر لئے جائیں تو اس لحاظ سے کہ مُریدوں کا جان و مال تو پیر و مرشد حقیقی پر فدا ہونے کے لئے ہے آپ شوق سے کم کر دیں اس کے عوض کی ضرورت نہیں ہے۔

ثانیاً آپ نے رقم فرمایا ہے کہ " ملتفت خاں نے عرض کیا ہے کہ اگر تقریباً چالیس پچاس ہزار روپئے صوبہ خاندیس، برار، اور پایاں گھاٹ میں بند باندھنے کیلئے قرضے کے طور پر مرحمت کر دیئے جائیں تو دو سال کی مدت میں یہ رقم خزانہ شاہی کو واپس کر دی جائیگی اس صورت میں آبادی میں بھی بہت اضافہ ہوگا۔

جب ملتفت خاں نے یہ بات تم سے کہی تو تم نے اس کو جواب دیا کہ جاگیرداروں کے پرگنوں کے مسائل تم (ملتفت خاں) بارگاہِ جہاں پناہ میں پیش کرو، جو حکم ہوگا، عمل کیا جائے گا۔ حالانکہ تم سے ایسے جواب کے بجائے توقع یہ تھی کہ تم بغیر کسی توقف کے یہ رقم شاہی خزانے سے ادا کر دیتے اور یہ بھی قرار کر لیتے کہ اگر بارگاہ خلافت سے یہ تجویز نامنظور ہوئی تو رقم مذکورہ کو میں (اورنگ زیب) اپنی سرکار سے شاہی خزانے کو ادا کر دوں گا۔"

قبلہ و کعبۂ مریدان سلامت !! اگر یہ نیاز مند ایسے اعتماد و اعتبار کے ساتھ اس قسم کے معاملات کی بجا آوری کی جرأت نہ کرسکا تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ اسلئے ایسے امور پر جواب طلبی سے جو میں نے انجام نہیں دیئے اور جو باز پرس کے قابل بھی نہیں تھے، میں ان کی جواب دہی ہی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا ہوں تو پھر ایسے معاملات میں کس طرح قدم اٹھا سکتا ہوں، اس سے پہلے جب مجھے اسی صوبے میں اختیار و استقلال حاصل تھا تو اس وقت میں کبھی بھی اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ اس قسم کے رفاہی اور اصلاحی کاموں کو حضور والا کے حکم پر موقوف رکھا جائے اور اہل دیوان اس سلسلہ میں بارگاہ معلّیٰ میں عرضداشت کریں لیکن اب تو میں اپنی چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلاتا ہوں اور خود کو گرفت و باز پرس سے بچانے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ حضور والا کی رضامندی اور خوشنودی پیش نظر رکھنے کے باوجود ایسی باتوں پر مجھے معتوب کیا جاتا ہے۔

خلافت کا سایہ بلند پایہ ہم مریدوں کے سروں پر ہمیشہ قائم رہے۔

(۱۸/۷)

مریدِ اخلاص سرشت گذارش کرتا ہے کہ اس نیاز مند کی عرضداشت کے جواب میں خاص قلم مبارک سے تحریر کیا ہوا فرمان والا موصول ہوا اور اس نیاز مند کے مزید شرف و امتیاز کا باعث ہوا، اس نوازش و کرم پر تسلیماتِ بندگی بجالاتا ہوں، احکام والا سے آگاہی حاصل ہوئی۔

حکم والا کے موصول ہونے سے پہلے ہی ایک دوسرا مکتوب خاص اپنے خط سے میں نے محمد سعید کو لکھا تھا اور اس کو زیادہ سے زیادہ شاہی نوازشوں کا امیدوار بنا کر اس کے موہ لینے اور ریجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تاکہ وہ درگاہ والا کی بندگی کی سعادت سے سرفراز ہوجائے، ابھی تک میں اس کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں جیسے ہی اس کی عرضداشت موصول ہوگی اس کی کیفیت بارگاہ والا میں عرض کروں گا۔

پیر دستگیر سلامت! اس لحاظ سے کہ مشارالیہ (میر جملہ) دکن کے دو دنیا داروں (عادل خاں اور قطب الملک) کے درمیان جو کافی سپاہ بھی رکھتے ہیں پھنسا ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک اس کا خواستگار ہے اور فی الحال وہ (میر جملہ) ان سے بگاڑ کر کے یکسو ہو کر نہیں بیٹھ سکتا اور وہ نہیں چاہتا کہ اطمینانِ خاطر حاصل کئے بغیر بارگاہ سلاطین پناہ سے اسکی وابستگی کی خبر عام ہوجائے (یہ خبر عام ہوجائے کہ میر جملہ شاہجہان کے بندگان بارگاہ میں شامل ہوگیا ہے) اس اعتبار سے اگر دوسرے لوگوں کو اس معاملے میں اور اس کی ان درخواستوں کے بارے میں جو میں نے آپ کے حضور میں ارسال کی ہیں اور آئندہ ارسال کروں گا۔ کوئی اطلاع حاصل نہ ہو تو یہ امر بالکل قرین مصلحت ہوگا۔

خانہ زاد (پسر اورنگ زیب) کے روزینہ میں اضافے کی عنایت جو محض فضل و کرم اور ذرہ پروری کے باعث ظہور میں آئی ہے اس کے شکر سے میں کس طرح عہدہ برآ ہوسکتا ہوں، حق سبحانہٗ تعالیٰ اعلحضرت کے سایہ بلند پایہ کو ہم مریدوں اور خانہ زادوں کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

اس نیاز مند نے حضرت کے خانہ زاد (شاہزادہ) کے ہمراہ جو حقیر نذرانہ ارسال کیا تھا اسکی قبولیت نے مجھے سربلند و مفتخر بنایا اس کے شکرانے میں بہت بہت تسلیمات پیش کرتا ہوں، پیش کش کے ارسال کرنے میں جو تاخیر ہوئی اور جیسا کہ اس بارے میں آپ نے خیال فرمایا ہے وہ امر واقعی ہے لیکن عقیدت کامل میں جب جانثاری سے مضائقہ نہیں کیا جاسکتا۔ (میں حضور پر جاں نثار کرنے کو ہر وقت آمادہ ہوں) تو ظاہر ہے کہ پھر اس صورت میں دنیوی مال کی نگاہوں میں کیا قدر و منزلت ہوگی، میں تو ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہوں کہ شاید کوئی ایسی نفیس و اعلیٰ چیز جو اعلحضرت

کی طبع مقدس کو پسند آسکے، مجھے دستیاب ہوجائے تو اسے بھی درگاہ والا میں ارسال کردوں (پیشکش دیر میں ارسال کرنے کی اصل وجہ یہ ہے۔)

محمد شاہ کو خطاب عطا فرمانے کی جو درخواست میں نے حضور میں کی تھی اس کی قبولیت نیاز مند کی امیدواری و سربلندی کا باعث ہوئی۔ قانون داغ کے معاملے کا جواب جو اس مرید نے اپنی عرضداشت میں پیش کیا تھا اور اس کی بھرپور کیفیت کی تمام فردیں اسی عریضہ کے ساتھ میں نے خدمت والا میں ارسال کی تھیں، حضور والا کے اس فرمان سے ظاہر نہیں ہوا (یعنی ضابطہ داغ کے سلسلہ میں میری گذارش کا جواب اس فرمان میں موجود نہیں ہے) شاید اس معاملے کو حضور کی سرکار کے کارپردازوں اور کارکنوں نے آپ تک نہیں پہنچایا، اگر وہ معاملہ آپ کے حضور میں پیش کیا جائے اور اس کا جواب صادر ہو جائے تو اس صوبے کے متعینہ ملازمین کی حالت سدھر جائے گی جو اس مسئلے کے باعث مضطرب اور پریشان ہیں، آفتاب خلافت ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہے۔

(۱۹/۷۵)

یہ عقیدت کیش، خدمت ہمایونی میں گذارش کرتا ہے کہ حضور کا فرمان والا جو خانہ زاد کے درگاہ جہاں پناہ میں باریاب ہونے، حضور والا نے محض اپنے فضل و کرم سے جن عنایات سے اس کو نوازا ان کی تفصیلات، اور نیاز مند کو خلعت خاصہ عطا ہونے کی نوید (جو دنیا کے تمام کاموں میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے) اور دوسرے الطاف و اکرام جو اس نیاز مند پر مبذول فرمائے گئے، ان کی خوشخبری پر مشتمل تھا، ورود فرما ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا۔ عرضداشت کے جوابات سے آگہی حاصل کی، ایزد تعالیٰ مرید نوازی کے سایہ بلند پایہ کو مدتوں تک قائم رکھے۔

(قطب الملک والے) میر جملہ کے موہ لینے اور اسکے منصب کے تعین کے سلسلے میں اور شاہی ملازمین کو اس کے لانے کے لئے روانہ کرنے کے بارے میں جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے انشاء اللہ اس کے مطابق عمل کیا جائے گا میر جملہ کی وہ عرضداشت جو اس نے محمد مومن سے ملاقات کے بعد اس نیاز مند کے پاس ارسال کی تھی، ابھی میرے پاس پہنچی تھی، اپنے نیاز نامے کے ساتھ وہ عرضداشت میں نے آپ کے حضور میں ارسال کردی ہے، اُمید کہ جلد نظر انور کے ملاحظہ سے گذرے گی۔

عبداللطیف برادر معز الملک نے جو خود بھی میر مذکور سے مل چکا ہے، جو خط فاضل خاں کے نام ارسال کیا تھا، سربمہر کر کے اس خط کو دربار معلیٰ میں ارسال کردیا ہے۔ اس خط کے ملاحظہ سے اسکی تمام معروضات آپ پر ظاہر ہو جائیں گی۔

اس مخلص نے حکم والا کے صادر ہونے سے قبل ہی محمد مومن الپسر میر جملہ کی تسلی خاطر اور اسکے موہ لینے کیلئے اپنے ایک معتمد ملازم کے ذریعہ ایک مکتوب خلعت کے ساتھ اسے روانہ کیا ہے اور بتا دیا ہے کہ وہ ہر طرح محمد مومن کو پرچا کر انعامات شاہی کا اُمیدوار بنائے، جیسے ہی ملازم کی کوئی عرضداشت موصول ہوگی میں حقیقت حال خدمت گرامی میں عرض کرونگا

قبلۂ و کعبہ سلامت!! محمد موسیٰ کے فرزندوں کے منصب میں اضافہ اور جو عہدے ان کے سپرد کئے گئے ہیں اُن کی حقیقت اور تفصیل وقائع نگار کے روزنامچے سے گوش ہمایوں تک پہونچی ہوگی، یہ لوگ خانہ زاد اور بہت تجربہ کار ہیں اس لحاظ سے کہ سرکار کلمہ میں فوجدار کی ضرورت تھی، اس لئے اس نیاز مند نے وہاں کی فوجداری کی خدمت پر دوصدی ذات و بکصد سوار کے اضافے کے ساتھ ہوشدار (پسر ملتفت خاں) کو جو خانہ زاد اور محنتی آدمی ہے نامزد کیا ہے، تاکہ اضافہ کے بعد وہ اصل منصب نوصدی ذات و چہار صد سوار سے سرفراز ہو کر خدمت مذکورہ کی انجام دہی میں مصروف ہو جائے، اُمید کہ یہ تجویز درجہ قبول حاصل کرے گی۔

خلافت کا آفتاب جہاں تاب خدا کرے یونہی تاباں و درخشاں رہے۔

(۲۶)

معروض خدمت ہے کہ دبیرانِ بارگاہ کا تحریر کردہ فرمان صادر ہوا۔ آپ نے حکم فرمایا ہے کہ:-

"چونکہ پرگنہ ایکل جو صوبہ بہار کے توابع میں سے ہے، شمس الدین، داروغۂ توپخانۂ دکن سے لیا گیا ہے، تم پرگنۂ مذکور کے عوض ایسی کوئی محال جس کی آمدنی ہفت ماہہ (تنخواہ منصب) سے کم نہ ہو، صوبۂ دکن میں اس کی تنخواہ کی ادائیگی کے لئے مقرر کردو"

پیر دستگیر سلامت! اس نیاز مند نے آپ کے حکم والا کے بموجب پرگنۂ بالکندہ جو اوزبک خان کی جاگیر کی محالوں میں شامل تھا اور اب تک کسی کی تنخواہ کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا ہے اور تخفیف کے بعد اب اس کی آمدنی تقریباً ہفت ماہہ ہوگئی ہے، مشارالیہ کی تنخواہ میں مقرر کردیا، شمس الدین مخلص خانہ زاد اور کارآمد منصبدار ہے اور جو خدمت اس کے سپرد کی جاتی ہے اس کے بجالانے میں دل و جان سے کوشش کرتا ہے، تقرری کے وقت چونکہ اس کی جاگیر کا تعلق ہندوستان (صوبۂ بہار) سے تھا، اسلئے اس خدمت کے سلسلہ میں اس کے ساتھ اب تک کسی قسم کی رعایت نہیں کیگئی ہے، اب جب کہ اس کی تمام جاگیر صوبۂ دکن میں مقرر کردی گئی تو اگر اس کے ساتھ کچھ اور رعایت کردی جائے تو بندہ پروری سے بعید نہ ہوگا

قبلۂ و کعبہ! خانہ زاد محمد سلطان کے ذریعہ خلعت خاص کا جو تبرک اس نیاز مند کو عطا ہوا تھا اس کو حاصل کرکے سربلندی نصیب ہوئی، آداب بندگی بجالاتا ہوں۔ حضور نے اپنے خانہ زاد شاہزادہ

محمد سلطان) پر محض اپنے فضل وکرم سے جو عنایات فرمائیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان کا شکریہ میری قاصر زبان ادا کرسکے — حق تعالیٰ اعلحضرت کی اس بندہ پروری کے سائے کو ہمیشہ قائم رکھے۔

(۲۱/۷۷)

یہ عقیدت کیش مرید، عرض پرداز ہے کہ میری عرضداشت کے جواب میں فرمان والا (جو دیوان دربار کا تحریر کردہ) صادر ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا۔ محال کے تبادلہ کی تجویز کو اس تاریخ سے منظور فرمانے پر جس تاریخ سے میں نے اس کا تبادلہ کیا ہے اور سرکار بیجاپور کے پرگنوں کی تخفیف شدہ آمدنی کے عوض بارہ لاکھ دام عطا کئے جانے پر آداب تسلیمات بجالاتا ہوں۔ اعلحضرت کے مراحم و انعامات کے شکریہ سے زبان قاصر ہے۔ حق تعالیٰ اس مرید نوازی کو ہمیشہ قائم رکھے۔

حضور والا! اندر من، دھندہرہ کے زمیندار نے جو حضور کے حکم سے ایک مدت سے قلعہ اسیر میں محبوس ہے، چند روز ہوئے اپنے کسی عزیز کو میرے پاس بھیج کر یہ استدعا کی تھی کہ اگر سر مبارک کے تصدق میں اسکو قید سے رہا کر دیا جائے تو وہ پچاس ہزار روپے بطور پیش کش درگاہ والا میں حاضر کرے گا اور منصب و جاگیر کے بغیر ایک سال تک صرف پچاس سواروں اور ایک سو پیادوں کے ساتھ صوبہ دکن میں خدمت بجالائے گا اس کے بعد وہ اسی منصب کے موافق جو بارگاہ والا سے اس کو عطا ہوگا، سپاہی ملازم رکھے گا، اور ہر وقت شاہی خدمت کیلئے تیار رہیگا۔ اپنے وطن کو بھی واپس جانے کا ..... اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ اسیر کا قلعہ دار نرسنگھ داس اس کا ضامن اور پیشکش کا ذمہ دار ہے۔ چونکہ اندر من جو ایک مدت سے قید ہے اور اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے، اب بہت ہی تباہ حال ہو چکا ہے اگر آپ اس کے گناہ کو معاف فرمادیں اور اس کی تقصیر سے درگذریں تو اعلحضرت کی ذرہ پروری سے بعید نہ ہوگا، یوں جو کچھ آپ کی رائے اقتضا فرمائے وہ بالکل درست و بجا ہے۔

پیر دستگیر سلامت! محمد غیاث ولد اسلام خاں کی بھی ہندوستان میں ہشت ماہہ جاگیر تھی اور اب دکن میں اس کی جاگیر کی آمدنی پانچ ماہ کے اخراجات اور تنخواہ سے زیادہ نہیں ہے، اسلئے کہ وہ تربیت کے لائق فرد ہے اور مخلص ہے، سرکار تھکر کے وقائع نگار سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آجکل وہاں کی فوجداری کے لئے ایک منصب دار کی ضرورت ہے چنانچہ میں نے سرکار تھکر کی فوجداری پر محمد غیاث کا تقرر کردیا ہے اور بشرط خدمت ایک صدی ذات و یکصد سوار کا اس کے منصب میں اضافہ کردیا ہے تاکہ اس کا اصل منصب اضافہ کے بعد شش صدی ذات و دوصد سوار ہوجائے اور اس کے اضافہ کی تنخواہ سہ ماہی پرگنہ تھکر میں مقرر کردی ہے، اگر میری یہ عرضداشت درجہ قبولیت حاصل کرے تو بندہ پروری سے بعید نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضور کے اقبال کو ہمیشہ قائم رکھے۔

فتوحات ریاست ہائے ہمسایہ

الف :- دیوگڈھ

(۱/۸)

یہ مخلص بارگاہ ہمایونی میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کا فرمان میری عرضداشت کے جواب میں جس کا عنوان حضور نے اپنے قلم خاص سے تحریر فرمایا تھا، صادر ہو کر میری عزت افزائی کا موجب ہوا، آپ نے حکم فرمایا ہے کہ:

> "دیوگڈھ کے زمیندار کے نذرانوں کی بقایا کا معاف کر دینا بے معنی سی بات ہے یہ وہی زمیندار ہے کہ خان دوران خاں نے اس پر لشکر کشی کر کے ایک سو ستر ہاتھی اور کافی نقد رقم اس سے حاصل کی تھی، اور آج بھی جیسا کہ ہمارے سننے میں آیا ہے، اس کے پاس دو سو سے زیادہ ہاتھی موجود ہیں اور ان میں جتا شنکرم نامی ایک اعلیٰ درجہ کا نر ہاتھی بھی ہے۔ چونکہ اس وقت دکن کے منصبدار کسی مہم میں مصروف نہیں ہیں اس لئے بارش کا زمانہ گذر جانے کے بعد اگر تم چاہو تو ہمارے پوتے شاہزادہ محمد سلطان کو ورنہ اپنے کسی اور معتمد خدمتگار کو مناسب اور موزوں فوج کے ساتھ جس کے ہمراہ تمہاری خاص سپاہ بھی ہو، اس کی سرکوبی کے لئے مقرر کر دو تاکہ اس نامی ہاتھی کے ساتھ دوسرے تمام ہاتھی بھی اس سے چھین لیے جائیں اور پیشکش کی بقایا رقمیں بھی اس سے وصول کر لی جائیں۔"

پیر دستگیر سلامت! یہ نیاز مند جو حضور کا تربیت یافتہ اور آپ سے آداب جہانبانی سیکھے ہوئے ہے۔ حتی المقدور اس مملکت کے اطراف و جوانب سے آگاہی حاصل کر کے اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ اگر کوئی ایسا کام اور ایسی خدمت نکل آئے تو اپنی سپاہ کو یونہی بیکار نہ پڑا رہنے دے بلکہ اس سے کوئی کام لے، ایسی حالت میں یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا کہ دیوگڈھ کا راجہ (زمیندار) سالانہ پیشکش پر دسترس رکھتے ہوئے درگاہ والا میں پیشکش کے ارسال کرنے میں پہلو تہی برتے یا سرکشی اختیار کرتے ہوئے ٹال مٹول سے کام لے۔

چونکہ دیوگڈھ کا جاگیردار فوج کے منتشر ہونے کے باعث، برہان پور سے میرے پاس آیا تھا اور مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ مقررہ پیشکش وقت مقررہ پر حضور میں نذر گذرانے گا، اس وعدہ کے بعد میں نے اپنا ایک معتمد شخص ہاتھیوں کے بارے میں کھوج لگانے کے لئے دیوگڈھ بھیجا، وہ شخص تین مہینے تک دیوگڈھ رہا اور ہر پہلو سے اس بات کی تحقیق کی، اس نے عرض کیا کہ جاگیردار مذکور کے پاس ۱۴ ہاتھیوں سے زیادہ نہیں ہیں، خان دوراں بہادر مرحوم نے اس جاگیردار پر نہیں بلکہ اس کے باپ پر حملہ کیا تھا جب کہ اس کی مالی حالت بہت بہتر تھی خان مرحوم نے اس سے وہ ہاتھی چھین لئے تھے جو اس نے ایک مدت میں جمع کئے تھے، لیکن یہ زمیندار تو بہت ہی فضول خرچ ہے اور یہی سبب ہے کہ بالکل مفلس و قلاش ہے، اس نے اپنے بے ڈھنگے پن سے اپنی جاگیر کی دیکھ بھال نہ کی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی، اب ایسی صورت میں اگر سالانہ پیشکش کے بقایاجات کی وصولی کے لئے اس پر فوج کشی کی جائے تو اس کا نتیجہ اس کی ولایت کی بربادی کے سوا اور کیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے یہی سوچتے ہوئے مقررہ سالانہ پیشکش وصول کر کے بقایاجات کی معافی کے لئے آپ کی بارگاہ میں درخواست کی تھی۔

اب اس کے بارے میں آپ کا جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کی بجا آوری کو میں اپنی سعادت سمجھوں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ اگر حضور والا کی یہ مرضی ہے کہ اس کی ولایت کو ممالک محروسہ میں داخل کر لیا جائے تو جناب والا صاف اور صریح حکم فرمائیں تاکہ یہ نیازمند محمد سلطان (خانہ زاد) کو جو اب ماشاء اللہ جوان ہے اور چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی جنگ میں حصہ لے، ضروری اور مناسب فوج کے ساتھ دیوگڈھ فتح کرنے کے لئے روانہ کروں تاکہ وہ دو چار دن میں اس زمیندار (دیوگڈھ) کا کس بل نکال دے اور اسکی تمام جاگیر اپنے قبضے میں لے کر اس سرزمین میں اس کا نام و نشان باقی نہ چھوڑے۔ اگر جناب والا کا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ مدعا یہ ہے کہ مقررہ پیش کش کا بقایا وصول کر لیا جائے اور اس سے ہاتھی بھی لے لئے جائیں تو اس صورت میں شاہی ملازمین میں سے جس کو آپ حکم دیں اس کو زمیندار مذکور کے علاقے میں بھیج کر جسقدر ہاتھی اس کے پاس ہیں اس سے لے لئے جائیں (خواہ کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑے) اور پیش کش بھی وصول کر لی جائے۔

قبلۂ و کعبۂ! میں نے سابقہ تحقیق کے باوجود ابھی حال ہی میں دیوگڑھ کے جاگیردار کے ہاتھیوں کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے کچھ لوگ اور مقرر کئے ہیں۔ یہ لوگ پوری پوری کوشش کرینگے کہ اس سلسلہ میں کوئی بات چھپی ہوئی نہ رہے لیکن جتا شنکرم ہاتھی کے بارے میں یہاں کوئی بھی نہیں بتاتا۔ بلکہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیوگڈھ میں پہاڑ کے اوپر اس نام کا ایک قلعہ ہے۔

دیوگڈھ کے جاگیردار کے پاس اتنے ہاتھیوں کا ہونا ناممکن سا ہے، اس لئے کہ اگر اس کے پاس اتنے ہاتھی ہوتے تو شاہنواز خاں ہی نے، جب انھوں نے آپ کے حکم کے بموجب اس پر حملہ کیا تھا، پیش کش کے عوض تمام

ہاتھی اس سے وصول کرلئے ہوتے اور اگر اُس وقت اس کی بدحالی ملاحظہ فرماتے ہوئے سالانہ پیشکش حضور والا معاف نہ فرمادیتے تو شاہنواز خاں کیا چھ ماہ تک صرف پیش کش کی وصول یابی کے لئے برہان پور میں مقیم رہتے۔

آپ کے حکم اقدس کے بموجب گروہ شخص جو دیوگڈھ کے جاگیردار کے ہاتھیوں کی تعداد سے آگاہ ہے اور جس نے جتا شنکرم ہاتھی کی حضور میں تعریف کی ہے اس نیاز مند کے پاس آجائے اور میرے لشکر کی رہنمائی کرے اور وہ جگہ بتائے جہاں ہاتھی موجود ہے تو بہت ہی مناسب ہوگا۔

قبلۂ حاجات! چونکہ بالا گھاٹ میں خریف کی فصل کی بوائی کے شروع میں بارش نہیں ہوئی، بوائی کا صحیح وقت نکل جانے کے بعد بارش ایسی ہوئی کہ ۱۶ روز تک اس کا تار نہیں ٹوٹا، اس مسلسل بارش کے باعث کسانوں کو تخم ریزی کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے بالا گھاٹ کی اکثر محالوں میں خریف کی فصل نہیں ہوئی، اب ان دنوں ۱۴؍ تاریخ سے آج تک کہ مہینے کی ۲۰ تاریخ ہے، خوب بارش ہو رہی ہے اس لئے امید ہے کہ ربیع کی فصل کی بوائی خوب اچھی طرح ہوجائے گی اور خریف کے نقصان کی کچھ تلافی ہوجائے گی۔ البتہ بیجا پور میں اب تک بارش نہیں ہوئی ہے۔ اس ولایت میں پچھلی فصلوں کی طرح بُنائی کا عمل مل گیا ہے۔

الٰہی آفتاب خلافت تاباں اور درخشاں ہے۔

(۲/۷۹)

بکمالِ خلوص خدمتِ گرامی میں عرض پرداز ہوں کہ حضور والا کے دو فرامین جن میں سے پہلا خاص حضور کے قلم سے اور دوسرا کاتبان دربار کا تحریر کردہ ہے، اس نیاز مند کی عرضداشت کے جواب میں یکے بعد دیگرے صادر ہوئے، معزز و مفتخر فرمایا، حضور کے عطیۂ خاص یعنی خلعت کو پاکر سربلند و سرفراز ہوا۔ تسلیمات بندگی بجالاتا ہوں، پیرو مرشد حقیقی کی عنایتوں کا شکر گذار رہوں۔ مکرمت ناموں کے احکام سے آگاہی پائی۔ حضور والا نے حکم فرمایا ہے کہ:-

"اگر تم ولایت دیوگڈھ کو فتح کرسکتے ہو اور اس کا انتظام بھی سنبھال سکتے ہو تو شاہزادہ محمد سلطان کو حملہ کے لئے بھیج دو، ورنہ ہادی داد خاں کو عمدہ لشکر کے ساتھ لشکر کشی کے لئے مقرر کردو۔"

پیر دستگیر سلامت! عنایت الٰہی اور اقبال شاہی کی بدولت اگرچہ دیوگڈھ کا فتح کرنا بہت ہی آسان ہے، معمولی کوشش سے اس ولایت پر قبضہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا انتظام اور وہاں کا بندوبست دشواری سے خالی نہیں! سالانہ لگان کے علاوہ ہر سال اس پر کافی روپیہ بصیغہ بندوبست خرچ کرنا پڑیگا اور اس کے بعد بھی اس پر قبضہ کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ اب تک اراکین سلطنت نے اس

کی تسخیر کی جانب توجہ نہیں کی اور یہ ولایت ممالک محروسہ میں شامل نہیں ہوسکی۔ میں نے بھی انہی اُمور کو پیش نظر رکھکر اس سلسلہ میں پیشقدمی کو مناسب نہیں سمجھا (کوئی قدم اس کی تسخیر کے لئے نہیں اٹھایا) اور بارگاہ والا میں بھی اپنا خیال پیش کردیا تھا، اب حضور والا کے حکم کے بموجب شاہی فوج کو اسکی سرکوبی کے لیے مقرر کردیا جائیگا تاکہ اس سال کی پیش کش اور پچھلے بقایاجات وصول کرلئے جائیں اور جس قدر ہاتھی اس کے پاس موجود ہوں جس طرح بھی بن پڑے اس سے چھین لئے جائیں۔ بارگاہ شاہی کے منصبدار جو اس وقت جابجا معمور اور متعین ہیں ان کی طلبی کے احکام (تاکید کے ساتھ) جاری کردیئے گئے ہیں، جب یہ تمام منصبدار یہاں پہنچ جائینگے تو اُن کو اُن کی سپاہ کے ساتھ دیوگڈھ پر حملہ کے لئے روانہ کردوں گا۔

قبلۂ وکعبہ!! ہادی داد خاں اگرچہ تجربہ کار امیر ہے اور اس کے پاس سپاہ کی بھی اچھی نفری ہے لیکن اب تک اس نے ایسی کوئی خدمت انجام نہیں دی ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کی اس ناتجربہ کاری کے باعث بہت سے امیر اس کی سرکردگی (کمان) کو پسند نہ کریں اور اس طرح آپس میں اختلاف پیدا ہوجائے یا اور کوئی ناگواری کی صورت پیدا ہو اور بنا بنایا کام خراب ہوجائے علاوہ ازیں تدبّر کا تقاضہ یہ ہے کہ لشکر دو طرف سے پیشقدمی کرے چنانچہ میرا خیال یہ ہے کہ اس صوبے کی نصف فوج ہادی داد خاں کی کمان میں اور دوسری نصف فوج مرزا خاں کی سرکردگی میں دیدی جائے، امرائے عظام میں سے کسی کو مرزا خاں کی سرداری اور سپہ سالاری پر اعتراض نہ ہوگا۔ میری سپاہ بھی محمد طاہر یا کسی دوسرے امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوکر مرزا خاں سے مل جائے گی۔

اسی عرصہ میں آپ کے حکم والا کے بموجب قطب الملک کے بھیجے ہوئے ہاتھی، سرکار والا کے ملازم بدیع الزماں کے ساتھ (جو کچھ عرصہ تک ان ہاتھیوں کا ناظم بھی رہ چکا ہے) درگاہ والا میں ارسال کئے ہیں، اگر اس کی قسمت نے یاوری کی اور ہاتھیوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اور اچھی حالت میں نظر انور کے سامنے پیش کئے تو ممکن ہے کہ اسکی کارکردگی میں اس خدمت کو محسوب کیا جاسکے۔ زیادہ حدِ ادب۔

الٰہی خلافت کا آفتاب درخشاں اور تاباں رہے۔

(۳۰/۸۰)

اظہار عقیدت کے بعد خدمت والا میں گذارش ہے کہ فرمانِ والا جو میری عرضداشت کے جواب میں بارگاہ والا کے دبیروں نے تحریر کیا تھا، صادر ہوا، احکام والا سے آگاہی حاصل ہوئی۔

دیوگڈھ کے زمیندار سے تمام نذرانوں کی وصولیابی اور رجتا شنکرم اور دوسرے تمام ہاتھیوں کے ضبط کرنے کے بارے میں مرزا خاں اور ہادی خاں کو پوری تاکید کردی گئی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اعلحضرت کے اقبال کی مدد سے یہ مہم عنقریب حسب منشا سرانجام ہوجائیگی اور اس کے پاس جس قدر ہاتھی ہونگے وہ سب کے سب

اس سے چھین لئے جائیں گے۔

اس ہاتھی کے سلسلہ میں جو اس نیازمند نے قطب الملک سے حاصل کر کے درگاہ والا میں نذر گذرانا ہے، فرمان والا میں ارشاد کیا گیا ہے:

”یہ ہاتھی تمھاری جانب سے پیش کش کے طور پر قبول نہیں کیا جائے گا
اس کی قیمت قطب الملک کو اس کی سالانہ پیشکش سے مجرا دی جائے گی
یہ بات حُسن معاملت سے بعید ہے۔“

پیر دستگیر!! میں آپ کی تربیت کے فیض سے بدمعاملگی کی تہمت سے پاک ہوں، میں اگر یہ جانتا کہ قطب الملک اس معاملے میں ناگواری کا اظہار کرے گا تو پھر میں اس کے اس ہاتھی کی قیمت اس کی پیشکش ہی سے مجرا دے دیتا، اس لحاظ سے کہ مشارُالیہ نے اس معاملہ سے مطلع ہونے کے بعد (یعنی جب اس کا ہاتھی بطور نذرانہ میں نے آپ کے حضور میں پیش کر دیا) ممنونیت کا اظہار کیا تھا چنانچہ اس کی اسی تحریر سے جو اس نے اپنے سفیر مقیم دکن کو ارسال کی تھی اور میرے وکیل کے توسط سے آپ کے حضور میں پیش ہو چکی ہے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اس نذر پر حد درجہ مسرور ہے اسی وجہ سے میں نے اس کے ہاتھی کو قبول کرلیا اور اس کی قیمت اس کی پیشکش سے مجرا نہیں دی۔ سرکار والا کی کفایت سمجھتے ہوئے میں نے چاہا تھا کہ میں اسی ہاتھی کو آپ کو اس کی طرف سے بطور نذر پیش کر دوں (اور اس کی قیمت قطب الملک کو نہ دی جائے) چونکہ ایسی بات مرضیٔ مبارک کے خلاف ہے لہٰذا آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا اور حُسنِ معاملہ کا سررشتہ ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا۔

قلعۂ دندا راج پوری بادشاہی قلمرو کی حدود سے نہیں ملتا ہے (اس کے حدود شاہی مملکت سے نہیں ملتے) جب آپ نے مجھے دکن کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اس وقت مجھ سے فرمایا تھا کہ میں اس قلعہ کے بارے میں لکھوں لہٰذا اِس وقت اس کا جواب ضروری سمجھتے ہوئے حقیقت عرض کر دی۔

خلافت کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔

(ب) ریاست جوّار[1]

(۱/۸۱)

یہ مخلص نیاز مند بارگاہ جاہ و جلال میں عرض پرداز ہے کہ فرمان والا شان خاص حضور والا کے قلم سے تحریر کیا ہوا، وارد ہوا، سربلند و سرفراز فرمایا۔ احکام والا سے آگاہی حاصل ہوئی، میں نے اُسی دن ملتفت خاں کو جو معاملہ فہم قدیمی ملازم ہے، فرمان والا کے مضمون سے آگاہ کر دیا۔ ملتفت خاں نے حکم اقدس کے جواب میں جو عرضداشت ارسال کی ہے جلد ہی آپ کی نظر اشرف سے گذرے گی۔ آپ کا حکم ہوا ہے کہ:-

"ہاتھی کے شکار کا وقت یہی ہے، تم اپنے ایک تجربہ کار ملازم کو سلطان پور بھیج دو تاکہ وہ وہاں کے زمینداروں سے مل کر کھیدے[2] کا انتظام کرے"۔

پیر و مرشد حقیقی! میں نے پارسال بھی ہاتھی کے شکار کا بندوبست کیا تھا، اور اپنے ملازموں کو ہاتھیوں کے ساتھ وہاں مقرر کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ سزاوار خاں کے ساتھ مل کر شکار کا بندوبست کرو۔ چونکہ وہاں کے بھیلوں نے باوجود نرمی اور رعایت کے سرکشی اور نافرمانی کرتے ہوئے صحیح رہنمائی نہیں کی اور جنگلی ہاتھیوں کا بہت کم پتہ دیا۔ اس وجہ سے اس کھیدے میں نر و مادہ صرف سات ہاتھی شکار کئے جاسکے، چونکہ ان سات ہاتھیوں میں کوئی بھی اس لائق نہیں تھا کہ آپ کے حضور میں ارسال کیا جاسکے اس لئے میں نے اس کھیدے کی حقیقت بھی آپ کو تحریر نہیں کی، اب ان دنوں اگرچہ ہاتھی کے شکار کا وقت ہے لیکن تمام ضروریات کا بندوبست نہیں ہوسکا ہے اور جب تک پورا بندوبست ہوگا شکار کا وقت نکل جائے گا۔ اس لئے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ اس سال تو کھیدے کی جو ضروریات اور اس کے لوازم ہیں ان کا بندوبست کیا جائے اور آذوقہ[3] کی فراہمی کی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سال حکم والا کی تعمیل کی جائے گی (کھیدا کیا جائے گا۔)

---

[1] عہد شاہجہانی میں ریاست جوّار ایک چھوٹی سی ریاست یا جاگیر تھی جس کا زمیندار سری پت تھا۔ ریاست سمندر کے کنارے بگلانہ کے شمال میں اور کوکن کے جنوب میں واقع تھی۔ چیول اس کی بندرگاہ کا نام تھا۔

[2] ہاتھیوں کا شکار کرنے کے لئے جو گھیرا ڈالا جاتا ہے اور جنگل میں بڑے بڑے خس پوش گڑھے تیار کرائے جاتے ہیں تاکہ جنگلی ہاتھی بھاگ کر ان گڑھوں میں گر جائے۔ اس طرح ہاتھی کا شکار قدیم زمانے سے ہندوستان میں "کھیدا" کہلاتا ہے۔ رقعات میں اس لفظ کو کھیعدا لکھا ہے جو غلط ہے۔ کھیدا پڑھا جائے۔

[3] ہاتھیوں کا خاص چارہ رکھا جاتا جو ان کے شکار کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

قبلۂ و کعبہ! ہادی داد خاں دو ہزار پانصدی ذات و سوار کے منصب سے سرفراز ہے اور تلنگانہ کی صوبے داری اس کے سپرد ہے، اس کے پاس اچھی اور مناسب فوج بھی ہے، اگر اس کو علم و نقارہ عنایت فرما کر سربلندی عطا کی جائے تو مناسب ہے۔ اس اعتبار سے کہ جوّار کا رئیس (جاگیردار) آجکل خودسر ہو گیا ہے اطاعت و فرمانبرداری کے راستے سے منحرف ہو گیا ہے، باوجودیکہ حضور والا کی طرف سے اس پر کوئی پیشکش مقرر نہیں ہے پھر بھی وہ شاہی خدمات کی ادائیگی میں بے پروائی اور سستی سے کام لے رہا ہے، لہٰذا دوسرے زمینداروں کی عبرت کے لئے ایسے کوتاہ اندیشوں کی تنبیہ و تادیب ضروری ہے۔

راؤ کرن جو درگاہ والا کا خدمت گذار اور خانہ زاد ہے اس بات کا ذمہ لیتا ہے کہ اگر جوار کی ریاست اس کو انعام میں یا اس کی تنخواہ کے اضافے میں بارگاہ والا سے عطا ہو جائے تو وہ پچاس ہزار روپے بطور پیشکش شاہی خزانے میں داخل کرے گا اور اپنی سپاہ کے ذریعہ اس ولایت کا بندوبست بحسن خوبی کرکے اس کو ممالک محروسہ میں داخل کردے گا اس لئے یہ نیازمند امیدوار ہے کہ اس معاملہ میں جو کچھ آپ مناسب سمجھیں ارشاد فرما کر مجھے سربلندی بخشیں۔ الٰہی خلافت شاہجہانی تا قیامت قائم رہے۔

---(۲/۸۲)---

مرید اخلاص سرشت عرض اقدس میں گذارش کرتا ہے کہ حضور کے خاص قلم سے تحریر کیا ہوا فرمان صادر ہوکر میری عزت افزائی اور سربلندی کا باعث ہوا۔ احکام والا سے آگاہی پائی۔

پیر دستگیر سلامت! اس نیازمند نے اسی زمانے میں جب کہ ہاتھیوں کے بارے میں فرمان والا صادر ہوا تھا، قطب الملک کو حکم شاہی سے آگاہ کر دیا تھا، چونکہ اس وقت اس نے کوئی واضح جواب نہیں لکھا تھا اس لئے جواب پیش کرنے میں تاخیر ہوئی، اب قطب الملک نے حضور والا کے اس فرمان سے آگاہ ہونے کے بعد جو حضور نے عبداللطیف برادر معز الملک کے توسط سے اس کے نام ارسال فرمایا تھا اور ہاتھیوں کے ارسال کرنے کے بارے میں اس کو تاکید فرمائی تھی، ہاتھیوں کے بھیجنے کا کچھ بندوبست کیا ہے۔ مجھے جب اس بات کا علم ہوا تو میں نے سرکار والا کے خاص ملازم محمد مومن کو جو میر جملہ کے پاس سے واپس ہو کر گلکنڈہ پہنچ گیا تھا، اس بارے میں پوری پوری تاکید کردی ہے کہ وہ قطب الملک سے سالانہ پیشکش کے بقدر نصف، جسقدر بھی نر و مادہ ہاتھی خرید سکتا ہو، خرید لے اور جلد ہی ان ہاتھیوں کو یہاں لے آئے۔ اس سلسلہ میں قطب الملک کے سفیر مقیم دربار کو بھی تاکید کردی ہے۔ حضور نے حکم فرمایا ہے کہ :-

"تم ایک لاکھ روپیہ خزانۂ عامرہ سے لیکر اپنے ایک معتمد اور ذی فہم ملازم کے ہاتھ ہاتھیوں کی خریداری کے لئے گلکنڈہ بھیج دو۔"

پیرو مرشد حقیقی! اگرچہ آجکل گلکنڈہ میں پہلے کی بہ نسبت ہاتھی بہت کم ہیں اور زیادہ قیمت پر ملتے ہیں۔ لیکن حکم والا کی بجا آوری کے لئے شاہی خزانے سے ایک لاکھ روپیہ لیکر اپنے ایک ہوشیار اور معتمد ملازم کے ہاتھ گلکنڈہ روانہ کردوں گا تاکہ حسب الحکم ہاتھی خرید لئے جائیں۔ جیسے ہی خرید کردہ ہاتھی آئینگے، ان کو درگاہِ والا میں ارسال کردوں گا تاکہ اگر آپ کو وہ پسند آجائیں اور حضور ان کی قیمت بھی مناسب سمجھیں تو آپ دوبارہ بھی طلب فرماسکیں۔

آموں کے ارسال کرنے میں حتی المقدور کوشش کی جائے گی امید ہے کہ حضور والا کی مرضی کیمطابق عمل ہوگا اور ہم نیازمندوں کو سرخروئی حاصل ہوگی؛ چونکہ جوآر کے رئیس نے بے راہ روی اختیار کی ہے اور بداعمالیوں میں پھنس گیا ہے، باوجودیکہ سرکار والا کی طرف سے اس کے ذمہ کوئی پیشکش نہیں ہے پھر بھی وہ شاہی خدمات کی بجا آوری سے پہلو تہی کرتا ہے، جب تک ایسے کوتاہ اندیشوں کو تنبیہ نہیں کی جائے گی دوسرے عبرت حاصل نہیں کریں گے۔

راؤ کرن جو کار طلب اور مستعد امیر ہے، اس بات کا ذمہ لیتا ہے کہ اگر ولایت جوآر اس کو انعام میں اضافہ تنخواہ میں بارگاہ خلافت سے عنایت ہوجائے تو وہ پچاس ہزار روپے پیشکش کے طور پر خزانہ عامرہ (شاہی) میں داخل کرے گا اور اس ولایت کا قرار واقعی طور پر انتظام کرکے وہاں کی رعیت کو مطمئن کردے گا۔ شاہی خدمات کے انجام دینے میں ہر وقت پوری پوری کوشش کرے گا۔ اس لئے یہ نیازمند امیدوار ہے کہ اس معاملہ میں جو کچھ آپ مناسب خیال فرمائیں اور جو کچھ رائے والا ہو عمل فرمائیں اور اس نیازمند کو بھی اس سے آگاہ فرماکر سربلندی بخشیں۔

خلافت کا آفتاب عالمتاب ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

(۳/۸۳)

خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ بارگاہِ والا کے کاتبوں کا تحریر کردہ فرمان صادر ہوکر میری سربلندی کا باعث ہوا۔ احکام واجب التعمیل سے آگاہ ہوا۔

راؤ کرن کے منصب میں پانصد سوار کا اضافہ اور ولایت جوآر کا اسکی تنخواہ میں مقرر کیا جانا، مزید برآں وہاں کی جمع بندی کے چالیس لاکھ دام اس کے اضافہ کی رقم میں منظور فرمایا جانا، اس کی سربلندی اور افتخار کا باعث ہوا۔ اس مخلص نیازمند نے حکم اقدس کے بموجب ولایت جوآر اس کے نام کردی ہے اور پیشکش کی مقررہ رقم (پچاس ہزار روپے) اس سے وصول کرکے شاہی خزانے میں جمع کردیئے جائیں گے، اگر اس کے نام ایک فرمان کے ذریعہ ولایت جوآر بطور وطن اس کو مرحمت فرمادی جائے تو اس کی مزید سرافرازی اور دل گرمی کا باعث ہو۔

پیرِ دستگیر سلامت!! چونکہ اس سے قبل پانچ صدی ذات، راؤ کرن کے منصب سے کم کردیئے گئے تھے اب کہ وہ ایسی بلند پایہ عنایات سے نوازا گیا ہے، تو امیدوار ہے کہ اس کے منصب کی کمی بحال کردی جائے گی اور حضور والا اس کے منصب کی تنخواہ ولایت جوآرے مقرر فرما دینگے۔

باری داد خاں کو علم و نقارہ عطا فرمانے کی جو استدعا میں نے کی تھی اس کو قبول فرما کر حضور والا نے اپنے بندوں کی اُمیدوں کو تروتازگی بخشی، اللہ تعالیٰ ایسی بندہ پرور ذات کو اہلِ عالم کے سروں پر مدتوں تک قائم رکھے ہاتھیوں کے شکار کے بارے میں حکم والا کے مطابق جو سعی و کوشش کی گئی ہے جلد ہی اس کا نتیجہ ظہور میں آجائے گا۔ بالفعل ایک جماعت کو شکار کی ضروریات کے انجام دینے اور جنگلی ہاتھیوں کی تلاش کے لئے مقرر کردیا ہے۔

الٰہی۔ خلافت کا آفتاب، عظمت و جلال کے آسمان سے تاباں رہے۔

(ج) ـــ کرناٹک

(۴۴/۸۴)

مخلص مُرید آداب بجالا کر خدمت گرامی میں معروض کرتا ہے کہ چند روز ہوئے سری رنگ رائل (نبیرہ رام راج نے جو کرناٹک کے بڑے جاگیرداروں میں سے ہے اور اس علاقہ میں اپنے تموّل کے باعث بہت مشہور ہے) اپنے ایک معتمد ملازم کو جو برہمن ہے، ایک عرضداشت کے ساتھ میرے پاس بھیجا تھا، اس عرضداشت کے ساتھ اس نے ایک ہاتھی بھی بھیجا تھا (آجکل یہ ہاتھی کچھ لاغر ہو رہا ہے اور جب فربہ ہوجائے گا تو آپ کے حضور میں پیش کیا جائے گا) اور یہ گذارش کی تھی کہ "چند سال سے عادل خاں و قطب الملک اعلحضرت کی عنایتوں کے سہارے اور آپ کی پشت پناہی کے بل پر ولایت کرناٹک میں دست درازی کررہے ہیں اور بہت سے جواہر و نقود اور کثیر تعداد میں ہاتھی چھین کر لے گئے ہیں اور اب بھی اُن کی یہی کوشش ہے کہ مجھے (سری رنگ رائل) میری موروثی جاگیر سے (جس پر وہ ابھی تک قابو نہیں پاسکے ہیں) نکال باہر کردیں اور میں تباہ و برباد ہوجاؤں"

سب لوگ اس بات سے آگاہ ہیں کہ دکن کے ان امراء (دنیا داران دکن) کو بذات خود یہ حوصلہ اور قدرت کہاں ہے، انھوں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اور کررہے ہیں وہ درگاہ جہاں پناہ کی امداد کے بل پر کررہے ہیں۔ لہٰذا سری رنگ رائل آپ کی بارگاہ میں ملتجی ہے کہ حضور والا (جو اہل جہاں کے قبلۂ حاجات ہیں) اس کی دستگیری فرما کر اس کو خاک مذلت سے اٹھائیں گے اور اس کی ولایت کو بھی ممالک محروسہ میں داخل فرمالیں گے اور دکن کے اِن دُنیا پرستوں (عادل خاں و قطب الملک) کو حکم فرما دینگے کہ یہ امراء اپنے بزرگوں کے قول کا پاس

کریں اور پرانی تسلیم شدہ سرحدوں سے تجاوز نہ کریں (قدیم زمانے میں کرناٹک کی جو سرحدیں امرائے دکن نے تسلیم کرلی تھیں ان کے پابند رہیں) اور سری رنگ کی موروثی مملکت (جاگیر) میں دخل اندازی نہ کریں۔ سری رنگ اس بندہ نوازی اور ذرہ پروری کے شکرانے میں پچاس لاکھ ہون، دو سو ہاتھی اور گراں قیمت جواہر (جو اس نے جمع کر رکھے ہیں) بارگاہ والا میں بطور پیشکش ارسال کریگا اور ہر سال اس پیشکش سے کئی گنا زیادہ قیمتی پیشکش جو تحفوں اور اس کے جمع کردہ نوادر پر مشتمل ہوگی، بارگاہ والا میں پیش کرتا رہے گا، اور اگر محض اس وجہ سے اس کی اعانت سے گریز کئے جانے کا خطرہ ہو کہ وہ غیر مسلم ہے تو جب حضور والا کا فرمان اس کی درخواست کی قبولیت پر مشتمل صادر ہوگا۔ سری رنگ آپ کی ہدایت اور رہنمائی سے اپنے متعلقین و لواحقین کے ساتھ اسلام قبول کرلے گا (تاکہ اس نعمت کے حصول سے دارین کی کامیابی حاصل کر سکے)۔

اس نیاز مند نے یہ تمام امور (متذکرہ بالا) جو مشارٌالیہ کی عرضداشت سے ترجمہ کئے ہیں اس نے یہ درخواست بھی کی ہے کہ میں سری رنگ کے اس معتمد ملازم کو جو میرے پاس ہاتھی لیکر حاضر ہوا ہے، حقیقت حال آپ کے حضور میں عرض کئے بغیر واپس کردوں لیکن اس لحاظ سے کہ یہ نیاز مند کسی ایسی بات کو جسے وقائع نگار تحریر کر چکا ہو اور ملکی مصالح کے اعتبار سے بھی اس میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہوں (اور خصوصاً یہ صورت کہ کرناٹک کا یہ بڑا جاگیردار مسلمان ہو جائے تو مجھے اُخروی ثواب حاصل ہوگا) آپ سے پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا تھا، لہٰذا رائل (سری رنگ) کے وکیل کو میں نے کسی نہ کسی ترکیب سے روک لیا اور عادل خاں کے جواب کو حضور کے عالیشان فرمان کے صدور پر موقوف رکھا تاکہ جیسی حضور والا کی رائے ہو اور اس سلسلہ میں آپ جو کچھ مناسب سمجھیں اور مجھے حکم دیں اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

قبلۂ و کعبۂ! چونکہ سری رنگ رائل بکمال امیدواری درگاہ والا سے وابستہ ہو کر دولت خواہی اور غلامی کا عہد کر رہا ہے اور قبول اسلام کو اپنی نجات کا وسیلہ بنا کر آپ کی بارگاہ کے غلاموں میں شامل ہونا چاہتا ہے اس لئے مملکت اسلام کے حامیوں پر یہ بات لازم ہے (یعنی آپ پر یہ بات فرض ہے کہ دینِ مبین و ملتِ متین کے آثار کی اشاعت میں کوشش فرمائیں اور کفر و گمراہی کے بیاباں میں مارے مارے پھرنے والوں کی رہنمائی فرما کر انھیں راہ راست پر لائیں (جو اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اس کے قبولِ اسلام کی صورت پیدا کریں) اس لحاظ سے اگر سری رنگ رائل کی درخواست قبول فرمالی جائے اور حضور والا کی عنایت اس کے حال پر مبذول ہو تو یقیناً دینی اور دنیوی دونوں قسم کے فوائد اس سے حاصل ہوں گے۔ ویسے جو کچھ رائے عالی ہو، وہ بالکل درست اور بجا ہوگی ہم نیاز مندوں پر اس کی اطاعت واجب ہے۔

الٰہی عظمت و جلال کا آفتاب ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

۳/۸۵

یہ مرید اخلاص سرشت خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ میری درخواست کے جواب میں خاص حضور کے قلم سے تحریر کیا ہوا فرمان والا شان صادر ہو کر میری سربلندی کا موجب ہوا۔ آپ نے حکم فرمایا ہے کہ:

"کرناٹک کے بھیل اور حاکم کی استدعا کے بموجب دکن کے دنیا پرستوں[1] کے نام اس امر کے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں کہ وہ (عادل خاں و قطب الملک) کرناٹک کے حاکم سے نا الجھیں اور اس کی مملکت کی ذرا سی زمین بھی اپنے قبضے میں نہ لیں۔ اُن فرامین واحکام کی نقلیں تم کو بھی ارسال کر دی گئی ہیں لیکن اب سے دو ڈھائی سال پہلے بھی ایک شخص رانا راؤ نامی نے اپنے آپ کو کرناٹک کے حاکم کا فرستادہ ظاہر کیا تھا۔ نیز ہمارے اور ہمارے وزیر با تدبیر کے توسط سے اسی قسم کی باتیں (قبولِ اسلام اور گراں بہا پیشکش) بارگاہ خلافت میں عرض کی تھیں جو سراسر لغو اور دُور از کار ثابت ہوئیں، چنانچہ اس وقت اس قسم کے فرامین جاری کرنے میں اسی وجہ سے توقف ہو گیا تھا۔

اگر یہ شخص جو اس وقت حاکم کرناٹک کا سفیر بن کر تمہارے پاس آیا ہے، وہی شخص ہے جو پہلے بھی ہماری بارگاہ والا میں آچکا ہے تو پھر اس کی باتیں یقین کے قابل نہیں ہیں اور اگر وہ کوئی اور شخص ہے تو تم اپنے کسی معتمد شخص جیسے عبد المعبود وغیرہ یا اور کسی شخص کو حاکم کرناٹک کی عرضداشت کا جواب دے کر وہاں بھیجو، اگر تمہارا فرستادہ وہاں پہنچ کر تم کو یہ لکھے کہ تمہارے دربار میں حاضر ہونے والا شخص واقعی سری رنگ کا ہی آدمی ہے، اور جو کچھ اس نے (پیشکش، نذرانے اور قبول اسلام وغیرہ کے بارے میں) بیان کیا ہے وہ اسی سری رنگ کا عہد و پیمان اور قول و قرار ہے تو دکن کے امراء کے نام مزید فرامین ارسال کر دیئے جائیں گے۔

پیر دستگیر! جس انا راؤ کا حضور نے ذکر کیا ہے وہ اس سے قبل کئی مرتبہ میرے پاس بھی آیا اور اس نے اسی طرح کی باتیں مجھ سے بھی کیں جیسی آپ کے حضور میں کی تھیں اور جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اس کی یہ باتیں بالکل بے سرو پا اور لاف و گزاف تھیں، اسی لئے نیازمند نے آپ کے حضور میں ان کے عرض کرنے کی جرأت نہیں کی، اب کہ سری نواس برہمن جو سری رنگ رائل کے معتمدین میں سے ہے، اس کی عرضداشت اور ایک زنجیر فیل کی پیشکش کے ساتھ گولکنڈہ کے راستے میرے پاس پہنچا اور اس نے قبول اسلام کے عہد کو پیش کیا اور اس کے علاوہ اس پیشکش

---

[1] والیان بیجاپور و گولکنڈہ کو اورنگ زیب نے اپنے خطوط میں ہر جگہ دنیا دارانِ دکن تحریر کیا ہے۔

کا وعدہ بھی کیا جس کی تفصیل میں آپ کے حضور میں پیش کر چکا ہوں تو اس صورت میں اس نیاز مند نے یہ تمام معاملہ آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھا اور اس سلسلہ میں بے اعتنائی یا چشم پوشی کو مناسب نہیں جانا۔ اب جب کہ حضور والا نے بھی اپنی دانش خدا داد اور عقل دور بین کے اقتضا سے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر توجہ فرمائی ہے، اس لئے اب حکم والا کے بموجب عبدالمعبود یا کسی دوسرے شخص کو عنقریب سری رنگ کی درخواست کے جواب میں اپنے نشان کے ساتھ کرناٹک بھیجوں گا تاکہ وہ اس مملکت و ولایت کے تمام معاملات کو پوری طرح سمجھ کر اور وہاں کے رئیس (سری رنگ) کے مافی الضمیر سے پوری پوری آگاہی حاصل کرے اور اس کے عہد و پیمان کے صدق و کذب کا امتحان کر کے مجھ سے عرض کرے لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ دکن کے دنیا داروں نے یہ خبر سنتے ہی کہ کرناٹک کا جاگیردار اسلام قبول کر رہا ہے اور بندگان شاہجہانی میں داخل ہو رہا ہے۔ (اس امر کی بارگاہ والا میں التجا کی ہے) اپنی سرحدی فوجوں کو جو ایک عرصہ سے وہاں متعین ہیں، تاکید کر دی ہے کہ بھرپور کوشش کر کے وہ چپہ بھر زمین بھی جو سری رنگ کے قبضہ میں رہ گئی ہے، ان کے نام شاہی فرامین پہنچنے سے قبل ہی، چھین لیں۔ پس ایسی صورت میں کہ اس نیاز مند کا کوئی معتمد شخص آپ کے حضور میں پہنچے اور حقیقت حال کو بیان کرے اور آپ تمام حالات سماعت فرما کر فرامین مسطورہ ارسال فرمانے کا حکم دیں، مجھے اندیشہ ہے کہ امرائے دکن کہیں اس (سری رنگ) کا قلع قمع نہ کر دیں، ایسی صورت میں پھر اس کا تدارک مشکل ہو جائے گا۔ اس بنا پر اگر حضور والا کی رائے ہو تو میرا ایک معتمد امیر وہاں پہنچ جائے تاکہ وہ لوگ (امرائے دکن) سری رنگ رائل کی جاگیر پر دست درازی نہ کر سکیں، میرے خیال میں یہ صورت زیادہ مناسب ہوگی ویسے جو رائے عالی ہو بالکل درست و بجا ہوگی۔

الٰہی دولت کا آفتاب اہل عالم کے سروں پر ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہے۔

(۳/۸۶)

یہ مخلص خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ "فرامین والا جو اول سے آخر تک خاص حضور کے خط سے مزین تھے اور آپ نے میری عرضداشت کے جواب میں رقم فرمائے تھے یکے بعد دیگرے صادر ہو کر میری عزت افزائی کا موجب ہوئے۔ اعلیحضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"راجہ کرناٹک کے پاس اپنا کوئی معتمد شخص بھیجنا مناسب نہیں ہے، البتہ تم عادل خاں اور قطب الملک سے تہدید و تنبیہہ کر کے بہت گراں بہا اور اعلیٰ پیشکش ہمارے لئے اور خود اپنے لئے بھی حاصل کرو۔"

پیر و مرشد حقیقی! اس لحاظ سے کہ راجہ کرناٹک نے قبول اسلام کے وسیلہ سے بارگاہ عالم پناہ میں التجا کی تھی اور اسی کے ساتھ ایک گراں بہا پیشکش کا وعدہ بھی کیا تھا، اس نے اپنے اس عزم کو بار بار بڑی

پختگی کے ساتھ ظاہر کیا۔ دکن کے یہ دنیا دار (قطب الملک وغیرہ) کرناٹک کے اکثر ایسے علاقے جو بیش قیمت معدنیات کے لئے مشہور ہیں، اپنے قبضے میں لے چکے ہیں، انھوں نے وہاں کے ہتھیائے ہوئے مال سے کوئی گراں مایہ اور اعلیٰ پیشکش بھی بارگاہ والا میں ارسال نہیں کی، ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پیشکش کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہیں، اسی بنا پر اس نیازمند نے پوری پوری حقیقت حال حضور والا میں بیان کردی۔ دوسرے یہ کہ جب حضور والا کا یہ حکم صادر ہوا کہ:

"سرکار والا کے کسی معتمد ملازم کو کرناٹک کے جاگیردار کے مکمل اور مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے مقرر کردو۔"

تو مجھے یہ پختہ یقین ہوگیا تھا کہ دکن کے یہ حکمراں خصوصاً عادل خاں جس نے کرناٹک کے جاگیردار کے بارے میں بارگاہ والا سے توسل و میرے پاس معتمد خاص کے آنے کی خبر سن لی ہے (محض اس خیال سے کہ ایسے وقت اس کا داؤں چل جائے گا) راجہ کرناٹک کی بربادی کے زیادہ درپے ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور عادل خاں نے قلعہ ایلورا کو جو کرناٹک کا بہترین قلعہ تھا ابھی چند روز ہوئے راجہ کرناٹک سے چھین لیا اور اب اس فکر میں ہے کہ سری رنگ نے جو اعلیٰ قسم کے ہاتھی بارگاہ والا میں پیشکش کے لئے رکھے ہیں، اس سے چھین لے اور اس کو بالکل قلاّش بنادے، وہ یہ سب کچھ (زیادتیاں) اعلیحضرت کی اُن مہربانیوں و عنایتوں کے سہارے پر کررہا ہے جو اس کے شامل حال ہیں، اب وہ محض باتوں سے باز نہیں آئے گا جب تک اس کے نام واجب الاطاعت فرامین ارسال نہ ہوں، چنانچہ میں نے اسی وجہ سے خدمت گرامی میں یہ استدعا کی تھی کہ ایک شاہی ملازم (امیر) کرناٹک بھیج دیا جائے تاکہ اس کو معلوم ہوجائے کہ بارگاہِ خلافت سے راجہ کرناٹک کو امداد ملنے ہی والی ہے یہ رنگ دیکھ کر وہ (عادل خاں اور قطب الملک) خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں گے ورنہ موجودہ حالات میں تو وہ پیشکش کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہوں گے۔

حکم والا کے بموجب میں نے محمد مومن (شاہی ملازم) کو کرناٹک روانہ کردیا تھا اور اس کو سمجھا دیا تھا کہ وہ عجلت اور تیزی کے ساتھ سفر نہ کرے شاید محض اس کی روانگی کی خبر ہی ان امرائے دکن کو چوکنا کردے اور بارگاہ والا میں موزوں اور شائستہ پیشکش ارسال کرنے کی توفیق حاصل کرسکیں اور دوسری طرف کرناٹک کے راجہ کا صدق و کذب بھی ظاہر ہوجائے۔

ان معاملات کے پیش کرنے میں اس نیازمند کے پیشِ نظر حمیت اسلام کی پاسداری اور حکومت والا کی صلاح و فلاح کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں تھی، اب جیسا کہ حضور والا نے مناسب سمجھ کر ارشاد فرمایا ہے اُس کی بجاآوری کو میں نے تمام مصالح پر مقدم رکھ کر مشارٌ الیہ (محمد مومن) کو جو ابھی تک قطب الملک کی ولایت کی حدود میں ہے اور میرے کسی نئے حکم کا منتظر ہے، کرناٹک کے راجہ کے پاس جانے سے منع کردیا ہے۔

اس خیال سے کہ حضور والا چاہتے ہیں کہ میر جملہ کو کسی نہ کسی طرح توڑ لیا جائے (اپنی طرف کرلیا جائے) اور اس کی اس عرضداشت سے جو بارگاہ والا میں اس نے ارسال کی تھی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ وہ ہمارے کسی فرستادہ کا منتظر ہے لہٰذا میں نے محمد مومن کو جو بہت ہی خدمت گذار اور ذمہ دار ملازم ہے لکھ دیا ہے "چونکہ تم اب میر جملہ کے لشکر کے قریب پہنچ گئے ہو لہٰذا اس کے پاس جاکر جس طرح بھی ہوسکے اس کو ہماری جانب سے تسلی اور دلاسہ دو اور جب اس کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہوجائے تو ہمارے پاس آنے کا ارادہ کرے"۔

قبلۂ وکعبۂ! گولکنڈہ کے سفیر عبداللطیف کی عرضداشت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آجکل قطب الملک میر جملہ کے ساتھ مصالحت کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے عہدے اور اس کی جاگیر کو حسب سابق بحال رکھا ہے، اس کے جواب میں اس نے بھی وعدہ کرلیا ہے کہ دو سال گذر جانے کے بعد وہ یا تو قطب الملک سے ملنے آئے گا یا حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوجائے گا لیکن میر جملہ کے فرزند محمد امین (جو بہت ہوشیار اور دانشمند نوجوان ہے) کے بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ چونکہ میر جملہ قطب الملک سے صاف نہیں ہے (کھٹکا ہوا ہے) لہٰذا یہ عہد و پیمان محض وقت گذاری کے لئے کیا گیا ہے۔ اگر میر جملہ کو مراحم خسروی کا یقین ہوجائے اور اس امر کا وثوق ہوجائے کہ وہ اپنی آرزو اور امید کے مطابق آپ کی بارگاہ میں سرفراز ہوگا تو فوراً ہی وہ بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر ہوجائے اب ایسی صورت میں وہ مجھ سے اپنے منصب اور دوسرے امور کے بارے میں کچھ قول و قرار چاہے اور اس صورت میں عادل خاں اور قطب الملک اس سے الجھ پڑیں اور اپنا بدلہ چکانے لگیں اور وہ مجھ سے امداد کا طالب ہو تو حضور والا ارشاد فرمائیں کہ میں اس کو کس حد تک شاہی نوازشوں کا یقین دلاؤں اور اپنی سپاہ کو اس کے لانے کے لئے کس مقام پر متعین کروں اور ایسی صورت میں کیا میں اسی فوج پر جو یہاں میرے پاس ہے اکتفا کروں؟ یا حضور والا سے بھی فوجی امداد طلب کرسکتا ہوں؟ اس معاملہ میں جو کچھ حضور ارشاد فرمائیں گے ویسا ہی عمل کیا جائے گا۔

حضور نے اس خاص عنایت اور کمال توجہ سے جو اس نیاز مند کے شامل حال ہے، ارشاد فرمایا ہے کہ:

"از روئے عاقبت اندیشی ہم وہی حکم فرماتے ہیں جس میں تمھاری اور تمھارے فرزندوں کی بھلائی ہے، اب بھی کچھ نہیں گیا ہے، اگر تم اس پر راضی ہوجاؤ جو کچھ ہم نے فرمایا ہے (تو اس میں تمھاری بہتری ہے)[1]۔

پیر دستگیر حقیقی! حضور والا پر یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ کمال پر قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے

---

[1] شاہزادہ محمد سلطان کی نسبت کے بارے میں اورنگ زیب نے جب شاہجہاں کو لکھا تو شاہجہاں نے جواب دیا کہ "تم کو اپنے بیٹوں کا اختیار ہے جیسا چاہو کرو"۔ اب شاہجہاں کی خواہش ہے کہ شاہزادہ محمد سلطان کا عقد جنیبہ شاہ شجاع سے کردیا جائے تاکہ دونوں بھائیوں کی تلخیاں کم ہوجائیں، اسی خط کا جواب اس خط کے آخری پارے میں ہے۔

(وہی کامل ہے) اچھا اور بُرا، ذلت اور عزت اس کی مشیئت سے باہر نہیں ہے۔ اس نے اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہا اور جو کچھ مقدر کر دیا اس کو روکنا یا عطا کرنا کسی انسان کی قدرت اور طاقت نہیں ہے۔ جو کچھ مقدر میں ہے وہ لکھ دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نیاز مند کو اپنے قبلۂ ولی نعمت کی دولت سے اب کوئی آرزو باقی نہیں ہے اور میں ہمیشہ بارگاہ الٰہی سے آپ کی بقا کا طالب و اس امر کا امیدوار ہوں کہ یہ چند روزہ زندگی جس طرح آپ کے سایہ کرم میں گذری اسی طرح تمام ہو جائے، پس ایسی صورت میں بعض چیزوں کا ہونا نہ ہونا میرے لئے برابر ہے لیکن محض اس وجہ سے کہ ہمیشہ سے اس نیاز مند کے ارادے آپ کی رضامندی کے پابند ہیں (ہر معاملہ میں حضور کی رضا طلبی کا جویا ہوں) اور مجھے یقین ہے کہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اس میں اس نیاز مند کے حال و مستقبل کی بہتری ہوتی ہے، اس لئے آپ کی خوشنودی اور رضامندی کو سعادت دارین سمجھتے ہوئے اپنے اور اپنے خانہ داروں کی عنان اختیار آپ کے دست مبارک میں دے دی ہے لیکن جب تک محبت و اخلاص کے روابط طرفین سے ظاہر نہ ہوں وہ خلوص و محبت کے استحکام کا باعث نہیں بن سکتے۔ لہٰذا اعلیٰحضرت ہمارے اور ان کے مابین جس قسم کے تعلقات ہیں، ان سے پورے طور پر واقف ہوتے ہوئے بڑے شاہزادے (محمد) کی نسبت ان کے یہاں کس طرح تجویز فرما رہے ہیں۔

اگر اعلیٰحضرت کی مرضی مقدس یہی ہے کہ یہ بات ہو کر رہے تو پھر دوسرے فرزندوں کے بارے میں بھی جو کچھ آپ طے فرما دیجئے، اس سے پہلو تہی نہیں برتی جائے گی، ان کے بارے میں بھی آپ طے فرما دیں۔[1]

---

[1] اورنگ زیب کا خیال ہے کہ اگر آپ اپنے منشاء سے پوتوں کی شادیاں کرنا چاہتے ہیں تو یہ حق سب پوتوں پر ہونا چاہیئے، لہٰذا میں محمد سلطان کا عقد صبیہ شاہ شجاع سے کروں اور شاہ شجاع کے فرزند ...... کا عقد آپ اپنی پوتی زیب النساء سے کرا دیں۔ یعنی یہ طریقہ دونوں طرف جاری کیا جائے۔

گلکنڈہ پر حملہ

(۱/۸۷)

مخلص مرید آداب بجا لاکر خدمت گرامی میں مدعا نگار ہے کہ حضور کے دست خاص سے تحریر کردہ فرمان جو میری عرضداشت کے حضور انور میں پیش ہونے اور میر جملہ کا عریضہ نظر انور سے گذرنے کے بعد ارسال فرمایا گیا تھا، موصول ہوکر سربلندی کا باعث ہوا۔

میر جملہ کے لانے کے لئے بارگاہ خلافت سے ایک معتمد کا مقرر کیا جانا اور اسی کے ذریعہ قطب الملک کو اس مضمون پر مشتمل فرمان کا ارسال فرمانا کہ "وہ میر جملہ اور اس کے بیٹے محمد آمین کو بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے سے نہ روکے" بالکل درست اور بجا ہے لیکن چونکہ اسی اثنا میں بارگاہ والا کے ملازم میر مومن کی درخواست سے جو میر جملہ کے پاس سے لوٹ کر آیا ہے اور اب گلکنڈہ پہنچ گیا ہے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ میر جملہ اس ارادت و خلوص کے باوجود جو اس کو درگاہ والا سے ہے، اپنے بعض ضروری کام انجام دینے کے لئے اور اپنے اس مال و متاع کو فراہم کرنے کے لئے جو دوسری بندرگاہوں پر موجود ہے نیز اپنے قدیمی ولی نعمت (قطب الملک) سے کئے ہوئے عہد کی بنا پر ایک سال تک اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا (جہاں ہے وہیں رہے گا) اور اس کے بعد اس صورت میں کہ حضور والا سے کیا ہوا عہد راز رہے اور بیجاپور کے حکمرانوں کے شر سے اس کو کوئی خطرہ نہ ہو وہ ایک سال کے بعد آستاں بوسی کے لئے روانہ ہوگا۔

ایسی صورت میں یہ نیاز مند حضور کی بارگاہ سے فرامین والا اور معتمد خاص کی روانگی مناسب نہیں سمجھتا (حضور والا دکن کے امرا کے نام فرامین ارسال نہ فرمائیں اور نہ میر مومن کو میر جملہ کے پاس روانہ کیا جائے) اب جب کبھی میر مومن اس نیاز مند کے حضور میں باریاب ہوگا اور اس مملکت کے واقعات و حقائق جو اس نے مشاہدہ کئے ہیں تفصیل سے بیان کریگا اور مجھے یہ یقین واثق ہوجائے گا کہ میر جملہ اپنے وعدے پر قائم ہے، اس وقت یہ فدوی تمام کیفیت آپ کے حضور میں پیش کریگا۔ چونکہ میر جملہ نے بار بار بہت ہی خوشامد اور الحاح کے ساتھ اس امر کی استدعا کی ہے کہ اس کے راز کو فاش نہ کیا جائے اور اس کی یہ بات سچ بھی ہے کہ اگر دکن کے امرا کو اس بات کا پتہ چل گیا تو اس کو بارگاہ والا میں حاضر ہونے سے روکنے کے لئے وہ کوئی حیلہ اور تدبیر باقی نہیں چھوڑینگے اور جب قطب الملک و عادل خاں دونوں مل کر اس پر چڑھائی کریں گے تو اس کا تدارک مشکل ہوجائے گا، اس لئے آپ اس کے آئندہ کے ارادے کے بارے میں رازداری فرمائیں گے، مصالح ملکی کے

اعتبار سے اتنا ہی بہتر ہے۔ یوں جو کچھ رائے والا ہو وہ درست اور بہتر ہوگی۔

(۲۸)

یہ مخلص مرید آداب عقیدت بجالا کر بارگاہ والا میں عرض کرتا ہے کہ میر عرب کے فرزند کے توسط سے جو خاص تبرکات اور یکصد اشرفیاں حضور والا نے بکمال عنایت عطا فرمائی تھیں، وصول ہو کر میری سربلندی اور افتخار کا باعث ہوئے، تسلیمات بجالاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰحضرت کی عنایات و افضال کے سایہ کو ہمیشہ قائم رکھے۔

قبلۂ امید و قبلۂ آرزو! اس اعتبار سے کہ خواجہ برخوردار اوسہ کا قلعدار دو ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہے اور حصار کی محافظت کی خدمت اس کے سپرد ہے ایک کارآمد ملازم ہے، وہ بارگاہ شاہی سے امیدوار ہے کہ بمقتضائے ذرہ نوازی اس کو خطاب و علم بھی مرحمت فرما دیا جائے۔

پیر دستگیر سلامت! سرکار والا کا ملازم محمد مومن صفدر خانی جسے اس نیاز مند نے اب سے پہلے میر جملہ کے پاس بھیجا تھا اور وہاں سے واپسی کے وقت اس کو دوبارہ تحریر کر دیا تھا کہ وہ واپسی میں قطب الملک سے سالانہ پیشکش کی نصف رقم کے عوض ہاتھی حاصل کر کے اپنے ساتھ لائے، چند روز ہوئے میرے حضور میں باریاب ہوا۔ وہ قطب الملک سے کل تیس زنجیر فیل لایا ہے ان میں ۲۹ ہاتھی نر ہیں اور ایک مادہ ہے، ان ہاتھیوں میں سات ہاتھی عیب دار ہیں یوں تو عیب ہر ایک میں موجود ہے اور یہ ہاتھی اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو بارگاہ والا میں ارسال کیا جائے، اس لئے بالفعل اس نیاز مند نے یہ تمام ہاتھی روک لئے ہیں اور محمد مومن سے ان کی قیمت کی وہ تفصیل طلب کی ہے جو قطب الملک نے قرار دی ہے اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہاں کی قیمت میں اور میرے یہاں کی قیمت میں کوئی فرق نہیں ہے، تو اس صورت میں ان تمام ہاتھیوں کو ایک ملازم اور قطب الملک کے فرستادہ شخص کے ساتھ بارگاہ والا میں رسال کر دوں گا ورنہ قیمت کے فرق کو آپ کے حضور میں پیش کر دونگا اور پھر ارشاد والا کے بموجب عمل کیا جائے گا۔

جیسا کہ محمد مومن نے بیان کیا ہے میر جملہ کا رنگ یہ ہے کہ بظاہر تو وہ یہ اظہار کر رہا ہے کہ سوائے بارگاہ سلاطین کے اس کا دوسرا کوئی ٹھکانا اور پناہ کی جگہ نہیں ہے اور اپنے اس ساز و سامان کو سمیٹنے کے بعد جو مختلف بندرگاہوں پر پڑا ہوا ہے، وہ حضور کی آستاں بوسی کے لئے روانہ ہو جائے گا، لیکن اس کے اوضاع و اطوار سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس کا یہ پختہ ارادہ نہیں ہے، چونکہ اس کا علاقہ بہت ہی آباد ہے اس میں بہت سی کانیں (معادن) ہیں اور بندرگاہ بھی موجود ہیں (اس نے بہت سی بندرگاہوں اور کانوں پر قبضہ کر لیا ہے) اپنے قدیم آقا سے اس نے بگاڑ لی ہے اور عادل خاں سے بھی اس وجہ سے اس کا بگاڑ ہے کہ اس نے عادل خان کی ملازمت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس لئے وہ محض مصلحت کی بنا، پر آپ کے حضور میں بندگی و ارادت

کا اظہار کرتا ہے۔ جب تک اس سے بن پڑے گا داؤں پیچ کر کے وہ اپنے آپ کو عادل خاں اور قطب الملک کی زد سے بچائے رہے گا اور اپنی جاگیر نہیں چھوڑے گا اور کسی دوسری طرف رجوع نہیں کرے گا۔ اس وقت اس کی جمعیت کی کیفیت یہ ہے کہ ۹ ہزار سوار، پانچ ہزار نوکر، چار ہزار قطب الملک کے ملازمین جو اس سے مل گئے ہیں اور ۲۰ ہزار پیادہ سپاہی اسکے پاس موجود ہیں، نقدی، نفیس جواہر، عمدہ توپخانہ، اعلیٰ درجے کے ہاتھی، عربی و عراقی گھوڑے اور تجمل و احتشام کے دوسرے تمام ساز و سامان، یہ تمام و کمال اس کے پاس موجود ہیں، اس کا حلیہ یہ ہے کہ وہ خوبرو بلند قد اور بہت ہی ملنسار ہے، نہم و ذکا میں ایسا ہے جیسا کسی شاہی امیر کو ہونا چاہئے غرضکہ ایسی تمام خصوصیات سے بہرہ ور ہے۔ کرناٹک کے زمیندار کو اپنے لطف و احسان سے اس نے اپنا لیا ہے اور عادل خاں کے لشکر کے سپہ سالار (اخلاص حبشی) کو بھی جو کرناٹک کا حاکم اور وہاں صاحب اختیار ہے، اس نے خوب پرچالیا ہے اور ان کے مابین دوستی اور محبت ہے، اس طرح وہ بہت ہی ہوشیاری اور باخبری کے ساتھ اپنا کام چلا رہا ہے اور اپنی ولایت میں مقیم ہے۔ خلافت کا آفتاب عالمتاب، قیامت تک تاباں و درخشاں رہے۔

(۳/۸۹)

مرید اخلاص سرشت، بکمال خلوص خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ فرمان والا شان جو خاص حضور کے قلم گوہر فشاں سے اس نیازمند کی عرضداشت کے جواب میں تحریر کیا گیا تھا، صادر ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا، احکام مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔

حکم اقدس کے بموجب قطب الملک[1] کے بھیجے ہوئے تمام ہاتھیوں میں سے ۷ معیوب ہاتھی اس کے وکیل کو واپس کر دیئے، باقی بائیس[2] ہاتھی یہاں روک لئے اور سرکار والا کے منصبداروں میں سے ایک منصبدار کو داروغگی فیلان کے عہدے پر مقرر کر کے مرشد قلی خاں کو تاکید کر دی ہے کہ اس کارخانے کی دیکھ بھال کرے اور جلد سے جلد ہاتھیوں کو آسودہ اور فربہ کرے، موسم باراں گزرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب ہاتھی بارگاہ والا میں روانہ کر دیئے جائیں گے۔

آپ کے حکم والا کے بموجب خواجہ برخوردار کو لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فرزند کو بارگاہ خلافت میں روانہ کر دے اسکے بعد ہی وہ خود بھی آستاں بوسی کے شرف سے مشرف ہوگا۔

میر جملہ کے ساز و سامان کی کیفیت اور اس کی سپاہ کی تعداد کو، عبداللطیف برادر معز الملک نے جو مشار الیہ سے خود مل چکا ہے، اور اس کے ساز و سامان کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے، مشار الیہ (عبداللطیف)

---

[1] قطب الملک نے بطور پیشکش ہاتھی نہیں بھیجے تھے بلکہ نصف از پیشکش کے عوض خریدے گئے تھے
[2] خرید کردہ ہاتھیوں کی تعداد ۳۰ ہے اور صراحت مندرجہ بالا سے صرف ۲۹ ہوتے ہیں۔

خود بارگاہ والا میں عرض کرے گا۔ میر جملہ کی دلدہی اور ملازمین شاہی میں منسلک ہوجانے کی ترغیب میں ابھی تک کوئی کوتاہی کی ہے اور نہ کی جائے گی، امید کہ درگاہ والا کی بندگی کی توفیق سے وہ جلد ہی اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کرے گا۔

بالا گھاٹ کے علاقہ میں بارش کی کمی کے بارے میں حضور والا کو وقائع نگار کے روزنامچے سے معلوم ہوگیا ہوگا لیکن اب یکشنبہ ۷ ماہ حال سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اعلیٰ حضرت کی نیت حق پرست کی برکت سے بارش شروع ہوئی اور اس نیاز نامہ کی تحریر کے وقت تک کہ سہ شنبہ کا نصف دن گذر چکا ہے لگاتار بارش ہورہی ہے۔ خلافت کا آفتاب عالمتاب ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے۔

(۴/۹۰)

خدمتِ والا میں عرض پرداز ہوں کہ میر محمد سعید کے ان خطوط کے مندرجات مضامین سے جو اس نے ابھی چند دنوں میں مجھے لکھے ہیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ دکن کے دنیا دار (عادل خاں اور قطب الملک) میر جملہ کے ارادے سے آگاہ ہوگئے ہیں اور ان کا ارادہ تھا کہ یہ دونوں مل کر اس پر حملے کے لئے فوج روانہ کردیں میر جملہ یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا ہے، چونکہ وہ اپنے آپ کو جہاں پناہ کے دولت خواہوں کے زمرے میں شمار کرتا ہے (خود کو بندگان شاہی میں شمار کرتا ہے) اور اس نے اولیائے دولت کی اعانت و حمایت کی حبل متین سے توسل حاصل کرلیا ہے (اس کو شاہی اعانت و حمایت کا یقین ہے) اس لئے وہ اعلیٰحضرت کے حکم کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا اس لئے وہ امیدوار ہے کہ حضور والا کی توجہ سے ان دکنی دنیاداروں (عادل خاں و قطب الملک) کے گزند سے محفوظ رہے گا۔ یہی سبب ہے کہ اس نیاز مند نے اس کی عرضداشت کا ترجمہ کرکے حضور پرنور میں ارسال کردیا تاکہ تمام حالات اس عرضداشت سے حضور پر روشن ہوجائیں گے اور پھر اس سلسلے میں جیسی رائے عالی ہو ویسا آپ اس نیاز مند کو حکم دیں تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

سلطنت کا خورشید عالم افروز، قیامت تک تاباں اور درخشاں رہے۔

(۵/۹۱)

یہ مرید اخلاص سرشت، بارگاہ والا میں عرض پرداز ہے کہ وہ فرمان عالیشان جو حضور نے خاص اپنے مبارک خط سے رقم فرمایا اور اس نیاز مند کی عرضداشت کے جواب میں ارسال کیا گیا، صادر ہوکر میری سربلندی اور افتخار کا باعث ہوا۔

آپ کے حضور میں ارسال کئے جانے کے قابل آموں کی محافظت بقدر مقدور کیگئی ہے اور محمد طاہر کو اچھی طرح تاکید کردی گئی ہے کہ بارگاہ خلائق پناہ میں آم بھیجنے کے سلسلے میں احتیاط کا کوئی پہلو تشنہ نہ

چھوڑے (پوری پوری احتیاط بجالائے) اور ایسی تدبیر کرے کہ تمام آم اچھی حالت میں حضور میں پہنچ جائیں۔
قطب الملک کے ہاتھیوں کی قیمت جو کچھ بھی آپ کے حضور سے مقرر کی گئی ہے اس کی اس پیشکش کی نصف رقم سے جو وہ سالانہ حضور والا میں ارسال کرتا ہے، مجری اور محسوب کردی جائے گی، اب سرکار والا کے لئے ہاتھیوں کی خریداری کے واسطے ایک لاکھ روپے کا خزانہ شاہی سے برآمد کیا جانا حکم والا کی بنا پر ملتوی اور موقوف کردیا گیا۔
پرگنہ سلطان پور کا شاہزادہ محمد سلطان کو انعام کے طور پر عنایت فرمایا جانا، اس کی سرفرازی اور امیدواری نیز اس نیازمند کے امتیاز کا باعث ہوا حضور کے بے اندازہ مراحم اور بے پایاں الطاف کا جو خانہ زادوں کے شریک حال ہیں، اگر ہزار زبانیں بھی مل جائیں تو شکریہ ادا نہیں ہوسکتا، حق تعالیٰ آنحضرت کے الطاف و انعامات کے سائے کو ہم مریدوں اور خانہ زادوں کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ حکم والا ہوا ہے:-

> "پرگنہ ندربار تو ابھی کی نصف ربیع کی ابتدا سے نقدی کے عوض تم کو مرحمت کیا جاتا ہے تم اپنا ایک معتمد وہاں بھیج دو اور اگر سزاوار خاں حیات ہو تو اس کو بارگاہ والا میں روانہ کردو۔"

پیر دستگیر سلامت۔ پرگنہ ندربار اور سلطان پور اس وقت جب کہ یہ نیازمند آپ کی خدمت بابرکت سے دکن کی نظامت پر بھیجا گیا تھا، اس فدوی کی جاگیر کی تنخواہ ادا کرنے والی زمینوں میں داخل تھا اور جب حضرت سلامت نے ان پرگنوں کی ویرانی اور بے حاصلی کے بارے میں سُنا تو فوراً ہی ان کو میری جاگیر سے خارج کردیا گیا اور اسی زمانے میں ملتفت خاں کے نام حضور کا یہ فرمان ذیشان صادر ہوا تھا کہ:-

> "چونکہ یہ پرگنے (ندربار اور سلطان پور) جاگیرداروں کی بے توجہی کے باعث ویران اور اجاڑ ہوگئے ہیں لہٰذا تم اس محال کی اس بربادی کے اسباب تفصیل کے ساتھ ہمارے حضور میں پیش کرو اور ان پرگنوں کو خالصہ (خاص شاہی جاگیر) بنالو اور ان کی زراعت اور آبادی کے بڑھانے میں جس قدر کوشش تم سے ہوسکتی ہے کرو۔"

اس حکم کے بعد ملتفت خاں نے اس محال کی دس سالہ آمدنی کی کھتونیاں بغیر اس تخصیص کے کہ یہ محال جاگیر میں شامل تھی یا خالصہ شریفہ تھی، آپ کے حضور والا میں ارسال کردی تھیں۔ غالباً حضور کے دیوانی اہلکاروں نے ان فردوں پر نظر نہیں ڈالی اور نہ صورت حال آپ کے گوش مبارک تک پہنچائی (یعنی حضور کو بھی ان پرگنوں اور اس محال کی ویرانی اور بے حاصلی کا علم نہیں ہوسکا) ورنہ ندربار کو جس کی آمدنی جداگانہ فرد اور کھتونی کے لحاظ سے ۹۲ ہزار روپے سے زیادہ نہیں ہے، یہ لوگ جیّد (کثیر آمدنی) اور آباد نہ لکھتے۔

چونکہ یہ نیاز مند اپنے پیر د مرشد کی رضا جوئی کو جس میں دونوں جہان کی سعادت ہے اور میں اس رضا جوئی کی توفیق حاصل ہونے کو اللہ تعالیٰ کے عطیوں میں سب سے بڑا اور اہم عطیہ سمجھتا ہے اور اپنے تمام مطالب و مقاصد میں اس کو سب سے اہم سمجھتا ہے اس لئے اگر حضور کی مرضی یہی ہے کہ میں ۱۰ ماہہ نقد کے عوض ایسی جاگیر قبول کرلوں جس کی آمدنی صرف پانچ مہینے کی تنخواہ کی کفالت کر سکتی ہے، تو ایسی صورت میں مجھے حضور کا حکم بجالانے میں کوئی عذر نہیں ہوگا، ورنہ چونکہ سزاوار خاں بارگاہ شاہی کا قدیمی خانہ زاد ہے اور ابھی کام کرنے کے قابل ہے، اس میں ہوش و شعور باقی ہے، اگر آپ حکم فرمائیں تو یہ نیاز مند ندربار اس کے حوالے کردے اور اگر سلطان پور کے بدلے جو ابھی ابھی شاہزادہ محمد سلطان کو انعام میں مرحمت ہوا ہے، اسی آمدنی کی تخصیص کے ساتھ کسی دوسری جگہ سے ادائیگی کا انتظام کردے، اور اگر اس کو بہرصورت درگاہ سلاطین پناہ میں رخصت کرنا ہی ضروری ہے تو اس صورت میں پرگنہ ندربار کو اسی طرح جیسا کہ اس سے قبل آپ نے حکم دیا ہے ملتفت خاں ہی کے پاس رہنے دیا جائے تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہوجائے۔ ویسے جو کچھ آپ کی رائے والا ہو اور اس بارے میں مناسب متصور فرمائے، اس کے موافق عمل کیا جائے۔

الہام اللہ ولد رشید خاں کے منصب میں پانصد سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے اضافہ کی عنایت سربلندی اور افتخار کا باعث ہوئی۔ خلافت کے فلک مرتبت خیمے ہمیشہ قائم رہیں۔

(۶/۹۲)

مرید اخلاص سرشت، خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ اس نیاز مند نے بہت ہی مبارک ساعت میں آپکے عالیشان فرمان کو جو حضور پر نور کے مبارک قلم سے عا سر مرقوم تھا، وصول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مضامین مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی، فرمان والا کے ان مطالب سے، جو عادل خاں کی استدعا کے بموجب طلائی لوح پر مرقوم فرماکر نورالدین قلی (پسر موسیٰ خاں) کے ذریعہ مشارالیہ کو مرحمت فرمایا گیا ہے اور اس کی ایک نقل اس مکتوب کی نقل کے ساتھ جو آپ کے حکم والا کے بموجب جملۃ الممالک نے عادل خاں کو لکھا تھا مجھے موصول ہوئیں اور تمام معاملات و مطالب سے آگاہ ہوا۔

پیر و مرشد حقیقی، نورالدین قلی و سید ولی نے عادل خاں کے وکیل کو اسی دن کہ وہ یہاں پہنچے، رخصت کردیا اور جتا دیا کہ بغیر تاخیر کے یہ فرمان پہنچادے۔ (اپنے مقصد کی راہ پر گامزن ہوجائے) میر جملہ (قطب الملک والے) کے بارے میں جو کچھ آپ کی رائے عالم آرا ہے وہ بالکل درست اور بجا ہے۔

لہ بہت ہی اہم اور عطیات پر مبنی فرامین چاندی اور سونے کے پتروں پر تحریر کئے جاتے تھے۔ ورنہ عام طور پر اعلیٰ قسم کا بانس کا مذہب و مطلا کاغذ استعمال ہوتا تھا۔

اس اعتبار سے کہ ان دنوں میر جملہ بعض افواہوں کے باعث بہت پریشان ہے اور طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہے چنانچہ اس کی عرضداشت کے ترجمے[1] سے جو حضور کی نظر سے گذرے گا، یہ بات ظاہر ہے، اس لئے اگر واجب الاطاعت فرامین کسی معتمد ملازم کے ذریعہ پیشگاہ خلافت سے جیسا کہ حضور کی رائے انور مناسب خیال فرمائے، ارسال کرنے میں تاخیر نہ کی جائے تو بہت مناسب ہوگا۔ اس نیازمند نے پھر دوبارہ اس کو شاہی توجہات اور عنایات کی بشارت دی ہے اور ایک خط جو اسی قسم کی خوشخبری پر مشتمل ہے اس کو لکھا ہے تاکہ وہ سعادت سے بھرپور ملازمت اشرف کے حاصل کرنے کے لئے (ہمہ وقت) تیار رہے۔

خلافت و کشورکشائی کا عالمتاب آفتاب قیامت تک تاباں و درخشاں رہے۔

(۹۳)

مرید اخلاص سرشت، عرض اشرف میں گذارش کرتا ہے کہ حضور انور کا وہ فرمان والا جو بارگاہ شاہی میں قطب الملک کے ہاتھی ارسال کئے جانے اور دیانت خاں اور اس کے پیشکار نے جو تقریر کی ہے اس کی تحقیق کے سلسلے میں صادر ہو کر میری عزت افزائی کا موجب ہوا۔

انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے حکم والا کے مطابق ماہ مہر کی پہلی تاریخ کو ہاتھی حضور پر نور میں ارسال کردئے جائیں گے، دیانت خاں کے پیشکار اور برہمنوں کے پہنچنے کے بعد میں ان معاملات کی پوری پوری چھان بین کروں گا جو حضور کے گوش گذار ہوئے ہیں (دیانت خاں اور اس کے پیش دست کی تقریر کے سلسلے میں پوری پوری تحقیق کی جائے گی) اور تمام معاملات اور ان کی نوعیت کے سلسلے میں جو کچھ معلوم ہوگا، بارگاہ خلافت میں عرض کیا جائے گا۔

بالاگھاٹ کے اکثر علاقوں میں پندرہ سولہ دن سے لگاتار بارش ہو رہی ہے، امید ہے کہ اعلحضرت کی حق پسند طبیعت کی برکت سے اگر ایسی ہی دو تین بارشیں اور ہو گئیں تو خریف کی فصل تو اچھی ہو ہی جائے گی، ربیع کی فصل بھی خاطر خواہ ہو سکے گی۔

پیر و مرشد سلامت! مرشد قلی خاں ایک بہت ہی کار آمد اور درگاہ معلیٰ کا تجربہ کار ملازم ہے اور اس نے اپنی خدمت (عہدے) کو امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیا ہے اور ولایت بالاگھاٹ کے مسائل کے حل کرنے، وہاں کی دشواریوں کے سلجھانے اور آبادی کے بڑھانے میں اس نے ذرا سی بھی کمی نہیں کی ہے۔ (جو کچھ وہ کر سکتا تھا اس نے کیا ہے) سابق کے دیوان (تحصیلدار) اور دوسرے اہلکار بھی اگر اسی طرح کوشش کرتے تو اس ولایت کی یہ درگت نہ بنتی، چونکہ مشارالیہ (مرشد قلی خاں) کی آمدنی اسکے خرچ کے مطابق

[1] میر جملہ کی درخواستیں دکھنی زبان میں ہوتی تھیں ان کا ترجمہ فارسی میں شاہجہاں کی خدمت میں ارسال کیا جاتا تھا۔

نہیں ہے اور ہندوستان میں حضور والا کے تصدق میں اس کو دوازدہ ماہہ جاگیر حاصل تھی اور اب دکن میں اس کی جاگیر کی کل آمدنی ششش ماہہ سے زیادہ نہیں ہے اس وجہ سے وہ بہت پریشان ہے اور یہ نیاز مند حضور کے حکم اشرف کے بغیر نہ اس کو کوئی دوسری جاگیر دیسکتا ہے اور نہ اس کے منصب کے اضافے کی تجویز پیش کرسکتا ہے، پس اگر جناب والا کے حضور سے اس کو اضافے سے سرفراز کردیا جائے یا اس نیاز مند کے نام حکم اشرف صادر کردیا جائے تاکہ یہ نیاز منداس کی سابقہ جاگیر کے عوض ہشت ماہہ جاگیراس کو دے دے، تو یہ امر حضور کی بندہ پروری اور ذرّہ نوازی سے بعید نہ ہوگا، خود یہ نیاز مند بھی مشارٌالیہ کی سرگرمیوں اور اس کے حُسنِ انتظام کے باعث اعلحضرت کی خدمات شائستگی سے انجام دے سکیگا (اس کی حُسنِ خدمات سے مجھے بھی حُسنِ خدمت کا موقع ملیگا) چونکہ مرشد قلی خاں میں یہ اہلیت و صلاحیت موجود ہے کہ وہ اپنی موجودہ دیوانی کی خدمت کے ساتھ ساتھ دوسری خدمت مثلاً سرکار ماہور وغیرہ کی فوجداری کا عہدہ بھی سنبھال سکتا ہے اس صورت میں حضور اگر اس کی حالت پر نوازش فرمائیں (دوسرا عہدہ فوجداری کا بھی اس کو دیدیں) تو اس کی خدمت گذاری کا جوہر اس سے بھی زیادہ ظاہر ہوگا (اور بھی زیادہ خوبی سے خدماتِ متعلقہ کو انجام دے گا۔)

پیر دستگیر سلامت! چونکہ راؤ کرن درگاہ والا کے خانہ زادوں میں شامل ہے اور اس کی معاش کا انحصار زیادہ تر اسکی وطنی جاگیر پر ہے اور ابھی حال ہی میں سبل سنگھ بھالی جس کو بارگاہ خلافت سے جیسلمیر کی زمینداری عطا ہوئی ہے چونکہ بیکانیر و جیسلمیر کی سرحدیں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں اس لئے ان کے مابین سرحدی مناقشہ چل رہا ہے، اب سبل سنگھ راؤ کرن سنگھ سے آمادہ پرخاش و جنگ و جدال کے لئے تیار ہے اس تنازعہ کے باعث راؤ کرن کی زمینداری کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے، اگر حضور والا زمیندار مذکور کو حکم صادر فرمادیں کہ وہ اپنی حدوں سے قدم آگے نہ بڑھائے اور اس کے بعد کوئی سرحدی جھگڑا نہ کرے تو یہ امر راؤ کرن کی سربلندی کا باعث ہوگا اور یہ فتنہ و فساد رفع ہوجائے گا۔

خلافت و کشورکشائی کا آفتاب عالمتاب ہمیشہ تاباں و رخشاں رہے۔

(۹۴/۸)

فدوی آدابِ عقیدت بجالا کر عرض پرداز ہے کہ حکم والا کے بموجب سزاوار خاں کو بارگاہ شاہی میں بھیج دیا گیا تاکہ آستاں بوسی کے شرف سے جاودانی سعادت و کامرانی حاصل کرے، چونکہ اس کا فرزند شفقت اللہ باپ کی جدائی برداشت نہیں کرسکتا تھا اس لئے اس کو بھی اجازت دیدی گئی کہ وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ

ؔ ایسی آمدنی والی جاگیر جس سے سال بھر کی تنخواہ منصب کے مطابق ادا ہوسکے

روانہ ہوجائے اگر اس میں حضور والا کی خدمت بجا لانے کی صلاحیت اور شائستگی موجود ہو تو زہے نصیب ! ورنہ حسب التماس پھر یہاں واپس آجائے گا۔

پیر دستگیر سلامت : اس لحاظ سے کہ سزاوار خاں اعلحضرت کا مخلص ملازم اور قدیم خانہ زاد ہے اور اس نے اپنی جوانی کا تمام زمانہ آستانِ خلافت کی خدمت پر صرف کیا ہے اور ہمیشہ ضابطہ کے مطابق سپاہ تیار رکھی ہے اور متعلقہ خدمات کو حسن و خوبی سے انجام دیا ہے' امید کہ ازراہِ ذرّہ پروری اس کی حُسنِ خدمت اور سابقہ بندگی کے لحاظ سے حضور کے الطاف بے پایاں سے سربلند و سرفراز ہوگا اور پیر و مرشد حقیقی کی عنایات سے جو امیدوں و آرزوؤں کی بہار ہے اس کے باغ زندگی میں از سر نو بہار آجائے گی (اسکی حالت سُدھر جائے گی)۔

خلافت کا آفتاب عالمتاب عظمت و جلال کے اُفق سے ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے۔

(۹/۹۵)

یہ کمترین مخلص بندہ' خدمت والا میں معروض ہے کہ خاص حضور کے دست مبارک سے لکھا ہوا نورانی فرمان کا ورود (جو خانہ زادوں کو ایک لاکھ روپے نقد عطا کیے جانے اور جواہر خریدنے کی جو گذارش اس نیاز مند نے کی تھی اس کی قبولیت کی خوشخبری پر مشتمل تھا) میری سرفرازی و سربلندی کا باعث ہوا' تسلیمات بندگی و مریدی بجا لاکر اعلحضرت کے ان بے پایاں حسانات و انعامات پر شکر و سپاس ادا کیا' اللہ تعالیٰ مدتوں تک پیر و مرشد کے اس احسان و افضال کے سائے کو ہم نیاز مندوں اور خانہ زادوں کے سروں پر قائم رکھے۔ مبلغانِ مذکور کی تقسیم حکم اقدس کے بموجب کی جائے گی۔

قبلۂ مراد و آرزو سلامت : اس نیاز مند نے آپ کے اس فرمان کے بموجب (جو اس سے پہلے قطب الملک کی مقررہ پیشکش کے ہُون[1] کے نرخ کے فرق کو وصول کرنے کے لیے' آپ نے مرشد قلی خاں کے نام صادر فرمایا تھا مشارٌ الیہ کو ایک حکمنامہ ارسال کیا تھا) ابھی چند روز ہوئے میرے اس مکتوب کے جواب میں اس کی ایک درخواست آئی ہے' وہ درخواست میں نے آپکے حضور میں رسال کردی ہے کہ اس سلسلہ میں اعلحضرت کی جو رائے گرامی ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

پیر دستگیر سلامت : میں یہ عرضداشت تحریر کر رہا تھا کہ اس حال میں عبداللطیف سفیر گلکنڈہ کے عریضہ سے معلوم ہوا کہ قطب الملک نے اس مہینے کی ۲ تاریخ کو محمد امین (پسر میر جملہ) کو جو معمول کے مطابق اس کے پاس آیا تھا گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا ہے' چونکہ اس خبر کے سننے سے میر جملہ کا اضطراب و پریشانی اور بھی زیادہ ہوجائے گی اور قطب الملک کی کوتاہ اندیشی سے کچھ بعید نہیں کہ محمد آمین کو کچھ اور بھی نقصان پہنچ جائے اس لئے اس نیاز مند کو اگر

---

[1] ہُون جنوبی ہند اور دکن کی ریاستوں کا سکہ جو روپیہ سے کچھ کم قیمت کا تھا۔

جلد ہی اس معاملہ کے نپٹانے کے بارے میں ارشاد فرما دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

خلافت کا جہاں تاب آفتاب، بقائے دوراں تک تاباں و رخشاں رہے۔

(۱۰/۹۶)

اخلاص سرشت! عرض اقدس میں سخن پرداز ہے کہ یہ عقیدت کیش شنبہ ۲۹ ماہ صفر کو اول وقت آپ کے فرمان ذیشان کے وُرود سے جو خاص حضور کے قلم مبارک سے تحریر کیا گیا تھا اور محمد شریف یساول کے ذریعہ میری عرضداشت کے جواب میں ارسال کیا گیا تھا، سربلند و سرفراز ہوا۔ تسلیمات بندگی بجالا کر احکام قدسی سے آگاہی حاصل کی۔ فرمان والا صادر ہوا ہے کہ:

"تم اس لشکر کو جو جاتیہ کی مہم پر گیا ہے حکم دو کہ وہ قلعہ قندہار[1] پر جا کر ٹھہر جائے اور اگر تم مناسب سمجھو تو خود ورنہ اپنے بڑے فرزند کو قندہار[2] بھیج دو اور قطب الملک کو ایک حکم لکھو کہ میر محمد سعید اور اس کے فرزند کو اعلیحضرت نے بندگان بارگاہ میں شامل کر لیا ہے لہٰذا تم فوراً اس کے فرزند کو بارگاہ والا میں روانہ کر دو ورنہ پھر تم ہمارے فتحمند لشکر کو گلکنڈہ پہنچا سمجھو!"

پیر دستگیر سلامت: چونکہ اس نیازمند نے اپنی فوجوں کو دو طرف سے ولایت جاتیہ کی سرحدوں پر بھیج دیا تھا اور وہاں کے حاکم نے جب حوادث کے طوفان کو چاروں طرف سے محیط پایا تو لگا خوشامد کرنے اور یقین دلایا کہ وہ ان تمام ہاتھیوں کو ساتھ لیکر جو اس کے قبضے میں ہیں اس نیازمند کے حضور میں آئے گا اور شاہی پیشکش کا بھی انتظام کریگا، چنانچہ عنقریب وہ مرزا خاں کے ساتھ اس نیازمند کے حضور میں آنے والا ہے چنانچہ میں نے حکم والا سے مطلع ہونے سے قبل ہی اپنے مرشد کامل کی شاگردی کی برکت اور رہنمائی سے ہادی داد خاں کو لکھ دیا تھا کہ وہ اپنی تمام فوج اور مرزا خاں کی فوج کے اس دستہ کو لیکر جو جلد ہی اس کے پاس پہنچنے والا ہے گلکنڈہ کی سرحد پر چلا جائے، آپ کے ارشاد گرامی کے مطابق ایک فرمان اپنے ایک معتمد ملازم کے ساتھ قطب الملک کو ارسال کروں گا۔ میں نے ہادی داد خاں کو لکھدیا ہے کہ وہ قلعۂ قندہار پہنچکر وہاں ٹھہر جائے اور اس کے بعد جیسے ہی دیوگڈھ کا حاکم میرے حضور میں حاضر ہوگا تو میں حضور کے خانہ زاد (شاہزادہ کلاں) کو بقیہ لشکر کے ساتھ اجازت دیدوں گا کہ وہ ادھر روانہ ہو جائے (قطب الملک کی ولایت کی سرحد پر پہنچ جائے)۔ اگر قطب الملک نے

---

[1] یہ قلعہ قندہار گلکنڈہ کے کسی قلعے کا نام ہے اس سے افغانستان کے قندہار کو نہ سمجھا جائے۔ وہ دکن سے ہزاروں کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور قندہار پر دوسری مہم دارا شکوہ کی قیادت میں گئی تھی۔ اس سے اورنگ زیب کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ [2] یہاں بھی گلکنڈہ کا قلعہ مراد ہے۔

حضور کے حکم پر عمل نہیں کیا اور اطاعت کی توفیق نہیں پائی تو اس کو تنبیہہ کرنا ضروری ہے یا عادل خاں اس صورت میں اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو پھر یہ نیاز مند بھی اُدھر روانہ ہوجائے گا اور پھر میں غرور اور گھمنڈ کی نیند سے جھنجھوڑ کر رکھ دوں گا ایسی صورت میں اس کو اپنی سلطنت (ولایت) ہی کا بچانا دشوار ہو جائے گا، اس افراتفری میں وہ میر جملہ کو بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر ہونے سے بھلا کیا روک سکے گا۔

نیاز مند کے قبلۂ وکعبۂ وہ عرضداشت جو سابق میں حضور کی نظر انور سے گذری ہے میری ہی تحریر کردہ ہے چونکہ چند روز سے میرے سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے میں کچھ تکلیف تھی اس لئے اچھا نہیں لکھا گیا۔ اگرچہ اعلحضرت کا خانہ زاد بھی اپنی عمر کے اعتبار سے برا نہیں لکھتا (بد خط نہیں ہے) لیکن یہ نیاز مند جس نے اس عرصہ میں جہاں تک ہوسکا ہے اپنی درخواستوں کے تحریر کرنے میں کسی غیر کے قلم کا دخل مناسب نہیں سمجھا ہے۔ اس بات پر کس طرح آمادہ ہوسکتا تھا کہ وہ اپنی عرضداشت اپنے بیٹے یا کسی اور کے قلم سے لکھواتا۔

خلافت وکشورکشائی کا آفتاب عالمتاب ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے۔

(۱۱/۹۷)

حضور کا کمترین مخلص بندہ عرض پرداز ہے کہ اس فدوی نے جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا تھا، آپ کے آخری فرمان کے ورود سے پہلے اپنے سفیر مقیم گلکنڈہ کو لکھ دیا تھا کہ وہ قطب الملک کو حضور والا کے سابقہ فرمان سے آگاہ کردے اور اس سے کہدے کہ محمد امین (پسر میر جملہ) کو رہا کردے اور اس کا جو کچھ ساز وسامان ہے اس سے تعرض نہ کرے اور بارگاہ والا سے حکم صادر ہونے تک اس کو یونہی آزاد رہنے دے، اب سفیر مذکور کا جو مکتوب آیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطب الملک اس حکم کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ وہ میر جملہ کے فرزند کو رہا کردے۔ غرور اور گھمنڈ کے باعث راہ صواب اسے نظر نہیں آتی، اس طرح تو وہ میر جملہ کو بھی آپ کی بارگاہ والا میں حاضر ہونے سے روکے گا۔

اس لئے اس نیاز مند نے حکم والا کے بموجب اتمام حجت کے لئے ایک مکتوب، شاہی توپ خانے کے ناظم ابوالقاسم کے ذریعے جو بہت سوجھ بوجھ والا شخص ہے قطب الملک کو ارسال کیا ہے اور اپنا بھی ایک معتمد ملازم ابوالقاسم کے ساتھ کردیا ہے، علاوہ ازیں پنجشنبہ ۸ ماہ حال کی اول شب کو حضور کے خانہ زاد محمد سلطان کو بھی بعض امرائے شاہی (جو یہاں موجود تھے) اور چند اپنے ملازمین خاص کے ساتھ روانہ کردیا اور ان کو حکم دے دیا ہے کہ ناندیڑ پہنچ کر ٹھہر جائیں اور ہادی داد خاں کو لکھ دیا ہے کہ وہ تمام فوج جو جاتیہ پر مقرر کی گئی تھی، ہادی داد خاں کے پاس جمع ہو جائے اور پھر وہاں سے ناندیڑ میں شاہزادہ محمد سلطان سے مل جائے۔ اسد اللہ ولد فضل اللہ کو (جو بہت ہی خوش کردار شاہی ملازم ہے) پانسو سواروں کے ساتھ چاندا کے حاکم (زمیندار) کے پاس بھیجا ہے کہ وہ حاکم چاندا اور اس کی فوج کو ساتھ لیکر اس سرحد پر پہنچ جائے تاکہ اگر میر جملہ بارگاہ والا میں روانہ ہونا چاہے تو اس کو اس فوج کی نگرانی میں

حفاظت کے ساتھ لے آئے اور اس کے پیچھے پیچھے مرزا خاں کو جو جاتیہ کے زمیندار کے ساتھ راستہ میں ہے اجازت دیدوں گا کہ وہ بھی اپنی تمام فوج کے ساتھ خانہ زاد محمد سلطان سے جاکر مل جائے (اس کے پاس پہنچ جائے)۔

اس لحاظ سے کہ عادل خاں نے بھی دستور الوزرا (وزیر اعظم سعد اللہ خاں) کے مکتوب سے آگاہ ہونے کے باوجود غفلت اختیار کر رکھی ہے اور حاکم گلکنڈہ کو مدد پہنچانے کے لئے انتظام کر رہا ہے (مدد پہنچانے کی فکر میں ہے) اور بہت ممکن ہے کہ قطب الملک بھی اپنی غفلت شعاری کی بدولت عادل خاں کی امداد و اعانت پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ کا واجب الاطاعت حکم بجالانے میں دیر کرے، اس نیاز مند نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں خود بھی عنقریب حکم والا کے بموجب سیر و شکار کے ارادے سے اس طرف چلا جاؤں، اگر قطب الملک نے میرا مکتوب مل جانے کے بعد بھی محمد امین (پسر میر جملہ) کے بھیجنے میں پس و پیش کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کو اس کی ناسپاسی اور کفران کا پورا پورا مزا چکھا دوں گا۔

قبلۂ آرزو سلامت! اگرچہ یہ نیاز مند آپ کے حکم والا کے بموجب ملتفت خاں کے پانصد اضافۂ ذات کی تنخواہ ۲۳ لاکھ دام ہشت ماہہ ادا کرتا ہے لیکن چونکہ ۹۴ لاکھ دام کی اس کی سابق جاگیر اس صوبے میں بہت ہی کم آمدنی کی ہے (اس سے پوری آمدنی حاصل نہیں ہوتی) اس لئے اس نے اس عرصہ میں ہندوستان کی جاگیر کی آمدنی پر گذر بسر کی ہے اس طرح اب اس کی تمام جاگیر کی آمدنی ششماہہ تنخواہ کے لائق نہیں ہے (ششماہہ تنخواہ بھی اس آمدنی سے پوری ادا نہیں ہوتی) اس کے باوجود اس صوبے کے قانون کے مطابق اس کو اپنے نوسے اضافہ شدہ سواروں کو داغ کرنا ہے، اس سے قبل بعض شاہی ملازمین کو ہندوستان کی سیر حاصل جاگیروں کے عوض اس صوبے میں جو جاگیریں دی گئی ہیں وہ ہفت ماہہ ہیں اور "شاہ ملتفت خاں" تو کار آمد اور خانہ زاد ملازم ہے اس لئے اگر اس کی کل تنخواہ اس صوبے میں ہفت ماہہ کر دی جائے تو اعلیٰ حضرت کے فضل و کرم سے بعید نہ ہوگا

اس اعتبار سے کہ پرگنہ پاتو دہنی (پتو دہنی) ابتدائے فصل خریف سے (کہ اس فصل کی آمدنی ربیع سے بہت کم ہوتی ہے) اس کو عطا کیا گیا تھا اور اب فصل ربیع سے اس سے پھر واپس لے لیا گیا اس طرح اس کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، ان دشواریوں کے باعث وہ امیدوار ہے کہ پرگنہ مذکور (پاتو دہنی) فصل خریف سے خالصہ شریف (شاہی جاگیر) میں لے لیا جائے اور اسی فصل سے کوئی دوسرا پرگنہ اس صوبے میں اس کو مرحمت فرما دیا جائے، ویسے آپ جو حکم فرمائیں وہ خانہ زادوں کی سرفرازی کا باعث ہوگا۔

(۱۲/۹۸)

حضور کا کمترین مخلص بندہ، خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ یہ نیاز مند بروز سہ شنبہ ۲۸ ماہ مطابق ۲۰ ربیع الاول کو حضور والا کے ان فرامین کو جو شاہی قلم سے تحریر کئے گئے تھے وصول کر کے سربلند و سرفراز

ہوا، اِن فرامین والا میں پہلا تو ۱۴ ار کو اور دوسرا ۱۹ ار کو اس نیاز مند کے عریضوں کے جواب میں مرقوم ہوا تھا ان فرامین کے ساتھ اس فرمان ذیشان کی نقل بھی منسلک تھی جو دو گرز برداروں کے ساتھ قطب الملک کو ارسال کی گئی تھی۔

چونکہ سرکار والا کا حکم بالکل میری خواہش و ارادے کے مطابق صادر ہوا اس لئے گویا مجھے دوبارہ زندگی مل گئی اس لئے کہ یہ فدوی اپنے مرشد کامل کی تربیت کی برکت سے اس طرح جیسا کہ حضور کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے اس فرمان والا پر تکیہ کرکے جو محمد شریف یساول کے ذریعہ مجھے پہنچا تھا، چاہتا تھا کہ ۸ ربیع الاول کو بہت ہی تیزی کے ساتھ حیدرآباد پہنچ جائے لیکن چونکہ زمیندار جاتیہ پیشکش کے ہاتھی لیکر بہت سست رفتاری کے ساتھ قطع منازل کرتا میرے حضور میں آ رہا تھا اور اس تاریخ تک وہ نہیں پہنچ سکا تھا اس لئے اس نیاز مند نے اس تاریخ کو اپنی روانگی ملتوی رکھی اور اعلیحضرت کے خانہ زاد شاہزادہ کو جواب سرحد پر پہنچ چکا ہے روانگی کی اجازت دیدی تھی، اور حکم دے دیا تھا کہ اگر قطب الملک میر جملہ کے فرزند اور اس کے متعلقین کو رہا نہ کرے تو وہ بے توقف حیدرآباد میں داخل ہو جائے اور حکم اقدس کے بموجب جیسے بھی ہو قیدیوں کو آزاد کرائے اور ہم کو بھی اپنے پیچھے وہاں پہنچا ہوا سمجھے، اب جاتیہ کا زمیندار اس ماہ کی ۲۳ تاریخ کو مرزا خاں کے ساتھ مجھ سے ملاقات کریگا، اب کہ آپ کا حکم والا جس کے ورود کی مجھے آرزو تھی محض حضور کی کرامت کی بدولت مجھے موصول ہوگیا اور میرا دل اس اندیشہ سے مطمئن ہوگیا کہ "کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ دکن کے یہ چالاک امیر مکر و فریب سے کوئی داؤں چل جائیں اور گراں قیمت پیشکش کو وسیلہ بنا کر اس معاملہ کو جسے میں اتفاق حسنہ میں شمار کرتا ہوں، درہم برہم کردیں اور اس صورت میں سرحد پر پہنچنے کے بعد مجھے واپسی کی شرمندگی اٹھانا پڑے اور ان دنیاداروں کی نظر میں سبک سر ہوں" اور ان کے غرور و نخوت میں مزید اضافہ ہو۔

انشاء اللہ تعالیٰ اب میں حسب الحکم عمل پیرا ہو کر ۲۴ ماہ حال کو پیش خانہ (سامان ضرورت) کو روانہ کردوں گا اور اس لحاظ سے کہ نجومی کوئی شبھ گھڑی اور دن دوشنبہ ۳ ربیع الثانی سے پہلے نہیں بتاتے اس لئے مجبوراً اس وقت تک یہاں ٹھہرا رہوں گا اور مقررہ وقت پر میں تنہا ہی روانہ ہوکر تیزی کے ساتھ راستہ طے کرکے حیدرآباد تک کہیں قیام نہیں کروں گا اور عنایت الٰہی اور اعلیحضرت کے بے زوال اقبال کی مدد سے قطب الملک کو اس کی جسارت اور بے ادبی کی ایسی سزا دوں گا کہ وہ بھی یاد رکھے گا۔

اعلیحضرت کا خانہ زاد جس روز حضور کے فرامین والا مجھے موصول ہوئے اُس دن ناندیڑ پہنچ گیا تھا اور اب عنقریب ولایت گلکنڈہ کے حدود میں داخل ہو جائے گا۔ اس نیاز مند نے از روئے احتیاط محمد طاہر کو جو برہان پور کے معاملات سے فارغ ہو کر ۱۶ ماہ حال کو میرے پاس آیا تھا، ۱۷ تاریخ ہی کو رخصت کردیا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے

شاہزادہ کے پاس پہنچ جائے۔

پیر دستگیر سلامت! قطب الملک کی مملکت کی آبادی اور وسعت کی کیفیت کیا بیان کروں، اس مملکت میں الماس اور بلور کی کئی کانیں ہیں، اعلحضرت تو خود ان حقائق سے آگاہ ہیں اب جب کہ اس نے آپ کے الطاف و انعام کی قدر نہ کی اور حقوق نعمت کو کفران نعمت سے بدل دیا، اطاعت کا راستہ چھوڑ کر انحراف کی راہ پکڑلی اور اب میر جملہ بھی کافی فوج اور عمدہ توپخانے کے ساتھ جس میں بہت سے ہاتھی بھی ہیں اس طرف سے روانہ ہوچکا ہے، یہ ایک عمدہ موقع ہے جو ایک مدت کے بعد ہاتھ آیا ہے شاید آئندہ میسر نہ آئے، اس موقع کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہئے یہی عین صلاح ہے۔

اس صورت میں کہ دکن کے دنیاداروں کے لئے عرض و التماس کا راستہ بند کردیا جائے اور درگاہ والا جاہ میں عرائض کے ذریعہ گراں بہا پیشکشوں کے وعدوں کا ان کو موقع نہ ملے اور کوئی دوسرا شخص بھی کسی طرف سے اس مہم میں دخیل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی اعانت اور پیر و مرشد حقیقی کی توجہ سے وہ مملکت مع ان لوازم کے جو میر جملہ نے کرناٹک سے حاصل کئے ہیں اور گلکنڈہ کی مملکت سے کم نہیں ہیں، ان تمام نوادر، جواہر، ہاتھی، خزانے لاتعداد، دفینے، بیش قیمت کانوں اور بندرگاہوں کے ساتھ درگاہ سلاطین پناہ کے ملازمین کے قبضہ تصرف میں آجائے گی اور ایسی نمایاں فتح جو دنیاوی اور اخروی منافع پر مشتمل ہے اولیائے دولت کو نصیب ہوگی، ویسے جو کچھ حضور کی رائے ہو، وہ مناسب ہے۔

مرشد دارین سلامت! چونکہ انہی دنوں میں بیجاپور کے سفیر کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ عادل خاں حضور والا کے واجب الاطاعت حکم سے آگاہ ہونے کے باوجود اپنے خبث باطن کے باعث اس بات پر آمادہ ہے کہ قطب الملک کی مدد کرنے اور اپنی سپاہ اس کی مدد کے لئے بھیج دے، اس لئے میں نے بیجاپور کے سفیر کو ایک مراسلہ بھیجا ہے تاکہ وہ عادل خاں کو اس کی نافرمانی کے برے انجام سے ڈرائے اور اس خیال (کمک) سے باز رکھے، اگر مشارالیہ ہوش میں نہیں آیا اور اس ارادے سے باز نہ رہا تو انشا، اللہ تعالیٰ قبلہ و کعبہ کی توجہ کی برکت سے (جو ہمیشہ سے ہم نیازمندوں کے شامل حال ہے) اس کو بھی خان سعادت نشان کے ساتھ مل کر اچھی طرح تنبیہہ کی جائے گی (اس کا مزاج بھی ٹھکانے لگا دیا جائے گا)

خلافت کا بلند پایہ سایہ قیامت تک ہم مریدوں کے سروں پر قائم رہے۔

(۱۳/۹۹)

مخلص نیازمند، خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ اس نیازمند نے جو عرضیہ حضور والا کے

۱؎ داراشکوہ کی مداخلت بیجا کی طرف اشارہ ہے۔

ان دو فرامین عالیشان کے جواب میں (کہ ان میں سے ایک فرمان محمد مراد یساول کے ذریعے ۲ ارماہ حال کی شب کو موصول ہوا تھا) تحریر کیا تھا نظر اطہر سے گذرا ہوگا، اس لحاظ سے کہ محمد میرک گرز بردار حضور والا کا دوسرا فرمان لیکر بہت جلد یہاں پہنچ گیا تھا، لہٰذا دو ایک روز دم لینے کے لئے اس کو میں نے یہاں روک لیا اور پھر رخصت کر دیا۔

پیر دستگیر سلامت! جاتیہ کا زمیندار مرزا خاں کے ساتھ آیا تھا، اس نیاز مند کے حضور میں باریاب ہوا اور بیس زنجیر فیل (نر و مادہ) جو اس کے پاس موجود تھے وہ ساتھ لیکر آیا، اس نے قسم کھائی کہ سوائے ان ہاتھیوں کے اس کے پاس اور کوئی ہاتھی نہیں ہے، اس کے علاوہ اگر کوئی ہاتھی اس کے پاس نکل آئے یا کوئی اتا پتا دے تو ہیں مجرم! چاندا کے زمیندار اور اس کے وکیل (سفیر) دوانایک نے جو حضور والا کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا اور ہادی داد خان نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان کو زمیندار جاتیہ کے جتا شنکرم نامی ہاتھی کی بابت کچھ نہیں معلوم حضور والا نے جو کچھ سنا ہے وہ کسی نے اڑائی ہے چنانچہ یہی بات ہادی داد خاں کی اس عرضداشت سے بھی نمایاں ہے۔ جو اس نے مجھے ارسال کی تھی اور اب وہ بعینہٖ حضور والا کی نظر اطہر سے گذرے گی۔

جاتیہ کے زمیندار کے ذمہ جو شاہی پیشکش کی رقم بصورت بقایا اور حال واجب الادا ہے، اس کی وصولی کی صورت یہ ہے کہ مشارالیہ اس سال پانچ لاکھ روپے نقد و جنس کی صورت میں شاہی خزانے میں داخل کرے گا اور اب اس نے عہد کیا ہے کہ سابق صوبے داروں کے زمانے کی بقایا رقوم بھی مقررہ (سالانہ) پیشکش کے ساتھ آئندہ سال تمام و کمال ادا کر دے گا اور سالانہ پیشکش آئندہ سے بغیر پس و پیش کے سال بسال خزانہ شاہی میں داخل کرتا رہے گا، اس نے اپنی متعلقہ جاگیر کے چند پرگنے کارطلب خاں تھانیدار گیرلہ کے سپرد کر دیئے ہیں کہ ان کی آمدنی پیشکش کی رقم میں محسوب کر لی جائے، تھانیدار مذکور نے وعدہ کیا ہے کہ اگر اس طرح پیشکش کی رقم سرانجام نہ ہو سکی تو اس کی جوابدہی اس کے ذمے ہے اور وہ اس امر کا ذمہ دار ہے کہ اس طرح پیشکش کا روپیہ پرگنوں سے ہر سال فراہم کرلیا کریگا) زمیندار جاتیہ کے پاس خاصی تعداد میں فوج موجود ہے اور وہ بڑی نیک نیتی کے ساتھ اس کا آرزو مند ہے کہ اس مہم میں (عادل خاں و قطب الملک کی سرکوبی میں) اولیائے دولت کا شریک ہو جائے اور اس نیاز مند کے ساتھ رہے، یہ نیاز منداس کو مع اس کی فوج کے اپنی نگرانی میں رکھے گا۔ اگر وہ پانچ لاکھ روپیہ جو اس کو اس سال پہنچانا ہے ادا کر دے تو اس کے ساتھ رعایت کرنا مناسب ہوگا۔

قبلہ و کعبہ دارین سلامت! راؤ کرن نے جو ریاست جوار کی مہم پر مامور تھا، بڑی دلیری کے ساتھ اس سرزمین پر پہنچ کر بڑی جانفشانی اور کوشش سے اس مہم کو سرانجام دیا، اعلیٰحضرت کے لازوال اقبال کی مدد سے وہاں کا زمیندار شکست کھا کر اس سے ملنے آیا تھا، اب راؤ کرن نے مجھے لکھا ہے کہ چند روز میں وہ اس ریاست کے بندوبست سے فارغ ہو کر مجھ سے (اور میری افواج سے) آکر مل جائے گا۔

اس نیاز مند نے ۲۴ ماہ حال کی شب کو شاہی خانے کو باہر نکال دیا ہے، انشا اللہ تعالیٰ مقررہ ساعت پر یہ روانہ ہو جائے گا۔ اعلیٰحضرت کا خانہ زاد (شاہزادہ محمد سلطان) اپنے تمام ملازمین اور سپاہ کے ساتھ اس مہینے کی ۲۳ تاریخ کو ناندیر سے حیدر آباد روانہ ہو گیا، چونکہ یہ نیاز مند بہ توفیق الٰہی آپ کے حکم کے بموجب بہت تیزی کے ساتھ تمام مسافت طے کریگا اس لئے امید ہے کہ شاہزادے کے پیچھے پیچھے حیدر آباد پہنچ جائے گا۔

اس عرصہ میں سفیر بیجاپور کے مکتوب سے معلوم ہوا کہ عادل خاں نے اپنی فوجوں کو ادھر اُدھر سے سمیٹ لیا ہے اور اپنی بدبختی اور بدنصیبی کا سامان جمع کر رہا ہے اور چند کوتاہ اندیشوں کے بہکانے کے باعث وہ اپنی فوج قطب الملک کی اعانت کے لئے عنقریب بھیجنے والا ہے، سیوا[2] ساہو بھوسلہ کے بیٹے نے اپنی جاگیر جو جنیر کی سرحد ہے اپنے تعلقے میں بڑی شورش اور ابتری پھیلا رکھی ہے۔

الٰہی خلافت کا بلند مرتبت سایہ اہل عالم کے سروں پر ہمیشہ قائم رہے۔

(۱۴)

۱۰۰

آدابِ عقیدت و بندگی بجا لا کر معروض خدمت ہے کہ یہ نیاز مند جس طرح کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے عنایت الٰہی اور پیر و مرشد کے اقبال بے زوال پر تکیہ کر کے دوشنبہ (مطابق ۳ ربیع الثانی) کے مبارک دن کو جو خانہ زاد کے گلکنڈہ پہنچنے کا دن ہے، دولت آباد سے نکل کر حیدر آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ حکم والا کے بموجب بہت تیزی کے ساتھ قطع منازل کرتا ہوا انشا، اللہ تعالیٰ چودہ پندرہ دن میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔

قبلۂ دارین سلامت! قطب الملک نے حکم والا کی کیفیت سے آگاہ ہونے اور شاہزادہ (محمد سلطان) کے ناندیر پہنچ جانے کی اطلاع حاصل ہو جانے کے باوجود اپنے غرور و تکبر اور عادل خاں سے ملنے والی امداد کے بل پر ابھی تک میر جملہ کے فرزند (محمد امین) کو قید سے رہا نہیں کیا اور ابھی تک اس سے دست بردار نہیں ہوا ہے، وہ کچھ اس طرح خواب غفلت میں مدہوش ہے کہ اپنی نافرمانی اور کفران نعمت کے برے انجام کے بارے میں کچھ سوچتا ہی نہیں۔ اسی اثنا میں سفیر مقیم بیجاپور کے عریضہ سے وہاں کی تمام خبریں اور اس ریاست کے حاکم کے ارادے سے پوری پوری آگہی حاصل ہوئی، میں نے یہ مراسلہ چونکہ صفی خان کو دکھا دیا تھا اس نے اگر یہ وقائع روزنامچے میں درج کر لئے ہیں تو یہ تمام حالات و واقعات عرض اقدس میں پہنچ گئے ہوں گے۔

---

[1] "خانہ را بیروں فرستادہ"، سے خاص شاہی محل کا سامان، خیمہ خرگاہ، آبدار خانہ، ملبوس خانہ، مطبخ خانہ اور دوسرے لوازم زندگی جو شاہی سواری یا شاہی مہم کے وقت بادشاہ یا شہزادہ کی روانگی سے قبل منزل کی طرف روانہ کر دیا جاتا تھا تاکہ منزل پر پہنچکر بادشاہ یا شاہزادے کو لوازم زندگی کی فراہمی میں کوئی دقت محسوس نہ ہو اور شاہی طمطراق میں کسی قسم کی کمی نہ آئے۔ [2] سیوا جو ہندوؤں میں شیواجی کے نام سے مشہور ہے۔

رانا کا بیٹا جسے اس کے باپ نے فوج کے ساتھ دکن بھیجا تھا، میرے حضور میں آیا اور شرف ملازمت حاصل کیا، وہ ابھی صرف پانچ سال کا بچہ ہے، ابھی کچھ زیادہ ہوشیار نہیں ہوا ہے، وہ اس سفر میں اپنی تمام فوج کے ساتھ جس کی تعداد لوگ پانچسو نفر بتاتے ہیں، اس نیاز مند کے ساتھ رہے گا۔

کعبۂ آرزو سلامت! اس اعتبار سے کہ شاہ بیگ خاں ایک بڑا منصب دار اور کافی جمعیت کا مالک ہے اور آجکل وہ قلعہ احمد نگر میں بیکار تھا، چونکہ اس وقت مجھے کافی فوج درکار ہے اس لئے میں نے اس کو اپنے حضور میں طلب کرلیا ہے، اس وقت معتمد ملازمین میں سے سوائے ملتفت خاں کے کوئی ایسا امیر موجود نہیں تھا کہ جس کو ایسی اہم خدمت سپرد کی جاسکے اور ملتفت خاں اپنی کارگذاری کے باعث اس مہم میں میرا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اس کو زبردستی اس بات پر مجبور کیا اور احمد نگر کی حفاظت و نگرانی (شاہ بیگ خاں کے بجائے) اس کے سپرد کردی اور اس کے منصب میں پانسو سوار اور دو سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ تجویز کیا تاکہ اس کا اصل منصب اضافہ کے بعد دو ہزار پانصدی ذات و یک ہزار سوار، دو صد سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہوجائے اور خدمت ماموره کی انجام دہی میں مصروف و مشغول ہوجائے، چونکہ مرشد قلی خاں نے بالا گھاٹ کی دیوانی کی خدمات بہت اچھی طرح انجام دی ہیں اور پایاں گھاٹ کی دیوانی کے فرائض بھی اس کے ساتھ ساتھ اچھی طرح انجام دے سکتا ہے اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے اس سے بہتر کوئی شخص مجھے نظر نہیں آتا، لہٰذا ملتفت خاں کے تقرر سے دیوانی کا جو عہدہ خالی ہوا تھا اس پر مرشد قلی خاں کا تقرر کردیا اور پانصدی ذات و دو صد سوار کا اضافہ اس کے منصب میں تجویز کیا تاکہ اس کا اصل منصب اضافہ کے ساتھ دو ہزاری ذات ایکہزار سوار ہوجائے اور وہ ان دونوں خدمات کو تندہی کے ساتھ بجالائے، اگر میری ان تجاویز (اضافہ منصب) کو درجۂ قبول حاصل ہوجائے تو مرید نوازی اور بندہ پروری سے بعید نہ ہوگا۔

الٰہی! خلافت کا عالمتاب آفتاب تاباں اور درخشاں رہے۔

(۱۵/۱۰۱)

کمترین بندۂ بارگاہ، خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کے دو فرامین والا شان (ان میں سے ایک تو کاتبان درگاہ کا لکھا ہوا تھا اور دوسرا حضرت کے قلم جواہر نگار سے تحریر تھا) فرامین کی دو نقلوں اور ایک خلعت خاص کے ساتھ قاضی عارف کے ذریعے یکے بعد دیگرے صادر ہوکر میرے لئے عزت و افتخار کا سرمایہ ہوئے۔ تسلیمات بندگی بجا کر ان عطیات کو وصول کیا۔

پیر و مرشد حقیقی! یہ نیاز مند ۳ ماہ حال کو جس روز مجھے آپ کے آخری فرمان والا اور خلعت خاص کی وصولی کی سعادت حاصل ہوئی تھی، دن ڈھلے، تائیدات ربانی پر اعتقاد رکھکر اور اپنے پیر و مرشد کی باطنی توجہات پر تکیہ

کرکے اورنگ آباد سے نکلا اور دوسرے دن کہیں منزل نہیں کی بلکہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف گامزن ہوگیا، انشاء اللہ جلد ہی گلکنڈہ پہنچ جاؤں گا اور آج کہ جمعہ کا مبارک دن اور ۷ تاریخ ہے آپ کا خانہ زاد حیدرآباد میں داخل ہوگیا ہے۔

قبلۂ مرید سلامت: قطب الملک نے اس نیاز مند کے اس مکتوب کے مل جانے کے باوجود جو میں نے اس سے قبل حکم والا کے بموجب اس کو تحریر کیا تھا، ابھی تک محمد امین (پسر میر جملہ) کو رہا نہیں کیا ہے۔ میر جملہ کا وہ عریضہ جو اس نے اس نیاز مند کو جواب میں لکھا ہے جس میں اس کو شاہی نوازشات وعنایات کی خوشخبری دی گئی تھی، اسی دن (یعنی بروز دوشنبہ) مجھے موصول ہوا، اس کا ترجمہ (چونکہ اصل عریضہ دکنی زبان میں تھا) میری اس عرضداشت کے ساتھ آپ کی نظر انور سے گذرے گا۔

پیر دستگیر سلامت! اس اثنا میں سفیر مقیم بیجاپور کے عریضہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ عادل خان بظاہر تو یہ جتا رہا ہے کہ اس کو قطب الملک کی امداد و اعانت سے کچھ سروکار نہیں ہے لیکن در پردہ وہ اس کے لئے کمک پہنچانے کا سامان کر رہا ہے اور اس نے اپنے لوگوں کو سرحد پر لگا دیا ہے، ادھر ادھر بکھری ہوئی فوجوں کو طلب کر لیا ہے، برجوں، فصیلوں اور قلعوں کو مضبوط بنا رہا ہے نیز اپنی ولایت کے تمام قلعوں اور توپخانے کا پوری توجہ سے انتظام کر رہا ہے، خان محمد غلام اس کا سپہ سالار جو اب تک کرناٹک میں تھا، اب وہاں سے یہاں آگیا ہے اور فوجوں کو درست کر رہا ہے، اس طرح اس نے یہ دوہری چال چل رکھی ہے، اس کی یہ تمام کارروائی دوغلے پن اور نفاق پر مبنی ہے، جو کچھ اس کی زبان سے ادا ہوتا ہے وہ اس کے دل کی آواز نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے مجھے یہ امید ہے کہ ان ناحق شناسوں کے جنھوں نے حکم والا سے سرتابی کی جرأت کی ہے ایسے ہوش ٹھکانے کردوں گا اور ان کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا اور یہ سب اپنی نافرمانی کی ایسی سزا بھگتیں گے کہ پھر آئندہ کسی کو نافرمانی کی مجال نہیں ہوگی۔

خلافت و جہانبانی کا سایہ قیامت تک مضبوط و قائم رہے۔

(۱۶ / ۱۰۲)

حضور کا مرید اخلاص سرشت، خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ یہ نیاز مند حکم والا کے بموجب تاخیر کو ختم منزل قرار دے کر اورنگ آباد سے کوچ پر کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا تھا کہ ابھی اثنا میں خانہ زاد (شاہزادہ محمد سلطان) کی عرضداشت سے یہ بات واضح ہوئی کہ شاہزادہ محمد سلطان حیدرآباد سے ابھی دو منزل ور تھا کہ قطب الملک نے محمد امین (پسر میر جملہ) کو تمام متعلقین کے ساتھ انہی کپڑوں میں جن میں وہ قید تھے رہا کرکے

ان سب کو میرے فرستادہ معتمدین ابوالقاسم و سیّد علی اور عبداللطیف سفر مقیم حیدر آباد کے حوالے کردیا۔ اس واقعہ سے آگاہ ہوتے ہی میں نے حضور کے خانہ زاد کو لکھ دیا کہ اب جب کہ قطب الملک نے محمد آمین (پسر میر جملہ) کو رہا کردیا ہے لہٰذا تم حیدر آباد کے قرب جوار میں فوجی نقطۂ نظر سے ایک موزوں جگہ انتخاب کر کے حکم اقدس کے بموجب میر جملہ کے یہاں پہنچنے تک ٹھہرے رہو۔

اس اعتبار سے کہ اس نیاز مند کی اُس عرضداشت کا جواب جو بائیسویں ربیع الاول کی شب کو محمد مراد یساول کے ذریعے بارگاہ والا میں ارسال کی تھی' اب تک نہیں آیا تھا لہٰذا میرا ارادہ یہ تھا کہ دریائے گنگا کو عبور کر کے حضور کے فرمان کے انتظار میں ٹھہرا رہوں' اور اب تک جو خبر ملی ہے اس کے اعتبار سے صورت حال یہ ہے کہ قطب الملک یہ سنتے ہی کہ حضور کا خانہ زاد نواحی حیدر آباد میں پہنچ گیا ہے' پریشان اور ہراساں ہو کر یہاں سے بھاگ گیا اور گلکنڈہ کے قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ اس واقعہ کے دوسرے دن جب کہ خانہ زاد چاہتا تھا کہ میرے ارشاد کے بموجب حسین ساگر (ساغر) پر جو شہر سے کوس ڈیڑھ کوس پر ہے پڑاؤ ڈالے اور جس طرح اس کو حکم دیا ہے میر جملہ کے آنے تک وہاں ٹھہرا رہے' قطب الملک کے چھ ہزار سوار اور تقریباً دس بارہ ہزار پیادے (جن میں تفنگچی اور بان انداز بھی شامل تھے) شاہزادہ محمد سلطان کے لشکر کے مقابل میں آکر صف آراء ہوگئے ہیں اور چھیڑ چھاڑ شروع کردی ہے' حد سے زیادہ گستاخیاں کر رہے ہیں اور جنگی ہتھیاروں کا استعمال شروع کر کے اپنے حساب میں انھوں نے جنگ شروع کردی ہے۔

اعلیحضرت کے خانہ زاد نے یہ صورت حال دیکھکر مجبوراً اپنی فوجوں کو بھی سنبھالا اور صف آرا کیا اور لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیاز مند نے داروغۂ توپخانہ محمد بیگ کو ہراول دستے کے ساتھ ان کوتاہ اندیشوں کی تنبیہ کے لئے مقرر کردیا' ہمارے بہادروں نے بدبخت دشمن کے لشکر کی کثرت کا کچھ بھی اثر نہیں لیا اور اُن بدبختوں پر ٹوٹ پڑے اور بندوق و بان کے نشانوں اور تلواروں پر ان کو رکھ لیا اور بہت سی سپاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، تقریباً چار پانچ ہزار بان' بہت سی بارود اور آتش بازی کا بہت سا سامان ان سے چھین لیا اور ان بدبختوں کو شہر کی پشت کی دیوار تک پیچھے دھکیل دیا، بہت دیر تک جدال و قتال کا ہنگامہ برپا رہا آخرکار اُمرائے سرکار (جن کے نصیب میں فتح و فیروزی ہے) غنیم کو درہم و برہم کر کے واپس آگئے اور اب تک وہیں حسین ساگر پر مقیم ہیں۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ عاقبت نا اندیش عادل خاں نے افضل نامی بھٹیارہ کو (جو کبھی نوبت نوازوں کا سربراہ تھا اور اب عادل خاں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے' بہت کثیر مال و دولت اُسے ملی ہے) پندرہ بیس ہزار سواروں کے ساتھ قطب الملک کی مدد کے لئے بھیجا ہے' وہ اپنی فوج کے ساتھ ابھی حیدر آباد سے بیس کوس دُو

ہے، یہ خبر سنکر اس نیاز مند نے اپنا ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا، اور عنایتِ الٰہی اور پیر مرشد حقیقی کی توجہ ناندیر سے گلکنڈہ کی طرف روانہ ہوگیا اور اب میر جملہ کے پہنچنے تک یہاں مقیم رہوں گا۔ اب اگر حکم صادر ہو جائے تو توفیق الٰہی اور حضور کے اقبال بے زوال کی مدد سے قطب الملک کو بہت ہی آسانی سے اس کی تمام مملکت کے ساتھ جس کی کیفیت حضور والا سے پوشیدہ نہیں ہے، مسخر کرلیا جائے (قبضہ میں لے لیا جائے) اسی اثنا میں اگر عادل خاں کی فرستادہ کمک نے (جو افضل بھٹیارے کی سرکردگی میں آرہی ہے) کچھ شورش کی تو انشاء اللہ ان کی بھی اچھی طرح خبر لے لی جائے گی، اور بفرض محال اگر اعلحضرت نے قطب الملک کی اس نمک حرامی، حق ناشناسی اور نافرمانی کے باوجود (جس کا وہ مرتکب ہوا ہے جس کی محرک سرکشی اور بغاوت کے سوا کوئی اور دوسری چیز نہ ہے اور نہ تھی، اس کی مملکت پر قبضہ کرنے کا حکم نہیں دیا تو جواہر و نقود اور وہ تمام ہاتھی جو محمد امین کو قید کرنے کے بعد اس نے ضبط کرلئے تھے اس سے واپس لے لئے جائیں کہ ان تمام چیزوں کا تعلق سرکار والا تبار سے ہے، اس کے علاوہ دو لاکھ روپیہ بھی جو اس پر سالانہ پیشکش کی بقایا کا واجب الادا ہے، ایک تازہ اور نئی پیشکش کے ساتھ وصول کرلیا جائے۔ پھر ہم سب لوگ وہاں سے واپس ہو جائیں گے۔

لیکن میرے اندازے کے مطابق دکن کے یہ دونوں دنیا دار (حاکم) نہیں چاہتے کہ میر جملہ کا اس قدر ساز و سامان کے ساتھ اور دکن کے چپہ چپہ سے آگاہی و واقفیت رکھتے ہوئے بارگاہ شاہی سے کوئی تعلق پیدا ہو چنانچہ اسی مصلحت کے پیش نظر قطب الملک نے اب سے قبل اپنے وکیل ملا عبد الصمد کو بارگاہ والا میں بھیجا تھا اور اس کے ذریعہ چند مقاصد و مدعا بغرض منظوری پیش کئے تھے اور اب کہ اس کی جان پر آبنی ہے اور اس نے اپنے ملک کی تباہی اور بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تو اس وقت تو وہ بہت سے وسیلے نکالے گا اور خوشامد کر کے اپنی نجات کی درخواستیں بارگاہ والا میں پیش کریگا اور پھر از سر نو عہد و پیمان کریگا اور حضور سے التماس کریگا کہ حضور والا اس مملکت سیلع (گولکنڈہ) کو جو بہت سی کانوں، دفینوں اور قلعوں پر مشتمل ہے اور جس کو میر جملہ نے بہت کوشش کے بعد کرناٹک کے جاگیرداروں سے حاصل کیا ہے، پھر اسے عطا کئے جانے کا فرمان جاری فرمادیں۔

حضور والا اس وقت قطب الملک کی گذارشات کی پذیرائی، اس علی امہم کے سرانجام دینے اور میر جملہ کے آنے میں بہت ہی مخل ہوگی (بنا بنایا کام بگڑ جائیگا) آپ کا یہ نیاز مند اس امر کا امیدوار ہے کہ محمد امین کے آنے اور بعض اچھے نتائج نکلنے تک آپ اس کی درخواست کو قبول نہ فرمائیں اور اس سلسلے میں حضور والا اہل غرض کی باتیں سماعت نہ فرمائیں تاکہ یہ اچھا موقع اور عظیم مقصد جس کو اتفاقات حسنہ میں شمار کرنا چاہئے آپ کے حسب منشا سرانجام پائے (کچھ مفید نتیجے برآمد ہوسکیں)

قطب الملک کے وکیلوں کے توسط سے حضور والا کی خدمت میں جو کچھ بطور نذرانہ اور پیشکش پہنچ سکتا ہے اس سے کئی گنا جس طرح حضور پسند فرمائیں گے اس نیاز مند کے ذریعہ بطور پیش کش نذر گزرانا جائے گا جو میری کارگذاری

اور حسنِ خدمت کا سبب بنے گا اور اگر پیرو مرشد نے، اِس حسنِ اتفاق اور قطب الملک کے اس طرح قابو میں آجانے سے کسی اور طرح فائدہ اٹھانا تجویز کیا ہو تو وہ اور بات ہے کہ جنابِ الاہم خانہ زادوں و بندگان درگاہ سے بہرحال بہتر فکر و نظر رکھتے ہیں حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ میر جملہ کے آنے سے پہلے جب کہ یہ نیاز مند بار بار اپنے معتمد لوگوں کے ذریعے قطب الملک کے نام اس کے طلب کرنے کے بارے میں بہت سے خطوط ارسال کر چکا تھا تو اب نافرمان اور سرکش قطب الملک کے وکیل کس منہ سے حضور والا میں جائیں گے اور کس طرح قطب الملک کی دور از کار خواہشات اور آرزوؤں کا آپ کے حضور میں اظہار کریں گے اور آپ ان کو کیونکر قبول فرمائیں گے۔

بہرحال چونکہ یہ نیاز منداس امر کا خواستگار ہے کہ اس موقع سے بہترین نتائج اور فوائد مرتب ہوں اس لئے اِن دشمنانِ دولت کے مکر و فریب کے سلسلے میں ان چند خطرات اور خدشات کو حضور میں پیش کرنے کی جسارت کی۔

الٰہی خلافت کا آفتاب عالم افروز تاباں و درخشاں رہے۔

(۱۷/۱۰۳)

مریدِ اخلاص سرشت خدمت والا میں معروض کرتا ہے کہ بارگاہِ والا کے کاتبوں کے قلم سے تحریر شدہ فرمان ذیشان موصول ہو کر میری سربلندی اور افتخار کا موجب ہوا، احکام مندرجہ سے آگاہی پائی۔

ملتفت خاں کی جاگیر کی تنخواہ میں پاتودھی کے عوض دوسرا پرگنہ دیئے جانے کے بارے میں اور اس کے منصب و تنخواہ میں پانصد ذات کا اضافہ منظور فرمانے کے سلسلے میں (جواز روئے بندہ نوازی ابھی حال میں منظور فرمایا گیا ہے) حکم اقدس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ حکم والا صادر ہوا ہے کہ:

اورنگ زیب، جہاں آباد (برہان پور) کا تمام محصول کہ وہ بیگم صاحبہ جیو[۱] سے متعلق ہے، ہرسال اپنے ملازمین کے ذریعہ عمدۃ الملک شائستہ خاں کو پہنچا دیا کرے۔"

پیر دستگیر سلامت! اگرچہ یہ عقیدت کیش حکم والا کی تعمیل میں چاہتا تھا کہ ایک لاکھ نوے ہزار روپیہ جو بالفعل منڈوی کے محاصل کا میرے پاس موجود ہے، شائستہ خاں کے پاس بھیج دوں لیکن چونکہ اس کی ترسیل میں کافی روپیہ صرف ہوگا اس لئے میرے خیال ناقص میں یہ بات آئی کہ اگر دو سال تک میں اپنی نقد تنخواہ (جو صوبۂ مالوہ کے شاہی خزانے سے مقرر ہے) کے عوض منڈوی کے محاصل کو خرچ کرلوں اور اس کے بدلے عمدۃ الملک شائستہ خاں مالوہ کے خزانے سے میری دو سالہ تنخواہ اجرا کر کے وہ تمام روپیہ مالوہ ہی سے آپ کے حضور میں ارسال کردیں، تو کفایت کا سبب ہوگا (دکن سے روپیہ بھیجنے کے مقابلہ میں وہاں سے روپیہ ارسال

---

[۱] بیگم صاحب جیو سے جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں، مراد ہے۔

کرنے میں کفایت ہوگی، ویسے جو کچھ حضور کی رائے ہو وہ درست اور بجا ہے۔

قبلۂ اہل جہاں سلامت: مرزا خاں کی ایک بیٹی سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ اگر پیر و مرشد حقیقی ازروئے خانہ زاد پروری اجازت عطا فرمائیں تو اس کی شادی اسمٰعیل کے ساتھ جو نجابت خاں کا دوسرا بیٹا ہے، کردی جائے، ابھی تک اسمٰعیل ناکتخدا ہے، چونکہ مرزا خاں اپنی بے سروسامانی کے باعث اس نسبت کے انعقاد کے لئے اپنے متعلقین کو درگاہ جہاں پناہ میں حاضر نہیں کر سکتا، اس لئے وہ امیدوار ہے کہ اس معاملہ میں حضور جیسا حکم فرمائیں اسی کے مطابق وہ عمل کرے۔ الٰہی حکومت و خلافت تا ابد قائم رہے۔

(۱۸/۱۰۴)

ارادت کیش فدوی خدمت والا میں معروض کرتا ہے کہ اس مخلص نے اپنے تا آنذیر پہنچنے، اور اس عرضداشت کے جواب کے موصول ہونے تک جو محمد مراد لیساول کے ذریعہ ارسال کی تھی وہاں مقیم رہنے، اور عجلت کے ساتھ گلکنڈہ کی جانب روانگی کی کیفیت اور حوالی حیدرآباد میں حضور کے خانہ زاد کے پہنچنے سے جو صورت حال پیدا ہوئی اس کی تمام تفصیلات پھر قطب الملک کا گلکنڈہ کی جانب فرار اور اپنی سپاہ کو ہماری افواج قاہرہ کے مقابل میں بھیجنا اور ان کوتاہ اندیشوں کا شکست کھانا، اور ایسے شہر کے (جو بیشمار دولت سے بھرا پڑا ہے اور جس میں شاندار بلند عمارتیں دلکشا باغات ہیں اور جو مالدار تاجروں کا مسکن ہے اور جہاں ہر شہر کے نوادر و نفائس موجود ہیں، جو اپنی آبادانی اور وسعت کے اعتبار سے ہندوستان جنت نشان کے عظیم الشان شہروں کا جواب ہو سکتا ہے) تسخیر کرنے اور وہاں کی آبادی کو لشکر کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھنے کی تمام و کمال تفصیل اس سے قبل خدمت گرامی میں عرض کر چکا ہوں امید کہ حضور پر یہ تمام تفصیلات واضح ہوگئی ہوں گی۔

پیر دستگیر سلامت: یہ نیاز مند اس سرزمین کی خوبیوں، پانی کی فراوانی، نشاط افزا ہوا کی کیفیت اور کھیتوں کی کثرت کے بارے میں جو اس نے اس سفر کے دوران مشاہدہ کی ہیں کیا عرض کرے، میں نے تو جس روز سے اس سرزمین پر قدم رکھا ہے، ہر منزل پر بڑے بڑے تالاب، خوشگوار پانی کے چشمے، خراماں خراماں بہتے ہوئے دریا، آباد اور خوشحال دیہات اور قصبے جن میں باغوں کی کثرت ہے، ہر طرف دیکھے ہیں، اگرچہ یہاں کی رعایا بقول قطب الملک ترک وطن کر کے ادھر ادھر چلی گئی ہے لیکن پھر بھی تو زمین کا ایک ٹکڑا بھی بغیر کاشت کے (غیر مزروعہ) نظر نہیں آتا، جب ایسی زرخیز مملکت جس کی نظیر ممالک محروسہ کے شہروں میں ملنا مشکل ہے بغیر کسی شریک کے ایک ایسے ناشکرے ناحق شناس (قطب الملک) کے ہتھے چڑھ جائے تو اس کا یہ غرور اور اس کا یہ مان بجا ہے۔

اس نیاز مند نے حتی المقدور ان مواضع کی رعایا کو پرچانے میں جو سرراہ واقع تھے اور جنھوں نے اطاعت قبول کرلی ہے، کوئی کمی نہیں کی ہے اور جا بجا ان کی حفاظت کیلئے تھانے قائم کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں، حیدرآباد پہنچنے

کے بعد مصلحت وقت کے مطابق عمل کروں گا، انشا اللہ تعالیٰ اپنے پیرو مرشد کے اقبال بے زوال کی مدد سے میں اس قطب الملک کو اس کی سرکشی اور نافرمانی کی ایسی سزا دونگا کہ دوسرے سرکشوں اور کوتاہ اندیشوں کو بھی عبرت حاصل ہوگی، خدا نے چاہا تو بہت سا مال غنیمت اور بیشمار نقود و اجناس بندگان درگاہ کے قبضے میں آئیگا۔

قبلۂ دارین سلامت! چونکہ قطب الملک اپنی بدبختی اور بدنصیبی کے باعث جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اس مدت میں ایسی حرکتوں کا مرتکب ہوا ہے جو حکومت اور ملک داری کے لئے قطعی نازیبا ہیں، اس نے ظلم و ستم کی حد کر رکھی ہے رعایا کے ننگ و ناموس اور ان کے مال و دولت اس کی دراز دستی سے محفوظ نہیں ہیں، چنانچہ اس مملکت خصوصاً حیدرآباد کے لوگوں کی فریاد و فغاں کا شور آسمان تک جا پہنچا ہے، یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی جہالت اور نادانی سے اہلسنت و الجماعت کے مسلک کو ترک کر دیا ہے اور بدعتوں کو اپنا شعار بنا لیا ہے رفض اور تبرے کو جو محض زندقہ اور کفر ہے اپنی مملکت میں اس طرح جاری کر رکھا ہے کہ اس شہر کے ہر چھوٹے بڑے نے اہل سنت و جماعت کے مسلک کو ترک کر کے اور راہ راست کو چھوڑ کر رافضی مسلک اختیار کر لیا ہے اور کھلم کھلا وہ کچھ کرتے اور کہتے ہیں جو نہیں کرنا اور نہیں کہنا چاہیئے لہٰذا شریعت کے حکم کے مطابق بادشاہان اسلام اور سلاطین عظام کا یہ فرض ہے کہ اگر کسی مملکت کا فرمانروا یا حاکم عدل و انصاف کی شاہراہ سے بھٹک جائے اور رعایا کا آرام و سکون برباد کر دے، اور ایک گروہ کے امن و عافیت کے خرمن کو جس کے انتظام کی باگ ڈور اس کے قبضۂ اختیار و اقتدار میں ہو، اس کو اپنے ظلم و ستم کی آگ سے جلا ڈالے اور ظلم و بیداد کی ہواؤں سے اس کو اڑا ڈالے اور ایسی ناشائستہ رسوم کو رواج دے جو قوانین شریعت کے مخالف ہوں، کسی کا پاس مراتب رکھے، تو بادشاہ اسلام دین مبین کی سربلندی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور سنت کے احیا کے لئے، توجہ فرمائے تاکہ یہ خدمت انجام دیکر دین و دنیا کی سرخروئی اس کو حاصل ہو خصوصاً ایسا بدکیش و بداطوار جس کے باپ دادا اس عظیم المرتبت خاندان (خاندان تیموریہ) کے پروردۂ نعمت ہوں اور وہ خود بھی حضور والا کے الطاف بے پایاں اور مراحم خسروی میں سرتاپا غرق ہو، ان احسانات عظیم کے ہوتے ہوئے، جس نے اپنے آپ کو والئ ایران کے دامن سے وابستہ کر رکھا ہے اور ہر وقت بیش قیمت اور گراں بہا نذرانے اس کو بھیجتا رہتا ہے اور ہر سال کئی جہاز اور کئی کشتیاں جنگی سامان کی اس کو بھیجکر اپنی تباہی اور بربادی اور اپنی مملکت کے زوال کا خواہاں رہتا ہو اور شاہ ایران کی مدد اس لئے کرتا ہو کہ وہ مغلیہ سلطنت پر حملہ کرے) جو اس وقت موقع نہ ہونے اور اپنی بدنصیبی کے باعث اس فرمان شاہی کی اطاعت کرنے کے سبب جس کی اطاعت ضروری تھی بے پردہ ہو گیا ہو، تو ایسے ناہنجار اور کافر نعمت کے ساتھ مزید بے پروائی اور تغافل مصلحت سے دور اور اس کے مزید غفلت و غرور کا موجب ہے۔

اب کہ اس پر اس طرح قابو حاصل ہو گیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کا ملک اور اس کی ولایت چھین لی جائے،

اور اس کو اس طرح تنبیہہ کی جائے کہ اس کا مزاج درست ہوجائے۔ یقین ہے کہ اس کے ملک کو اپنے قبضے میں لے لینا اور اس کو اچھی طرح تنبیہہ کرنا اور اس کا تہس نہس کردینا (جو دینوی اور دینی اجر کا موجب ہے) آپ کی مرضی کے خلاف نہ ہوگا۔ عنایت الٰہی سے پوری پوری اُمید ہے کہ یہ مہم جس طرح سر ہونی چاہئے اُسی طرح سر ہوگی اور بہی خواہان سلطنت کے لئے موجب مسرت ہوگی اور دشمنوں کے لئے ندامت اور حسرت کا باعث۔ لہٰذا جو کچھ اس بارے میں میرے خیال میں آیا تھا عرض کردیا۔

خلافت کا آفتابِ عالم افروز ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے۔

(۱۹/۱۰۵)

کمترین بندۂ درگاہ، بارگاہ جاہ و جلال میں عرض پرداز ہے کہ ۲۳ ربیع الثانی بروز یکشنبہ حضور والا کا فرمان جو حضور کے قلمِ گہربار سے میری دو عرضداشتوں کے جواب میں تحریر ہوا تھا۔ محمد امین گرز بردار کے ذریعے اس نیازمند کو موصول ہوا، خلعتِ خاص کے عطیہ سے سربلند و سرفراز ہوکر اپنے قبلۂ و کعبہ کا شکر بجالایا اور احکام والا سے مطلع ہوا۔

پیر دستگیر سلامت! اس عقیدت کیش نے اپنے آندیر پہنچنے اور فرمان والا کے پہنچنے تک وہاں اپنے قیام کے ارادے، اور بہت عجلت کے ساتھ گلکنڈہ پہنچنے کے اسباب اور اعلیٰ حضرت کے خانہ زاد کے حیدرآباد پہنچنے کے دن جو کچھ واقعات ظہور میں آئے تھے تفصیل کے ساتھ چہارشنبہ کو دن ڈھلے درگاہ والا میں بذریعہ مراسلہ عرض کردیئے تھے، امید ہے کہ یہ تمام حالات و کوائف گوش ہمایونی تک پہنچ چکے ہوں گے۔

اب اُن واقعات کے بعد جو کچھ حالات پیش آئے ہیں ان کو تحریر کرنے کی جسارت کرتا ہوں[1]

---

(۶)

بیجاپور

(۱/۱۰۶)

مرید اخلاص سرشت: بارگاہ جاہ و جلال میں معروض کرتا ہے کہ اس مخلص نے محمد میرک گرزبردار اور ابوطالب یساول کے بیجاپور کی طرف جانے کے بارے میں اس سے قبل اس عرضداشت میں جو حضور والا کے اس فرمان کے جواب میں بارگاہ والا میں ارسال کی تھی جو مجھے ان لوگوں کے ذریعہ موصول ہوا تھا، میں نے یہ

---

[1] یہ خط نامکمل طور پر یہاں آکر ختم ہوجاتا ہے؛ دیکھئے رقعات عالمگیر ص ۱۸۸

عرضداشت ڈاک چوکی کے ذریعہ ارسال خدمت کی تھی، اب یہ لوگ (محمد میرک اور ابوطالب) بیجاپور سے یہاں ۱۲ محرم کو واپس آئے اور ۱۴ محرم کو بارگاہِ سلاطین پناہ میں روانہ ہوگئے۔

پیرومرشد سلامت! عادل خاں جس نے کچھ عرصہ سے اپنی بیماری کو بہانہ بنا رکھا ہے اور اپنی کوتاہ اندیشی سے واجب الاطاعت فرامین کے استقبال کے آداب و مراسم بجا نہیں لاتا ہے باوجودیکہ بارگاہ خلافت سے اس خصوص میں اس کے نام کوئی حکم صادر نہیں ہوا ہے لیکن محض لوگوں کے بہکانے اور ورغلانے سے عبودیت واطاعت کے وظائف کی ادائیگی میں تاخیر سے کام لیتا رہا ہے اس مرتبہ بھی اُس نے کچھ ایسا ہی ارادہ کیا تھا کہ وہ اس سعادت کے حصول سے محروم رہے اور بارگاہ والا کے سفراء اور نامہ بروں کو (قاعدہ قدیم کے خلاف بالکل ان لوگوں کی طرح جو اس سے قبل اس کے پاس سے ہو کر گئے ہیں) اپنے ملازمین کے گھروں میں ٹھہرائے اور ان لوگوں کو اپنے مکروفریب سے راستے سے ہٹادے، چنانچہ جیسے ہی اس کو فرمانِ لازم الاذعان کے صدور کی اطلاع ملی اس نے اپنے آپ کو بیمار اور مریض بنالیا اور چاہا کہ اس مرتبہ بھی مکرو فریب سے فرمانِ والا کے استقبال کے مراسم بجا نہ لائے، لیکن چونکہ اعلحضرت نے از روئے کرامت یہ حکم فرمادیا تھا کہ محمد میرک اور ابوطالب، اس نیازمند کے سفیر (مقیم بیجاپور) کے ساتھ رہ کر عادل خاں کو بارگاہ خلافت کے عطایا کے وصول کرنے کی سعادت سے سربلند کریں چنانچہ اس نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے ٹال مٹول کی، لیکن اسے کچھ کرتے بن نہ پڑی اور بہت کچھ بہانے بنانے اور حیلے حوالے کرنے کے باوجود اس کو افضل باغ تک جو اس کی رہائش گاہ سے تقریباً دو کوس ہے اور تالاب شاہ پور کے سامنے واقع ہے، فرامین والا کے استقبال کے لئے آنا پڑا اور فرمانِ ذیشان اور بارانی کے عطیہ کو وصول کرکے سربلندی حاصل کی، بارگاہِ والا کے ملازمین کو ۲۰ روز تک طرح طرح کے حیلے حوالے کرکے روکے رکھا اس کے بعد کہیں ان کو رخصت کیا، اب اس کے بعد بھی اگر یہ بات مقرر کردی جائے کہ وہ اسی طرح سے موضع اڑکھرہ تک جو قدیم زمانے سے فرامینِ والا کے استقبال کیلئے مقررہ مقام ہے، استقبال کیلئے آیا کرے تو یقین ہے کہ وہ کسی تاخیر و توقف کے بغیر اس پر عمل پیرا ہوگا۔ محمد میرک اور ابوطالب اجازت سے زیادہ وہاں نہیں ٹھہرے اور عادل خاں نے جو کثیر رقم عدم استقبال کے عوض ان کو بھیجی تھی وہ انھوں نے قبول نہیں کی اور اس طرح روانگی کے وقت ان کو جو دو تحفے (معمولی سے) اس نے دیئے وہ بھی ان لوگوں نے حکم اقدس کا پاس کرتے ہوئے واپس کردیئے، اگر دوسرے نامہ بر بھی اس سے قبل یہاں (عادل خاں کے پاس) آئے تھے اپنی خانہ زادی (وفاشعاری) اور بارگاہ آسمان جاہ کی بندگی کا لحاظ کرتے ہوئے اس قسم کی دیانت اور امانت کی توفیق سے بہرور ہوتے (پہلے آنے والے بھی اسی قسم کی دیانت برتتے) تو پھر اس کی کیا مجال اور اس کی کیا قدرت تھی کہ ایسا ناشائستہ سلوک

(جو اس جیسوں کی مجال نہیں ہے) کرسکتا اور عادل خاں وظائف عقیدت و بندگی کی بجا آوری میں اس قسم کے بہانے بناتا اور حیلے حوالے کرتا۔

حضور والا کے فرامین والا کے مطالب کے جوابات اس کی عرضداشت کے ذریعہ خدمت اقدس میں پہنچ جائیں گے، یاقوت کی انگشتری جو بڑی کوشش سے اس نے بطور پیش کش حضور والا میں ارسال کی ہے اس کی قیمت پانچ ہزار ہون بتائی جاتی ہے، عنقریب حضور والا کی نظر انور سے گذرے گی۔

الٰہی خلافت و جہانبانی کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔

تہنیت و مبارکباد کے خطوط

(۱/۱۰۷)

مرید عقیدت سرشت خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ امید و آرزو کے بوستاں کی بہار، سلطنت و اقبال کے گلستاں کی تازگی یعنی قمری وزن مقدس کی آرائش و زیبائش، حضور والا کی ذات قدسی درجات کو مبارک ہو۔
اللہ تعالیٰ دنیا کو اس مبارک دن کی برکات سے منور کرے اور جشن شاہی کی خوشخبری قیامت تک بندگان بارگاہ خصوصاً مجھ نیازمند کے لئے فردوس گوش کا سامان بنی رہے (قیامت تک یہ خوشخبری ہمارے کانوں تک پہنچتی رہے)۔

(۲/۱۰۸)

مرید اخلاص سرشت، خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ صبح اقبال و کامرانی کی نمود، مسرتوں اور شادمانیوں کے آفتاب کا طلوع یعنی شمسی وزن مقدس کا جشن عالم آرا جو اہل جہاں کی امیدوں اور آرزوؤں کے حصول کا سرمایہ ہے، اعلحضرت کی ذات بابرکات و قدسی صفات کو مبارک ہو۔
اللہ تعالیٰ مدتوں تک عامۃ الناس کو اس سعادت افروز دن کی برکات سے بہرہ مند و کامیاب فرمائے اور اعلحضرت کے بلند پایہ سایہ کو ہم نیازمندوں اور بندگان درگاہ کے سروں پر قائم رکھے۔

(۳/۱۰۹)

یہ مخلص نیازمند عقیدت کے آداب بجالاکر تبریک و تہنیت کے مراسم پیش کرنے کے بعد خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ سلطنت و اقبال کی صبح جہاں آرا کی نمود اور عظمت و جلال کے خورشید عالم آرا کا طلوع یعنی جشن وزن مقدس جو امیدوں اور آرزوؤں کا گلشن اور دولت و کامرانی کا گلستان سدابہار ہے، اعلحضرت کی ذات والا صفات کو مبارک ہو۔
اللہ تعالیٰ خلافت کے اس سایۂ بلند پایہ کو ختم دوران تک اہل عالم کے لئے سرمایۂ زینت بنائے رکھے اور تمام مخلوق کو اس سعادت افروز دن کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

شاہِ فلک مدار کی اس زندگی کے دن ۔ یارب مثالِ دورِ فلک بے شمار ہوں

---

[1] تہنیت و مبارکباد کے خطوط کا لفظی ترجمہ نہیں کیا ہے کہ سوائے انشاء پردازی اور عبارت آرائی کے اور کچھ نہیں ہے۔ صرف اصل مدعا کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ (شمس)

(۴ / ۱۱۰)

مرید عقیدت کیش، خدمتِ گرامی میں سخن پرداز ہے کہ عظمت و اقبال کے خورشید کا طلوع اور صبح حشمتِ و جلال کی نمود یعنی جشن وزنِ مقدس جو اہلِ عالم کی امیدوں کی بہار اور نشاط و کامرانی کا گلزار ہے، اعلیٰحضرت کی ذات والا صفات کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ اِس سعادت افروز دِن کو ہمیشہ قائم رکھے اور عامتہ الناس کو اس دِن کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔

(۵ / ۱۱۱)

حضور کا مخلِص خانہ زاد، تہنیت و مبارک باد کے تمام آداب بجا لا کر خدمت والا میں سخن پرداز ہے کہ سعادت و کامرانی کا مطلع انوار اور مسرت و شادمانی کا سرچشمۂ آثار یعنی قمری وزنِ مقدس کا دِن، اعلیٰحضرت کی ذاتِ قدسی صفات کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ اس روز سعید کی برکات کو سالہائے دراز تک عالم ظاہری و باطنی کی زینت کا باعث بنائے رکھے۔

خلّاقِ جہاں نے وزنِ شاہی کے لئے ۔۔۔ خورشید کے، مہتاب کے پلّے دو بنائے

برجیس ہے اپنے اس شرف پر نازاں ۔۔۔ خواہاں ہے کہ پاسنگ ترازو بن جائے

امید ہے کہ آپ کی عمر ابد پیوند کا آفتاب جہانتاب زمانے کے لئے ہمیشہ نور بخش رہے گا۔

(۶ / ۱۱۲)

مرید عقیدت کیش، بارگاہ جاہ و جلال میں عرض پرداز ہے کہ انوارِ سعادت کے طلوع کا وقت اور آثار کرامت کے ظہور کی یہ گھڑی یعنی شمسی وزنِ مقدس کا یہ مبارک دِن جو ہزاروں کامرانیوں اور مسرتوں کا سرمایہ اور عیش نشاط کا پیرایہ ہے، حضرت کی ذاتِ والا صفات کو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اہل عالم کو اس روز سعید کی برکتوں سے سعادت اندوز فرما کر کامیاب فرمائے اور اس سایہ کو ہم مریدوں کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

(۷ / ۱۱۳)

حضور کا مخلص مرید آداب عقیدت بجا لا کر اوّل تو اعلیٰحضرت کی بقائے عمر و دولت کا خداوند عالم سے خواستگار رہے اور دوسرے تہنیت کے مراسم بجا لا کر، حضور میں مبارکباد پیش کرتا ہوا خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے ایسے سعید زمانے میں، اقبال و کامرانی کی یہ صبح نمودار ہوئی یعنی قبلہ و کعبہ کے جلوس مبارک کی دوسری قرن[1] (دہائی) کا آغاز ہوا، سارے عالم کو

---

[1] قرن، دس سال، ۸۰ سال اور ۱۰۰ سال کیلئے استعمال ہوتا ہے یہ مبارکباد گیارھویں سن جلوس شاہجہانی پر پیش کی گئی تھی۔

فرحی اور فرخندگی حاصل ہوئی۔ اگر ہم نیازمندانِ بارگاہ حیات جاودانی پائیں اور پھر تمام عمر اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالائیں تب بھی شکرگذاری کا حق ادا نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ اعلحضرت کی ذات قدسی صفات کو جو مکرمت و افضال کی مظہر اتم ہے، مدّتوں تک جاہ و جلال کے تخت پر جلوہ افروز رکھے اور اہل عالم مدتوں تک اعلحضرت کے وجود (کی برکات) سے کامیاب و بہرہ مند ہوں۔

(۸/۱۱۴)

سلطنت شاہجہانی (کی بندگی اور غلامی) کا دعوت دینے والا محمد سلطان[1] عبودیت و بندگی کے قواعد بجالاکر بارگاہ خلافت کے حضور میں عرض پرداز ہے کہ بزم سلطنت و جلال کی آرائش اور دولت و اقبال کی زینت یعنی قمری وزنِ مقدس کا جشن[2] ذاتِ مقدس کو (جو قبلۂ جہاں و اہل جہاں ہے اور ہم جیسے خانہ زادوں کی ہزار جانیں اس ذات گرامی کی خاک پا پر قربان ہوں تو سزاوار ہے) مبارک ہو۔

حق سبحانہ تعالیٰ اس مسرت افزا دن کے آثار کو اہل عالم کے لئے آرام و آسائش کا موجب بنائے اور جشنِ عالم آرا کو قیامت تک محفل کون و مکاں کو زینت بخشنے والا رکھے — (بطفیل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وکرم اللہ عز وجل)۔

(۹/۱۱۵)

بارگاہِ خلافت[3] کا یہ کمترین خانہ زاد، بندگی اور خانہ زادگی کے آداب بجالاکر حضور والا میں عرض پرداز ہے کہ ہزاروں شرف و سعادت رکھنے والی صبح کی نمود اور عظمت و جلال کے رخشندہ ستارے کا طلوع یعنی وزنِ مقدس قمری، قبلۂ جہاں و جہانیاں و کعبۂ عالم و عالمیاں کی ذات اقدس کو (جس کی بقا میں اس کارخانۂ ایجاد کے انتظام اور بندگانِ خدا کی آسائشیں پنہاں ہیں) مبارک ہو۔

خداوند بزرگ و برتر تمام عالم کو اس نشاط افزوں دن کی برکات سے بہرہ ور فرمائے اور اعلحضرت کے سائے کو قیامت تک ہم خانہ زادوں کے سروں پر قائم رکھے۔

---

[1] مرتبِ قعات عالمگیر کا خیال ہے کہ یہ خط اورنگ زیب نے لکھوایا ہے اس لئے کہ عبارت کا انداز اور انشاء کا اسلوب اس کی غمازی کر رہا ہے۔ [2] سلاطین مغلیہ کا دستور تھا کہ شمسی اور قمری ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنا وزن کراتے اور جشن مناتے، مختلف دھاتوں غلات وغیرہ سے یہ وزن ہوتا تھا اور وزن کا تمام سامان غربا اور مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ [3] مرتبِ قعات عالمگیر فرماتے ہیں کہ یہ خط مبنی بر مبارکباد، شہزادی زیب النساء جبیہ اورنگ زیب کی طرف سے ہے جو اورنگ زیب نے لکھوایا ہے لیکن فارسی داں حضرات بخوبی واقف ہیں کہ شاہزادی "کمترین خانہ زاد" نہیں ہو سکتی وہ خود کو کنیزک یا کنیز لکھے گی۔ لہٰذا یہ خط بھی شاہزادہ محمد سلطان کی طرف سے سمجھنا چاہئے۔ (شمس)

شاہجہاں کی علالت
اور
بھائیوں کی باہمی جنگ

(۱- الف)
۱۱۶

حضور کا یہ مرید عقیدت کیش خدمت گرامی میں عرض پرداز ہے کہ حضور والا کے مزاج کو عارضہ لاحق ہوجانے کی خبر سُن کر جو کچھ اس نیاز مند پر گزری وہ عالم الغیب پر ظاہر ہے، انتہائی رنج وغم اور وحشت و سراسیمگی کے باعث زندگی دشوار تھی اور یہ روشن دُنیا میری نگاہ میں تیرہ و تار ہوگئی تھی۔

خداوند تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ صبر و شکیبائی کا یارا باقی نہیں تھا اور میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دروازے اہل عالم پر کھول دیئے اور ذات گرامی کی صحت و بقا کی خوشخبری سُن کر بے اندازہ مسرت حاصل ہوئی، غم و الم کے بادل چھٹ گئے

اگر جاں نچھاور کروں ہے روا   کہ دل کا سکوں ہے نوید بقا

حق جل شانہٗ اعلیٰحضرت کی عمر و دولت کے سایہ بلند پایہ کو (جو بندگانِ خدا کی آسائش اور دنیا کی آرائش کا سبب ہے اور حضرت کے خانہ زادوں اور بندگانِ بارگاہ کی زندگانی کا سرمایہ ہے) اور حضرت کے وجود باجود کو بیماریوں اور پریشانیوں سے محفوظ و مامون رکھے۔

رہے دنیا میں شاہ بندہ پرور   فلک کو ہے شرف جب تک نہ میں پر

(۱- ب)
۱۱۶

عقیدت آئیں خانہ زاد[1]، حضور پرنور کی بارگاہ والا مرتبت میں عرض پرداز ہے کہ مزاج اقدس کے عارضہ کی خبر سنکر جو کچھ اس خانہ زاد پر گذری وہ صرف اللہ ہی جانتا ہے، کثرت اندوہ غم سے یہ عالم تھا کہ جان نکلی جارہی تھی اور میری آرزو تھی کہ اپنی جان حضور پر تصدق کردوں خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان کہ اسی اثنا میں عنایت الٰہی شریک حال ہوئی اور ذات گرامی کی صحت و تندرستی کی خوشخبری سننے میں

---

[1] لفظ خانہ زاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط شاہزادہ محمد سلطان کی طرف سے صحت یابی کی مبارکباد کے طور پر لکھا گیا ہے لیکن انشار کا طرز اور اسلوب بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ خط بھی اورنگ زیب کا لکھوایا ہوا ہے جیسا کہ زیب النساء کا مکتوب ۱۱۶/۳ کی صورت ہے۔

آئی، یہ خوشخبری ہرادنیٰ واعلیٰ سنکر کھِل اُٹھا اور دنیا والوں کو ایک نئی زندگی حاصل ہوئی۔

خداوندِ بزرگ و برتر اعلیحضرت کی عمر و دولت کا سایہ قیامت تک ہم مریدوں اور خانہ زادوں کے سروں پر قائم رکھے اور اعلیحضرت قبلہ و کعبہ حقیقی کے وجود اقدس کو تمام عارضوں اور مصیبتوں سے محفوظ و مامون رکھے

جس کے بلند سائے میں آرام سے ہے خلق — اس مہرِ لطف کو نہ الٰہی زوال ہو

(۲/۱۱۷)

(یہ خط شاہجہاں کے اُس خط کے جواب میں ہے جو انھوں نے معظم خاں کی گرفتاری پر بطور بازپرس اورنگ زیب کو لکھا تھا۔)

چونکہ ابھی تک معاملہ صاف ظاہر نہیں ہوا تھا لہٰذا درگاہ عالم پناہ میں عرضداشت کیگئی کہ:۔

"چونکہ اس نیاز مند نے معظم خاں کے رنگ ڈھنگ سے اس کی غداری اور بے وفائی کا اندازہ کرلیا تھا، اس لئے اس کو مجبوراً قید کرلیا ہے، اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ بغیر کسی شک و شبہ کے یہاں سے فرار ہو کر دکن کے دنیا پرستوں (حکمرانوں) سے مل جاتا۔

(۳/۱۱۸)

کمترین فرزند، محمد اورنگ زیب کی عرضداشت

مراسم عبودیت و آداب فدویت بجا لانے کے بعد بارگاہ والا میں عرض پرداز ہوں کہ چند روز ہوئے فرمان والاشان خاص حضور کے خط مبارک سے تحریر کیا ہوا جو حضور اقدس کے مزاج مبارک کی صحت کی خوشخبری پر مشتمل تھا، اور جس میں اس ذرّہ بے مقدار کو آستانِ والا پر حاضر ہونے سے منع فرمایا گیا تھا، موصول ہوا، تحریر فرمایا گیا ہے کہ:۔

"اگر تم کو ہماری حضوری کا شوق دامن گیر تھا تو تم کو چاہئے تھا کہ پہلے ہمارے حضور میں درخواست پیش کرتے اور جب اجازت دے دی جاتی تو اس وقت تم آستاں بوسی کے لئے روانہ ہوتے"

آپ کا یہ فرمان وحی آسمانی کی طرح نازل ہوا، اس سعادت آگیں فرمان کو وصول کرکے سربلندی حاصل کی۔

قبلۂ دین و دنیا سلامت! چونکہ یہ بات کئی مرتبہ سننے میں آئی کہ جناب والا جسمانی کمزوری کے باعث بہت ہی ضعیف و کمزور ہوگئے ہیں اور بڑے بھائی صاحب (داراشکوہ) نے تمام امور سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اور شاہی احکام آپ کے حضور میں عرض کئے بغیر صادر کردیتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب کوئی بات بھی جناب والا کے اختیار میں نہیں ہے، یہاں تک کہ خانی کا خطاب اور

بڑے بڑے مناصب بھی وہ اپنے ملازمین کو آپ کی اجازت کے بغیر خود ہی دیدیتے ہیں، اکثر صوبوں اور علاقوں میں فوجداری اور دیوانی کے پیشکاروں، وقائع نگاروں اور دوسرے اہلکاروں کا بھی وہ خود ہی تقرر کرتے ہیں اور محض برائے نام رائے رایاں[1] (جسونت سنگھ) کو کچہری میں بٹھاتے ہیں، ورنہ تمام خاص شاہی معاملات و مہمات، ان کا بندوبست، اور دوسرے تمام ملکی و مالی امور معین الدین[2] خاں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں جس کو حال ہی میں وزیر خاں کا خطاب دیا گیا ہے، یہی نہیں بلکہ انھوں نے برادر والا قدر محمد شجاع پر بغیر آپ کی اجازت اور مشورے کے جز فوج کشی بھی کر دی۔

جب صورت حال یہ ہو تو پھر مریدانِ خاص اور با اخلاص فرزندوں کا فرض ہے کہ راستے سے کانٹا ہٹا کر اپنے قبلہ و کعبہ کی ملازمت (حضوری) کی سعادت حاصل کر کے سعادت دارین سے بہرہ ور ہوں اور ایسے نازک وقت میں خدمت والا میں پہنچکر ممالک محروسہ کا انتظام اور اس کا بندوبست سنبھال لیں کہ برادر کلاں کی کج رفتاری سے تمام انتظام درہم برہم ہو چکا ہے اور شاہی ملازمین میں جو کوئی بھی اپنی نمک حرامی کے باعث بے اعتدالی یا کج روی کا مرتکب ہو اس کو قرار واقعی سزا دیں، لہٰذا یہ نیاز مند سراپا اخلاص معروضہ بالا امور کی سرانجامی کے لئے دکن سے روانہ ہو گیا ہے، مجھے امید ہے کہ حضرت بادشاہ سلامت کے اقبال اور عنایت الٰہی کی مدد سے بہت جلد اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جاؤں گا، اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا گستاخی ہے[3]

(۳۴/۱۱۹ الف)

حضرت ظلِّ سبحانی کی خدمت میں معروض ہے کہ چونکہ ملکی اور مالی امور پر اعلحضرت کو اختیار باقی نہیں رہا اور جہانبانی کے حل و عقد (انتظام) میں شاہزادہ کلاں کا تصرف و اقتدار ناقابل بیان ہے لہٰذا اب وہ اپنے مزید اختیار و اقتدار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے (جو ان کے دائمی اقتدار و اختیار کا سبب بھی بن سکتا ہے) میرے ستانے کے درپے ہیں اور اپنی خواہشات کا اسے محور و مرکز بنا رکھا ہے اور ہر وہ بات کر گزرتے ہیں جو فتنہ و فساد کا موجب ہو اور جس میں عوام کا کچھ بھی فائدہ نہیں، میرے لئے انھوں نے ہر اس راستے کو بند کر دیا ہے

---

[1] رائے رایان کا خطاب جسونت سنگھ کو شاہجہاں کا عطا کردہ نہیں ہے بلکہ داراشکوہ نے یہ خطاب دیا تھا، شاہجہاں کے دربار میں جسونت سنگھ کا منصب شش ہزاری شش ہزار سوار پنج ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ تھا اور مہاراجہ کا خطاب تھا۔

[2] وزیر خاں خطاب تھا اصل نام معین خاں تھا اور یہ پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، فہرست امرائے عظام شاہجہانی۔ عمل صالح جلد سوم۔ [3] یہ خط شاہجہاں کے اس خط کے جواب میں لکھا گیا ہے جس میں شاہجہاں نے اورنگ زیب کو حکم دیا تھا کہ "تم نے بغیر ہماری اجازت کے دکن سے روانہ ہونے کی جسارت کیسے کی لہٰذا جہاں تک پہنچے ہو وہیں سے واپس ہو جاؤ"۔ یہی سبب ہے کہ جسونت سنگھ کا نام اس طرح لیا ہے ورنہ مقابلہ میں آنے کے بعد تو نام اور ہی طرح لیا گیا ہے۔

جس سے مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہو چنانچہ دکن کے خزانے کی آمدنی کے تمام دروازے انھوں نے مجھ پر بند کردیئے تاکہ روپے پیسے کی قلت سے لشکر خستہ حال اور پراگندہ ہو جائے۔

چنانچہ خاص اس وقت جب کہ میں نے آپ کے حکم کے بموجب بیجاپور پر حملہ کیا تھا اور بڑی تگ و دو کے بعد بیجاپوریوں کو میں نے زچ کردیا تھا، یہاں تک کہ بیجاپوری فوج اور وہاں کا حاکم قلعہ بند ہوگیا اور عنقریب ہی میں ایک گراں قدر پیشکش اس سے وصول کرنے والا تھا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو میں ان سب کو تہس نہس کردیتا کہ ایسے وقت میں داراشکوہ نے طلب لشکر کے لئے سخت تقاضے شروع کردیئے اور اس کے لئے سزاول بھیجے اور در پردہ اپنے نوکروں کو بیجاپوریوں کی تسلی اور دلاسے کے لئے مقرر کردیا (وہ ان کے پاس جاکر ان کو تسلی اور دلاسہ دیتے) اسی کے ساتھ ساتھ آپ کی علالت کی مختلف خبروں نے دشمنوں کو اور بھی نڈر اور بیباک بنادیا ہے، ان تمام باتوں سے میرے لشکر کے بہادروں کے بھی جی چھوٹ گئے اور اس مصلحت کی بنا پر جو سراسر فتنہ و فساد تھی، اکثر سپاہی لشکر چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے، اگر خدانخواستہ دشمن کے ملک میں شاہی افواج کو کوئی زبردست شکست[1] اٹھانی پڑجاتی تو تمام جہان میں اس کی شہرت ہوجاتی اور پھر دولت مغلیہ کو اس سے کتنی ندامت اور شرمندگی ہوتی، مجھے یقین تھا کہ پھر اس شکست کی تلافی اور اس کا تدارک حضور کے دائرہ امکان سے بھی باہر ہوتا اور شاہزادہ کلاں (داراشکوہ) کی عاقبت نااندیشی سے مدتوں تک اس کے تدارک کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری یہ حالت تھی کہ اعوان و انصار کے منھ موڑ لینے کے باوجود، تائید الٰہی کی کار برآری سے لو لگائے بیٹھا تھا اور اقبال کی عقدہ کشائی پر نظر رکھتے ہوئے دشمنوں کو خوب مار لگائی اور حصول مطلب کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ صحیح و سلامت اس ملک سے نکل آیا اور اپنے مقصد کو حاصل کرکے چھوڑا (بیجاپور کو فتح کرکے دم لیا)۔

برادر کلاں نے اس قدر کارشکنی اور کسی قسم کی مدد نہ کرنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ کسی سابقہ تقصیر کے بغیر (جو آپ کی بے توجہی اور بے لطفی کا باعث ہوتی) مجھ جیسے رضا جو اور مخلص سے برار کی جاگیر واپس لیکر ایسے ناخلف اور خودسر کی تنخواہ میں مقرر کردی جس نے بغیر کسی سبب کے بغاوت کردی تھی اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے دائرے سے باہر قدم رکھ دیا تھا اور طرح طرح کی گستاخیاں اس سے صادر ہورہی تھیں، برادر کلاں نے اپنے غلط ارادے اور مفسدانہ خیال کی بنا پر اس دولت خواہ کے تمام معاملات اور صحیح مطالب و مقاصد کو غلط رنگ دے کر ناشائستہ طریقے سے آپ کے ذہن نشین کردیئے۔ جسونت سنگھ کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ اس مختصر سے ملک کو بھی مجھ سے چھین لینے کے لئے مقرر کیا اور انھوں نے اپنے

---

[1] شاہزادہ محمد شجاع سے مراد ہے۔

خیال میں یہ طے کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اس نیاز مند کا ناخن ہندوستان کی سرزمین کے کسی قطعہ پر گڑا ہوا نہ رہے (ہندوستان کا کوئی چپہ یا ٹکڑا میری ملکیت میں نہ رہے)۔

جب میں نے حالات کی رفتار کا یہ ڈھنگ دیکھا اور پہلے بھی اسی قسم کی بے تکی باتیں میں دیکھ چکا تھا اور اعلیٰحضرت مجبور و بے اختیار ہو کر داراشکوہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے۔ ملکی حالات کی تحقیق و تفتیش کی طرف سے آپ نے اپنی توجہ بالکل ہٹالی تھی، محض برادر کلاں کے کہنے پر اپنے تمام فرزندوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا تھا اور جس کے بارے میں داراشکوہ جو کچھ تجویز کر دیتے اسی کے مطابق آپ فرامین صادر فرما دیتے، لہٰذا ایسی صورت میں اپنی عزت بچانا ضروری سمجھا اور اس بات پر آمادہ ہوا کہ حضور والا کی ملازمت کی سعادت حاصل کر کے (آپ کے حضور میں پہنچ کر) معاملے کی پوری حقیقت معقول دلائل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

راجہ جسونت سنگھ نے جیسے ہی اس نیاز مند کے (آپ کی درگاہ کی جانب) کوچ کی خبر پائی، بڑی گستاخی اور بیباکی کے ساتھ لشکر کی روانگی کے وقت صف آرا ہو کر میرا راستہ روک لیا چنانچہ مجبور ہو کر میں نے اس کوتاہ اندیش کی اچھی طرح خبر لی اور اس بدعقل فوج کو جو میری روانگی میں مانع ہوئی تھی شکست فاش دے کر بھگا یا اور اپنے راستے سے بالکل ہٹا دیا۔ حضور پر یہ بات اچھی طرح ظاہر ہے کہ اگر آپ کی حضوری کی سعادت کے حصول کے سوا میرا کوئی اور ارادہ ہوتا تو جسونت سنگھ اور اس کی سپاہ کا گرفتار کر لینا جو سخت شکست کھا کر بھاگا تھا کچھ دشوار نہ تھا۔

اب سننے میں آیا ہے کہ شاہزادہ بلند اقبال (داراشکوہ) میرے مقابلے کے لئے نکلے ہیں اور دھولپور پہنچ چکے ہیں لیکن مجھ جیسے لشکر شکن غنیم سے وہ کسی طرح بھی بازی نہیں لے جا سکیں گے اور ان کی یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہ جائے گی۔ مناسب تو یہی ہے کہ وہ صورت حال کو اسی طرح رہنے دیں اور کچھ عرصہ کے لئے صوبہ پنجاب کی طرف (جو ان کی جاگیر میں ہے) تشریف لے جائیں اور حضور اقدس کی خدمت کو مجھ جیسے مرشد پرست کے لئے چھوڑ دیں اس کے بعد جو کچھ آپ مناسب سمجھیں گے ویسا عمل کیا جائے گا۔

(۱۱۹ ب)

"جب شاہجہاں کا ایک اور مکتوب موصول ہوا تو اس کے جواب میں یہ عرضداشت جو چند اہم معاملات پر مشتمل ہے، اورنگ زیب نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں ارسال کی اور فاروق کو دریائے چنبل عبور کرنے کے بعد بارگاہ شاہجہانی میں رخصت کیا":

ان دنوں سلطنت کی باگ ڈور اور ملکی و مالی تمام اختیارات آپ کے اختیار سے نکل چکے ہیں اور شاہزادہ

۱؎ ملاحظہ فرمائیے کردہ شاندار القاب آداب ختم ہو گئے۔ نہ اب زمین کو لب دے بوسہ دیا جاتا ہے اور نہ مراسم عبودیت بجا لائے جاتے ہیں۔

کلاں کا اقتدار، سلطنت اور فرمانروائی کے نظم و نسق میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ وہ ناقابل بیان ہے۔ انھوں نے اپنے اختیار و اقتدار کی بنا پر اپنے بھائیوں کی بربادی پر کمر باندھ لی ہے اور ان کی یہ کوشش روز بروز بڑھتی جارہی ہے چنانچہ انھوں نے سلیمان شکوہ[1] کو زبردست فوج کے ساتھ شاہ شجاع پر حملے کے لئے بھیج دیا جس کے نتیجے میں اس ۳۲ سالہ نوجوان کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا، خود آنجناب نے اپنے نواسے پرویز کے ہاتھوں کیسی ندامت اور ذلت اٹھائی اور تمام زمانے کے سامنے آپ کو شرمسار اور خجل ہونا پڑا، شاہزادہ کلاں نے اپنی نفسانی خواہشات کی بنا پر اپنا یہ طریقہ بنا رکھا ہے کہ جہاں تک بن پڑے مجھے ستائیں اور ہمیشہ میری بربادی اور تباہ حالی کے درپے ہیں علاوہ ازیں دین و ملت کے خلاف ایسے کام اور ایسی باتیں ان سے سرزد ہوتی رہتی ہیں جو ملک و ملت کی تباہی اور بربادی کا باعث ہیں، میری آمدنی کے تمام دروازے (ذریعے) انھوں نے بند کر دیئے ہیں غرضکہ مجھے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائی جارہی ہیں اور اس عرصے میں ہر قسم کا نقصان مجھے پہنچایا گیا۔

اس زمانے میں جب آپ کے حکم کے بموجب میں نے بیجاپور پر لشکرکشی کی تھی اور اس ولایت کے بعض علاقوں کو مسخر کرنے میں مشغول تھا، میری سپاہ اور امراء محاصرے میں مشغول تھے اور جان توڑ کوشش کر رہے تھے محصورین پر چاروں طرف سے یورش جاری تھی اور ہر قسم کی رکاوٹ کھڑی کر دی گئی تھی، اعلحضرت کی بیماری کی وحشت ناک خبریں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں، ارکین سلطنت ان خبروں سے حیران و پریشان تھے، دشمن جری ہوتا جارہا تھا، گلبرگہ کے محصورین (جن کو آپ کی جانباز فوجوں نے قلعہ بیدر اور کلیانی فتح کرنے کے بعد محصور کرلیا تھا) محاصرے کے دباؤ سے سخت عاجز آگئے تھے، ہماری فتح بالکل قریب تھی اور بیجاپور کا حاکم ہماری فوجوں سے اس قدر شکست خوردہ ہوچکا تھا کہ وہ حضور والا کو ایک گرانقدر پیشکش نذر کرنے کا ارادہ کر رہا تھا تاکہ خود کو شاہی فوج کے زبردست دباؤ سے بچالے ورنہ اس کو یہ خوف تھا کہ اقبال مند لشکر اس کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادیگا اور اس کا ملک اس سے چھین کر ممالک محروسہ میں شامل کرلیا جائے گا ایسی صورت میں داراشکوہ نے اپنے ملازمین اور منصبداروں کو ان ملازمین شاہی کو جو میری فوج میں شریک تھے واپس طلب کرنے کے لئے بھیج دیا، کچھ امیروں کو والئی بیجاپور کی تسلی کے لئے مقرر کردیا، ان لوگوں نے داراشکوہ کے محبت بھرے پیغامات والی بیجاپور کو پہنچائے اور میرے مقابل میں اس کو (بجائے عذرخواہی کے) اور بھی دلیر بنا دیا۔ فوج میں جو شاہی امیر اور جاگیردار شریک تھے ان کو بڑی تاکید اور اہتمام کے ساتھ شہر گلبرگہ کے اطراف سے (جو عنقریب فتح ہونے والا تھا) ہٹا لیا اور ان کو وہاں سے چلتا کرنے میں ایسی عجلت سے کام

---

[1] سلیمان شکوہ داراشکوہ کا بڑا بیٹا جس کو پنج ہزاری منصب حاصل تھا۔

لیا کہ وہ لوگ مجھ سے رخصتی ملاقات بھی نہ کر سکے اور درگاہِ والا کو روانہ ہو گئے، اس صورت حال نے میرا قافیہ تنگ کر دیا (جان مصیبت میں پھنس گئی) میں حیران رہ گیا۔ آخر کار مجبور ہو کر (ضرورت کے تحت) اس کام کو جو قریب ختم تھا اور انجام کو پہنچ چکا تھا درہم و برہم کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی رہنمائی سے میں نے خود کو تباہی کے اس بھنور سے نکالا اور بڑی مشکل سے غنیم کے گھیرے سے بچ کر نکل آیا۔ خدا کی پناہ! اگر اس وقت شاہی لشکر کو کچھ نقصان پہنچ جاتا تو اس شکست کی خبریں ہر طرف پھیل جاتیں اور بدنامی کا داغ اور خفت شرمندگی کا دھبہ مدتوں تک دولت شاہجہانی کے دامن پر رہتا اور دھوئے نہ دھلتا اور تاریخ کے صفحات پر شکست ثبت ہو جاتی۔

ظاہر ہے کہ اس کا تدارک اور اس کی تلافی دارا شکوہ کی عاقبت نا اندیشی اور عدم دور بینی کے باعث "جنھوں نے خود مطلبی کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے خواہ تمام دنیا برباد ہو جائے انھیں اپنے حلوے مانڈے سے کام" بندگانِ شاہجہانی کے بس کی بات نہ ہوتی۔ بہرحال یہ نیاز مند نہایت ہنرمندی، جانبازی اور جنگ جوئی میں مشاق ہونے کے باعث اور جنوبی ہند کی لڑائی کے ڈھنگ سے پوری طرح واقف ہونے کے سبب سے دشمن کی بے حساب فوجوں کو خطرے میں نہ لاتے ہوئے بکمال دلیری اور تہور سے لڑتا بھڑتا اس فتنہ و فساد کے بھنور سے نکل آیا۔

عجیب تر یہ کہ دارا شکوہ نے صرف اسی کارشکنی اور دشمنی پر جس کی شہرت ایران اور توران تک پہنچ چکی ہے اکتفا نہیں کی بلکہ برار کی جاگیر بھی کسی سابقہ تقصیر کے بغیر مجھ جیسے فرمانبردار اور رضا طلب شخص کی ولایت سے (جس نے کبھی بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی) نکال لی اور یہ جاگیر ایسے ناخلف اور خودسر کو دے دی جس نے اپنی حدود سے آگے پاؤں بڑھا رکھے ہیں اور آپ کی جناب میں طرح طرح کی گستاخیوں اور بے ادبیوں کا مرتکب ہو رہا ہے اور حد یہ ہے کہ بغاوت کے جھنڈے بلند کر رکھے ہیں[1]۔ دارا شکوہ نے مجھ خیرخواہ کے حالات محض اپنی نفسانی اغراض کی بنا پر واقعہ کے خلاف آپ کے حضور میں پہنچائے، تہمت و بہتان سے اس خیر اندیش کے دامن کو داغدار اور گناہوں سے لتھڑا ہوا آپ کے حضور میں پیش کیا، خوشامد[2] اور چاپلوسی کر کے زبردست لشکر کو میرے سر پر مسلط کر دیا، ان کا اس سے مقصود یہ تھا کہ اس عرصے میں وہ چھوٹی سی جاگیر جو حضور کی جانب سے مجھے عطا ہوئی ہے جس طرح بن پڑے میرے قبضے سے نکال لیں اور مجھے اِدھر اُدھر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیں (میں تباہ اور مفلوک الحال ہو جاؤں) تاکہ مجھے کسی طرح چین نصیب نہ ہو۔

---

[1] جیسے قندھار کی شکست کا داغ ہمیشہ باقی رہا۔ مترجم۔ [2] شاہزادہ محمد شجاع سے مراد ہے۔

برادر کلاں اپنی چاپلوسی سے مزاج اقدس پر اس قدر چھا گیا ہے کہ آپ نے اُسؔ کی بات کو سچ جانتے ہوئے اپنے تمام مخلص فرزندوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور ان حرماں نصیبوں کے حق میں جو کچھ اس نے تجویز کیا اسی کے مطابق بے سوچے سمجھے آپ نے حکم صادر فرما دیا، افسوس کہ آپ نے قطعی طور پر ان بے گناہوں کے بارے میں کچھ چھان بین نہیں کی بلکہ ملک کا انتظام اور تمام چھوٹے بڑے کام اس کے سپرد فرما دیئے وہ تو ہر صورت ہم بے گناہوں کے خون کا پیاسا ہے۔

جب نوبت یہاں تک آ پہنچی اور صورت حال اتنی بگڑ گئی تو اس وقت اپنی عزت کی حفاظت کو ضرورت عقل سے جانتے ہوئے میں آستاں بوسی کے لئے روانہ ہوا تا کہ صورت حال کو دلائل و براہین کے ساتھ آپ کے گوش گذار کر سکوں ؎

عدلِ سلطانی اگر بنجائے طیش — ہم فقیروں کو ہو کیا امید عیش

بہر نوع جب یہ خیر خواہ دکن سے قطع مسافت کرتا اُجین کے حدود میں پہنچا تو جسونت سنگھ نے (جو شاہزادہ کلاں کے اشارے سے میری ایذا رسانی پر مامور ہوا تھا) میرا راستہ روک لیا اور میری شاہزادگی کے آداب و حقوق کو نظر انداز کر کے بڑی دیدہ دلیری سے مجھے حکم دیا کہ "یہاں سے فوراً دکن لوٹ جاؤ، اگر یہ حکم نہیں مانو گے تو اس کا مزا چکھو گے"۔ میں نے کئی سمجھدار لوگوں کو اس کے پاس بھیجا اور بہت ہی مناسب طریقہ سے اس مغرور و متکبر کو اپنے اصل ارادے سے آگاہ کیا اور صاف صاف بتایا کہ مجھے صرف بادشاہ ذی جاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ہے اور اس کے سوا کچھ مقصود نہیں ہے، پھر تم کیوں میرا راستہ روک رہے ہو؟ لیکن وہ عاقبت نا اندیش معقولیت پر قطعی آمادہ نہیں ہوا بلکہ اس نے اور زیادہ خود سری اختیار کر لی اور زیادہ اینٹھ گیا، وہ مجھے آگے بڑھنے ہی نہیں دیتا تھا، مجبوراً مجھے اِس بیوقوف اور نادان کی مزاج پرسی کرنا پڑی اور اسے اپنے راستے سے ہٹانا پڑا۔

اگر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے علاوہ میرا کچھ اور مقصود ہوتا تو آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا گرفتار کر لینا (ایسی شکست فاش کے بعد) کچھ زیادہ دشوار نہیں تھا۔ اس حادثے کے بعد خود شہزادہ کلاں زبردست فوج کے ساتھ آگے بڑھ آئے اور دریائے چنبل کے تمام گھاٹ اور گذرگاہیں میرے لئے بند کر دیں، جگہ جگہ اپنی فوج اور توپ خانے لگا دیئے اور اپنے خیال میں تو انھوں نے میرے تمام راستے بند کر دیئے تھے لیکن چونکہ مجھے تو آپ کی حاضری کے سوا کسی اور بات سے کچھ غرض نہیں تھی اور کسی سے لڑنے

۱؎ اب تک دارا شکوہ کے لئے جمع غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا تھا لہٰذا میں نے بھی ترجمہ میں اس کی رعایت ملحوظ رکھی تھی یہاں سے دارا شکوہ کے لئے واحد غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس لئے ترجمہ میں واحد غائب کی ضمیر استعمال کی گئی۔

کا قطعی ارادہ نہیں تھا اور نہ اب ہے، لہٰذا میں نے بیداور کے گھاٹ سے دریائے چنبل کو عبور کیا اور خدمتِ اقدس میں روانہ ہوگیا۔

اب کچھ ایسا سننے میں آیا ہے کہ آنجناب بھی مجھے اپنی آستاں بوسی سے (بڑی شد و مد کے ساتھ) محروم رکھنا چاہتے ہیں اور جنگ کی آگ بھڑکانا آپ نے اپنا نصب العین بنا رکھا ہے، جب آپ جیسی ہستی، مجھ جیسے عقیدت کیش اور فرمانبردار کے ساتھ جنگ پسند کرتے ہیں اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا ہی چاہتے ہیں (جو عقلاً اور نقلاً کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں ہے) حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ آپ ایسے اقدام سے باز رہتے جو مخلوق کی پریشانی اور تباہی کا باعث ہے، اگر اعوان و انصار کی کثرت پر نظر رکھتے ہوئے اور قوت کے غلبہ کے باعث غرور و تکبر کا شکار ہو رہے ہیں اور خواہ مخواہ قتل و غارت گری کو پسند فرما رہے ہیں اور آپ نے جنگ طے ہی کر لی ہے تو پھر مجبوراً یہ فدوی بھی ضرورت سے مجبور ہو کر خطرات میں کود پڑنے سے پہلو تہی نہیں کرے گا۔

اس لئے پسندیدہ صورت یہ ہے کہ آنجناب بزرگی کو کام میں لاتے ہوئے کرّ و فر کی بساط الٹ کر بالفعل پنجاب کی طرف جو خالصہ کی جاگیر ہے روانہ ہو جائیں اور چند روز کے لئے اپنی حضوری کی خدمت اس سراپا اعتقاد خیر خواہ کے سپرد فرما دیں، اس کے بعد جو کچھ آپ کی رائے ہوگی ویسا ہی کیا جائے گا۔

(۵/۱۲۰)

مراسم سجدۂ تسلیم بجا لانے کے بعد عرضِ خدمت ہے کہ آپ کا مبارک فرمان جس میں آپ نے اس نیازمند کو اپنے حضور میں جلد طلب فرمایا ہے، صادر ہوا، اس خط کے مضمون سے (جس کا ہر فقرہ میرے لئے سرمایۂ نجات ہے) آگاہ ہو کر انتہائی مسرور ہوا، اس تازہ عنایت اور بے اندازہ مرحمت کا شکر کس طرح ادا کروں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میری سچائی اور میرے اخلاص نے آپ کے دل پر اثر کیا اور میرے گلشن اُمید کو پُر بہار بنا دیا، اب جب کہ صورت حال رسمی نوازشوں اور ظاہری مرحمتوں سے بہت آگے بڑھ کر حقیقی خواہش تک جا پہنچی ہے (آپ حقیقت میں چاہتے ہیں کہ میں آپ کے حضور میں باریاب ہو سکوں) تو اُمیدوار ہوں کہ ساعت مسعود میں حضور کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں گا اور اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے فیض سے کامیاب ہوں گا۔ میں ایک مدت سے اس وقت کا انتظار کر رہا تھا اور منتظر تھا کہ وہ کونسا دن ہوگا کہ میں اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار سے منور کروں گا۔ زیادہ حد ادب۔

(۶/۱۲۱)

(بیمار اور بوڑھے شاہجہاں کا ایک اور خط فاضل خاں لیکر جاتا ہے، اورنگ زیب اس کا یہ جواب تحریر کرتے ہیں۔)

خدا کا شکر و احسان ہے کہ بارگاہ شاہی کا یہ نیازمند (اورنگ زیب) آغاز شعور سے اب تک حتی الامکان ارادت و اعتقاد کے قاعدوں کی بجا آوری اور دوستی و اخلاص کے مراسم کی ادائیگی میں کبھی قاصر نہیں رہا ہے اور خاطر والا کی رضا جوئی میں ہمیشہ کوشش کرتا رہا ہے، نیز بندگی اور جاں نثاری کے راستے سے کبھی انحراف نہیں کیا ہے۔

لیکن ان امور کے بعد جو مشیت الٰہی سے ظہور میں آئے، میں اپنی طبیعت بشری کے باعث بدگمانی کا شکار ہوں اور ہراس مجھ پر چھایا ہوا ہے، اب مجھ میں یہ جرأت باقی نہیں ہے کہ اطمینان قلب اور پوری طمانیت کے ساتھ آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہو سکوں ورنہ آپ کی حضوری کی آرزو تو اس عاجز و درماندہ کو اس قدر ہے کہ تحریر و تقریر کے دائرے سے خارج ہے۔ مجھے اس امر کا اعتراف ہے اور میری زبان آپ کی عنایات بے کراں و مراحم شاہی کے شکرانے سے قاصر ہے۔

اگر آپ مرید نوازی فرمائیں اور حکم جاری کردیں کہ میرے کچھ سپاہی پہلے قلعہ میں باریاب ہو کر ان لوگوں کی جگہ لے لیں جو قلعہ کے دروازوں کی حفاظت کے لئے آپ کی طرف سے مامور ہیں اور میرے ان سپاہیوں کو آپ کی بارگاہ سے اس خدمت پر مامور کئے جانے کی منظوری بھی دے دی جائے، تب آپ کا یہ قدیم خادم سکونِ قلب اور اطمینان خاطر کے ساتھ بارگاہِ والا میں پہنچکر زمیں بوسی کی سعادت حاصل کرسکے گا تاکہ خدمت والا میں پہنچکر عذر تقصیرات بجالاسکوں، اگر میری یہ درخواست منظور کرلی جائے تو انتہائی مرید نوازی ہوگی۔

(۷ / ۱۲۲)

(یہ فاضل خاں کے لائے ہوئے آخری خط کا جواب ہے)

حضور کا عالیشان فرمان صادر ہوا، مطالعہ سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا، آپ کی تمام مرشدانہ نصیحتوں کو جو اس فرمان میں مندرج تھیں از روئے ادب میں نے قبول کرلیا اور اس سعادت عظمیٰ پر آپ کی حضوری حاصل کرنے سے پہلے ہی، غائبانہ طور پر سجداتِ شکر ادا کئے۔

جنابِ والا میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور اس دنیا کے اسرار سے جب سے قدرے آگاہ ہوا ہوں۔ میں ہمیشہ حقیقت کار کے دریافت کرنے کے درپے رہا ہوں اور اس عمر کی منزلوں سے گذرنے میں ہمیشہ میں نے بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، ہر معاملہ کو اچھی طرح پرکھا ہے اور ہر رُخ سے اس کا جائزہ لیا ہے میں نے دنیا کے بیجا توہمات پر کبھی بھروسہ نہیں کیا اور دنیا کی طاقت کے نشہ سے میرے قدم کبھی نہیں بہکے ہیں اور خودسری کے ہاتھوں کبھی بھی نافرمانی اور عصیاں کا خیال میرے دل میں پیدا نہیں ہوا ہے، میرے قدم ہمیشہ راہ راست پر پڑے ہیں اور میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو صحیح العقیدہ مرید سمجھا ہے۔

آپ نے جو گردشِ لیل و نہار اور وضع زمانہ کی شکایت کی ہے تو حضور والا اس مقام پر کچھ کہنے کی

گنجائش نہیں ہے لیکن بعد ادائے ادب کے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ (جو حاکم علی الاطلاق ہے) کے ہر حکم میں ایسی بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں جن کا کھوج انسانی عقل نہیں لگا سکتی۔ ایسی صورت میں حقیقت شناس شخص پر لازم ہے کہ جو کچھ پیش آئے اس کو بہت سے فوائد اور بیشمار مصالح پر مبنی سمجھے اور تقدیر الٰہی پر اعتراض کرنے اور ہر معاملہ میں بہت سی مصلحتوں کو پنہاں سمجھے اور تسلیم و رضا کے راستے سے ہٹ کر کبھی چون وچرا نہ کرے۔

اس قسم کی تمہید سے غرض اپنے حال کی تشریح تھی، آپ نے اس قسم کے افعال (نافرمانی) کے انجام کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے تو ارباب باطن کی نگاہ میں کثر صورتوں میں اس کے خلاف بھی ظہور میں آیا ہے۔ اگر جناب والا اصل معاملہ پر غور فرمائیں تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ میری حرکات وسکنات خدا تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہیں، ہر شے کا سکون و آرام اسی کی ذات سے وابستہ ہے۔

یہ بات غور طلب ہے کہ کیا میں اس قدر آشفتہ مزاج اور بدعقل ہو گیا ہوں کہ اس عقیدت و اخلاص کے ساتھ جو آپ کی ذات والا سے مجھکو ہے، میں اپنی سعادت مندی کے شیرازہ کو درہم وبرہم کرکے اپنے قبلۂ کونین کے خلاف کوئی بات اپنی زبان سے نکالوں گا اور اپنا قدم اپنے مرشد کی اطاعت کے دائرے سے باہر رکھوں گا اور کوئی ایسی حرکت کروں گا جو خاطر اقدس کی گرانی کا باعث اور آپ کی مرضی کے خلاف ہو اور میں کسی ایسی بات کو روا رکھوں، تسلیم و رضا کے سررشتہ کو توڑ ڈالوں اور تعظیم و تکریم کے حدود کو نظر انداز کردوں!! (خدا ایسا نہ کرے)۔

جس طرح میرے ولی نعمت نے اپنی عاطفت اور مہربانی میں کبھی کمی نہیں فرمائی اسی طرح اس خدمت گذار نے بھی سوائے خلوص، جاں سپاری اور عقیدت کے کبھی کسی دوسری بات کو اپنا نصب العین نہیں بنایا۔ اس حساب سے آپ کی یہ نوازشیں جو مجھ پر ہمیشہ کی جاتی رہی ہیں (اور ان میں کبھی کوئی بدگمانی یا کمی نہیں کی گئی) مجھ پر احسان نہیں ہیں بلکہ برادر کلاں کی بے مہری کے باوجود محض آپ کی رضا جوئی کی برکت اور آنحضرت کی خدمت پرستی کا نتیجہ ہیں اور یہ بلند پایہ مرتبہ مجھکو محض استحقاق اور شائستگی کی بنا پر حاصل ہوا ہے اور میں اپنے بخت کی یاوری سے کامرانی و کامیابی کی اس منزل پر پہنچا ہوں، میں نے اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس میں حصہ دار بنایا ہے بہرحال یہاں شکر کا موقع ہے، معذرت کا محل نہیں ہے۔ "بجز اس کے کہ آپکا لطف ہی کچھ آگے بڑھے"!!

میرا ارادہ یہ تھا کہ آپ کے گرامی نامے کو (جس پر میری ہزاروں جانیں قربان ہوں تو بجا ہے) بکمال عقیدت و ارادت حرز جاں بنا کر آپ کی خدمت والا میں بہ عجلت تمام روانہ ہو جاؤں لیکن چونکہ بعض امور کے سرزد ہوجانے کے باعث ایک گونہ حجاب درمیان میں پیدا ہو گیا ہے اور میں آپ کے غصہ کے باعث مختلف اوہام میں گرفتار ہوں (مختلف وہم مجھے گھیرے ہوئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ آپ مجھے گرفتار کرلیں گے یا اور کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہو گی) اس لئے میں اس ارادے سے باز رہا (خدمت گرامی میں حاضر نہ ہو سکا)۔

اگر آپ اپنی بے گراں عنایات کے پیش نظر قلعے کے تمام دروازے اور آنے جانے کے سارے راستے میری سپاہ کے قبضے میں دیدیں تو میں اس واہمہ سے مطمئن اور آسودہ خاطر ہو جاؤں گا اور پھر اپنی تقصیرات کی تلافی کے لئے خدمت اقدس میں پہنچ کر خاطر والا کی رضا جوئی کے لئے ایسی باتوں سے باز رہوں گا جو آپ کی ناگواری اور ناراضگی کا باعث ہو سکتی ہیں۔

(۵/۱۲۳)

اپنا کیا اپنے سامنے آتا ہے زیادہ[1] حد ادب۔

تلافیٔ مافات

(۱/۱۲۴)

وظائف عقیدت کی ادائیگی کے بعد خدمت والا میں گذارش ہے کہ حضور کا فرمان جو ۲۰ صفر کو کسی غیر معروف خط میں میرے عریضہ کے جواب میں صادر ہوا تھا، وصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔

جناب والا کی رائے انور سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ میں توفیق الٰہی سے دنیا کی بے ثباتی کو جیسی کہ وہ ہے خوب جانتا ہوں، میں تو ابھی اَطِیعُوا اللہ (اللہ کی اطاعت کرو) کے سلسلے ہی میں اس قدر قصور وار ہوں (اطیعوا اللہ کی منزل ہی کو اچھی طرح طے نہیں کر سکا ہوں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مجھے بہت شرمندگی ہے (یعنی اطاعتِ رسول کی منزل پر ابھی قدم نہیں رکھ سکا ہوں) پس میں تیسرے مرتبے یعنی اُولی الامر کی اطاعت کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہوں لیکن دنیا والوں کی نسبت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اَوامر و نواہی کی اطاعت اور شریعت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی میں حتی الوسع کوشش کی ہے، جب تک جہاں بانی کی عنانِ اختیار اعلیحضرت کے قبضۂ اقتدار میں ہی اس وقت تک محض اللہ تعالیٰ کے فرمان کا پاس کرتے ہوئے، آپ کے حکم کے بغیر میں نے کسی کام اور کسی مقصد کی تکمیل کے لئے قدم نہیں اٹھایا، اور نہ کبھی اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے، عالم الغیب والشہادۃ (اللہ) میرے اس قول پر گواہ ہے۔

---

[1] سبحان اللہ اس حد ادب کا کیا کہنا: شاہجہاں نے آخری خط میں اورنگ زیب کو لکھا تھا کہ قطع نظر تعلقات پدری و فرزندگی کے تم پر اس آیۂ کریمہ کے بموجب اَطِیعُوا اللہ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو تم میں سے تمہارے اوپر حاکم ہے اس کی اطاعت کرو) میری اطاعت کرو میں تمہارا حاکم ہوں یہ تم پر فرض ہے، سعادت مند اور جاں نثار فرزند نے اس کا جواب دیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے۔

چونکہ یہ بات تحقیق ہو چکی ہے کہ دارا شکوہ نے اعلیٰحضرت کی بیماری کے زمانے میں جناب والا پر اور تمام مملکت پر اپنا پورا قبضہ جما لیا تھا اور وہ کافروں اور ہندوؤں کی مشرکانہ رسموں کے جاری کرنے اور دین سول کی بنیاد ڈھانے پر کمر بستہ ہو گیا تھا اور الحاد کا غبار تمام ملک پر اس کے ہاتھوں چھا گیا تھا، ایسی صورت میں مہمات ملکی کا تمام انتظام درہم برہم ہو گیا تھا، شاہی ملازمین میں سے کسی کی یہ قدرت نہیں تھی کہ وہ صورتحال آپ کی خدمت میں پیش کر سکے، خود دارا شکوہ نے بغیر کسی استحقاق کے اپنے آپ کو فرمانروائی کا حقدار اور اہل سمجھ کر اپنے مربی اور ولی نعمت (یعنی آپ) کو بادشاہی سے معزول و معطل کر دیا تھا چنانچہ یہی بات آپ نے بہت سے گزشتہ اور سابقہ فرامین و خطوط میں تحریر فرمائی ہے، اس لحاظ سے اس نیاز مند نے محض اس خیال سے کہ کہیں اس بدحالی کے تدارک میں سستی برتنا (جو ہزاروں خرابیوں کا باعث ہو سکتی ہے اور بندگانِ خدا کی پریشانی کا موجب) کہیں میرے اُخروی مواخذہ اور گرفت کا باعث نہ بن جائے (اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا مواخذہ نہ فرمائے) پس اُخروی ثواب کے حصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے برہان پور سے اکبرآباد کو روانہ ہو گیا، اُس وقت دین اسلام کے اس دشمن (دارا شکوہ جس کی دشمنی گناہ کا باعث نہیں ہے) اور جناب والا کے درمیان دوسرا کوئی اور موجود نہیں ہے

علاوہ ازیں یہ فتح و نصرت اعانت الٰہی کے بغیر جو اسکی اطاعت کا نتیجہ ہے حاصل ہی نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت میں اگر میرا ارادہ درست اور نیت صحیح نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ میرے اس عمل سے راضی نہیں تھا تو پھر بارگاہ الٰہی کے اس نیاز مند کو یہ طرح طرح کی تائیدات غیبی کس طرح اور کیوں حاصل ہوئیں (اس سے یہ منطقی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا وہ منشائے الٰہی کے عین مطابق تھا اور اس کا ثبوت جنگ میں میری کامیابی ہے جو تائید الٰہی کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی تھی)۔

اگر خدا نخواستہ آپ کی حمایت کی شہ پر اس بدکیش (دارا شکوہ) کا ارادہ پورا ہو جاتا (مجھے شکست ہو جاتی) تو تمام ملک کفر و ظلم کی ظلمت سے تیرہ و تار ہوتا اور شریعت کا کاروبار بالکل ٹھپ ہو جاتا۔ اس صورت میں قیامت کے دن اس کی جوابدہی سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی دشوار ہو جاتا، پس اس صورت میں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوا اس پر شکر کرنا چاہیئے نہ کہ شکایت۔

آپ کی تربیت کے حقوق اس نیاز مند کے ذمے اس قدر ہیں کہ اس کی شکر گذاری نہیں کی جا سکتی۔ یہ ناممکن ہے کہ میں نے آپ کے وہ تمام احسانات فراموش کر دیئے ہیں اور اس چند روزہ زندگی کے لئے اپنے ولی نعمت کی کدورت خاطر اور خفگی کو میں نے روا رکھا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ سوائے اس کے کہ جو کچھ مشیت الٰہی سے ملکی مصلحت کے لئے وقوع پذیر ہوا ہے، مجھ سے اور کونسی برائی اور گستاخی آپ کی شان میں سرزد ہوئی ہے؟

شاہ شجاع کی بغاوت کا معاملہ کوئی ایسی بات نہیں جو ڈھکی چھپی ہو یا اس کو آپ کے دارالخلافت تشریف نہ لانے کا باعث قرار دیا جا سکے۔ جب اُن کی فوجیں جنگ کے ارادے سے پٹنہ سے روانہ ہو کر بنارس میں داخل ہو گئیں تب اس نیاز مند نے اپنے خانہ زاد (شاہزادہ محمد سلطان) کو لکھا کہ تم اس طرف فوراً روانہ ہو جاؤ اور تمہارے پیچھے پیچھے میں بھی شاہجہان آباد سے روانہ ہو رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب اس طرف سے میں مطمئن ہو جاؤں گا تو اس وقت جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں' اپنی سعادت جانتے ہوئے آپ کے سفر کی ضروریات کا پورا بندوبست کر دوں گا۔

میں نے اپنے امرا اور منصبداروں کے مناصب میں جو اضافے کئے ہیں وہ ایسے وقت میں کئے ہیں جب کہ ہر طرف سے فتنہ و فساد کا غبار اُٹھ رہا تھا۔ اگر میں ایسا عمل نہیں کرتا تو یہ روپے کے بندے میرا ساتھ کس طرح دیتے اور ان لوگوں کے بغیر میں کس طرح اس معاملہ سے نپٹتا۔ وہ خطابات جو ہنگامی طور پر (اس وقت) دیئے گئے ہیں ان کا اگر ان خطابات سے موازنہ کیا جائے جو اس سے قبل داراشکوہ نے یا آپ نے منصبداروں کو دیئے ہیں تو بہت جلد ظاہر ہو جائیگا کہ کون سا گروہ اِن خطابات کا زیادہ اہل تھا۔

بادشاہزادہ کلاں کے فاسد خیالات کے بارے میں جو کچھ بیگم صاحب جیو (جہاں آرا) نے ظاہر کیا ہے وہ تو پہلا شوشہ ہے' جب اس کے بعد ان کا خبث باطن اور باطل اعتقادات تفصیل کے ساتھ آپ کے سننے میں آئیں گے تو اس وقت آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ کس قماش کا آدمی ہے اور اس کا دفع کرنا کتنا عظیم عطیۂ الٰہی ہے۔

آنجناب کو اللہ تعالیٰ عافیت اور صحت مزاج کے ساتھ قائم رکھے۔

(۲)
۱۲۵

مراسم عقیدت کی ادائیگی کے بعد عرض اقدس میں گذارش ہے کہ جناب والا کا عتاب آمیز فرمان جو ۹ ماہ حال کو صادر ہوا تھا، موصول ہوا۔ آپ نے میری بداعمالیوں کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے مطلع ہوا۔

آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ میں نے کبھی حسنِ عمل کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کیا ہے اور اب بھی ان کا اقرار کرتا ہوں۔ جب سے میں سن تمیز کو پہنچا ہوں اس وقت سے ہمیشہ آپ کی رضاجوئی کی ہے اور کبھی ایک دقیقہ بھی میں نے فروگذاشت نہیں کیا ہے باوجودیکہ بادشاہزادہ کلاں (داراشکوہ کہ ظاہری خوشامد' چرب زبانی اور ہنسوڑپن کے سوا کچھ نہیں آتا) آپ کی خدمت میں ہمیشہ منافقت کرتے رہے' ان کے دل نے ان کی زبان کا کبھی ساتھ نہیں دیا اور اپنے برے کردار کے باعث ان کو ہمیشہ شرمندگی اٹھانا پڑی، چنانچہ آپکے سابقہ فرامین اس کے شاہد ہیں' میں نے تو محض اس امید پر کہ شاید میری صدق ارادت اور حسن بندگی کا کوئی نتیجہ برآمد ہو کبھی بھی اطاعت فرمانبرداری کے راستے سے انحراف نہیں کیا میں تو صرف اتنی سی بات پر کہ ...

کہ شاید میرے صدقِ ارادت اور حسنِ بندگی کا کوئی نتیجہ برآمد ہو کبھی بھی اطاعت[1] فرمانبرداری کے راستے سے انحراف نہیں کیا میں تو صرف اتنی سی بات پر کہ اعلحضرت مجھے "رضا جو اور رضا طلب" کہکر یاد فرما لیتے ہیں خوش تھا چونکہ اس وقت تک میرے حسنِ اعتقاد اور میری بردباری پر ان بے وجہ زیادتیوں کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا (میں اب تک یہ زیادتیاں برداشت کر رہا ہوں اور حسنِ اعتقاد پر قائم ہوں) اور حق و باطل میں امتیاز پیدا نہیں ہو سکا، میرا حسنِ عقیدت پنہاں رہا اور برادرِ کلاں کی بدخوئی ظاہر نہیں ہوئی، آپ کی محفل میں منافقوں کی چلتی رہی جس کے باعث موافق و منافق، راست و ناراست میں کوئی امتیاز نہیں کیا گیا اور آپ کا یہ نیازمند ان اسباب کی بنا پر قابلِ اعتماد اور لائقِ التفات نہ بن سکا۔

اب جب کہ مجھ سے (بقول آپکے) طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں سرزد ہوئی ہیں ظاہر ہے کہ اعلحضرت اب مجھ گنہگار سے (اپنے خیال کے مطابق) نیکی کی کیا توقع رکھیں گے اور میرے قول و فعل پر اب کس طرح اعتماد فرمائیں گے۔

پیر دستگیر! آپ نے جو کچھ میرے بیٹوں کے بارے میں لکھا ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اس دنیائے فانی میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت و تقدیر کے بغیر ظہور میں نہیں آتی اور جس قسم کے خطرات (مستقبل کے بارے میں) آپ نے تحریر فرمائے ہیں ہمارے بزرگوں کو بھی پیش آئے ہیں مجھ جیسے حقیر کی کیا قدرت کہ میں حکمِ الٰہی سے سرگردانی کرسکوں (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جیسا حکم چاہتا ہے صادر فرماتا ہے) ہر شخص اپنی نیت کے اعتبار سے خدا سے پاتا ہے جو کچھ پاتا ہے، چونکہ میری نیت بخیر ہے لہٰذا مجھے امید ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں میری اولاد میرے ساتھ بدی سے پیش نہیں آئے گی۔ ہمشیرہ صاحبہ کے بارے میں جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے وہ محض تہمت اور بہتان ہے، اس لئے کہ جب یہ نیازمند اکبرآباد پہنچا ...... دشواریوں سے دوچار ہوا اور سخت مشکلات سے گذرنا پڑا تو جناب ہمشیرہ صاحبہ اس وقت کہاں تھیں (اس وقت انھوں نے میری خبر کیوں نہیں لی) اب ان چند روز میں جب میری ان کی ملاقات ہوئی تو خدا نہ کرے کہ کوئی ناشائستہ بات میری زبان سے ادا ہوئی ہو۔

ہم گنہگاروں اور مجرموں نے کبھی بھی خوش اخلاقی اور بلند کرداری کی ڈینگیں نہیں ماری ہیں اور کبھی ہم نے خود کو ایسا ظاہر نہیں کیا کہ ہم حسنِ ظاہری و باطنی سے آراستہ ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ایسی ڈینگیں مارنے

---

[1] شاہجہاں نے اورنگزیب کو لکھا تھا کہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ سلوک وار کھا ہے تم بھی اپنے بیٹوں سے اسی کی توقع رکھو وہ بھی تمھارے ساتھ ایسی ہی گستاخیاں کرینگے۔ [2] شائستہ خاں کے بارے میں شاہجہاں نے اورنگ زیب سے یہ شکایت کی تھی کہ جہاں آرا کے حضور میں انھوں نے گستاخانہ باتیں بکی تھیں اور اورنگ زیب نے اس کمینی حرکت پر خوش ہو کر انکے منصب میں اضافہ کر دیا ہے۔

والوں کی قلعی آپ کے سامنے کھل چکی ہے، ہر شخص کی اچھائی اور برائی عالم الغیب پر ظاہر ہے اور بندوں کے دلوں کی باتوں کو وہی بہتر جانتا ہے۔

شائستہ خاں کی کیا مجال کہ وہ اس قسم کی لغویات ان کو تحریر کر سکیں چونکہ ان تمام خانہ زادوں (شاہی ملازمین) کو جن کے آبا و اجداد نے اس سرکار کی شائستہ خدمات انجام دی ہیں اور ان کی جاں نثاری ثابت ہے (آپ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارے امرا میں شائستہ خاں کا جواب نہیں) ان کے عہدوں اور منصب میں اضافہ کیا گیا ہے اور رعایت برتی گئی ہے، پس جس طرح اوروں کے ساتھ یہ رعایت برتی گئی اسی طرح ان کے ساتھ رعایت کی گئی (اور کوئی دوسری وجہ ان کے منصب میں اضافے یا خطاب عطا کرنے کی نہیں ہے) اس اعتبار سے یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے کچھ نامناسب باتیں ہمشیرہ کلاں کے بارے میں لکھی ہونگی اور اس کے صلہ میں ان کو انعام سے نوازا گیا ہوگا، پس ان کے بارے میں اوّل سے آخر تک جو کچھ باتیں کہی گئی ہیں وہ سب کی سب من گڑھت ہیں اور قطعی خلاف واقعہ ہیں۔

میں اکبر آباد پہنچنے سے پہلے اکثر و بیشتر تمام عریضے اپنے ہی قلم سے تحریر کرتا تھا لیکن جب بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی نگاہ امتیاز میں میرے یہ عریضے اور دوسروں کے خطوط جو ان کے اپنے خط میں نہیں ہوتے، بلکہ ان کی بنیاد مکر و فریب پر ہوتی ہے، ایک ہی سے سمجھے جاتے ہیں صدق و کذب میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا علاوہ ازیں میری مصروفیتیں بھی کچھ بڑھ گئی ہیں اس لئے مجبوراً اس قدیم طریقے سے انحراف کیا گیا اور دوسروں کے قلم سے تحریر کردہ خطوط آپ کی خدمت میں رسال کیے گئے۔

میں نے اپنے عریضہ میں جو جملہ "خطا معروف" لکھا ہے وہ بیان واقعی ہے، کسی رادے یا کسی شکایت کے لئے نہیں ہے، دوسرے یہ کہ آپ جو اپنے قلم سے اپنے خط کے سرنامہ پر بسم اللہ تحریر فرما دیتے ہیں، میرے شرف اور حصول سعادت کے لئے وہی بہت کافی ہے (میری یہ خواہش نہیں ہے کہ پورا خط آپ اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمائیں)۔۔۔۔ آپ کا سایۂ بلند پایہ ہمیشہ قائم رکھے۔

(۳/۱۲۶)

وظائفِ عقیدت بجالانے کے بعد خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ فرمان والا جو اس نیازمند کے عریضہ کے جواب میں صادر ہوا موصول ہوا، خطاؤں اور تقصیروں کی معافی کی خوشخبری سے دل باغ باغ ہوگیا اور اپنے خطا بخش مرشد کے لطف عام کی امید اور زیادہ بڑھ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اعلیٰحضرت نے ازروئے انصاف و قدردانی، معافی کو انتقام پر ترجیح دے کر اس سراپا عصیاں کو اندوہ ملال سے نجات بخشی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید واثق ہے کہ اب آئندہ بغیر کسی وجہ اور سبب کے کوئی

نامناسب بات اور غیر مناسب پابندی ظہور میں نہیں آئے گی ۔

عالم الغیب کہ جسے جھوٹی بات پر گواہ بنانا اہل اسلام کے نزدیک کفر ہے اور دوسرے تمام مذاہب میں بھی اس کو ناموزوں اور مذموم سمجھا گیا ہے، میری اس بات پر گواہ ہے کہ میں ہرگز کسی ایسی بات کے تجویز کرنے پر راضی نہیں ہوا جو آپ کی مرضی کے خلاف ہو، میں خود کو ہمیشہ حضور کا نائب اور قائم مقام سمجھ کر ہی یہ خدمات انجام دیتا رہا ہوں لیکن مملکت کے معاملات اور رعیت کے حالات ان دنوں ایسے ہیں کہ اس نیابت کے اظہار کا امکان نہیں (نیابت کے اعلان کے ساتھ ملی انتظام دشوار ہے) اس لئے مجبوراً ملک و ملت کے مصالح کی بنا پر چند روز کے لئے اس قسم کا سلوک (جس کا مجھے کبھی خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا. اور جس کے باعث میں سخت شرمندہ ہوں) میں نے روا رکھا اور ایسا کرنا میرے لئے بہت ہی ضروری تھا۔ جب ملک میں ہر طرف امن و امان ہوجائے گا اور فتنہ و فساد کا غبار دب جائے گا، اس وقت آپ کی تمام پسندیدہ چیزیں آپ کو فراہم کردی جائیں گی اور فراہم ہوتی رہیں گی۔

ذرا غور فرمایئے کہ یہ نیازمند جس نے اپنی تمام عمر اعلیٰحضرت کی رضامندی اور رضاجوئی میں صرف کی ہو کس طرح دنیا کی لغویات و مزخرفات کے لئے اس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ اعلیٰحضرت کے اوقات (کہ فرزندان کا جان و مال اور ان کے اہل و عیال آپ کی خوشنودیٔ مزاج پر قربان) پریشانی کے ساتھ بسر ہوں اور شاہی محل کے ملازمین آپ کی خدمت نہ کرسکیں[۲]۔

بادشاہزادہ محمد شجاع نے چونکہ آرام و عافیت کی قدر نہیں جانی اس لئے اب وہ جنگ کے ارادے سے پٹنہ سے روانہ ہوکر الٰہ آباد پہنچ چکے ہیں اور فتنہ و فساد برپا کر رہے ہیں مجبوراً مجھے بھی (کہ بہت کچھ زحمتیں اٹھا کر داراشکوہ کی طرف سے مطمئن ہوا تھا اور ابھی فارغ ہوکر میں نے دم بھی نہیں لیا تھا) فتح و نصرت عطا کرنے والے معبود کی تائید پر بھروسہ کرکے ۷ ارماہ حال کو دارالخلافۃ شاہجہاں آباد سے الٰہ آباد کی طرف روانہ ہونا پڑا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت سے اور اپنے پیر دستگیر کی باطنی توجہ سے امیدوار ہوں کہ جلد ہی شاہ شجاع کے معاملے سے فارغ ہوجاؤں گا، اس معاملہ سے نپٹنے کے بعد قطعی طور پر کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کروں گا جو آپ کی مرضی کے خلاف ہو، اس وقت دین و دولت کے تمام کام صحیح طریقے پر انجام پذیر ہونا شروع ہوجائیں گے۔

---

[۱] نظر بند کردینے اور ان پابندیوں کے عائد کردینے کی طرف اشارہ ہے جن کے باعث شاہجہاں کو حسب منشاء پانی، غذا، لباس اور خدمت گار نہیں مل سکتے تھے، آگے چل کر اورنگ زیب نے خود ہی ان قیود کی صراحت کردی ہے۔

[۲] محل شاہی کے تمام ملازمین کو شاہجہاں کی خدمت سے ہٹالیا گیا تھا، اسی تفصیل آپ کو شاہجہاں کے خطوط اورنگ زیب کے نام میں ملے گی

اللہ عزّ وجل اپنی مخلوق کو کسی ایسے شخص ہی کے سپرد فرماتا ہے جو اس کے بند وبست سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکے، وہ رعایا کی مہمات کی باگ ڈور ایسے ہی ہاتھوں میں دیتا ہے جو اس کا اہل ہو اس لئے کہ بھیڑیا گلہ بانی کے فرائض انجام نہیں دے سکتا اور ہر کم ظرف اس مشکل بار کا متحمل نہیں ہو سکتا، سلطنت، ملک داری اور پاسبانی ہے راحت اور تن آسانی کا نام نہیں ہے۔

شاہزادہ کلاں کے جواہر جو عنایت فرمائے گئے ہیں اس کے لئے تسلیمات بجالاتا ہوں، اس مرحمت تازہ نے مجھے سربلندی بخشی۔

(۴/۱۲۷)

مراسم اخلاص وعقیدت بجالانے کے بعد خدمت گرامی میں معروض ہے کہ خط مبارک جو ایک عرصۂ دراز کے بعد جناب الانے خط خاص سے تحریر فرمایا ہے، مندوَن کے علاقہ میں موصول ہوا۔ اس کے مطالعہ سے سرفراز و سربلند ہوا۔ کوائف مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ آپ نے خطوط کی روک تھام کے بارے میں دریافت فرمایا ہے، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اس نیازمند نے ابتدائے حال وران باتوں کے شروع ہی میں (جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظہور پذیر ہوئیں) یہ سمجھ رکھا تھا کہ اعلحضرت چونکہ بہت ہی ذی فہم اور ہوشمند ہیں اوران کی زندگی کا بیشتر حصّہ زمانے کے انقلابات دیکھنے میں گذرا ہے آپ اس قسم کی باتوں کے ظہور کو قضا وقدر کا کرشمہ سمجھیں گے اور میری بربادی اور دوسروں کی آبادانی میں (کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ نہیں ہے) کوشش نہیں فرمائیں گے، میں نے آپ کے ساتھ اپنا رویہ پسندیدہ رکھا تھا اور میں چاہتا تھا کہ شورش کے فرو ہو جانے کے بعد آپ کی رضا جوئی کے لئے کمربستہ ہو جاؤں اور اس کے ذریعے سعادت دارین حاصل کروں ہر چند کہ اس عرصے میں میرے سننے میں یہ بات آتی رہی کہ فتنہ وفساد کا اس طرح ظہور میں آنا اور مخلوق کی یہ تمام پریشانی اور اس کے تمام اسباب وسروسامان جناب الاہی کی تحریک کا نتیجہ ہیں (آپ ہی نے بھائیوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے) اور میرے بھائی محض آپ ہی کے ارشاد پر ادِھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال رکھا ہے، لیکن میں نے ان باتوں پر کان نہیں دھرے اور شاہراہ عقیدت سے انحراف نہیں کیا۔

لیکن جب اعلحضرت کی بے توجہی کی خبریں متواتر پہنچتی رہیں چنانچہ مثال میں اسی خط کو لے لیجئے جو ہندی زبان میں شاہ شجاع کو آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ اور جس کے نتیجہ میں اس کا گھربار برباد ہوا اور اقتدار ہاتھ سے گیا، یہ خط دیکھکر مجھے یقین ہو گیا کہ اعلحضرت مجھے پسند نہیں فرماتے اور باوجود اس کے کہ معاملہ (اقتدار) ہاتھ

لہ اگر اورنگ زیب شاہراہِ عقیدت سے خدانخواستہ انحراف کرتے تو شاہجہاں کا خدا جانے کیا حشر ہوتا، یہ جس خط کا جواب ہے وہ شاہجہاں نے قلعہ سے نظربندی کی حالت میں لکھا ہے۔

سے نکل چکا ہے پھر بھی آپ اس کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں تاکہ کوئی دوسرا قوت پکڑلے اور میری کوششیں (جو دینِ اسلام کی ترویج اور ملک کے سدھار کے سلسلے میں جاری ہیں) ضائع اور برباد ہو جائیں اور آپ کسی طرح بھی اپنی اس آرزو سے باز نہیں آتے بلکہ اس بات پر مُصر ہیں کہ میری بجائے آپ کے کسی دوسرے فرزند کو اقتدار حاصل ہو۔ ایسی صورت میں مجھے بھی مجبوراً حزم و احتیاط سے کام لینا پڑا۔ میں اس قسم کے امور کے ظاہر ہونے سے بہت فکرمند تھا جن کا تدارک تقریباً ناممکن سا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا نہیں کرسکا، میرے اس قول کی صداقت پر خداوند عالم گواہ ہے۔

مجھ نیازمند کو تو اسی وقت اطمینان ہوسکتا ہے جبکہ وہ دونوں فتنہ پرداز (دارا شکوہ اور شاہ شجاع) جنھوں نے دوبارہ بے غیرتی کو گوارا کرلیا اور مقابلے سے بھاگ گئے ہیں، یا تو ممالک محروسہ سے نکل جائیں یا تائید الٰہی سے گرفتار ہوکر اپنے بھائی (مراد بخش) کے ساتھ بیٹھیں (مراد بخش کی طرح وہ بھی گرفتار ہوجائیں) اور قیدی کی حیثیت سے اس کے پاس بیٹھے ہوں۔

انشاء اللہ تعالیٰ جب ان دشمنوں کا معاملہ ٹھیک ہوجائے گا اور مذکورہ بالا دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پیدا ہوجائے گی تو پھر یہ تمام بیکار بندشیں (جو آپ کے معاملہ میں روا رکھی ہیں) کیوں باقی رہیں گی۔ لیکن اس وقت میں ان پابندیوں کے اٹھانے پر تیار نہیں ہوں جو آپ پر عائد کردی گئی ہیں، کہ بہت سی نامناسب باتوں کے مشاہدے کے بعد بھی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے کا نتیجہ ندامت اور پشیمانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

اعلحضرت کا آبدار خانہ، غسلخانے میں موجود ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے جب کہ آپ ہمیشہ محل کے اندر تشریف رکھتے ہیں، یہ ایک بیکار سی بات ہوگی۔ آپ کے خاص شاہی لباس کے کارخانہ کا بند کردیا جانا خواجہ معمور (داروغہ ملبوس خانہ) کے قتل کیے جانے کی وجہ سے ضروری ہوگیا تھا۔ اب جب کہ دوسرا شخص اس خدمت پر مامور کردیا گیا ہے، جنابِ والا کی پوشاک حسبِ دستور بغیر رکاوٹ کے پہنچتی رہے گی۔

خدا کرے کہ مجھے اُخروی توفیقات نصیب ہوں۔

(۵/۱۲۸)

مراسم عقیدت کی ادائیگی کے بعد خدمت والا میں معروض ہے کہ جنابِ والا کا فرمان جو اوّل سے آخر تک قلم خاص سے تحریر ہوا تھا، اور جو میرے عریضہ کے جواب میں مرقوم ہوا تھا، موصول ہوا، دل کو مسرت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں۔

پیر دستگیر سلامت! قضا و قدر کے حکم سے مجبور بندہ (اورنگ زیب) جو محض حکم الٰہی سے ایک خطرناک بھنور میں پڑا ہے اور بہت سی ظاہری اور باطنی اذیتوں میں مبتلا ہے، آپ کے حضور میں جس قدر شرمندہ

ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں، میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی التماس کرتا ہوں کہ مجھے آپ کی رضاجوئی کی توفیق عطا فرمائے اور اتنا موقع دے کہ تلافی مافات کرسکوں اور اپنی لغزشوں کی عذر خواہی کرکے آپ کی ایسی خدمت بجا لاؤں جو قبلہ و کعبہ کی خوشنودی کا موجب ہو سکے۔ مجھے آپ کی ذرّہ پروری اور بندہ نوازی سے یہ اُمید ہے کہ آپ اسی طرح اس گنہگار کو دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیں گے۔

بعض پابندیوں کا آپ پر عائد کیا جانا (جیسا کہ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں) بالکل غیر ارادی ہے اور مجھے اُن سے آپ کے حضور میں بڑی شرمندگی ہے، آپ کو جس وقت بھی ضرورت ہو چٹھی نویس خواجہ سرا کو حکم دیا جائے وہ خدمت میں حاضر ہو جائے گا[1]۔

(۱۳۰)

مراسم اخلاص و عقیدت کی ادائیگی کے بعد معروض ہے کہ دست خاص سے تحریر کیا ہوا گرامی نامہ معتمد خاں کے ذریعہ موصول ہوا، آپ نے جو امور نظم و نثر میں ادا فرمائے ہیں مجھ پر واضح ہوئے اور اس شرمسار بندے کو (جو اپنی برأت کے لئے اپنے عجز و قصور کا اعتراف آپ کے حضور میں کرچکا ہے اور جس نے مدت سے آپ کے حضور میں کوئی عریضہ بھی ارسال نہیں کیا ہے) اس بات پر مجبور کیا کہ میں ان تمام باتوں کا کھل کر ہی جواب دوں تاکہ جو کچھ حقیقت حال ہے وہ آپ پر ظاہر ہو جائے اور پھر آئندہ اس قسم کی باتوں کے تحریر کرنے کی (آپ کو) ضرورت نہ رہے۔

آپ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ میں نے کئی بار آپ سے گذارش کی کہ اگر اعلیٰحضرت شورش انگیز خطوط کی ترسیل کا سلسلہ (کہ اب ان سے کوئی فائدہ اور نتیجہ مرتب نہیں ہوگا) بند فرما دیں تو ملکی مصلحتوں کے لئے زیادہ اچھا ہوگا۔ لیکن اعلیٰحضرت نے بکمال عقل و دانش اس صلاح کار کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ بڑی وضاحت کے ساتھ یہ فرمایا کہ "تم ایسی فضول اُمید ہم سے مت رکھو" تو ایسی صورت میں میرے لئے یہ ضروری ہوا کہ میں خود ہی فتنہ و فساد کے ان دروازوں کو بند کردوں اور شورہ پشت اور فسادی خواجہ سراؤں کو جو شورش و فساد کا مؤثر ذریعہ تھے، اپنے حضور میں طلب کروں۔

وہ مبتذل اور مشہور رباعی[2] جو ابھی حال ہی میں اپنے گہر بار قلم سے تحریر فرمائی تھی حق ہے اور حسب حال ہے اس لئے کہ اگر آپ شہزادہ کلاں کو ابتدائے حال ہی میں (جس کی اہلیت، قابلیت اور خدا شناسی آپ پر ظاہر ہو چکی ہے) طرح طرح سے مدد فرما کر اعلیٰ مدارج پر نہ پہنچاتے اور محض اس کی خوشامد اور دلجوئی کی خاطر

---

[1] شاہجہاں خود خط نہیں لکھ سکتا تھا، اورنگ زیب کی طرف سے ایک چٹھی نویس مقرر تھا۔ اسی کی لکھی ہوئی تحریر قلعہ سے باہر جاسکتی تھی۔ [2] ملاحظہ کیجئے شاہجہاں کا خط ۱۴۳ صفحہ ۳۰۳ رقعات عالمگیر۔ آخری شعر اس رباعی کا یوں ہے۔

تو عجب اے پسر مسلمانی   زندہ را آب رسانی

دوسروں کی تذلیل گوارا نہ فرماتے (آپ کے اس طرزِ عمل سے یہ قاعدہ آپ کے فرزندوں میں جاری ہوگیا کہ وہ ایک دوسرے کی تذلیل کرتے رہیں) تو فتنہ و فساد کی آگ اس قدر نہ بھڑکتی اور یہ وحشت و پریشانی رونما نہ ہوتی ؎ اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش (ہائے! مجھ پہ جو بھی گزری وہ میرے کرتوت تھے)

سابقہ عریضہ کی عبارت میں خدا کی پناہ! اگر کوئی ناشائستہ اور بیجا کلمہ حضور والا کی نسبت میرے قلم سے نکلا ہو اور خدا نہ کرے کہ اس قسم کی نازیبا بات کا خیال بھی مجھے آیا ہو، ہاں میں نے بھائیوں کے بارے میں ضرور لکھا ہے، آپ نے اُس کو اپنے حضور میں کیسے بے ادبی سمجھ لیا، خود اعلیٰحضرت شاہزادہ خسرو پرویز (ابن جہانگیر) کو جو آپ کی خلافت کے زمانے سے پہلے ہی انتقال کر گئے اور ان کی ذات سے آپ کو کسی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچ سکتا تھا! آج تک کس قسم کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں پس اگر میں نے ان (بھائیوں) کو جن کی دشمنی حد سے بڑھ چکی ہے اور مجھ سے کئی مرتبہ وہ جنگ بھی کر چکے ہیں اور میرے ہاتھوں شکست کھا کر فرار بھی ہو چکے ہیں اور جن کی بد اطواریوں اور شرارتوں کے آثار ابھی تک باقی ہیں، بُرے الفاظ سے یاد کیا (جو ایک حقیقت ہے) اور ان کے لئے احترامی کلمات اختیار نہیں کئے تو ایسا کون سا قصور کیا پس جس طرح جسے خدا نے عزت دی ہے اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، اسی طرح جس کو خدا نے ذلیل بنا دیا ہے اس کو دنیا میں کوئی صاحبِ عزت (عزیز) نہیں بنا سکتا۔ حقیقت میں بزرگ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے (وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے) تائید حاصل ہوئی ہے اور اس کو اپنے ہم عصروں اور ہمسروں میں برتری عطا کی گئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کی عزت کے اسباب فراہم فرما کر اہل عالم میں اس کو عزیز و سربلند فرمایا ہو۔

میں نے اس سے قبل کئی بار خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میرا اکبر آباد کی طرف روانہ ہونا نہ تو بغاوت ہے اور نہ بادشاہ اسلام کے خلاف خروج ہے' عالم الغیب گواہ ہے کہ ایسے خلاف شرع فعل کا خیال میرے دل میں کبھی پیدا نہیں ہوا بلکہ جب اعلیٰحضرت کی بیماری کے زمانے میں آپ کے ہاتھ سے اختیارات لے لئے گئے اور شاہزادہ کلاں نے (جن میں مسلمانی کی کوئی بات بھی نہیں) پوری قوت پیدا کر لی اور پورا پورا اپنا تسلط ملک پر قائم کر لیا اور ظاہری جہاں بانی ان کو حاصل ہوگئی اور کفر و الحاد کے جھنڈے انھوں نے ملک میں ہر طرف بلند کر دیئے تو اس صورت میں ان کا دفع کرنا عقلاً و شرعاً اور عرفاً مجھ پر واجب ہوگیا تو ایسی صورت میں میں نے اپنے ذمے یہ لازم کر لیا کہ ان کو دفع کروں میں اس مقصد سے اُدھر روانہ ہوگیا۔ اور پہلی جنگ مجھے ان کافروں اور فسادیوں سے لڑنا پڑی جنھوں نے مسجدوں کو منہدم اور برباد کر دیا تھا اور ان کی جگہ بتخانے بنا دیئے تھے' اس کے بعد دوسری جنگ بد کردار ملحدوں سے ہوئی، چونکہ میری نیت بخیر تھی، میں معمولی فوج کے ساتھ ہی دونوں

معرکوں میں کامیاب اور فتحمند ہوا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

اس لحاظ سے کہ اعلیحضرت نے مجھے گنہگار قرار دے کر انتہائی تعصب سے دینی اور ملکی مصلحتوں کو نظر انداز کر دیا اور اس بات کی فکر میں رہے کہ فرعون منش داراشکوہ دوسری بار پھر کسی نہ کسی طرح برسر اقتدار آجائے اور پھر الحاد کو ہر طرف پھیلائے، ایسی صورت میں سستی کرنا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دینا، بندگان خدا اور ملک کی بربادی کا باعث ہوتا لہٰذا مجبوراً میں حصول ثواب کے لئے اس بار گراں کو برداشت کرنے پر راضی ہوگیا اور ملک کی دیکھ بھال اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین (اسلام) کی ترویج پر کمر ہمت کس لی ارباب بصیرت خواہ دور ہوں یا نزدیک اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ دنیا کی نیکنامی اور آخرت کی سعادت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "دوسروں کے مال پر قبضہ کرنا مسلمانی کے خلاف ہے"

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بادشاہوں کے اموال ملک و قوم کی بھلائی کے لئے ہیں، یہ کسی کی ملک اور میراث نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مال (خزانہ شاہی) کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو (ایسے ابتلا کے وقت) بندوں کی دینی اور دنیوی مہمات کے تکملہ کے لئے انتخاب فرمالیتا ہے اور ملکی امور کا حل و عقد اس کے اختیار اور اقتدار کے ہاتھ میں دے دیتا ہے تاکہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آئے اور مستحقین کے حقوق کی ادائیگی میں امانت و دیانت کو ہاتھ سے نہ دے اور خود کو ایک امین (نگہبان) سے زیادہ نہ سمجھے اور یہ جو اس دور کے علما محض آپ کے ملاحظہ اور تعلق سے اس معاملہ کی اصل حقیقت آپ کے حضور میں عرض نہ کر سکے تو محض اس وجہ سے آپ بیت المال کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

مختصر یہ کہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی بات بغیر مشیت الٰہی کے ظہور میں نہیں آسکتی اور اب یہ بات ہر ایک پر ظاہر بھی ہو چکی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس سانحہ کو جس کا ظہور مشیت الٰہی ہی سے یقیناً ہوا ہے اور کسی شخص کے اقتدار و اختیار کو قطعاً اس میں دخل نہیں ہے، مالک الملک کی مشیت کے حوالے کیوں نہ کیا جائے (حکومت کی یہ تبدیلی خدا کی مرضی ہی سے ہوئی ہے)۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ قضائے الٰہی کو ایک مجبور بندے سے منسوب کر دیا جائے اور اس کو معتوب گردانا جائے اور وہ دوسروں کی نظروں میں خطاکار ٹھہرے۔

اعلیحضرت نے جو عقل و دانش میں تمام لوگوں سے ممتاز ہیں ان امور کو اس نقطۂ نظر سے کیوں ملاحظہ نہیں فرمایا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دوسروں کو کیوں موثر سمجھ رہے ہیں اور قادر مطلق کے اس ارشاد پر کہ "اللہ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اور جو حکم چاہتا ہے دیتا ہے" جو اس کی قدرت کاملہ کی ایک کھلی دلیل ہے۔

راضی کیوں نہ ہوئے (قادرِ مطلق کی طرف سے اس کو کیوں نہیں جانا) اور گمان کی وادیٔ پُرخار سے (جو کہیں نہیں پہنچتی) عبور کیوں نہیں فرماتے تاکہ آپ کی کدورت اور کلفت، اطمینان خاطر اور آسودگی سے بدل جائے اور صبر و قرار کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹے! اور آپ کے بے بدل اور بے بہا پاکیزہ اوقات، بیکار خیالوں میں ضائع نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں طول کلام کی معذرت چاہتا ہوں۔

(۱۴۱)

مراسم عقیدت و اخلاص کے بعد خدمت گرامی میں عرض یہ ہے کہ اگرچہ اس سراپا تقصیر فقیر نے انتہائی شرمندگی اور پریشانی کے باعث ایک مدت سے آپ کو کوئی عریضہ نہیں لکھا ہے اور اظہار مطلب کی جرأت نہیں کی لیکن چونکہ ان دنوں آپ مسلسل اپنی عنایت سے آم کا مشروب بھیج کر مجھے سربلند فرما رہے ہیں اور مجھے از سرِ نو اپنی مہربانیوں کا امیدوار بنا دیا ہے لہٰذا تسلیمات بجا لاکر عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس خیال سے کہ اعلیٰحضرت آجکل گانا سننے کی طرف راغب نہیں ہیں اور کوئی ایسی عمدہ گانے والی بھی جس کے گانے سے آپ محظوظ ہو سکیں، آجکل یہاں موجود نہیں ہے میں نے لکھا تھا کہ خواجہ بہلول آپ کے حضور میں میرا یہ خیال پیش کردے کہ دارا شکوہ کی گائنیں آجکل محل میں بیکار پڑی ہیں وہ آپ کے حضور میں پہنچا دی جائیں۔ پتہ نہیں یہ بات آپ کو کیوں اتنی ناگوار گذری ہے۔ اگر ناگواری کا سبب ہے کہ یہ گائنیں باندیاں ہیں تو اس قسم کی اور عورتیں بھی اس گھر میں موجود ہیں پھر ان کی خدمت گذاری سے کونسا ہرج واقع ہو جاتا۔

آیۂ کریمہ مع ترجمے کے جو اس موقع پر آپ کے حکم کے بموجب خواجہ بہلول نے تحریر کی تھی۔ میرے مطالعہ سے گذری۔ آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس نیازمند نے کئی بار خدمت والا میں عرضداشت کی ہے اور اب پھر زبان پر آئی ہوئی بات تحریر کر رہا ہوں کہ اس خطرناک منصب (ہندوستان کی بادشاہی) کا قبول کرنا (جس کی خطرناک ذمہ داریاں ہوشمندوں سے پوشیدہ نہیں ہیں اور انسان کے پتّے کو پانی کر دیتی ہیں) اختیاری بات نہیں تھی اور یہ جو کچھ ہوا ہے میری خواہش سے نہیں ہوا ہے اس لئے کہ عقلِ سلیم رکھنے والا ہر شخص جس کے اندر ایمان ہے اور آخرت کے مواخذہ کا دل میں خوف رکھتا ہے، ایسے کام کے اختیار کرنے پر کیسے راضی ہو سکتا ہے جب کہ حکمران کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہو کہ حاکم کو اپنے اعضا اور قویٰ کے درمیان بھی عدل سے کام لینا ہوگا تب تو یہ اور بھی مشکل بات ہو گئی کہ تمام عالم کے زر و مال کا بار اپنی گردن پر ڈال لے اور قیامت کی جوابدہی کے لئے بھی تیار رہے، اس صورت میں تو اور بھی زیادہ اس بارِ عظیم کا اپنی گردن پر لینا مشکل اور دشوار ہے جب کہ موروثی مملکت کی مہمات درہم برہم ہوں اور مخلوق کے طبقات حادثوں سے پامال ہو رہے ہوں۔ اسلام کے احکام کا لوگوں میں کچھ پاس و احترام نہ ہو۔

میں نے تو محض غیر ارادی طور پر ایسے بارِ عظیم کی ذمہ داری سنبھال لی ہے اور جہانداری کے بعض قاعدوں کا جاری کرنا کہ ان کے بغیر مملکت کا کام ڈھنگ سے نہیں چل سکتا، ضروری سمجھا (بعض نئے قوانین جاری کر دیئے ہیں (آپ ان باتوں پر مجھے ملامت اور سرزنش کر رہے ہیں)

اس لحاظ سے کہ اس نیاز مند نے ایسے بارِ عظیم کو آپ کے کاندھوں سے اتار کر اپنے سر پر لے لیا ہے اور آپ کے دل کو حکومت کے اِن مخمصوں سے فارغ کر کے اپنی آزاد طبیعت کو ہزاروں جھمیلوں و مصیبتوں میں پھنسا لیا ہے تو اگر جناب والا انصاف فرمائیں تو شکایت کا موقع نہیں ہے اور آپ کو جو فراغ خاطر میسّر آیا ہے اس کو بُرا نہیں کہا جا سکتا۔ بفرضِ محال اگر کوئی دوسرا شخص ایسا ہوتا جو اس کام (حکمرانی) کو بہتر طریقے پر سنبھال لیتا تو میں اپنے آپ کو ہرگز اس مصیبت میں نہیں ڈالتا۔ طولِ کلام کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اُخروی ثواب کی ذخیرہ اندوزی کی توفیق عطا فرمائے۔

بنام برادرِ کلاں "شاہزادہ بلند اقبال" داراشکوہ المخاطب بہ "دادا بھائی جیو"

(۱/۱۳۲)

اَب بھی اور اس سے پہلے بھی تم خطا کار رہتے اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھے۔

لہ داراشکوہ جب گرفتار ہو کر دہلی آئے اور ان کو قید میں ڈال دیا گیا تو انھوں نے اورنگ زیب کو جو خط لکھا وہ داراشکوہ کے خطوط میں ۱/۱۲ نمبر پر درج ہے "عنوان ہے، بھائی صاحب من، بادشاہ من"۔ اس خط میں ایک مکان اور ایک کنیز طلب کی ہے، اورنگ زیب نے اسی خط کے حاشیہ پر یہ مختصر جواب تحریر کر دیا۔ یہ اصل خط برطانوی عجائب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔

بنام ہمشیرہ کلاں جہاں آرا بیگم المخاطب بہ بیگم صاحب جیو

(۱۳۴)

شک و شبہ سے بالاتر آپ کا یہ مخلص، مراسم نیازمندی ادا کرنے کے بعد عرض کرتا ہے کہ جناب کا عنایت نامہ موصول ہو کر میری مسرّتوں کا باعث ہوا، آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ٹھٹھہ کے سفر کو سیلاب کی زیادتی اور ہوا کی شدّت کے باعث موقوف رکھنے اور بھکر کی طرف کا قصد اعلحضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا، اِس کے جواب میں اعلحضرت نے فرمایا کہ بھکر کا سفر بھی ملتوی کیا جائے۔

صاحب مہربان سلامت! میرا ارادہ یہ تھا کہ چند روز محض سیر و شکار کے طور پر بھکر کی جانب چلا جاؤں وہاں کے کاموں کی دیکھ بھال بھی اس ضمن میں کروں گا، چونکہ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ ان اطراف میں غلّہ کا قحط حد سے زیادہ ہے، سیلاب کے باعث کشتی سے روانگی تو احتیاط سے بعید تھی اور خشکی کے راستے سے یہ خطرہ تھا کہ لشکر کے جانور ہوا کی گرمی (لُو) کی شدّت سے تلف ہو جائینگے، لہٰذا میں نے تو خود ہی اُدھر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اعلحضرت فرماتے ہیں کہ "جہاں تک اس کو یعنی (اورنگ زیب) کو دیا جا سکتا تھا دیا جا چکا ہے، وہ اس کی اگر نگہداشت نہ کر سکا تو ہم کیا کریں" عمدۃ الملک کو حکم دیا گیا ہے کہ اورنگ زیب کو ہم نے ابتدائے جلوس (شاہجہانی) سے اب تک جو انعامات مرحمت فرمائے ہیں ان کی تفصیل لکھکر ہمارے حضور میں پیش کریں۔

میری مہربان بہن!! شاہی انعامات و اکرامات تو اللہ تعالی کی نعمتوں کی طرح بے انتہا ہیں (ان کا شمار کیا!) لیکن خدا کا شکر ہے کہ مجھے دوسرے شاہزادوں کے برخلاف جواہر و بادلہ (گوٹا لچکا) خریدنے کا بالکل شوق نہیں ہے، اس مدّت میں جو کچھ اعلحضرت نے عنایت فرمایا ہے اور دے رہے فرما رہے ہیں وہ سب کا سب میں سپاہ کی ضرورت پر خرچ کر رہا ہوں، چنانچہ اعلحضرت کے حکم کے بموجب قندہار کی مہم سے پہلے اور اس کے بعد بھی میرے پاس پانچہزار سوار مقرّرہ نفری سے زیادہ موجود رہے ہیں، اور میں اس بات پر کبھی تیار نہیں ہوا ہوں کہ اپنی سپاہ کی بے سر و سامانی کی خبر اعلحضرت کو کروں۔ اور اب جو آجکل میری فوج کی بے سر و سامانی اور لشکر کی بے نوائی کی خبر اعلحضرت کی گرانیٔ خاطر کا باعث ہوئی اس کا سبب یہ ہے کہ اب سے پہلے دس ماہہ نقد تنخواہ مجھے ملتی تھی اور اب جو جاگیر مرحمت ہوئی ہے وہ ہفت ماہہ تنخواہ کے لائق بھی نہیں ہے۔ علاوہ

ازیں لگا تار کئی فصلیں آفت زدہ ہوئیں۔ پچھلی ربیع میں ٹڈی دل کی آفت ٹوٹی تھی، خریف میں بارش بالکل نہیں ہوئی اس لئے فصلیں خشک ہو گئیں اور اب موجودہ ربیع کی فصل سیلاب کی نذر ہو گئی اور فوج جس قدر پہلے تھی اتنی ہی آج موجود ہے۔

اس لحاظ سے کہ ہم نیاز مندوں کو تنگی یا فراخی (آسودگی) ہر حال میں سوائے اپنے مرشد کے دامن عاطفت کے کوئی اور پناہ نہیں ہے پس اس صورت میں اگر اپنی حالت اعلیحضرت کی خدمت میں پیش نہ کروں تو اور کیا کروں۔

محبت نامہ میں اشارۃً یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اپنی سپاہ پر اشرفیاں کیوں نہیں خرچ کرتے"!!!

صاحب مشفق من، اشرفیاں اس قدر موجود نہیں ہیں کہ اس قرضے کے ادا کرنے کے بعد جس کی حقیقت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں فوج کے ایک ماہ کے اخراجات بھی پورے ہو سکیں، اس کے باوجود جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے سپاہ پر خرچ کر دیا لیکن اس طرح لشتم پشتم کب تک گذر ہو سکتی ہے، بہر حال اس وقت میری کار برآری کا انحصار ان تینوں طریقوں پر ہے، جن کو تفصیل سے پیش کر کے آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔

ان تینوں شقوں میں سے جو شق بھی منظور کر لی جائے تو ممکن ہے اس کے ذریعے فوج کو اور ملازمین کو کچھ تھوڑی بہت آسودگی میسر ہو جائے ورنہ اس طرح تو روز بروز انتشار اور پریشانی بڑھتی ہی جائے گی۔

پہلی صورت یہ ہے کہ شہر ملتان جس کی آمدنی کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، میری جاگیر میں دیدیا جائے اور بھکر و لوہڑی (موجودہ روہڑی) جس کا تعلق سرکار بھکر سے ہے، قلعہ کی ضروریات انجام دینے کے لئے اور حویلی تتہ (ٹھٹھہ) اور پرگنہ ککرالہ کو کہ اس محال کی مجموعی آمدنی ایک کروڑ دام ہے اس انعام کے عوض مجھے دیدیئے جائیں جو سیوستان کے علاقے میں مجھے مرحمت کیا گیا ہے اور باقی رقم کے نقد ادا کئے جانے کا حکم صادر فرمایا جائے، اس صورت میں تین ہزار سوار سے زیادہ اپنے ہمراہ قندہار کی مہم پر لے جا سکوں گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ملتان اور ٹھٹھہ کی محال کی آمدنی میں دو کروڑ دام کی تخفیف کی جائے اور یہ رقم مجھے نقد ادا فرما دی جائے کہ اس صورت میں بھی میرے لشکر کی حالت کچھ سدھر سکتی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ٹھٹھہ کے صوبے کو حویلی (چھوٹے قلعہ اور شاہی محل) کے علاوہ پرگنہ ککرالہ کو جس کی آمدنی نوآباد بندرگاہ کے اخراجات کے لئے درکار ہے، خالصہ شریف میں لے لیا جائے اور دوسرے جاگیرداروں کی تنخواہ میں اس کو منقرر کر دیا جائے اور مجھے اس کے عوض نقد روپیہ دے دیا جائے۔

اس آخری شق کو دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں خود اعلحضرت نے بھی اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا لیکن چونکہ وہ صوبہ مجھے ابھی ابھی مرحمت ہوا ہے لہٰذا بغیر کسی ظاہری سبب کے اس کا چھوڑنا میری نظر میں مناسب

نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے اہل غرض اس طریقۂ کار کو (جن کو اصل حالت کا علم نہیں ہے) ہنگامہ طرازی اور تفرقہ اندازی کی دلیل بنا کر پیش کریں (میری نافرمانی کی دلیل بنا کر اعلحضرت کے حضور میں پیش کریں۔)

مہربانِ مَن! میں یہ ہاتھ پاؤں اس لئے مار رہا ہوں اور یہ تجاویز اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو میری سپاہ تتر بتر ہو جائے اور اعلحضرت کی برہمی کا باعث ہو، ورنہ سپاہ کی کثرت و قلت میرے نزدیک برابر ہے؛ میں نے محض اس اعتماد کی بنا پر جو مجھ کو آپ پر ہے، یہ سب کچھ عرض کر دیا ہے اور حالت وضاحت سے بیان کر دی ہے امید کہ اس سلسلے میں جو کچھ مناسب[۱] و موزوں ہوگا ویسا عنقریب مجھے معلوم ہو جائے گا۔ (آپ مجھے آگاہ فرما دیں گی)

(۲/۱۳۴)

سراپا اخلاص، خیراندیش عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ جو ایک مدت کے بعد مجھے ارسال کیا گیا تھا۔ پنجشنبہ ۲۵ رشعبان کو عین عالم انتظار میں وصول ہو کر میری مسرت کا باعث ہوا۔

اعلحضرت کے حکم کے بموجب آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "اعلحضرت مجھے خدمت اشرف میں حاضر ہونے کے بعد دکن کو رخصت فرمائیں گے۔ لہٰذا تم کو اپنے اہل و عیال کو لکھ دینا چاہئے کہ وہ ملتان سے لاہور پہنچ جائیں"

آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ ہی خواہ ہر حالت میں اعلحضرت کے حکم کی اطاعت کو سعادت دارین سمجھتا ہے اور اعلحضرت کی رضامندی کے سوا میرا اور کوئی مقصود نہیں ہے جیسا بھی حکم ہو مجھے منظور ہے، وہ میرے لئے بہتر ہی ہوگا۔ اہل دنیا کے برعکس میں اپنی غرض و فائدے کو پیش نظر نہیں رکھتا؛

چونکہ اس زمانے میں دکن کی جاگیر کی دستاویزات دستور الوزرا کے محکمے سے یہاں پہنچی ہیں، اعلحضرت کے حکم کے مطابق میں نے ان کا مطالعہ کیا تو آمدنی میں عظیم فرق (جو میرے لیے اور مقدر کی توقع کے بالکل برخلاف ہے) پایا، سخت تعجب ہے کہ اس کمی کا کیا سبب ہو سکتا ہے! اگر اعلحضرت کی مرضی مبارک یہ ہے کہ میں ایک گوشے میں اپنی زندگی بسر کروں تو اس صورت میں صرف بگلانہ کی محال ہی (جو مجھے بطور انعام مرحمت ہوئی ہے) کافی ہے اور اگر از روئے مرید نوازی اور ذرہ پروری مجھے کسی اچھے صوبے کی خدمت (صوبیداری) مرحمت فرمائی گئی ہے تو میرے حال پر توجہ اس طرح فرمائی جائے کہ میں اپنے ہمسروں اور دکن کے ان دنیاداروں (حاکمان دکن) کے سامنے شرمندگی نہ اٹھاؤں اور بارگاہِ خلافت میں میری کوتاہیاں[۱] مجھ پر عتاب کا موجب ہوں۔

یہ نہیں کہتا کہ مجھ پر لطف و احسان کیجئے　　بندۂ بے دام ہوں جو چاہیں فرمان کیجئے

صاحب من مشفق مَن! اس عرضداشت کو تحریر کرتے وقت ایک شعر خیال میں آگیا ہے تحریر کرنے کی

---

[۱] آمدنی کم ہونے کے باعث دکن کے انتظام سے کماحقہ عہدہ برآ نہ ہونے کے سبب موردِ عتاب ہوں گا۔

جسارت کرتا ہوں۔

اے گل اگر سنے گا تو یوں صدائے بلبل — تو ہم جو بے زباں ہیں بتلا کہ کیا کرینگے؟

مجملاً آپ قدر دان پہن پر یہ بات ظاہر ہے کہ یہ صوبہ دکن وہی صوبہ ہے اور میں بھی وہی ہوں امید کہ کیفیت حال کو آپ اعلیحضرت کے عرضِ مقدس تک پہنچا دینگے! جہاں تک جلد ممکن ہو سکے آپ کا جواب باصواب مجھے تسلی بخشے تاکہ میں پھر سوچ سمجھ کر اہل خانہ کو بلانے پر غور کر سکوں۔

آپ کی مہربانی اور عنایت کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر قائم رہے۔

(۳/۱۳۵)

آپ کی ملاقات کا مشتاق، خیر خواہ اور مخلص گذارش کرتا ہے کہ میری عرضداشت کے جواب میں جناب کا عنایت نامہ جو خاص آپ کے قلم سے تحریر ہوا تھا، شب چہارشنبہ ۲ رمضان المبارک کو موصول ہو کر باعث مسرت ہوا محبت نامہ میں مرقوم ہے کہ اعلیحضرت نے "برکلانہ جاگیر کے علاوہ تم کو بطور انعام مرحمت فرما دیا ہے"! اس شاہی عنایت سے سربلند و سرفراز ہوا۔ تسلیمات مُریدی بجالاتا ہوں، اللہ تعالیٰ اعلیحضرت کا سایہ ہم بندوں کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ گرامی نامہ میں یہ بھی مرقوم تھا کہ "دو حصے جاگیر اور ایک حصہ تنخواہ نقد ادا کئے جانے کا حکم ہو گیا"۔

صاحب مہربان سلامت!! ہر چند کہ اس قسم کے مطالب کا اظہار مرشد کامل کے حضور میں ترک ادب ہے اور ایک جرأت بیجا: لیکن چونکہ خدمت مقررہ کا سرانجام ضروریات سے ہے اس لئے مجبوراً بعض باتیں پیش کرنا ہی پڑتی ہیں، یوں جو کچھ اعلیحضرت مناسب خیال فرمائیں اور تجویز کریں وہ بالکل بجا اور درست ہے۔

جاگیر کے ردّ و بدل کے سلسلے میں اشارہ کیا گیا ہے انشا اللہ تعالیٰ یہ معاملہ بھی حضوری کی سعادت کے حصول کے بعد خدمت والا میں عرض کروں گا، مجھے امید ہے کہ حضوری کی دولت مجھے جلد ہی حاصل ہوگی۔

اس عریضہ کی تحریر کی شب کو کہ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ ہے، خان سعادت نشان (سعد اللہ خان) حکم والا کے بموجب نیلاب کی منزل سے بارگاہ والا میں روانہ ہو گئے ہیں اور راجہ جے سنگھ اور دوسرے ملازمین بھی اس سعادت کے حصول کے لئے ان کے ساتھ ہیں۔

(۴/۱۳۶)

مخلص مشتاق سخن پرداز ہے کہ جناب کا عنایت نامہ جو آپنے اعلیحضرت کے حکم اقدس کے بموجب میری اس عرضداشت کے جواب میں تحریر فرمایا ہے جو میں نے غزنی سے بارگاہ والا میں ارسال کی تھی، پنجشنبہ کے روز اثناء راہ میں موصول ہو کر میری مسرت کا باعث ہوا۔

مضامین مندرجہ سے آگاہی پائی، خدا کا شکر ہے کہ یہ فدوی اعلحضرت کی فرمانبرداری کا عاشق اور ان کے احکامِ والا کا تابع ہے، وہ اسی کو حاصل زندگی سمجھتے ہوئے خزانوں کا طالب نہیں لیکن فقر و درویشی کا بھی دعویدار نہیں ہے۔ چونکہ ہم مریدوں اور نیازمندوں کی باگ ڈور مرشد کامل کے دست مبارک میں ہے اور اعلحضرت ہر شخص کو اسکی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق سربلند و سرفراز فرماتے ہیں اس لئے میرے سلسلہ میں اعلحضرت نے جو کچھ طے فرمایا ہے اس کی اطاعت مجھ پر فرض ہے۔

صاحب مہربان من! یہ خیراندیش ۸ ماہ حال تک گذرگاہ کے قیام پر پڑاؤ کرے گا۔ حضور اقدس میں پہنچنے کی ساعت ۱۱ رمضان رکھی گئی ہے اور یہی تاریخ قبلہ گاہی کے دارالخلافتہ کی جانب کوچ فرمانے کی تاریخ ہے، شاہی نجومی جو لشکر کے ساتھ ہیں بتاتے ہیں کہ میرے طالع کے اعتبار سے یہ ساعت (حضور میں پہنچنے کی) اچھی نہیں ہے۔ اب شاہی نجومی جو ساعت اس کے لئے مقرر کریں گے اور مجھے شاہی اجازت ہوگی تو اسی شبھ گھڑی میں اس سعادت کو حاصل کردوں گا۔ زیادہ حد ادب۔

(۱۳۷ / ۵)

مخلص سراپا اشتیاق: مراسم اخلاص کی ادائیگی کے بعد عرض کرتا ہے کہ عنایت نامہ یکشنبہ کے روز صادر ہوکر میری مسرت کا باعث ہوا اور آپ کی ملاقات کا مزید شوق دل میں پیدا ہوا، آپ نے جو میوہ ارسال فرمایا ہے اس کا شکریہ!!

صاحب من: اگرچہ یہ خیراندیش اس سفر میں رونے نہیں کہا ہے لیکن اس قسم کے انعامات سفر کی کلفتوں کو کم کردیتے ہیں، آپ کے عنایت نامے میں مندرج ہے کہ "ہر معاملہ میں اعلحضرت کے حکم کے بموجب ہی تم کو لکھا جاتا ہے" اس تازہ مہربانی سے مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی، آپ جیسی مشفقہ کی توجہات کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے میں اس کا شکر کس طرح ادا کروں؛

سچائی اور راستی میرے اس دعوے کی گواہ ہے کہ میرا دل ایسی باتوں کی طرف مائل نہیں جس میں دوسرے دنیادار پھنسے ہوئے ہیں میں تمام امور کو تقدیر الٰہی سے وابستہ سمجھتا ہوں اور اسی میں خوش ہوں اس وقت کہ آپ کی ملاقات کا شوق حد سے فزوں ہے اس قسم کی باتوں کو میں کس طرح منظور کرسکتا ہوں۔

صاحب من! ۔ شاہنواز خاں جو آپکا ایک مخلص ملازم ہے اگر اس بات پر نظر رکھتے ہوئے کہ بھائی مرادبخش نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، دکن جانے پر راضی نہیں ہے، حالانکہ ایسے تجربے کار اور شائستہ امیروں کی موجودگی دکن کی سرحد پر ضروری ہے؛ اس لحاظ سے کہ سوائے آپ کی عنایت کے کوئی اور وسیلہ نہیں ہے اور قندہار کی مہم میں میرے اخراجات بہت ہوچکے ہیں اس لئے یہ خیرخواہ امیدوار ہے کہ شاہنواز

کا پایہ آپ جیسی قدرداں ہستی کی توجہ سے، پہلے سے کم نہ ہوگا (جو منصب پہلے تھا وہی منصب بحال رہے گا)۔ خدا، آپ کی مہربانیوں کا سایہ قائم رکھے۔

(۶/۱۳۸)

لانا نہ اب تو، درمیاں تو شب انتظار کو
پورا کر اب تو اے فلک... وعدہ وصلِ یار کو

مخلص مشتاق مراسم اخلاص کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کے دو عنایت نامے جو سراسر لطف و مہربانی پر مشتمل تھے (ان میں سے ایک مکتوب میں تو اعلحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کی ساعت تحریر تھی اور دوسرے مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ نے حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) کے روضۂ متبرکہ کی زیارت فرمائی) یکے بعد دیگرے موصول ہوئے اور بے اندازہ مسرت بخشی۔

وہ کاغذ (زائچہ) جو حضور والا کے منجموں نے ارسال کیا ہے موصول ہوا، کیفیت سے آگاہ ہوا، میں انشاء اللہ مقررہ ساعت پر پائے بوسی کا شرف حاصل کرکے اپنے دیدۂ دل کو شادکام بناؤں گا۔

آپ نے فردوس مکانی کے روضۂ مبارکہ کی نزہت و پاکیزگی کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بیانِ واقعی ہے، انشاء اللہ میں بھی کل روضہ کی زیارت کرکے اپنی منزل پر لوٹ آؤں گا۔

آپ نے میوہ کا شربت (الوش) ارسال فرمایا تھا اور اس کے ساتھ ہی مربا بھی مرحمت فرمایا۔ ان دونوں چیزوں سے بہت محظوظ ہوا، تسلیمات بجالاتا ہوں، آپ کی خدمت میں پہنچنے کی آرزو کو میں کیا بیان کروں کہ وہ قابل تشریح نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مجھے یہ شرف جلد عطا فرمائے۔

(۷/۱۳۹)

یہ مخلص بے ریا، اخلاص و یگانگت کے مراسم کی ادائیگی اور شوق ملاقات کے بعد خدمت گرامی میں عرض کرتا ہے کہ ان دنوں آپ نے اپنی مہربانی اور لطف و کرم سے مجھکو جو پھل مرحمت فرمائے تھے اس سے میرے اخلاص و محبت میں اور اضافہ ہوا۔ آداب و تسلیمات بجالاتا ہوں، اس عنایت و التفات کا شکر کس طرح ادا کروں۔ حق تعالیٰ آپ ایسی مخلص در محبت کرنے والی ذات کو اپنی مہربانی کے سایہ میں رکھے اور ہم مخلصوں اور خیراندیشوں پر ہمیشہ مہربان رکھے۔

آپ کے مکارم اخلاق سے امید ہے کہ آپ ہمیشہ اس عنایت (ترسیل فواکہہ) کو جاری رکھیں گی اور اسی طرح ہمیشہ مہربانی سے پیش آتی رہیں گی۔

گلشن دولت و اقبال ہمیشہ سرسبز رہے۔

(۸/۱۴۰)

آپ کا حقیقی مخلص، مراسم اخلاص بجالاکر عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ جو خاص آپ کے قلم سے مرقوم

تھا، بروز شنبہ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی موصول ہوا اور مجھے آپ کی توجہات کا مزید امیدوار بنایا۔

ان دو تین دنوں میں آپ کی جدائی سے جو کچھ دل پر گذری اور آپ کی ملازمت سے مہجوری کے باعث میرے دل کی بیتابی میں جو اضافہ ہوا، اس کا میں کس طرح اظہار کروں، میں جب کہ آپ کی محبت کو دو جہاں کا سرمایہ سمجھتا ہوں تو پھر آپ خیال فرماسکتی ہیں کہ اس عرصہ میں آپ کی نوازشوں میں جو کمی پیدا ہوئی ہے میں اس سے کس طرح غافل رہ سکتا ہوں (بھلا سکتا ہوں)

ہوا کی گرمی کے بارے میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ بجا اور درست ہے، شنبہ کی رات کو خیبر کے پڑاؤ پر تھوڑا سا چھینٹا پڑا تھا، ہوا چلتی رہی اور اس عریضہ کی نگارش کے وقت بھی کہ یکشنبہ کی رات ہے، ترشح ہو رہا ہے، اس بارش کے باعث تمام راستہ خاصہ کے گھوڑے پر طے کیا گیا، علی مسجد تک تمام جگہ سرسبز ہوگئی ہے، بہت ہی نظر فریب اور دلکش منظر تھا، اگر ہوا کی یہی کیفیت رہی تو امید ہے کہ آنجنابہ بھی اس سرزمین سے بہت لطف اندوز ہونگی۔

اُمید کہ آپ اس خیر اندیش اور مخلص کو ہمیشہ اسی طرح اپنے عنایت ناموں کی ترسیل سے ممتاز فرماتی رہینگی اور عنایت سابقہ کو ترک نہیں فرمائیں گی۔

(۹/۱۴۱)

یہ خیر اندیش و وفاکیش مراسم اخلاص و یگانگت کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین عالم انتظار میں وارد ہو کر باعث مسرت ہوا، شوق ملاقات اور زیادہ افزوں ہوگیا، میں آپ کی دوری اور جدائی کو کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں!

آپ نے جو میوہ عنایت فرمایا اس نے مسرور کیا، ایسے لق و دق جنگل میں ایسا لذیذ میوہ بہت ہی غنیمت ہے، اُمید کہ ہمیشہ اسی طرح یاد فرماتی رہیں گی اور میرے حال پر آپ کی توجہ مبذول رہے گی۔

بدیع زماں کا واقعہ بہت ہی عبرت انگیز ہے، بیچارا مفت میں مارا گیا، کل انشا اللہ تعالیٰ آپ کے حکم کے بموجب اس منزل سے جو بہت ہی دلنشین مقام ہے کوچ کر کے اٹک کے قریب پہنچ جاؤں گا۔ اس دل نشین اور دلِ فریب مقام پر اکثر یہ شعر زبان پر آتا رہا۔

ہر باغ میں ایک صنز در در ہے　　　صحرا میں مگر یہ در نہیں ہے

(۱۰/۱۴۲)

آپ کا مخلص بے ریا، مراسم اخلاص بجالا کر عرض کرتا ہے کہ آپکا عنایت نامہ عید کی رات کو نوشہرہ میں موصول ہوا اور مجھے بہت سی عیدوں کی مسرت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ یہ عید آپ کو مبارک کرے اور آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں میسّر ہوں۔

یہ مخلص چاہتا تھا کہ ۲ شوال کو اٹک کے گھاٹ تک پہنچ جاؤں اور وہاں قیام کیے بغیر دریائے سندھ کو عبور کروں لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ طغیانی کے باعث ابھی تک پل نہیں بندھا ہے اور شاہزادہ بلند اقبال (داراشکوہ) کے سپاہی بھی دریا اُتر رہے ہیں اور بہت سے شاہی ملازمین دریا کے کنارے جمع ہیں، کشتیاں اتنی موجود نہیں ہیں کہ تمام لوگ جلد پار اتر جائیں، اس لئے میں نے یہ طے کیا ہے کہ چند روز تک نوشہرہ میں ٹھہرا رہوں تاکہ اگر اس عرصے میں پُل تیار ہو جائے تو پل سے گذرنے کا موقع مل جائے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ پھر کشتیوں کے ذریعہ دریا عبور کر کے کوچ پر کوچ کرتا ہوا روانہ ہو جاؤں۔

صاحب مَن! شاہزادہ جہان و جہانیاں (داراشکوہ) اگر دو تین روز اور اسی طرح ٹھہرے رہتے تو ان سے جلد ہی ملاقات ہو جاتی، اب تو شاید لاہور ہی میں ملاقات ہو سکے گی؛ انشاء اللہ تعالیٰ جب آپ کی مسرت افزا صحبت نصیب ہوگی جس کی مجھے مدت سے آرزو ہے تو میں آپ کی ان مہربانیوں اور عنایتوں کا اظہار کروں گا جو آپ کو ان کے حال پر ہیں۔

(۱۱/۱۴۳)

مخلص خیر خواہ، مراسم اخلاص بجا لا کر عرض کرتا ہے کہ آپ کے دو عنایت نامے (جن میں پہلا محبت نامہ تو اس خیر اندیش کے عریضہ کے جواب میں اور دوسرا اعلیٰحضرت کے حکم سے تحریر فرمودہ تھا) موصول ہو کر میری مسرت کے باعث ہوئے، مضامین مندرجہ سے آگاہی پائی۔

اتنے عریضوں کے تحریر کرنے کی ضرورت (جن کے جواب کا مجھے مدت سے انتظار تھا) اور یہ چند روزہ تقصیر جو عریضوں کی نگارش میں واقع ہوئی، اس کے بارے میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں اور عذر خواہی کر چکا ہوں؛ یقین ہے کہ میرا وہ عریضہ جو عذر خواہی پر مشتمل تھا آپ کے مطالعہ سے گذرا ہوگا۔

مشفقا، مہربانا! سلامت! وہ شخص جس نے اپنی شادکامی اور مسرتوں کا انحصار، آپ کی عنایتوں کے یاد کرنے پر رکھا ہے ذرا غور کیجئے کہ وہ کس طرح آپ سے غافل رہ سکتا ہے، ہر شخص کے اخلاص کا حال آپ پر ظاہر ہے۔ ؎ دعا گو ہوں ترا چاہے جہاں ہوں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ دادا بھائی جیو کی اس عرضداشت سے جو انھوں نے ملتان سے اعلیٰحضرت کے حضور میں ارسال کی ہے، ان عمارتوں کی کیفیت جو تمھاری فوج نے خراب کی ہیں اور دروازوں کی چوکھٹیں جو انھوں نے جلائی اور بیچی ہیں۔ اعلیٰحضرت کو معلوم ہوئی، حضور والا نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ "اورنگ زیب کے لوگوں کی ایسی حرکتیں قابل برداشت نہیں ہیں؛ یہ ملک ہمارا ہے، جس سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے اس کی خبر لی جائیگی"

مہربانِ مَن: اعلیٰحضرت سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ میں ایسی رکیک حرکتوں کو قطعی پسند نہیں کرتا ہوں

اور میرے ملازمین نے بھی کسی صوبے میں اس قسم کی رکیک حرکتیں کبھی نہیں کی ہیں پھر ملتان میں وہ اس قسم کی حرکت کس طرح کرتے۔ باوجودیکہ اس سے قبل جب کہ یہ بات شیخ موسیٰ وقائع نگار نے واقعات ملتان کے تحت تحریر کر کے حضور والا میں بھیجی تھی تو اعلیٰحضرت کے حکم کے بموجب سید علی نے اس واقعہ کی تفصیلات میرے سامنے پیش کی تھیں، میں نے ملتان کی بربادی کے اسباب کی تحقیق کے بعد اہلکاروں کو جس طرح تنبیہ اور سرزنش کی اور اہلکاروں کے جو عریضے اس سلسلے میں موصول ہوئے اس کی تمام تر تفصیل محمد صفی نے واقعات ملتان کے تحت داخل روزنامچہ کر لی تھی۔

ایسی صورت میں تعجب ہے کہ اعلیٰحضرت تک بات نہ پہنچی ہو اور ملتان کے وقائع نگار کے روزنامچے سے صحیح حقیقت حال اعلیٰحضرت پر منکشف نہ ہوئی ہو اب میں آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں کہ بات یہ ہوئی ہوگی کہ میرے ملازمین کے ملتان سے رخصت ہو جانے کے بعد دادا بھائی جیو کے گماشتوں اور شیخ موسیٰ کی غفلت سے شہر کے لوگوں نے عمارتوں کو توڑا پھوڑا اور اس کے سامان کو لوٹ لیا ہوگا یا پھر شیخ موسیٰ نے عمارت کی لکڑی (چوکھٹوں اور دروازوں) کو لوگوں کے گھروں سے برآمد کر کے ان کو مجرم گردانتے ہوئے ان پر جرمانہ کیا ہوگا، بہر حال ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں بھی میرے ملازمین کا کیا قصور ہے: اور اگر وہ (بالفرض محال) قصوردار تھے تو ان کو اسی وقت سزا ملنی چاہیے تھی۔

اس امر کا کیا امکان ہے کہ میں جو اعلیٰحضرت کی رضاجوئی کو ہمیشہ اپنا نصب العین بنائے رکھتا ہوں ایسی ناپسندیدہ باتوں کو تجویز کروں گا۔ (جس کو ایک دنی شخص بھی پسند نہیں کرسکتا) اور اس کی نامعقولیت اور چھچھورے پن کو نظر انداز کر دوں گا۔

خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰحضرت کے دل کے آئینے میں ہر شخص کے ارادے اور قصد کی صورت جلوہ گر ہے اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں۔

(۱۲/۱۴۴)

حقیقی خیر خواہ اور مخلص بے ریا، محبت اور خلوص کے مراسم کی ادائیگی کے بعد ہزاروں اشتیاق کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ آپ کا محبت نامہ جو اس مخلص کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا گیا تھا، موصول ہو کر اتحاد و یگانگت کی افزائش کا باعث ہوا، میرے آرزومند دل کو بہت زیادہ انتظار کے بعد آپ کی تحریر کے مطالعہ کا موقع ملا اور مجھے آپ کی مزید مہربانیوں اور نوازشوں کا امیدوار بنا دیا۔

امید ہے کہ آپ اسی طرح از روئے شفقت و مہربانی، گرامی نامہ جات ارسال فرما کر مجھے خوش اور مسرور فرماتی رہیں گی اور اس خیراندیش کو خواہ وہ کہیں ہو اپنا حقیقی ہی خواہ متصور فرمائینگی اور کبھی فراموش نہ فرمائیں گی۔

آپ کے اس مخلص نے بروز پنجشنبہ ۱ شوال کو دریائے اٹک عبور کرلیا ہے اور اب کوچ پر کوچ کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف گامزن ہوں۔ چونکہ بادشاہزادہ بلند اقبال (داراشکوہ) اس سے پہلے ہی کشتی کے ذریعہ دریا عبور کرچکے تھے اور آپ کا یہ عقیدت کیش شاہی حکم کے بموجب پل کی تیاری تک چند روز نوشہرہ میں مقیم رہا اس لئے اُن سے دریا کے اِدھر ملاقات نہ ہوسکی۔ شاید آئندہ ہوجائے۔

(۱۳/۱۴۵)

آپ کا مشتاق مراسم اخلاص و یگانگی بجا لاکر معروض کرتا ہے کہ بروز پنجشنبہ ۲۳ شوال کو میں دارالسلطنت لاہور کے مضافات میں پہنچ گیا تھا، کچھ دیر تک فرح بخش اور فیض بخش باغات کی سیر کی، اس کے بعد آلچھرہ (اچھرہ) سے ایک کوس آگے بڑھ کر پڑاؤ کیا۔

میں ان باغوں اور عمارتوں کی خوبی کیا بیان کروں، ان کی تعریف میں جو کچھ بھی لکھا جائے وہ کم ہے اگرچہ لالہ اور زرد یاسمن بڑی بہار پر ہیں، ناشپاتی اور شفتالو کے شگوفے دیکھنے کے قابل ہیں لیکن سوسن کی آب و تاب تو ان سب سے سوا ہے اور اس کی تعریف ناممکن ہے مختصر یہ کہ اس عرصہ میں ایسی خوبصورت سوسن اس خوبی کے ساتھ میری نظر سے نہیں گذری۔ ارغواں کا بھی ایک پودا دیکھا، کابل کے ارغواں زار (ارغواں کے تختے) میں بھی اتنا خوبصورت کوئی پودا نہیں ہے، اس میں پتے کا تو کہیں پتہ بھی نہیں ہے، سر سے پاؤں تک ایک پھول معلوم ہوتا ہے۔

اِن باغوں کی سیر کے بعد آپ کے باغ کی سیر کی اور بہت لطف اٹھایا، تالاب و ران عمارتوں کو دیکھا جو ابھی حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں، بہت ہی خوبصورت عمارتیں ہیں، میں نے ان کی سیر سے بہت لطف اٹھایا، بڑی تفریح کی جگہ ہے، اگر فراست خاں کی عمارت کو یہاں سے ہٹا دیا جائے اور اس کی بجائے ایک نشیمن ایوان کے طرز کا بنوا دیا جائے اور بعض اور مناسب ترمیمیں کردی جائیں تو وہ بے نظیر سیرگاہ بن سکتی ہے، امید کہ جب آپ اس کا ملاحظہ فرمائیں گی تو اس جگہ کی گنجائش ملاحظہ کرنے کے بعد اس میں مزید ترمیم و تعمیر فرمائیں گی۔

صاحب مَن! دادا بھائی کے اس نمایندے نے جو لاہور میں متعین ہے ایک عجیب حرکت کی! بظاہر تو وہ ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا ہوا تھا لیکن جس روز میں لاہور کے مضافات میں پہنچا تو وہ اپنی جگہ سے سوار ہوکر میری چھاؤنی کے قریب سے گذرا اور پھر شہر کو واپس ہوگیا، معلوم نہیں کہ اس حرکت کا کیا سبب تھا؟ غالباً اس نے یہ بے موقع حرکت بھائی صاحب کی شہ پر کی ہے، اس بات کے تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ از روئے التفات اس بات کا کھوج لگائیں اور پھر باز پرس فرمائیں۔ اللہ بس و باقی ہوس!!

مراسم اخلاص کی ادائیگی کے بعد معروض ہے کہ "قضیہ ناگزیر" کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب پیش آیا، خبر ہوئی، سُنکر اس قدر رنج و ملال ہوا کہ اس کی تفصیل احاطۂ تحریر و بیان سے باہر ہے، اس لحاظ سے کہ اس دنیائے فانی میں اس قسم کے واقعات ظہور میں آتے ہی رہتے ہیں اور ان سے بچنا ممکن نہیں، مخلوق اپنے خالق سے کیا شکوہ و شکایت کر سکتی ہے، مخلوق و خالق کا مقابلہ ہی کیا؟!

اُمید کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہ کر صبر و قرار سے کام لیں گی اور حزن و ملال کو دل میں جگہ نہ دیں گی۔ اللہ تعالیٰ اعلحضرت کے بلند پایہ سایہ کو مدتوں قائم رکھے، زیادہ کیا عرض کروں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی شفقت اور مہربانی کو قائم رکھے۔

(۱۵/۱۴۷)

جُدا جو تم سے رہے، عیش کا مزا نہ ملا — کلی کی طرح رہا بند دل، کبھی نہ کھلا

یہ مخلص صادق، مراسم اخلاص و یک رنگی کی ادائیگی کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے دار الخلافہ شاہجہاں آباد سے جو محبت نامہ تحریر فرمایا تھا موصول ہوا ہزاروں مسرتیں اور آسودگیاں حاصل ہوئیں!

؎ خدا کرے کہ رہو خوش کہ خوش کیا ہم کو!!

دار الخلافہ میں تشریف لانا اور وہاں کے باغات اور عمارات کو از سر نو رونق اور صفائی بخشنا مبارک ہو! آپ نے اشارۃً فرمایا ہے کہ "میں جو آپ کی ملاقات کا مشتاق و مہجور ہوں دوسرے لوگوں کی کثرت ملاقات کے باعث، آپ کو بھلا بیٹھا ہوں"۔

مہربان بہن: تغافل اور بے التفاتی تو آپ جیسی ہستیوں کا شیوہ ہے، آپ کا یہ سراپا اخلاص نیاز مند جو آپ کی عنایتوں میں غرق ہے کس طرح ایک لمحہ کے لئے بھی ان نوازشات کو بھول جائے اور کفران نعمت کا مرتکب ہو۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ جیسی مشفقہ نے اُس درستی اخلاص بندے کو ابھی تک قرار واقعی طور پر نہیں سمجھا ہے ورنہ آپ ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنے دل کو دوسروں کی محبت سے خالی کر لیا ہے اور صرف آپ کی محبت سے اپنے دل کو مالا مال کر رکھا ہے، ایسا خیال کس طرح کیا۔

بادشاہزادہ جہانیان (داراشکوہ) سے ملاقات اور باغ جہاں آرا کی سیر کا حال اس سے قبل تحریر کر چکا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ خوب مزے مزے کی باتیں ہوئیں اور ان کی توجہ سے ملاقات بہت اچھی رہی؛ چونکہ ماہ محرم میں گانا بجانا نہیں ہوتا، اس لئے اس ملاقات میں موسیقی کی محفل نہیں جمی۔ آپ کی عنایات کا وہ بہت شکر ادا کر رہے تھے۔

اب عنقریب بھائی مراد بخش سے بھی ملاقات کا امکان ہے۔ باغ جہاں آرا کی تعریف آپ تک پہنچی

ہوئی، شاہی عمارتوں کی جس روز سیر کی اسی دن کچھ وقت وہاں بھی گذرا، ان عالیشان عمارتوں کی کیا تعریف کروں، ان کی سیر سے لطف اٹھایا لیکن سیر کا لطف تو جب ہی ہے کہ اپنا قدردان ساتھ ہو۔ (یعنی آپ ہمراہ ہوتیں تو سیر کا کچھ اور ہی لطف ہوتا)

اللہ تعالیٰ ذات قدسی صفات کو مدتوں تک قائم رکھے اور ہم نیازمندوں پر اور زیادہ مہربان رکھے۔

(۱۶/۱۴۸)

مخلص آرزومند مراسم خلوص کے بعد گذارش کرتا ہے کہ آپ کا گرامی نامہ جو اعلیٰحضرت کے حکم کے بموجب آپ نے تحریر فرمایا تھا موصول ہوا، مضامین مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ جناب نے دولت آباد کی ہوا کے بارے میں دریافت فرمایا ہے کہ دی اور بہمن کے مہینے میں کیسی رہتی ہے، اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ماہ بہمن کی آخری تاریخوں تک تو اوڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں تھی دن میں اول وقت تو نیمہ آستین پہن لی جاتی ہے لیکن باقی دن میں قبا میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ اب کہ اسفندار کا مہینہ شروع ہوگیا ہے اس مہینے میں رات کو دولائی اوڑھنا کافی ہوتا ہے۔

سرکار والا کا وہ کارخانہ جس کا بندوبست ملتفت خاں کے بدل جانے کے بعد میر نصیر کے سپرد کردیا گیا، اب اس کا تمام کاروبار آپ کے حکم اقدس کے بموجب سرانجام پائے گا اور فرمائش کی تمام چیزیں اسی جگہ فراہم کردی جائیں گی، یہ مرید تو اپنی جان اعلیٰحضرت پر فدا کرنے کے لئے تیار ہے، مال کی کیا حیثیت ہے انشاء اللہ تعالیٰ جب درگاہ والا میں ارسال کرنے کے قابل سامان تیار ہوجائے گا، میں اس کو اپنی سعادت سمجھ کر روانہ بارگاہ کردوں گا۔ انگور کے پودے اس کے بعد خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

(۱۷/۱۴۹)

مخلص بے ریا، مراسم خلوص بجالاکر عرض کرتا ہے کہ جناب کا وہ محبت نامہ جو اعلیٰحضرت کے حکم کے بموجب آپ نے تحریر فرمایا تھا وصول ہوا، آتش خاں حبشی کی رحلت کے بارے میں اعلیٰحضرت تک جو بات پہنچی ہے، اس سے واقف ہوا۔

مہربان من! اس کی بیوی کے دعویٰ اور مقدمہ کی کیفیت جو کچھ میرے سامنے پیش ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں شریعت محمدیؐ کا جو کچھ تقاضا ہے اس کی تفصیل آپ کو جداگانہ خط سے معلوم ہوگی، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی خط کو اعلیٰحضرت کے حضور میں پیش کردیں تاکہ جیسا اعلیٰحضرت مناسب سمجھیں ویسا ہی عمل کیا جائے وہ روپیہ جو اس نے اپنے شوہر کے مقبرے کی تعمیر میں صرف کیا ہے، یہاں کے معماروں کے تخمینہ کے مطابق چھ سو روپے سے زیادہ نہیں ہے ـــ اللہ تعالیٰ آپ کی مہربانی کے سایہ کو ہمیشہ قائم رکھے۔

(۱۸ / ۱۵۰)

مخلص دعاگو مراسم عقیدت کی ادائیگی کے بعد عرض کرتا ہے کہ جناب کا گرامی نامہ تازہ لگائے ہوئے کناری کے پھلوں کے ساتھ موصول ہو کر میری سربلندی کا باعث ہوا، تسلیمات بجا لاتا ہوں یہ تحفہ وصول کر کے بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

کناریاں بہت خوبصورت اور تازہ ہیں اس میں سے جو کچھ زیب النساء بیگم کے لئے مرحمت ہوئی ہیں، وہ اس کو دی گئیں آداب بجا لا کر اس نے وصول کرلیں آپ نے اس کی نسبت جن نوازشوں اور مہربانیوں کا اظہار خط میں فرمایا ہے اس کا شکر ادا کرتی ہے اور وہ دوسرے بھائی بہنوں کے ساتھ آپ کی دعائے عز و دولت میں ہمیشہ مشغول رہتی ہے۔

امید کہ آپ اسی طرح مخلص خیر اندیشوں کو اپنے گوشۂ خاطر سے محو نہ فرمائیں گی اور محبت ناموں کی ترسیل سے مجھے سرفراز فرماتی رہیں گی۔ زیادہ حدِ ادب۔

(۱۹ / ۱۵۱)

عنایت نامہ موصول ہو کر موجب مسرت ہوا، مرزا خان کی تبدیلی کی وجہ میرے اس عریضے کے ذریعے جو میں نے اعلیحضرت کے فرمان والا کے جواب میں ارسال کیا ہے، آپکے کانوں تک پہنچ گئی ہوگی اس لئے اس کو دوبارہ تحریر نہیں کر رہا ہوں۔

آپ نے فروردین اور اردی بہشت کی ہوا کے بارے میں دریافت فرمایا ہے۔

مشفقۂ من! آج تک کہ اردی بہشت کی چار تاریخ ہے، نصف آخر شب کو لحاف اور دُلائی کی ضرورت پڑتی ہے، دن کے ابتدائی حصے میں بھی بغیر جامہ و دلائی کے نہیں رہ سکتے (دلائی اور جامہ کی ضرورت پڑتی ہے) دن کے درمیانی حصے میں ابھی گرمی ہوتی ہے لیکن اتنی گرمی نہیں ہوتی کہ خسخانہ کی ضرورت پڑے۔ دیکھئے اس کے بعد موسم کا کیا رنگ رہتا ہے۔

(۲۰ / ۱۵۲)

مخلص خیر اندیش، اظہار اشتیاق کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے اعلیحضرت کے حکم کے بموجب جو عنایت نامہ تحریر فرمایا ہے، موصول ہو کر باعث مسرت ہوا، آپ کے تحریر فرمایا ہے کہ "پیر و مرشد حقیقی ارشاد فرماتے ہیں کہ "اورنگ زیب کے پاس سے آم اچھے نہیں آرہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے وقت اور کچے توڑ لئے گئے تھے۔ یا پھر ڈاک چوکی سے آنے میں دیر ہو جاتی ہے، یا راستہ میں ڈالی (آموں کی ٹوکری) کو زمین پر پٹخ دیا جاتا ہے، یا یہ صورت ہوتی ہے کہ بھیجے جانے والے آم پہلے دولت آباد لیجائے جاتے ہیں اور وہاں سے ہمارے حضور اشرف میں ارسال کئے جاتے ہیں"

مشفقا سلامت! چونکہ ابھی تک عمدہ آم آنا شروع نہیں ہوا ہے، ممکن ہے کہ وہ ڈالی جو اس سے قبل محمد طاہر نے برہان پور سے بھیجی ہے اس کے آم وقت پر نہ توڑے گئے ہوں، اب جب کہ آم آنے لگا ہے تو کچے کیوں توڑے جائیں گے۔ ڈاک چوکیوں کو تاکید کردی گئی ہے کہ سات روز یا زیادہ سے زیادہ نو روز میں آموں کی ڈالی حضور میں پہنچادیں۔ وکیل سرکار یا کسی دوسرے عہدیدار کو حکم دیا جائے کہ ڈالی کی روانگی کی تاریخ جو ایک علیحدہ پرچہ پر مرقوم ہوتی ہے اور ڈالی پہنچنے کی تاریخ کو دیکھ لیا جائے اور اگر فرق پایا جائے تو ان لوگوں کی خبر لی جائے۔ میں نے یہاں راستے میں سرونج اور اکبر آباد میں لوگوں کو مقرر کردیا ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کریں کہ ڈالی زمین پر نہ گرنے پائے۔

دکن سے درگاہ والا میں آم دو جگہ سے بھیجے جاتے ہیں، یعنی برہان پور اور دولت آباد سے، برہان پور اور اس کے مضافات میں جس قدر آم حضور میں بھیجنے کے قابل ہوتا ہے وہ محمد طاہر احتیاط کے ساتھ بھیجتا ہے اور دولت آباد کے آم یہ نیازمند درگاہ والا میں ارسال کرتا ہے، پس برہان پور کے آموں کو دولت آباد لاکر یہاں سے درگاہ والا میں ارسال کرنے کا تو سوال ہی نہیں، اب آئندہ سے یہ بات مقرر کردی گئی ہے کہ ڈالی کے ساتھ جو پرچہ بھیجا جاتا ہے اس پر یہ بھی لکھ دیا جائے کہ آم کہاں کا ہے۔

مہربان من! اہتمام و احتیاط میں تو کبھی کوتاہی نہیں کی گئی ہے اور نہ آئندہ کی جائے گی۔ وہ چیز جو قبلۂ و کعبہ کے خاصہ میں صرف ہوتی ہو، اس کے ارسال کرنے میں کسی غفلت اور سستی کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ بس آپ کی عنایت کی ضرورت ہے۔

دارالخلافہ کی ہوا کی خوبی اور لطافت کے بارے میں مرقوم تھا، الحمد للہ کہ وہاں کی ہوا تو اعلحضرت کی خواہش کے مطابق و موافق ہے اور خدا کرے ہمیشہ ایسی ہی رہے، یہاں کا موسم گرما پہلے کے مقابلہ میں زیادہ شدت پر ہے، اب تو دولت آباد کی ہوا بھی بہت گرم ہو گئی ہے، آجکل خس خانے کے بغیر رہنا مشکل ہے زیادہ کیا لکھوں

(۲۱/۱۵۳)

مخلص دعاگو، مراسم اخلاص کی ادائیگی کے بعد عرض کرتا ہے کہ میں نے اس سے قبل بالاگھاٹ (دکن) کی ولایت میں پانی (بارش) کی کمی کے بارے میں آپ کو تحریر کیا تھا، آجکل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پیر و مرشد حقیقی کی توجہ کی برکت سے ۲۷ رمضان کے دن سے بارش ہونا شروع ہوئی اور آج کہ ۱۱ شوال ہے شب و روز کم و بیش بارش ہو رہی ہے اور ہوا اب بہت ہی اچھی ہو گئی ہے۔ بغیر نیمہ آستین اور قبا کے رہنا بہت دشوار ہے۔

عید کے مبارک دن آپ کو مبارک ہوں۔ حق تعالیٰ اس مشفقہ مہربان کو برسوں قائم رکھے۔

(۲۲ / ۱۵۴)

مراسم اخلاص کی ادائیگی کے بعد عرض خدمت ہے کہ وکیل دربار کی تحریر سے ایسا ظاہر ہوا ہے کہ اعلحضرت ظلِ الٰہی (جن پر ہم تمام نیازمندوں کی جانیں قربان) آج کل ہی میں شکارگاہ خاص میں گھوڑے سے گر پڑے، چونکہ تائیدِ غیبی شاملِ حال تھی ذات والا کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا اور خیریت گذری۔ اس واقعہ کے سننے سے خدا گواہ ہے کہ میرا عجیب عالم ہوا، خدا کا شکر ہے کہ کوئی نقصان نہیں ہوا اور ہم نیازمندوں کے مقدر سے اعلحضرت کے وجودِ مبارک کو (کہ دنیا کا انتظام اسی سے قائم ہے) کوئی نقصان نہیں پہنچا، اس نیازمند نے ایک ہزار مہر اور دو ہزار روپے شاہزادہ سلطان نے برائے تصدق ارسال کئے ہیں، اُمید کہ آپ کی توجہ سے یہ دونوں باتیں اعلحضرت تک پہنچ جائیں گی (اورنگ زیب اور شاہزادہ سلطان کا تصدق کے لئے روپیہ ارسال کرنا)

(۲۳ / ۱۵۵)

آپکا یہ برادرِ مشتاق، مراسم اخلاص کے بعد عرض کرتا ہے کہ گرامی نامہ جو اِن دنوں از روئے مہربانی ارسال کیا ہے، بہت اچھے موقع پر موصول ہوا، دلِ مشتاق کو بہت مسرت حاصل ہوئی۔

آپ نے میرے خطوط کے دیر میں پہنچنے کے بارے میں دریافت کیا ہے، مشفقہ من! چونکہ شاہی خدمات کی کثرت میں مشغولیت کے باعث یہ عالم ہے کہ اور کسی طرف متوجہ ہونا دشوار ہے، بس اگر خطوط کے ارسال کرنے میں کچھ تاخیر ہوتی ہے تو اسی وجہ سے ہوتی ہے، خدا کا شکر ہے کہ اخلاص میں کمی نہیں آئی ہے اور میں ہر وقت آپ کو یاد کر کے دلِ مشتاق کو تسلی دے لیتا ہوں اُمید کہ آپ اسی طرح سے یاد فرماتی رہیں گی۔ زیادہ زیادہ

(۲۴ / ۱۵۶)

آپکا مخلص و خیرخواہ مراسم عقیدت بجالا کر عرض کرتا ہے کہ چونکہ اِن دنوں حسام الدین خاں نے (جو بہت ہی تجربہ کار اور آباداں کار شخص ہے اور بارگاہ جہاں پناہ کی تربیت و رحمت کا سزاوار ہے) اپنے فرزند مرتضیٰ قلی کو جو کارآمد ملازم ہے اور جوہرِ قابلیت سے بھی خالی نہیں ہے، آپ کی ان عنایتوں پر تکیہ کرتے ہوئے (جو آپ اس پر کر چکی ہیں) حضورِ اقدس میں روانہ کر دیا ہے، اگر اس پر نظرِ التفات فرمائی جائے تو حسام الدین خاں کی سربلندی اور سرفرازی کا موجب ہوگا اور بہت ہی برمحل بات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس مشفقہ کی عمر دراز فرمائے اور سایۂ عنایت ہمیشہ رہے

(۲۵ / ۱۵۷)

مجھ کو بھلایا مثلِ زمانہ ہے آپ نے — شکوہ کروں میں آپ کا یا روزگار کا

آپکا حقیقی خیراندیش مراسم اخلاص بجالا کر عرض کرتا ہے کہ آپ نے مدت سے یاد نہیں فرمایا اور میں

آپ کی عنایت کا آرزومند ہوں، آپ نے تو خط وکتابت کا سلسلہ اس طرح بند کر دیا ہے کہ میرے چند عریضوں میں سے کسی ایک کا جواب نہیں آیا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بے توجہی کا کیا سبب ہے۔

مجھے کچھ اپنی خطا کا بھی پتہ نہیں چلتا اس لئے کہ میں نے اپنے اخلاص میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے لیکن اگر بہ تقاضائے بشریت مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو از روئے مہربانی مجھے اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ میں عذر خواہی کرسکوں ورنہ میں کیا کرسکتا ہوں۔

آپ جیسی قدرداں ہستی سے بہت تعجب کی بات ہے کہ آپ نے اپنے اس مخلص صادق کو جو آپ کے التفات کا عادی ہے یکبارگی اس طرح فراموش کر دیا ہے اور اس کے عریضوں کا جواب نہیں دیتیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ایسی بے توجہی نہ فرمائیں اور اس سے زیادہ فراموشی روا نہ رکھیں! زیادہ حدِ ادب۔

(۲۶ / ۱۵۸)

مراسم اخلاص کی ادائیگی کے بعد معروض ہے کہ آپ کا عنایت نامہ محمد تقی سوداگر کے ذریعہ سے (جو آپ کی فرمائش کی تفصیل کے لئے برہان پور اور مچھلی پٹن روانہ ہوا تھا) موصول ہوا بہت زیادہ مسرت حاصل ہوئی۔

واضح ہو کہ اگر محمد تقی کو یہاں بھیجنے سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ وہ یہاں کے متصدیوں کی مدد سے برہان پور میں اپنا کارخانہ قائم کرلے تو اس سلسلہ میں مجھے تو کچھ اعتراض نہیں ہے لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتا۔ اس لئے کہ بارگاہ خلافت سے کئی مرتبہ مجھے یہ تاکیدی حکم مل چکا ہے کہ برہان پور میں شاہی کارخانے کے سوا کوئی دوسرا کارخانہ قائم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ بھائی مراد بخش کا وہ کارخانہ جو پہلے یہاں موجود تھا، بہت مدت ہوئی اکھڑ گیا (بند ہو گیا) اور کاریگر چلے گئے۔

سرکار والا کا داروغہ کارخانہ جس کے سپرد برہان پور کی واقعہ نویسی کی خدمت بھی ہے، بہت چھچھورا شخص ہے، کہ آپ کی فرمائش کے سامان کے سرانجام دینے کے لئے اس نے اپنے کارخانے سے کچھ کاریگر الگ کرکے آپ کے فرستادہ شخص کے ساتھ سامان کی تیاری اور تکمیل کے لئے بھیج دیئے تھے، مجھے یقین ہے کہ اس نے اس واقعہ کو روزنامچہ میں درج ضرور کیا ہوگا اور شاید آپ کو یہ بندوبست پسند نہیں آیا۔

اگر آپ کی خواہش یہ ہے کہ آپ کی خاصہ کی پوشاک ہر سال یہاں تیار ہوتی رہے تو اس صورت میں آپ ایک سال کے ضروری ملبوس کی تفصیل برہان پور کے کارخانے کو ارسال فرمادیں تاکہ وہ میرے کارخانہ (پارچہ بافی) میں تیار ہو جایا کرے، اگر میری یہ پیشکش قبول ہو تو زہے نصیب، ورنہ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

محمد تقی (جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں) کی التماس کے بموجب میں نے گلکنڈہ کے سفیر کو ایک فرمان اس کی امداد و اعانت کے بارے میں لکھ دیا ہے لیکن چونکہ وہ فرمائش کی تفصیل اپنے ساتھ نہیں لایا تھا اور وہ سوداگر ہے

تو اس بات کا احتمال ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک میں آپ کی فرمائش پورا کرنے کے لئے کوئی کارخانہ قائم کرے تو اگر آپ مچھلی پتن کو فراہم کئے جانے والے سامان کی تفصیل بھی تحریر فرما دیں تو مناسب ہوگا۔ اب و زیادہ کیا تحریر کروں!

(۲۷/۱۵۹)

یہ مشتاق خیراندیش معروض کرتا ہے کہ آپ پر یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں اعلیحضرت نے اپنی انتہائی مہربانی سے مجھے منصب امتیاز بخشا ہے بارگاہِ خلافت سے میں جس خدمت پر بھی مقرر کیا گیا اس کو میں نے حتی الوسع پورے پورے استقلال کے ساتھ انجام دیا اور کسی طرح کی بھی کوتاہی نہیں کی، پیر و مرشد حقیقی کی اطاعت اور بندگی کو اپنی سعادت جان کر تمام معاملوں میں اعلیحضرت کی رضامندی کو پیش نظر رکھا، نہ معلوم اب مجھ سے کیا تقصیر ہوئی ہے کہ ایسی باتیں جو عقیدت و بندگی کی حالت کے لئے موزوں نہیں ہوسکتی ہیں اور دور و نزدیک میں میری شرمندگی اور عدم اعتبار کا باعث ہوں، ظہور میں آرہی ہیں۔

سب سے پہلے تو قلعہ بیر کا معاملہ لے لیجئے جواب سے پہلے مجھ نیازمند کو مرحمت ہوا اور اب سب لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ میرا قلعہ دار وہاں نہ جائے اور اس کا سبب کچھ نہیں بتایا گیا اور اگر اس کا باعث یہ ہے کہ نسبت کو میں نے قبول نہیں کیا تو اس کی تو اتنی اہمیت نہیں ہے اس لئے کہ جب اعلیحضرت کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تھا تو اعلیحضرت نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ اگر تم چاہتے ہو اور راضی ہو تو نسبت کردو"۔ چونکہ بعض وجوہ کے باعث میں اس نسبت سے راضی نہ تھا میں نے حقیقت حال اعلیحضرت کے حضور میں پیش کردی اس وقت اگر اعلیحضرت مجھے زبردستی حکم دیتے (حالانکہ اس قسم کا جبر ادنی ملازمین پر بھی از روئے انصاف نہیں کرنا چاہیے) تو پھر میں مجبور ہوجاتا اور یہ نسبت والی بات ماننا ہی پڑتی، اور اگر یہ بات نہیں بلکہ مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہے جو اعلیحضرت کی رضاجوئی کے خلاف اور مجھ پر جو اعتماد کیا گیا ہے اس کے منافی ہے تو میری بدنصیبی کا کیا ٹھکانہ کہ اعلیحضرت کی خدمت میں ۲۰ سال صرف کئے اور عقیدت شعاری میں جان و مال کی بھی پروا نہیں کی اور پھر بھی میں برادرزادہ کے برابر بھی اعتماد کے قابل نہیں بن سکا (کہ مجھے میری خطا سے آگاہ نہیں کیا گیا) اور قبلۂ ولی نعمت میرے بارے میں ایسا خیال فرماتے ہیں اور میری تقصیر کچھ اور تھی تو ازراہ مہربانی مجھے اس سے آگاہ کیا جاتا تاکہ اس سے آگاہ اور متنبہ ہو کر عذر خواہی کرتا اور پھر ویسی بات کا دوبارہ مرتکب ہوتا۔

دوسری بات یہ کہ ان ہی دنوں دادا بھائی جیو (داراشکوہ) نے جو مجھ نیازمند پر خاص مہربانی کی نظر رکھتے ہیں (اور اعلیحضرت سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ مجھ پر کس قدر مہربان ہیں) ملا شوقی نامی اپنے ملازم کو والی بیجاپور کے پاس بعض بشارتیں اور اس کی گذارشوں کی قبولیت کی خوشخبری لے کر بھیجا ہے جس سے اس کی جرات اور نافرمانی اور بڑھ گئی بلکہ دوسرے بھی اس کی دیکھا دیکھی ایسا ہی کریں گے۔

مشفقۂ من: اس فدوی نے اپنے آپ کو کبھی بھی اعلیحضرت کے بندوں اور مریدوں میں شمار نہیں کیا بلکہ خود کو ان کا غلام ہی گردانا، وہ جس حال میں رکھیں میں خوش ہوں لیکن محض اس وجہ سے کہ اعلیحضرت کی دولت کے طفیل ایک عمر عزت و آبرو کے ساتھ گذاری ہے اور اسی ولایت میں بحیثیت مستقل صوبیدار کے رہا ہوں اور اس مرتبہ بھی اعلیحضرت نے میری خواہش اور درخواست کے بغیر محض اپنے فضل و کرم سے اس ملک کی سرداری مجھے عطا فرمائی ہے، تو ایسی صورت میں ایسی ناز یبا اور رکیک باتوں کا سرزد ہونا بندہ نوازی اور بندہ پروری کے خلاف ہے اور اس طرح ہماری سبکی اور اہانت ہوتی ہے۔ اور استقامت میں اس سے فرق آتا ہے، ایسی صورت میں حیرت کے گرداب میں پڑا ہوں اور نہیں جانتا کہ مجھ عقیدتمند کے بارے میں (کہ جو خداوند بزرگ و برتر کے بعد اپنے قبلہ و کعبہ کے سوا اور کہیں پناہ کی جگہ نہیں دیکھتا) کیا طے کر رکھا ہے، اگر کسی کی رعایت خاطر یا کسی اور مصلحت کی بنا پر اعلیحضرت کی مرضی مبارک یہی ہے کہ میں بے عزتی کے ساتھ زندگی گذاروں اور نامناسب طریقے سے برباد ہو جاؤں تب بھی اطاعت کے سوا اور کیا چارہ کار ہے۔

"ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکالت کرنے والا ہے (سب سے اچھا وکیل ہے)"۔

لیکن چونکہ اس طریقہ سے جینا اور مرنا دونوں ہی دشوار ہیں اور کچھ لطف نہیں، فانی اور ناپائیدار باتوں کے لئے نہ رنج و آزار برداشت کرنا چاہیئے اور نہ اپنے آپ کو دوسروں کے ہاتھوں میں دے دینا چاہیئے (دوسرے کے ہاتھوں میں کھلونا بننا چاہیئے) اس سے تو یہی بہتر ہے کہ میں اعلیحضرت کے حکم سے ایسی ذلت کی زندگی سے نجات پالوں تاکہ مصلحت ملکی بھی فوت نہ ہو اور لوگوں کے دل اس فکر سے آزاد ہو جائیں (وہ لوگ جو میرا برسر اقتدار رہنا پسند نہیں کرتے یعنی دارا شکوہ ان کے دل کو سکون آجائے اور مصلحت ملکی بھی پوری ہو جائے یعنی شہنشاہی دارا شکوہ کو مل جائے۔)

میں نے آج سے ایک سال پہلے ہی اس بات کو سمجھ لیا تھا اور اپنے آپ کو دوسروں کے مطلب میں مخل سمجھتے ہوئے خدمت بادشاہی سے استعفا دے دیا تھا، لیکن پھر دوبارہ محض اعلیحضرت کی خوشنودی مزاج کے لئے (جو میرا انتہائے مقصود ہے) اس وضع (منصب) کو اختیار کر لیا لیکن اس کے بعد جو کچھ گذری وہ میں جانتا ہوں، اعلیحضرت کو چاہیئے تھا کہ مجھے اس وقت ہی معافی دے دیتے تاکہ گوشہ نشینی اختیار کر لیتا اور کسی کا غبار خاطر نہ بنتا اور اس کشمکش میں مبتلا نہ ہوتا ابھی اس کام کی تدبیر اعلیحضرت کی صوابدید پر منحصر ہے پس اس مرید کے لئے جو کچھ اب اور آئندہ مناسب ہو اس کی صراحت کر دی جائے تاکہ میں اعلیحضرت کی مرضی مقدس سے آگاہ ہو کر ویسی ہی کوشش کروں۔

ان سب سے طرفہ تر یہ کہ ملک حسین کو درگاہ جہاں پناہ میں طلب کر لیا گیا اور اس کو منصب عطا کیا گیا اور ان دوسرے لوگوں کو بھی جو میرے ملازمین کے زمرے میں گنے ہوئے اس کے شریک ہو گئے تھے، منصب عطا کئے گئے۔

ہر چند کہ ملک حسین اعلیحضرت کا ملازم ہے اور اس نیازمند نے اس کی تربیت اعلیحضرت کی خدمت کی ادائیگی ہی کے لئے کی ہے اور اس کے ساتھ جو سپاہی اور دوسرے لوگ ہیں وہ بھی شاہی خدمت کے لئے ہیں لیکن

جب یہ راستہ کھل جائے گا اور میرے ملازمین اور کارندے درگاہِ والا کی ملازمت سے سرفراز ہونے لگیں گے اور اپنی حالت اور اہلیت سے بڑھ کر ان کو منصب ملنے لگیں گے تو ظاہر ہے کہ میرے پاس تو کوئی ملازم بھی نہیں رہے گا اور اس طرح سے یہ سپاہ اور یہ لائق منصبدار جو بیس سال کی مدت میں فراہم ہوئے ہیں، سب کے سب اس طریقے سے منتشر ہو جائیں گے تو پھر میں کس طرح سے خدمات متعلقہ انجام دے سکوں گا اور اگر اس میں بھی کچھ مصلحت ہے تو اعلحضرت کا حکم صادر ہو جائے تاکہ میں تمام کارآمد نوکروں کو اپنی خوشی سے حضور پرنور میں روانہ کر دوں تاکہ عزیزوں کا مطلب پورا ہو سکے، اور اگر اعلیٰ حضرت نے ازروئے مہربانی مجھے اپنی نظروں سے نہیں گرایا ہے اور میری چند سالہ خدمت گذاری اور فرمانبرداری کے حقوق ان کے پیش نظر ہیں اور غلاموں کی فہرست میں میرا رہنا ان کو منظور ہے تو پھر ایسی باتیں انھوں نے کیوں تجویز فرمائی ہیں۔

مجھ دل شکستہ اور مجروح کا اپنی عنایتوں کے مرہم سے اس طرح علاج فرمائیں کہ میں قرار واقعی طور پر خدمات متعلقہ انجام دے سکوں، جواب طلبی اور شرمندگی سے محفوظ رہ سکوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کی طاعت اور بندگی ضائع نہیں ہوتی تو پھر اعلحضرت کی بارگاہ میں (جو مالک علی الاطلاق کے سے اخلاق رکھتے ہیں) کیونکر ضائع ہو جائے گی اور خالق دو عالم نے جو اپنے بندوں پر روا نہیں رکھا ہے اس کو اعلحضرت اپنے نیاز مندوں پر کس طرح پسند فرمائیں گے (یعنی اہانت و تذلیل)۔

امید ہے کہ آپ جیسی مشفق بہن ان تمام باتوں کو خلوت و تنہائی میں اعلحضرت کے کانوں تک پہنچا دیں گی اور اس کے بعد جو کچھ اعلحضرت فرمائیں اس سے مجھ کو آگاہ کر دیں تاکہ میری حیرت دور ہو سکے اور میں اپنی خطاؤں کی معافی مانگ سکوں، طول کلام باعث تصدیع ہو گا اس لئے خط ختم کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ آپ کی مہربانی کا زمانہ یونہی ہمیشہ رہے۔

(۲۸ / ۱۶۰)

مخلص خیر اندیش عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ جو اعلحضرت کے حکم کے مطابق، میرے اس عریضہ کے جواب میں (جس میں میں نے اپنی کچھ حالت بیان کی تھی اور بعض باتوں کے وقوع کے بارے میں دریافت کیا تھا) آپ نے تحریر فرمایا تھا موصول ہوا، اس امر کے بارے میں جو کچھ اعلحضرت نے فرمایا ہے واضح ہوا۔

میری مشفقہ بہن! اعلحضرت کے لئے اگر جان بھی کام آئے تو مضائقہ نہیں، لیکن قلعہ ایسر کے مقابل میں جو پہاڑ کے ایک ٹکڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور میں نے جب کہ خود اس کی خواہش بھی نہیں کی تھی[۱]

---

[۱] جامع رقعات عالمگیر فرماتے ہیں کہ یہ خط یکبارگی یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اسی خط کی تیسری سطر میں آنچہ درباب (؟) تحریر ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں عبارت چھوٹ گئی ہے۔ (مترجم)

(۲۹/۱۶۱)

خداوند جل جلالہ، اس مشفقہ مہربان کو اس حادثہ عظیم پر صبر جمیل عطا فرمائے اور اجر عظیم مرحمت کرے، اس سلسلہ میں کیا لکھوں اور کیا بتاؤں کہ اس حادثہ عظیم سے میرے دل غمگیں پر کیا اثر ہوا (احاطۂ تحریر میں آنا دشوار ہے) قلم کی کیا طاقت ہے کہ اس جگر گداز درد کے بارے میں ایک حرف بھی لکھ سکے اور زبان میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ اس بے صبر کردینے والے اَلَم کو بیان کر سکے۔ آپ کو جو غم و اندوہ اٹھانا پڑا ہے اس کا تصور اکثر میرے دلِ بیتاب کو مضطر بنا دیتا ہے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں لیکن تقدیر الٰہی اور قضائے آسمانی کے مقابلے میں سوائے بیچارگی اور تسلیم و رضا کے کوئی چارہ نہیں۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (ہر چیز کو فنا ہے) اور سوائے ربّ ذوالجلال کے کسی کو بقا نہیں ہے۔ بہرحال مجھ سراپا درد اور شرمسار کو آپ اپنے پاس پہنچا ہوا جانیں (میں عنقریب آپ کے پاس پہنچنے والا ہوں) مجھے امید ہے کہ آپ نے اعلحضرت کے ماتم گساروں خاص طور سے اکبر آبادوالی بیگم کو جیسی چاہیئے ایسی تسلّی دی ہوگی (وہ سب سے زیادہ تسلّی اور دلاسہ کی مستحق ہیں)

مہربان مَن! اس وقت جو چیز اعلحضرت کے کام آسکتی ہے وہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اُن کو پہنچانا ہے اور مستحقوں کو خیرات دینا ہے۔ اس کا ثواب بھی اعلحضرت کو پہنچایا جائے، آپ اس سلسلہ میں بہت زیادہ کوشش کریں اور ان سب کا ثواب اعلحضرت کی روح کو بطور ہدیہ پیش کریں میں بھی ایسا ہی کر رہا ہوں، امید کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا [۱]

---

[۱] یہ خط شاہجہاں کے انتقال پر اپنی بڑی بہن جہاں آرا بیگم کو بطور تعزیت لکھا ہے۔ اس خط کے بعد پھر کوئی خط جہاں آرا کے نام اس مجموعہ میں نہیں ہے اور شاہجہاں کی وفات کے بعد شاید اس کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی تھی۔

شاہزادہ محمد شجاع بہادر کے نام

اورنگ زیب کے خطوط

(۱/۱۶۲)

دوستی اور اخلاص کے مراسم کی ادائیگی کے بعد عرض ہے کہ اس مدت میں دو خطوط جو بعض ایسی باتوں پر مشتمل تھے جو موجودہ خبروں کے اعتبار سے تقاضائے وقت ہو سکتی تھیں میں نے اکبر آباد سے ارسال کئے تھے لیکن چونکہ آجکل راستوں کے پرامن ہونے پر اعتماد نہیں ہے علاوہ ازیں تازہ خبروں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دربار جہان مدار کے معاملات کی صورت دگرگوں ہے اور وہاں کے کاروبار کا ایسا رنگ ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا، اس لئے صرف دوسرے خط کی نقل اور اس کے علاوہ ایک اور خط جو دوسرے معاملات اور مسائل پر مشتمل ہے۔ برادر عزیز بادشاہزادہ محمد مراد بخش کے جلوداروں کے ذریعہ جو اُن کے خط کو آپ کی خدمت میں اڑیسہ کے راستے سے لیکر جا رہے ہیں، آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ آپ کو ان تمام باتوں سے آگاہی حاصل ہو جائے۔

آپ کی محبت اور خلوص سے اُمید ہے کہ مجھ کو بہت جلد اپنے نصب العین، ارادے اور قصد سے آگاہ کریں گے تاکہ اس پر نظر رکھتے ہوئے میں اس کام کے سرانجام دینے میں مشغول ہو جاؤں، جس میں سستی کرنا مصلحت کے خلاف اور باہمی عہد کے منافی ہے تاکہ ان لوگوں (داراشکوہ) کا استقلال اور اقتدار نہ بڑھنے پائے اور عام و خاص لوگ باطل کے شریک کار نہ بننے پائیں (داراشکوہ کی اطاعت اختیار نہ کرلیں) اس امر پر پوری پوری توجہ رکھنا ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ آپ مشفق نے اس سلسلہ میں جو کچھ خیال کیا ہوگا وہ زیادہ درست اور زیادہ مناسب ہوگا مجھے اُمید ہے کہ آپ مجھے اس خط کے مضمون سے بھی آگاہ فرمائیں گے جو آپ برادر عزیز کو تحریر کریں گے تاکہ اس کے پیش نظر میں بھی ان کو لکھوں اور تاکید کروں۔

جنابِ من! اگر اس موقع پر ایک سمجھدار اور ہوشمند آدمی جانبین سے سفیر کے طور پر مقرر کر دیا جائے اور خطوط خواہ ڈاک چوکی سے یہاں سے اڑیسہ کی سرحد تک بہی خواہ لوگوں کے ذریعہ اور وہاں سے راج محل تک برادر نامدار کے متصدی پہنچائیں یا قاصدوں اور سواروں کے ذریعہ ارسال کئے جائیں تاکہ جلد پہنچ سکیں، اس لئے کہ تردد کاربرآری میں اس وقت بہت زیادہ دخیل ہے۔

بہرحال اگر میری یہ تجویز آپ کو پسند ہو تو آپ میرے فرستادہ لوگوں میں سے سیادت مآب میر شاہ کو

اپنی خدمت میں میرے سفر کے طور پر روک لیں، اور میرے اس عریضہ کا جواب میر شاہ کے کسی ہمراہی کے ذریعے میرے کسی ملازم کو جو وہاں موجود ہو اس کے ساتھ کر کے یہاں روانہ کر دیں (میر شاہ کے ہمراہی کو تنہا نہ بھیجیں بلکہ میرا ایک ملازم سرکاری بھی اس کے ساتھ کر دیں)۔

ویسے جو کچھ آپ مناسب سمجھیں بہتر ہوگا۔ (محبت کے یہ دن ہمیشہ قائم رہیں)۔

(۲ / ۱۶۳)

صاحب مشفق مہربان سلامت: آجکل برادر عزیز (بجاں برابر) نے از روئے یگانگت اور یکجہتی، چند اہم باتیں مجھے تحریر کی ہیں اور ان کا جواب مانگا ہے اور اس سلسلے میں جو کچھ میں نے مناسب سمجھا اور میرے خیال میں آیا ان کو لکھا ہے اور ان ہی کے ملازم کے ہاتھ وہ جواب ان کو بھیج دیا ہے چونکہ ان تمام کوائف کو آپ کی خدمت میں لکھنا بھی ضروری تھا لہٰذا میں سوال اور جواب دونوں لکھ رہا ہوں تاکہ آپ اُن کا مطالعہ فرما کر اگر میرے جوابات کو مناسب متصوّر کریں تو بہت خوب، ورنہ جو جوابات آپ کے ذہن میں آئیں تحریر فرما دیں تاکہ حسب قرارداد میں برادر عزیز کو جوابات لکھ دوں۔

سب سے پہلی بات انھوں نے یہ لکھی ہے کہ "مخالف کو فرصت اور موقع نہیں دینا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکے اس لئے کہ اگر رعایا اس کا دم بھرنے لگی اور اس کو استقلال حاصل ہوگیا (خدا کرے اس کو کبھی یہ نصیب نہ ہو) تو پھر معاملہ سنبھالنا دشوار ہو جائے گا (داراشکوہ کو شکست دینا اور اپنے راستہ سے ہٹانا مشکل ہو جائے گا) پس اس لحاظ سے اس کے فتنے کو دفع کرنے کے لئے اس کے مقابل میں کوچ کرنے (لشکر کشی) کی تاریخ مقرر کر لینا چاہیئے اور اس تاریخ سے ایک دوسرے کو آگاہ کر دینا چاہیئے اور راستے کا طے کرنا بھی کچھ اس طرح قرار دیا جائے کہ ہم لوگ تینوں طرف سے ایک مقررہ وقت میں مقررہ مقام پر پہنچیں اور اگر فی الحال یہ روانگی مناسب ہو تو اس کی وجہ اور اس کا سبب مجھے تحریر کیا جائے۔"

میں نے اس کا جواب لکھا ہے کہ "آپ نے اس معاملے میں جو کچھ سوچا ہے وہ مناسب اور مستحسن ہے، ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ مخالف کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کو سمجھ لینا چاہیئے لیکن چونکہ وفات (وقوعۂ ناگزیر) کی خبر اب تک نہیں آئی ہے[۱]۔ بلکہ روز بروز صحت کے آثار ظاہر ہوتے جا رہے ہیں، اس لئے اس وقت اپنی جگہ سے ہلنا اور بعض ضروری کارروائیوں کی طرف متوجہ ہونا مناسب نہیں ہے[۲] بلکہ برادر گرامی یعنی آپ کو بھی چاہیئے تھا کہ ان خبروں کی تحقیق سے قبل شورش و لشکر کشی نہ کرتے (یعنی جب تک شاہجہاں کے مرنے کی خبر متحقق نہ ہو جاتی لشکر کشی نہ کرتے) اور سورت کی جانب لشکر روانہ نہ کرتے اور وہاں کے قلعہ کا محاصرہ نہ کرتے لیکن اب چونکہ وہ کام جو نہیں کرنا چاہیئے تھا کر لیا

[۱] شاہجہاں بجائے مرنے کے صحتیاب ہو رہے ہیں۔ [۲] ورنہ داراشکوہ پر ہم تینوں کا یکبارگی حملہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

گیا لہٰذا جلد از جلد اس قلعہ کو فتح کرلیں تاکہ وہ فوج جو انھوں نے جمع کرلی ہے وہ ان کے ساتھ رہے (منتشر نہ ہو) اب جب حملہ کا پختہ ارادہ کرلیا جائے گا تو تاریخ سے آپ کو مطلع کردیا جائے گا"۔

دوسری بات انھوں نے یہ لکھی تھی کہ:۔

"سفیر کے خطوط سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ مخالف (داراشکوہ) کچھ عرصے کے لئے بھائیوں سے الجھنا نہیں چاہتا اور دوستی اور محبت کا برتاؤ کرنے کا ارادہ کررہا ہے، اگر اتفاقاً اس کے ایسے خطوط آئیں (داراشکوہ محبت آمیز خطوط تحریر کرے) تو ان کا کیا جواب دیا جائے"۔

میں نے اس بات کا یہ جواب دیا کہ:۔

"اگرچہ اس قسم کی باتیں (افواہیں) قابل اعتبار نہیں ہیں، اور جب کہ بھائی صاحب نے اس کا پردہ فاش کردیا ہے (لشکر کشی کردی ہے) اور پردہ اٹھا دیا ہے تو اس صورت میں تو اس کا بالکل امکان نہیں ہے لیکن بفرض قیاس اس قسم کا کوئی خط آئے تو آپ بھی محبت اور بھائی چارہ کی باتیں کریں اور چند ایسے کلمات جو دشمن کو غفلت میں ڈال دیں اور اس چال سے اس کو اور زیادہ خواب خرگوش میں مبتلا کردیں، اس کو تحریر کردیں، اس سے ہمارے طے شدہ ارادے کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا"۔

تیسری بات انھوں نے یہ لکھی تھی کہ:۔

"داراشکوہ پر حملے کے پروگرام کی بہت سی باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ اگر مخالف (داراشکوہ) ہم بھائیوں میں سے کسی ایک بھائی پر حملہ کردے تو ہم میں سے کوئی اس کا مددومعاون ہوکر اس کو اس قابل نہ بنادے کہ وہ اپنے ارادہ فاسد کو عملی جامہ پہنا سکے، اور اگر ایسی کوئی صورت واقع ہوگئی (داراشکوہ نے ہم میں سے کسی ایک پر حملہ کردیا) تو ایک دوسرے کے حال سے کس طرح آگاہی حاصل کی جاسکے گی"۔

اس کے جواب میں میں نے ان کو تحریر کیا کہ:۔

"جو طے ہوچکا ہے وہ اسی طرح ہے (اس میں کچھ فرق نہیں آیا ہے) اگر خدا نے چاہا تو اس معاہدے میں کسی قسم کا فتور نہیں آئے گا۔ اگر بے دین

مخالف (داراشکوہ) نے آپ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو میں بے توقف
برہان پور پہنچ جاؤں گا اور وہاں سے آگے بڑھوں گا اور دوسری طرف سے
مشفق مہربان شاہ شجاع پٹنہ کی طرف روانہ ہوجائیں گے اس صورت میں
وہ ملحدوں کا پیشوا (داراشکوہ) اپنے پورے لشکر کے ساتھ کسی ایک پر حملہ
نہیں کرسکے گا (اس کا لشکر تین جگہ بٹ جائے گا)، یہی صورت اگر کسی اور بھائی
کے ساتھ پیش آئے یعنی وہ مجھ پر یا شاہ شجاع پر حملہ کرے تو ہم دونوں مدد
پہنچائیں، اس طرح اس کے استقلال میں زلزلہ پیدا کردیا جائے گا"۔

تو جناب یہ تھی تفصیل ان سوالات اور جوابات کی جو شاہزادہ مراد بخش نے مجھے لکھے تھے اور میں
نے ان کے جوابات دیئے تھے، اُمید کہ آپ ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھیں گے اور اپنی صائب رائے
سے مجھے مطلع فرمائیں گے۔ زیادہ موجب تصدیع ہوگا۔

(۳/۱۶۴)

مخلص خیر اندیش مراسم اخلاص کی ادائیگی کے بعد معروض کرتا ہے کہ از روئے صدق و صفا جو خبریں میرے
سننے میں آئی ہیں اُن سے میں برابر آپ کو مطلع کرتا رہا ہوں اور اب جو خبریں سننے میں آئی ہیں وہ یہ ہیں کہ
اعلحضرت صحتیاب ہوگئے ہیں اور دشمنِ دین اور دشمنِ خدا کی فکر میں ہیں (داراشکوہ کو اقتدار بخشنے کی فکر
میں ہیں) اور چونکہ ابھی تک آپ کے ارادے اور عزم کا حال معلوم نہیں ہوا ہے اور میرے خطوط کے جوابات
بھی موصول نہیں ہوئے ہیں، ابھی ابھی وکیل دربار (سفیر) کے خطوط سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دربار میں مونگیر کا
مسئلہ زیر بحث ہے اور داراشکوہ نے اپنے بیٹے (ملحد زادہ) کو جے سنگھ اور ستر سال اور دوسرے امراء کے
ساتھ الہ آباد اور پٹنہ میں مقرر کردیا ہے اور صوبۂ گجرات آپ سے واپس لے کر جس کسی کے بارے میں طے کرلیا ہے
اس کو وہاں بھیجا جارہا ہے، خبر یہ ہے کہ مہابت خاں اور قاسم خاں کو وہاں بھیجا جارہا ہے۔ اس صورت میں
مجھے پھر آپ سے یہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ جب صورت حال یہ ہے اور معاملات نے
یہ رُخ اختیار کرلیا ہے تو اب آپ کا ارادہ کیا ہے اور اب جو یہ صورت حال پیش آئی ہے (کہ آپ سے
صوبۂ گجرات واپس لیا جارہا ہے) تو آپ نے کیا طے کیا ہے، اور مجھے کہ میں بغیر آپ کے مشورے کے قدم
نہیں اٹھاتا، اب اس معاملہ میں کیا کرنا ہے۔

اگر گجرات کا صوبہ آپ سے واپس نہیں لیا گیا تو اس صورت میں ملحدِ اعظم کا بیٹا (سلیمان شکوہ)
جسونت سنگھ کے ساتھ اپنی بھاری فوج لے کر مالوہ کا رُخ کرے گا۔

اِدھر تو یہ حالت ہے اور اُدھر اشتدادِ مرض کے عالم میں اعلحضرت بار بار یہی کہتے تھے کہ:-

"میری آرزو بس یہ ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اور صحت مل جائے تاکہ میں ملکی بندوبست سے اپنے دل کو مطمئن کرلوں تاکہ معاملات اس جگہ نہ پہنچ جائیں جہاں پہنچنا نہ چاہیئے"۔

اعلحضرت کے اس خیال کو پیش نظر رکھکر بتائیے کہ اب مناسب کیا ہے اور مصلحت کس چیز میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکے جلد جواب دیں اور اپنے مقصد و مافی الضمیر سے آگاہی بخشیں، تاکہ موقع ہاتھ سے نکلنے سے پہلے ہی جو کچھ صلاح ہو ویسا عمل میں آئے۔

(۴ / ۱۶۵)

چونکہ آپ کو ہمیشہ اس صوبے (بہار) کی خواہش رہی ہے اور آجکل آپ صوبۂ بنگال کے ساتھ اس پر بھی قابض اور متصرف ہیں۔ اب کچھ عرصے تک اطمینان کے ساتھ اس صوبے کی دیکھ بھال کریں اور اپنی حالت کو سنبھالیں۔ اس وقت جب کہ ہمارے فتح مند لشکر دارا بے شکوہ (داراشکوہ) کے تعاقب سے اور اس کی مہم سے کامیاب واپس ہونگے اور ہم دارالسلطنت کی طرف واپس ہوں گے اس وقت آپ کے جو دوسرے مطالب و مقاصد ہیں ان کے حصول میں کوشش کرینگے، جیسا کہ بھائی چارے کا دستور ہے اور جو اخوت کا تقاضہ ہے، ملک و مال کے عطا کرنے میں ہم کسی طرح بھی کوتاہی نہیں کریں گے[1]

اَخوی مکرم شاہ شجاع (ہمیشہ تخت عزت پر جلوہ افروز رہیں) اپنے مشتاق اورنگ زیب کی طرف سے آداب و نیاز قبول فرمائیں؛

جنابِ مَن! صبح شعور کی ابتدا سے آج کہ دوسری قرن کا آغاز ہے، مظلوموں، غریبوں اور بیکسوں کی دستگیری اور ان کی امداد مدنظر رہی ہے اور شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کے سوا اور کچھ پیش نظر نہیں رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ میں جس طرف کو متوجہ ہوا اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی۔ اور فتح و فیروزی اور اقبال مندی نے قدم چومے خصوصاً دکن جیسے ملک کو جو دوسرا ہندوستان ہے اور چند عالیشان سلاطین کا دارالسلطنت رہ چکا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بہت تھوڑی مدت میں اس کو اپنے تصرف میں لے لیا (فتح کرلیا) اور اس ارشاد کے مطابق "بیشک ہم نے تجھکو دُنیا میں اپنا خلیفہ بنایا" اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس کے علاوہ اور بھی چند راجے جو ساحلی ریاستوں کے مالک تھے اور انھوں نے اپنے دشوار گذار محلات کو اپنے لئے مضبوط قلعہ سمجھ لیا تھا اور انھوں نے کبھی دکن کے حاکموں کے سامنے بھی گردن نہیں

[1] یہ خط عالمگیر نامے سے منقول ہے تعجب ہے کہ اب اورنگ زیب کا وہ لہجہ نہیں اور نہ وہ آداب پیش نظر ہیں!!

جھکائی تھی، اور اسلام کی ابتدائے سے اب تک کوئی بادشاہ بھی ان کے قلعوں کے قریب نہیں پھٹک سکا تھا، محض دین محمدیؐ کی تائیدات اور شریعت احمدی کی اعانت سے ان راجوں کے گرجے اور عبادت خانے مسجدوں اور مسلمانوں کے معابد میں بدل گئے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کا شمار اور بیان کرنا ایک داستان دراز ہے پس میں اس قصہ کو تو یہیں چھوڑتا ہوں اور چند ضروری باتیں تحریر کرتا ہوں سب سے پہلی بات تو یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دکن کا ملک اور اسکے خزانوں اور دفینوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں سپرد فرما دیں تو پھر مجھے اور زیادہ ملک گیری کی حاجت باقی نہیں رہی، اسی عرصہ میں بادشاہ ہفت کشور (اعلحضرت شاہجہاں) بیمار ہوگئے، داراشکوہ نے میرے تمام راستے بند کرائے، میرے سفیر کو قید میں ڈال دیا اور بادشاہ کے انتقال پرملال کی خبر تمام لوگوں میں پھیل گئی، چنانچہ خود آپ نے بھی اسی گمان اور خیال کے تحت دور بینی سے کام نہ لیتے ہوئے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور اپنے نام کا سکہ بھی جاری کر دیا اور تخت و تاج کے دعویدار بنکر دارالخلافہ دہلی کی طرف روانہ ہوگئے لیکن جب راستہ میں دشمن سے مقابلہ ہوا تو الہ وردی خاں کے فریب میں آکر تمام مخلوق کو گنواروں کے ہاتھ سے برباد کرا دیا ہر چند کہ آپ نے اپنی شجاعت اور جوانمردی دکھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن ؎ ایک سوار بیچارہ کیا کر سکتا ہے! مجبور ہو کر آپ کو بہادر پور سے لوٹنا پڑا اور سلیمان شکوہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ آپکے لشکر کے پیچھے مونگیر تک لگا چلا آیا اور مونگیر میں بھی واپس ہونے والے لشکر کو دم نہیں لینے دیا، مجبوراً آپ قلعہ چھوڑ کر راج محل واپس آگئے۔

جب مجھے اس ہزیمت کی وحشت اثر خبر ملی اور آپکے امیروں کی پسپائی کا حال معلوم ہوا تو میں اس کا بدلہ لینے کے لئے دارالخلافہ بیجاپور سے کہ آگرہ تک درمیانی فاصلہ سات سو کوس کے قریب ہے۔ اپنے ہمت کے پرچم کو بلند کر کے ایک لاکھ سپاہی ساتھ لیکر دھاوا مارتا ہوا آگرہ کے مضافات میں پہنچ گیا، داراشکوہ بھی جو بھائیوں کے خون کا پیاسا ہے شمشیر بے نیام کی طرح آمادۂ پیکار تھا ایک لاکھ اسی ہزار سواروں کے ساتھ، جن میں سید، راجپوت، افغان اور مغل سب ہی شامل تھے، یہ سب لوگ جانبازی میں مشہور ہیں، ہر طرح کی زرہ اور آلات جنگ سے آراستہ آگرہ سے نکل کر سامنے آیا اور جو دن جنگ کے لئے مقرر تھا، داراشکوہ نے اپنی فوجوں کو ترتیب دیا اور قلب کی فوج کے مقابلہ پر، ہزار ہاتھی کہ ہر ایک ہاتھی پر دو شتنال (ہاتھی پر رکھکر چلائی جانے والی توپ) رکھی ہوئی تھیں اور میمنہ اور میسرہ کی فوج کے مقابلہ میں پانچ ہزار نقدی اونٹ کہ ہر اونٹ پر ایک ایک شترنال موجود تھی، لیکر آگے بڑھا، سہ پہر تک بڑے زور کا رن پڑا دونوں جانب سے سخت دباؤ پڑ رہا تھا لیکن اللہ القہار کی طرف سے داراشکوہ جس طرف بڑھتا شکست پر شکست اٹھاتا جب اس نے دیکھا کہ فتح کی کوئی صورت نہیں ہے تو منہ چھپا کر ایسا بھاگا کہ پھر اس کا اور اس کے دو بیٹوں کا منہ کسی نے اس شہر میں نہیں دیکھا، اس طرح مجھے فتح حاصل ہوگئی، دوسرے بادشاہی امیر جیسے جعفر خاں وغیرہ کہ اُس کا ظاہری اسلام جو فروشی گندم نمائی تھا (منافقت پر مبنی تھا) ہوش میں آکر آستاں بوسی کے لئے حاضر ہوئے اور ازافضیت

کے باطل راستے سے منہ موڑ کر حقیقی اسلام کو قبول کیا، اس کے علاوہ تیس ہزار راجپوتوں راجہ جے سنگھ وغیرہ نے بھی جب اسلام کی قوت اور غلبہ کا مشاہدہ کیا تو مجبور ہو کر اپنے وطن سے گردن میں پٹکا ڈالے ہوئے (خطا بخشی کے لئے) حاضر ہوئے۔ چونکہ مجبور لوگوں اور اطاعت قبول کرنے والوں سے جبر و ظلم یا اُن سے جنگ کرنا، جواں مردی کے خلاف ہے لہٰذا ہم نے ان سب کو بھی معاف کر دیا۔

ہمارا ارادہ تھا کہ اب ہم امیر مغفور شاہ تیمور کے روضۂ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو کر خراسان اور ماوراالنہر وغیرہ جیسے شہروں کو رافضیوں کی دراز دستیوں سے محفوظ کر دیں اور وہاں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ کو روشن کریں کہ اسی اثنا میں ہم کو یہ خبر ملی کہ آپ آگرہ کی جانب (جنگ کے ارادے سے) روانہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اُس ارادے سے باز رہے (خراسان اور ماوراالنہر پر حملہ کا ارادہ ترک کر دیا)

میرے عزیز بھائی! آپ اپنی دلاوری اور شجاعت کی بنا پر دریائے قلزم کی طرح موجیں مار رہے ہیں۔ (ولولہ اور حوصلۂ جنگ آپ میں موجود ہے) اور آپ نے گنتی کے جن چند گنواروں کو جمع کر کے میدان جنگ میں دھکیل دیا ہے تو کیا آپ نے جوانمردوں کے میدان کو ایک خوشگوار نیند کی طرح سمجھ لیا ہے۔ میرے بھائی اگر ان گنواروں کے کانوں میں توپ و تفنگ کی آواز ایک دفعہ بھی پہنچ گئی تو خدا گواہ ہے کہ یہ تو خود بخود (بے موت) مر جائیں گے (لڑنا تو بڑی بات ہے) یا بھاگ کھڑے ہوں گے۔ آپ کا برادر زادہ شاہزادہ سلطان محمد کہتا ہے کہ "میں تو شاہ شجاع کی سپاہ دیکھ کر بہت حیران ہوں کہ ان کا لڑنا عجیب طرح کا ہے، عجیب طرح سے میدان جنگ میں آتے ہیں اور جب سامنے آتے ہیں تو پھر تذبذب میں پڑ جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آگے بڑھ کر داد شجاعت دوں اور ان کے لشکر کو قلم کی طرح کاٹ کر ڈال دوں۔"

اس لئے اولاً میں تم کو ہدایت اور بھلائی کا راستہ بتاتا ہوں (اگر اس پر عمل کرو گے تو بہتر ہے) اور اگر دیدہ دُور بین نہیں اور نصیحت نہیں سنتے تو پھر جیسا سوچا ہے اس وبال میں گرفتار ہو گے (شکست فاش اٹھانا پڑے گی)۔

میرے عزیز! اپنی طمع کے گھوڑے کو واپس لوٹا لو اور اللہ تعالیٰ نے ملک بنگال جو تم کو عطا فرمایا ہے اسی پر قناعت کر لو (کہ وہ ملک ایک سے زیادہ بادشاہ کی گنجائش نہیں رکھتا) ہم اس پر بھی تمھارے ساتھ یہ رعایت کرتے ہیں کہ بہار کا درو بستی علاقہ بہادر گڑھ تک اپنے بھتیجوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔ دیکھو اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے، کیا تم یہ بھول گئے کہ سلیمان شکوہ تم کو پہلی جنگ ہی میں بنگال سے نکال باہر کرتا۔ وہ تو اس کے باپ پر مصیبت ٹوٹ پڑی اور وہ پریشان ہو کر بنگال سے پلٹ پڑا۔ میں تمھاری اس سے زیادہ اور کیا رعایت کروں! اچھا اب بھی اگر نہیں سنتے! تو آؤ! دو دو ہاتھ ہو جائیں! آؤ! آؤ! آگے بڑھو! دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں میں سے کس کو ملک عطا فرماتا ہے۔

شاہزادہ مُراد بخش کے نام

(۱/۱۶۷)

برادر عالی مقدار بجاں برابر شاہزادہ مراد بخش کو معلوم ہو کہ ایک عرصہ سے میں آپ کے محبت بھرے خط کے مطالعہ سے محظوظ نہیں ہوا، اس تعویق کا سبب معلوم نہیں ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہم کلیانی کے قلعہ کو فتح کرنے کے بعد ۱۱ رماہ محرم کو شہر بیدر میں داخل ہو گئے اور عنقریب صلح کے معاملہ کو مکمل کر کے اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

دربار شاہی کی خبریں جس طرح سے ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں سفرا کے خطوط سے آپ پر بھی ظاہر ہو چکی ہونگی، اس لحاظ سے کہ آپ کی خیریت کی خبر ہم کو مقصود و مطلوب تھی، اس خط کو اللہ یار کے ذریعہ ہم نے ارسال کیا ہے اُمید کہ جلد جواب مرحمت فرمائیں گے۔ آپ کی ملاقات کا شوق اس سے فزوں ہے کہ احاطۂ تقریر و تحریر میں آسکے اور اس کا حصول آپ کی پسند کے مطابق مطلوب ہے۔ (جس طرح آپ ملاقات کرنا چاہیں وہ مجھے منظور ہے) والسلام۔

(۲/۱۶۸)

برادر بجاں برابر! آپ کا محبت نامہ عین عالمِ انتظار میں موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔

وہ تازہ خبریں جو آپ تک پہنچی ہیں ہم کو بھی اپنے سفیر کے عریضوں (خطوط) سے معلوم ہو گئیں اور تازہ اخبار سے مطلع ہو جانے کے بعد، ایک خط جو یکجہتی، دوستی اور اتحاد کے دوسرے امور پر مشتمل تھا آپ کے نام لکھ کر اللہ یار (جو ہمارا معتبر ملازم ہے) کے ذریعہ آپ کے پاس ہم نے ارسال کیا تھا، بہت سی ایسی باتیں جو لکھی نہیں جا سکتی ہیں، اللہ یار سے زبانی کہدی گئی ہیں امید کہ اب تک آپ کو وہ سب باتیں معلوم ہو گئی ہوں گی۔ قرار وہی ہے جس کا آپس میں عہد و پیمان ہوا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف عمل میں نہیں آئیگا۔

ہم بفضل ایزدی کلیانی کے قلعہ کو مسخر کر لینے اور اس طرف کے اور بعض معاملات کو انجام دینے کے بعد محرم کی ۲۰ تاریخ کو ظفر آباد (بیدر) سے اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو گئے ہیں اور آپ بھی طے شدہ پروگرام کے بموجب پورے اطمینان کے ساتھ متوجہ ہو جائیں اور اس مقام پر استقلال کے ساتھ ٹھہرے رہیں اور خاطر جمع ہو کر پروگرام کے مطابق جو کچھ کر سکتے ہیں کریں اور تمام حالات کو مسلسل و لگاتار تحریر کرتے رہیں (تاکہ میں ان سے بے خبر نہ رہوں)۔ ان چند دنوں میں یہی بات دو مرتبہ جس طرح مناسب

ہوسکتی تھی بھائی شجاع کو تحریر کی ہے' اور آپ کا وہ خط بھی جو ان کی خدمت میں آپ نے تحریر فرمایا تھا'۔ بھائی شجاع کے دربار کے جلو داروں کے ذریعہ ان کی خدمت میں ارسال کر دیا تھا۔

وکیل (سفیر) کے اس عریضہ سے جو اس نے ماہ گزشتہ کی ۱۲ تاریخ کو لکھا تھا اور یہاں ۲۴ تاریخ کو پہنچا' یہ بات ظاہر ہوئی کہ مخالف (داراشکوہ) نے ملکی انتظام میں سقدر دخل پیدا کر لیا ہے جتنا کہ پیدا نہیں ہونا چاہیئے تھا' اس نے دربار شاہی کے تمام متصدی ہٹا کر ان کی جگہ اپنے ملازمین لگا دیئے ہیں اور اب وہ خزانوں کے جمع کرنے اور لشکر کی تیاری میں پوری کوشش کر رہا ہے اور غالباً وہ خبر کہ جس کا محض گمان ہی گمان تھا یقین کی حد کو پہنچ چکی ہے (شاہجہاں کے انتقال کی طرف اشارہ ہے)۔ دیکھئے اب دہ راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے!!

اس اعتبار سے کہ احتیاط ضروری چیز ہے اور آجکل دونوں طرف سے چونکہ اسی قسم کی کوشش جاری ہوگی لہٰذا متعارف خط میں بعض باتوں کا تحریر کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا اس لئے ایک خط بنا کردہ باتیں لکھدی گئی ہیں (کہ اگر خط پکڑ بھی لیا جائے تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ اورنگ زیب کی تحریر ہے) اب اس کے بعد جو کچھ لکھنا ہوا کرے گا اسی ایجاد کردہ خط میں لکھا جایا کرے گا۔ والسلام!

(۳/۱۶۹)

برادر یجاں برابر! تمھارا محبت نامہ جو اللہ یار کے ساتھی روح اللہ کے ہاتھ بھیجا گیا تھا عین عالم انتظار میں ۳ صفر کو موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ مضامین مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی' اور تمھاری قرارداد اور پروگرام سے اطلاع پاکر دل کو بہت زیادہ اطمینان حاصل ہوا' تم نے علیحدہ کاغذ پر جو باتیں تحریر کی تھیں ان سب کے جوابات تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں امید کہ جلد ہی ان سب سے آگاہ ہو جاؤ گے۔ تم دوئی اور جدائی کا خیال قطعی دل میں نہ لاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اتحاد و یگانگت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ روح اللہ کو ابھی تربیت کی ضرورت ہے۔

اشتیاق ملاقات کے بارے میں کیا تحریر کروں' کہ اگر ایک شمہ بھی بیان کروں تو بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے تمھارے دیدار سے بہرہ ور فرمائے۔ والسلام۔

(۴/۱۷۰)

وہ عہد نامہ جو شاہزادہ محمد مراد بخش کی التماس کے بموجب تحریر کیا گیا۔

اس مبارک زمانے میں کہ سعادت و اقبال کے سورج کے طلوع کا وقت ہے اور عظمت و جلال کی صبح عنقریب نمودار ہونے والی ہے اور ہماری ہمت کا بلند پرواز شاہین مقصود کے حصول کے لئے پر و بال کھولنے

دالا ہے اور مدعا و مقصد یہ ہے کہ دین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کیا جائے اور ہماری تمام تر نیت اس امر پر مبنی اور مرکوز ہے کہ ہمارے غازیوں کی کوششیں اور نصرت شعار مجاہدوں کی مساعی، الحاد اور زندقہ کے کانٹے اسلام کے سدا بہار باغ سے باہر نکال پھینکیں اور رئیس الملاحدہ (دارا شکوہ) اپنے تمام پیروؤں اور لشکریوں کے ساتھ نیست و نابود ہو جائے تفرقہ اور پھوٹ کی گرد جو ہندوستان کے باسیوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے چھٹ جائے اور یہاں کی تمام فضا کفر و شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہو جائے۔ اور یہ ملک اس گندگی سے پاک و صاف ہو کر ہمارے قبضے اور تصرف میں آجائے۔

برادر بجاں برابر یعنی محمد مراد بخش اپنی رائے صائب کی بدولت اس مہم میں ہمارے شریک ہیں اور رفاقت کا فرض ادا کر رہے ہیں اور انھوں نے دوستی اور بھائی چارے کے ان تمام اصولوں کو جو عہد و پیمان سے مستحکم ہو چکے ہیں پھر از سر نو ایقان و ایمان کے ساتھ مضبوط بنایا ہے اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ دشمن دین و دولت کی بربادی کے بعد انتظام سلطنت اور استقرار دولت میں بھی ان کے قدم دوستی اور اتفاق کے راستے سے نہیں ہٹیں گے اور اسی طرح سے ہر وقت ہر جگہ ہر کام میں ہمارے رفیق اور شریک رہیں گے، ہمارے دوست کو اپنا دوست اور ہمارے دشمن کو اپنا دشمن سمجھیں گے اور کسی حالت اور کسی صورت میں ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرینگے۔ ممالک محروسہ (ہندوستان) سے ان کی خواہش کے مطابق جو کچھ ان کو دے دیا جائے گا وہ اسی پر قانع اور خورسند رہیں گے اور اس سے زیادہ کا کبھی مطالبہ نہیں کرینگے۔

اس لحاظ سے از روئے شفقت و مہربانی اور عہد و پیمان سابقہ کے پیش نظر یہ تحریر کیا جاتا ہے (یہ عہدنامہ لکھا جاتا ہے) کہ انشاء اللہ جب تک ان سے خلوص و یک جہتی کا اظہار ہوتا رہے گا اور وہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھائیں گے، ہماری عنایت اور مہربانی روز بروز زیادہ ہی ہوتی رہے گی اور ہم جانبین کے نفع و نقصان کو ایک سمجھتے ہوئے ہر حالت میں اعانت و امداد کی شرائط بجا لاتے رہیں گے۔ اور اتحاد و یگانگت کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑینگے اور آج ہم ان کے حال پر جسقدر مہربان ہیں اور جو الطاف و اکرام ان کے شامل حال ہیں، امید بر آنے کے بعد (ہندوستان پر قبضہ کر لینے کے بعد) اور ملحد مردود کے شکست کھانے کے بعد بہر صورت اس سے زیادہ ان پر مہربان ہوں گے اور ان کو سرفراز کرنے اور ان کے حال پر نوازش فرمانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے اور اپنے وعدے کا ایفا کرینگے اور جس طرح کہ پہلے طے ہو چکا ہے صوبہ جات لاہور، کابل، کشمیر، ملتان، بھکر، اور ٹھٹھ (ٹھٹھہ) تمام اضلاع کے ساتھ خلیج عمان تک اس برادر عزیز کے حق میں چھوڑ دیئے جائینگے اور اس سلسلہ میں ہم کچھ لیس و پیش نہیں کرینگے۔ بدکردار ملحد کا قلع قمع کرنے اور اس دولت خداداد کے چمن سے اس کے شر و فساد کے کانٹے باہر نکال پھینکنے کے بعد (کہ اس کام میں اس عزیز بھائی کی رفاقت بہت ہی ضروری ہے) ہم ان کو بغیر کسی

توقف کے ان صوبہ جات کی طرف روانہ کردینگے اور ان کے رخصت کرنے میں تاخیر بالکل پسند نہیں کرینگے۔ اور جانبین سے کوئی بھی اربابِ غرض کے کہنے سننے سے اپنے دل کو میلا نہیں کریگا کہ یہ (لگائی بجھائی کرنے والے) دنیا میں سب سے زیادہ شریر لوگوں کا گروہ ہے۔ ہم اس دعوے کی سچائی پر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں اور اس وثیقہ اور دستاویز کو برادر عزیز کے مزید اطمینان کے لئے اپنے مہر اور اپنے پنجے کے نقش سے مزین کرتے ہیں۔

اس برادر عزیز کو بھی چاہئے کہ اس آیہ کریمہ کو "تم اپنے عہد کو پورا کرو، بیشک تم سے عہد کے بارے میں باز پرس کی جائے گی" اپنے پیش نظر رکھیں اور معاہدہ کی شرائط بجا لانے میں (جو دنیا و آخرت میں نیکنامی کا باعث ہیں) انتہائی کوشش کریں اور راہِ راست سے ان کے قدم نہیں ہٹیں۔ اور وہ اپنی پسندیدہ اوضاع کی قرار واقعی حفاظت کریں (تاکہ تغیر کی خرابی سے محفوظ رہے) اور کوتاہ اندیشوں کی لگائی بجھائی کا "جو اپنی پست فطرتی سے اپنے ولی نعمت کے جان و مال کو بھی اپنی اغراض فاسدہ کے داؤں پر لگا دیتے ہیں" خیال نہ کریں، کہ اس زمانے میں ایسے لوگوں کی بہت کثرت ہے، ہمیشہ اپنی عقل کی روشنی سے کام لیکر اس راستے کو طے کریں اور اس شمع کو اس بادِ سرسر سے نہ بجھنے دیں۔

(ب)

عاقل خاں رازی نے چند سطروں میں اس معاہدہ کا حوالہ دیا ہے اور مندرجہ ذیل معاہدہ کے شرائط کے علاوہ مال غنیمت کی تقسیم کے طریقہ کار اور حصہ کا تعین بھی کیا ہے، مرتّب خطوط کا خیال ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کی دفعہ ممکن ہے بعد میں طے ہوئی ہو۔ بہر حال ذیل کی چند سطور سے مال غنیمت کی تقسیم کی شرائط کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اِن شرائط پر عہد و پیماں کی بنیاد رکھی گئی ہے اور طے پایا ہے کہ ⅓ مال غنیمت تو شاہزادہ مراد بخش کا حصہ ہوگا اور ⅔ ہماری سرکار میں داخل کیا جائے گا اور حضرت صاحبقران کی تمام مملکت اور ممالک ہندوستان کی تسخیر کے بعد صوبہ جات پنجاب و ملتان ٹھٹھہ تک اور کشمیر کابل شاہزادہ مراد بخش کی مملکت میں داخل ہوں گے اور ان کو اپنی اس ولایت میں علم بلند کرنے، فرمانروائی کا نقارہ بجوانے اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرنے کا اختیار رہوگا۔

بادشاہزادہ محمدؐ سلطان بہادر کے نام

(یہ تمام خطوط ابوالفتح نامی ایبر کے لکھے ہوئے ہیں لیکن ان خطوط میں چونکہ تمام احکام و خیالات عالمگیر کے ہیں، صرف الفاظ ابوالفتح کے ہیں، اس لئے مرتب نے ان کو بھی اسی مجموعہ میں شامل کرلیا ہے اور ہم اسی لحاظ سے ان کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔)

(۱/۱۷۱)

ذرۂ ناچیز ابوالفتح خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو دو نشانات (مکتوبات) اس کمترین کے نام تحریر فرمائے تھے، ان کی وصولیابی سے معزز و مفتخر ہوا، آپ نے ابراہیم بیگ قراول بیگی کے کمی منصب کے بارے میں لکھا تھا اور اضافہ کی خواہش کی تھی لہٰذا شاہی حکم کے بموجب دس روپے کا اس کے منصب میں اضافہ کردیا گیا تھا اس سلسلہ میں دوبارہ جب آپ کی خواہش پیش کیگئی تو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس کی قراولی میں شاہزادے نے صرف ایک مرتبہ ہی شکار کیا ہے اس قدر انعام کافی ہے، اس کے بعد جب اس کی حسن خدمت کا مزید اظہار ہوگا تو باقی رقم اور بطور انعام مرحمت ہوجائے گی"؛ ابھی تک اس کے اضافے کی تصدیق حضور پرنور کے بخشیوں نے نہیں کی ہے اگر آپ فرمائیں تو تصدیق کرالی جائے ورنہ کسی دوسرے وقت کے لئے اس کو اٹھا رکھا جائے۔

آپ نے سلطان جیو کو شکار میں ساتھ رکھنے کی جو درخواست کی ہے اس کا جواب اس طرح ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے شاہزادہ کو وقت سے پہلے ہی شکار میں اپنے ساتھ رکھا، اس کا ہم کو افسوس ہے اس لئے کہ جب سے ان کو شکار کا چسکا پڑا ہے انھوں نے لکھنے پڑھنے اور دوسرے کمالات کے حاصل کرنے میں ڈھیل ڈال دی ہے اور ان باتوں کی طرف وہ بالکل متوجہ نہیں ہیں، ان کو ہم مزید اور کس طرح یوں بیکار رہنے کی اجازت دیسکتے ہیں کہ وہ شکار میں مشغول رہ کر کسب کمال سے محروم رہیں۔"

عوض عوغالی کے بارے میں بخشیوں کو حکم دے دیا گیا تھا کہ اس کو ہمارے حضور میں پیش کرکے سزا دی جائے چونکہ وہ بدنصیب اس پر آمادہ نہیں ہوا لہٰذا دولت آباد کے قلعہ میں اس کو قید کردیا گیا۔

صاحبزادۂ جہانیان! چونکہ حضور والا کے سننے میں یہ بات آئی ہے کہ آپ کے اوقات کار منظم و منضبط نہیں ہیں، حضور انور کو یہ بات بہت ناگوار گذری لہٰذا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں حکم والا کے بموجب شبانہ روزی اوقات کی تقسیم دستور العمل کے عنوان سے تحریر کرکے اس کی ایک ایک نقل محمد طاہر اور شیخ نظام کو ارسال کردوں تاکہ وہ اس کے مطابق جائزہ لیتے رہیں، اگر آپ اس نظام الاوقات پر تراز واقعی عمل فرمائیں اور محمد طاہر اور

شیخ نظام کے کہنے کے مطابق اس نظام الاوقات کو کام میں لائیں تو یہ دونوں حقیقت حال درگاہ والا میں عرض کریں، چنانچہ میں اس عریضہ کے ساتھ اس نظام الاوقات (عرضداشت) کو خدمت میں پیش کر رہا ہوں آپ کا یہ خیر اندیش بندہ اُمیدوار ہے کہ آپ اس عرضداشت (نظام الاوقات) کو پیر و مرشد حقیقی کا ارشاد محض تصور فرما کر اس کے مطابق عمل فرمائیں کہ یہ امر قبلۂ و کعبۂ حقیقی کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہاں ایک بات اور عرض کرنا ہے کہ چونکہ حضور والا کے علم میں یہ بات بھی آگئی ہے کہ آپ کبھی کبھی محفن بند اور کُرتے کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں، اس لئے حضور پُرنور نے اس غلام سے فرمایا کہ میں آپ کو تحریر کردوں کہ "جبکہ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے ہیں اور ہمارے اوضاع و اطوار اور نشست و برخاست کے رنگ ڈھنگ دیکھے ہیں ایسی صورت میں اس طرح سے ان کا نماز پڑھنا بہت ہی عجیب و غریب بات ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ وہ اپنی سعادت مندی سے ہمیشہ ان طریقوں پر عمل کرینگے جو انھوں نے ہماری خدمت میں رہ کر ہماری تربیت سے حاصل کئے ہیں اور اس پیروی کو دونوں جہان کی کامیابی کا وسیلہ سمجھیں گے اور ہماری رضا مندی کے حصول کو سعادت دارین جانتے ہوئے ہمیشہ اسی طرح عمل کریں گے۔"

زیادہ حد ادب! اللہ تعالیٰ آپ کو مکارم اخلاق اور محاسن صفات کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲/۱۷۲)

ذرۂ بے مقدار ابو الفتح مراسم عقیدت کی ادائیگی کے بعد عرض کرتا ہے کہ قبلۂ و کعبۂ دو جہاں اس بات پر متوجہ ہیں کہ آپ کے اوقات گرامی کا ایک لحظہ بھی بیکار اور بغیر کسی پسندیدہ شغل کے نہ گزرے اور آپ سفر میں ہوں یا اپنے مستقر میں آپ کے تمام اوقات شبانہ روزی اس طرح تقسیم ہوں کہ ہر کام منظم اور منضبط طریقے پر انجام پذیر ہو اس لئے حضور والا نے اس سلسلہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ حکم والا کے بموجب تحریر کرتا ہوں، آپ اسی کے مطابق اپنا دستور العمل اور نظام الاوقات ترتیب دیں اور اسی کے مطابق عمل کریں اور کسی حال میں بھی اس سے تجاوز نہ کریں۔ قبلہ و کعبہ حقیقی کی رضا مندی اور خوشنودی کو اس پر منحصر سمجھیں۔

حضور پر نور فرماتے ہیں کہ خواہ سفر میں ہو یا حالت حضر (مقیم) میں تین گھڑی رات رہے، بیدار ہو جایا کریں، ایک گھڑی ورزش کریں، اس کے بعد نماز فجر کی تیاری کریں، ایک گھڑی رات رہے، صبح کی نماز ادا کریں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقررہ وظائف پڑھیں اور ایک پارہ قرآن پاک کی تلاوت کریں، اس کے بعد حرم سرا میں تشریف لے جائیں اور ناشتہ کریں، اگر سفر میں ہوں اور کوچ کا دن ہو تو دو گھڑی دن نکلنے کے بعد سوار ہوں۔ راستہ میں اگر شکار کے شغل میں مشغول ہوں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ دوپہر کے وقت تک

منزل پر پہونچ جائیں۔

اگر شکار نہ کیا جائے تو راستہ طے کرکے منزل پر اتر جائیں اور اگر دماغ کام دے اور اتنا وقت ہو تو کچھ دیر عربی پڑھیں ورنہ آرام کریں، جب دوپہر کو ایک گھڑی گذر جائے اور سورج ڈھلنے لگے تو ظہر کی نماز کے لئے اُٹھیں اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اب اگر بھوک محسوس ہو تو کھانا کھائیں اور کچھ دیر قیلولہ کریں ورنہ آرام پر غذا کو مقدم سمجھیں (محض آرام کی خاطر دوپہر کا کھانا نہ چھوڑیں)۔ اس کے بعد عصر کی نماز کا وقت ہونے تک خوشنویسی کی مشق کریں اور پھر معروضات (عرائض) اور احکام کے لکھنے میں بشرطِ ضرورت مشغول رہیں ورنہ اس وقت میں فارسی نظم ونثر کی کتابیں مطالعہ کریں یا فارسی منظومات سنیں اور جب دیکھیں کہ پانچ گھڑی دن باقی ہے تو نماز عصر کے لئے تیار ہو جائیں اور نماز ادا کرنے کے بعد عربی پڑھنے میں مشغول ہو جائیں۔ جب ایک گھڑی دن باقی رہے تو غسل کریں اور نماز مغرب ادا کریں اور دو گھڑی رات تک مجلس جاری رکھیں پھر اٹھ کر نماز عشا ادا کریں اور ایک پارۂ قرآن کی تلاوت کریں پھر اندر محلسرا میں چلے جائیں۔ جب ایک پہر رات گذر جائے تو سونے کے لئے لیٹ جائیں[1]۔

یہ نظام الاوقات تو حضر کی حالت میں تھا اور اگر سفر کی حالت ہو تو جو امور "تناول ماحضر" کے سلسلہ میں درج کئے گئے ہیں اسی نظام الاوقات پر عمل کیا جائے۔ دو گھڑی تیراندازی، بندوق اندازی وغیرہ (فنونِ سپہ گری) میں صرف کریں، جب چار گھڑی دن چڑھ جائے تو خاص وعام لوگوں کے ساتھ بیٹھیں اٹھیں (اختلاط رکھیں) دو گھڑی ان لوگوں میں بیٹھ کر اگر کچھ کام آپڑے تو محمد طاہر وغیرہ یا اور کسی اہل خدمت کو طلب کرکے وہ کام اس کے سپرد کریں، دو تین گھڑی کے لئے غسل وغیرہ کی طرح کسی خلوت کے کام کے لئے مخصوص کردیں اس کے بعد قیلولہ کریں، اگر ضرورت نہ ہو تو خلوت کے غسلخانہ کو موقوف کرکے چار گھڑی تک عربی کے پڑھنے میں مشغول رہیں اس کے بعد آرام کریں۔ پھر مقررہ وقت پر ظہر کی نماز ادا کریں، نماز کے بعد ایک پارہ قرآن پاک کی تلاوت کریں پھر اندر تشریف لے جائیں، وہاں بھی خوشنویسی کی مشق کریں اور جو دوسری مصروفیات بیان کیگئی ہیں ان میں مشغول رہیں، اس کے بعد ایک پہر رات گذرنے تک وہی معمولات رہیں جو قبل ازیں تحریر کئے جاچکے ہیں۔

البتہ کوچ کے دن دو پارے قرآن کی اور مقام کے دن تین پاروں کی تلاوت ضروری ہے۔

اگر حالت سفر نہ ہو بلکہ حضر کی حالت ہو یعنی آپ شہنشاہ کے ساتھ ہوں تو اس صورت میں نظام الاوقات یہ ہوگا کہ جس روز اعلیحضرت کا قصد شکار کا ہو اس روز آپ تلاوت کلام پاک بقدر ایک پارہ کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھیں اور طلوع آفتاب سے قبل ناشتہ کرکے دربار کو روانہ ہو جائیں، راستہ میں لوگ

---

[1] پہر اور گھڑی کا فرق ملحوظ رکھا جائے۔

مجریٰ بجالائیں گے۔ اس دن آپ کی اقامت تمام دِن عام چھاؤنی میں رہے گی۔ دربار سے رخصت ہوکر دَولت سرا میں واپس تشریف لائیں پھر آرام کریں اور ظہر کی نماز مقررہ وقت پر ادا کریں، نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی قضا تلاوت (قرآن) ادا کریں (ایک پارہ قرآن کی تلاوت کریں) اور پھر کچھ اور لکھنے پڑھنے میں مشغول ہوجائیں، پھر اندر محلسرا میں تشریف لے جائیں اور طعام نوش فرمائیں، نماز عصر ادا کریں، اس کے بعد دو گھڑی کمانداری (تیر کمان چلانا) اور دوسرے فنون سپہ گری میں مشغول رہیں۔ جب تین گھڑی یا دو گھڑی دن باقی رہ جائے تو پھر دربار کے لئے روانہ ہوجائیں اور مغرب و عشاء کی نماز اعلیٰحضرت کے ساتھ ادا کریں، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک گھڑی یا اس سے کچھ زیادہ غسلخانہ میں تشریف لے جائیں اور وظیفہ و تلاوت میں مصروف رہیں اس کے بعد استراحت کریں۔

جس دن شکار کی سواری کا پروگرام نہ ہو اس دن کا نظام الاوقات یہ ہوگا کہ ناشتہ سے فراغت کے بعد تلاوت سے فارغ ہوجائیں اور اعلیٰحضرت کے عوام اور خواص میں تشریف لانے سے قبل دربار میں پہنچ جائیں اور پھر باقی دِن ایک پہر رات تک اسی نظام الاوقات کے مطابق بسر کریں جو اس سے قبل لکھا جا چکا ہے، مختصراً یہ کہ آپ اپنے تمام مقدس اوقات کو شاہی ارشاد کے بموجب بسر کریں اور اس امر کو اعلیٰحضرت کی رضامندی کا باعث سمجھیں، خدانخواستہ اس کے خلاف اگر کیا گیا تو اعلیٰحضرت کی رضامندی کے خلاف ہوگا۔

(۳)

ذرّہ بے مقدار ابوالفتح وظائف عقیدت و اخلاص بجالانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اعلیٰحضرت قبلۂ دین و دنیا نے ایسے ضوابط و قواعد (نظام الاوقات) مقرر فرمائے ہیں جو سلاطین زمانہ کے لئے دستور العمل بن سکتے ہیں اور ان قواعد و ضوابط کو تفصیل کے ساتھ ارشاد فرما دیا لیکن اب پھر حضور پرنور کے ارشاد کے بموجب مزید احتیاط کے طور پر اس پروگرام اور نظام الاوقات سے کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

حالت قیام میں (یعنی جب آپ مقام کریں) تو پانچ گھڑی دن چڑھے خاص و عام لوگوں میں تشریف لائیں اور دو گھڑی تک اگر ضرورت ہو تو وہاں بیٹھیں ورنہ بقدر ضرورت وہاں بیٹھیں اور پھر اندر تشریف لیجائیں، بادشاہی ملازمین اور اعلیٰحضرت کے کارکنوں کو رخصت کردیں اور دِن کے غسلخانہ (خلوت) کو موقوف کردیں۔ اگر محمد طاہر یا قیا دبیگ وغیرہ متصدیوں سے کچھ کہنا سننا ہو تو اُن کو احکام دیدیں اور ان کے ساتھ کچھ دیر خلوت میں بیٹھیں اور پھر اندر تشریف لے جائیں۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے خلوت سے نکلیں دن ڈھلے جب ایک گھڑی دن رہ جائے تو خلوت کریں اور نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اگر ضرورت نہ ہو

جب بھی ایک گھڑی تک باہر بیٹھیں، عشاء کی نماز ادا کرکے وہاں سے اٹھیں، غسل خانے میں سوائے اہل خدمت اور شاہی ملازمین کے کسی اور کو موجود نہیں ہونا چاہیے۔

اگر کوچ کا دن ہو اور منزل دور ہو تو صبح کی نماز سے فراغت کے بعد سوار ہوں اور راستہ میں ما حضر صرف کریں اور اگر منزل نزدیک ہو تو ما حضر تناول کرکے روانہ ہوں، اسی طرح نہ بہت تڑکے اور نہ سورج نکلنے کے بہت دیر کے بعد سوار ہوں کہ بغیر ضرورت کے یہ صورت حال مناسب نہیں ہے۔ منزل پہنچنے کے بعد اگر ضرورت ہو تو عوام و خواص کے ساتھ بیٹھیں اٹھیں ورنہ دستور (مرقومہ) کے مطابق دن ڈھلے خلوت طلب کریں۔ اور اگر شکار میں مشغول ہیں (سفر کی حالت میں شکار کھیلنا مطلوب ہو) تو فوج کو بخشیوں کی زیر نگرانی اسی طرح روانہ رکھیں صرف چند لوگوں کو ساتھ لیکر شکار گاہ میں چلے جائیں اور اگر شکار موجود نہ ہو تو فوج کو آراستہ کرکے آہستگی اور آرام کے ساتھ قطع مسافت کریں۔ شاہی ملازمین میں محمد طاہر اور دو ہزاری منصبدار کے علاوہ کسی کو یہ اجازت نہ ہو کہ فوج سے آگے بڑھ کر آپ کے پاس آئے البتہ وزیر بیگ ..... اور ناظر وغیرہ جیسے لوگ اگر آپ کے چپ و راست چل رہے ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ اس بات کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور جو لوگ فوج کے آگے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دو خدمتگاروں سے زیادہ نہ ہوں۔ اس لئے کہ خدمتگاروں کی بھیڑ جب فوج سے آگے ہو جاتی ہے تو فوج کا نظم و نسق درہم و برہم ہو جاتا ہے اور ہر حالت میں ہر وقت صرف ضرورت کے مطابق خواہ دیوان میں ہوں یا سواری میں نوکروں سے یا ان لوگوں سے جو بات چیت کے قابل اور اس کے اہل نہیں ہیں کلام کریں (خدمتگاروں سے بقدر ضرورت بات کریں) کہ ایسی باتیں ہیبت اور شکوہ شاہی کو کم کر دیتی ہیں (شاہی سطوت و شوکت کو اس سے نقصان پہنچتا ہے)۔

دیوان عام، دیوان خاص اور خلوت میں شاہی ملازمین کے کھڑا کرنے اور بٹھانے کی ترتیب اسی نقشہ کے مطابق ہونا چاہیے جو شاہی حکم کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے، یہ نقشہ محمد طاہر کو دکھا دیا جائے تاکہ وہ اس کو خوب اچھی طرح سمجھ کر آپ کے خاطر نشاں کر سکے۔

دوسرا حکم والا یہ ہے کہ اگر عرضداشت کا وہ مسودہ جو نظر انور سے گذر چکا ہے صاف نہ کیا گیا ہو تو اس میں "حضور والا کی ملازمت کے حصول کا وقت" بھی درج کر لینا چاہیے ورنہ اس عرضداشت میں جو برہان پور سے بارگاہ خلافت میں رسال کرینگے ضرور داخل کر لیں تاکہ حکم والا کے صادر ہونے کے بعد "ملازمت" (بارگاہ شاہی میں باریابی) کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ روانہ ہوں۔

میر ابو الفضل محمودی کو جو قبلہ دو جہاں کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد آپ کے پاس

رخصت ہونے کے لئے آرہے ہیں، پوت کے جامہ کی خلعت عطا فرمائیں (وہ خلعت عطا فرمائیں جس میں جامہ پوت کا ہو) پنجشنبہ کو آپ یہاں سے کوچ کرکے جمعہ کے روز قیام فرمائیں پھر وہاں سے منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے برہان پور تک پہنچیں، برہان پور میں بقدر ضرورت قیام کرکے مقصد کی طرف متوجہ ہوں"۔

آپ کا مبارک نشان جو میری عرضداشت کے جواب میں آپ نے اپنے خاص خط سے تحریر فرمایا تھا سہ شنبہ کی صبح کو موصول ہوا، تسلیمات بجالاتا ہوں، بعض افراد کو جو القاب عطا فرمائے گئے ہیں وہ جداگانہ فرد پر تحریر کرکے ارسال کردیئے گئے ہیں۔

دیگر عرض یہ ہے کہ آپ نے ایک علیحدہ خط جو نواب الا گہر سلطان جیو کے عنایت نامہ کے ساتھ حضور پرنور میں ارسال کیا تھا اور وہ نشان[1] جو میری عرضداشت کے جواب میں مرقوم فرمایا تھا حضور انور کی نظر سے گذرے اور مطالب مندرجہ قبلۂ دین و دنیا پر واضح ہوئے، ملازمتِ اقدس کی ساعت کے اختیار کرنے کے بارے میں، حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ" درخواست پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ کسی دوسرے کی وساطت کے بغیر یہ راستہ کھل جائے اور واجب الاطاعت احکام عرضداشت کے جواب میں براہ راست ان کو صادر کردیئے جائیں۔ (شاہزادہ بذریعہ عرضداشت اپنے مطالب و مقاصد پیش کریں کسی دوسرے کا واسطہ درمیان میں نہ ہو اور ہم براہِ راست اس پر حکم صادر فرمادیں) ورنہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات کو وکیل دربار بھی پیش کرسکتا ہے، تم اگر یہی چاہتے ہو تو اب اس سلسلہ میں وکیل دربار کو حکم دے دیا جائے گا"۔

علاوہ ازیں یہ حکم بھی ہوا ہے کہ آپ بارگاہ خلافت میں جو عرضداشت روانہ کریں تو درخواست تحریر کرنے کے بعد اس پر مہر کرکے اور مرتب کرکے حضور عالی میں ارسال کیا کریں تاکہ نظر شاہی سے گذرنے کے بعد ڈاک چوکی کے ذریعہ سرکار والا میں ارسال کردی جایا کرے۔

وہ دوسرا معاملہ جو ایک جداگانہ کاغذ پر مرقوم تھا، اس کے بارے میں حکم ہوا ہے کہ" جب وہ معاملہ ہمارے سننے میں آئیگا تو اس کے بارے میں غور کیا جائے گا"، محمد طاہر اگر چاہیں تو شکار میں تمہارے ہمراہ رہ سکتے ہیں، ورنہ بطورِ تکلف ان کو ساتھ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ فوج کو اپنے ساتھ لیکر براہ راست جاسکتے ہیں۔ جمعہ کے روز کوچ کرنے کے بارے میں حکم ہوا ہے کہ" جو کچھ تم نے طے کیا ہے مناسب ہے" روز مذکورہ قیام نہ کریں اور منزل کی جانب رواں رہیں۔ ۲۴ ماہ حال بروز پنجشنبہ برہان پور کو اپنے قدم سے زینت بخشیں (برہان پور جمعرات کے دن پہنچیں)

---

[1] شاہزادے منصبداروں یا امراء کو جو خطوط لکھتے تھے وہ نشان کہلاتے تھے۔ ان کو فرمان نہیں کہا جاتا تھا۔ فرمان صرف بادشاہ وقت کے نامہ کے ساتھ مخصوص تھا۔

صاحب مہربان سلامت! ابھی ابھی ملّائے ترکی کے بیان سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ آپ کو ترکی زبان کے پڑھنے سے دلچسپی نہیں ہے اور آپ نے ان کو اپنے ہمراہ نہیں لیا ہے، اس سلسلہ میں حکم ہوا ہے کہ "ترکی زبان کے حاصل کرنے میں تمھاری ٹال مٹول سے ہم کو بہت تعجب ہوا اس لئے کہ حضورِ شاہی میں تمھاری ترکی دانی کا کئی مرتبہ ذکر آچکا ہے، شاید اس وقت بھی اس کا ذکر آجائے۔ ایسی صورت میں اگر آپ ملّائے ترکی کو فرصت کے اوقات میں اپنے پاس بلائیں اور ان سے ترکی زبان میں گفتگو کریں اور تحریر و تقریر میں کچھ دسترس بہم پہنچالیں تو مرضی والا کے مطابق ہوگا۔

(۱۷۴)

ذرّہ بے مقدار ابو الفتح مراسم اخلاص بجالا کر عرض کرتا ہے کہ آپ کی گرامی عرضداشت جو حضور والا کے فرمانِ والا کے جواب میں سلطان والا گوہر شاہزادہ بلند اختر کے ذریعہ ارسال ہوئی تھی دوشنبہ کی شب کو نظر انور سے گزری، چونکہ درخواست کی تمہید میں رعایت مراتب حسب قاعدہ ملحوظ نہیں رکھے گئے اور بعض الفاظ مثلاً "مُرشد پرست" "عقیدت کیش" وغیرہ کہ ان کا عرائض میں تحریر کرنا مرضی والا کے مطابق نہیں تھا اس لئے ان کو قلم زد کر دیا گیا باوجودیکہ شاہی امراء کے القاب ان درخواستوں میں جو درگاہ معلّی میں شاہزادوں کے حضور میں رسال کی جاتی ہیں، تحریر نہیں کئے جاتے۔ چنانچہ سیّد علی کو جس کی حالت اور مرتبہ کا آپ کو علم ہے آپ نے "سیادت مرتبت" "نجابت منزلت" اگرچہ وہ بیان واقعی ہی سہی، تحریر کیا تھا اور اسی طرح اختتام کی عبارت کا "سرادق والا" کے کلمہ سے کوئی ربط نہیں تھا، جیسا کہ آپ پر عرضداشت کی نقل سے ظاہر ہوجائیگا اس لئے ازروئے محبت و مکرمت و از راہ ارشاد و تربیت حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ "اس قسم کے سہو کو کیا سمجھا جائے"، نیز ارشاد ہوا کہ آئندہ جو عرائض تحریر کریں اس کی تمہید اس طرح ہونا چاہیئے۔

"بعد ادائے مراسم اخلاص و ارادت" یا "پس از تقدیم وظائف بندگی و عقیدت بموقف عرض می رساند"، اسی طرح لفظ "پرستش" یا "عبودیت" تحریر نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ الفاظ حضرت کبریا کے ساتھ مخصوص ہیں لہٰذا قطعی کبھی کسی عرضداشت میں یہ الفاظ تحریر نہ کریں، اسی طرح لفظ "کیش" کے بجائے کلمہ "آیین" لکھا جائے تو مناسب ہے۔ ہم ہمیشہ سعد اللہ خاں کو خاں سعادت نشان، اور شائستہ خاں و شاہ نواز خاں کو عمدۃ الملک، علی مردان خاں کو "امیر الامراء" یا "عضد الخلافۃ" لکھتے ہیں وہ لوگ جو ان کے ہم مرتبہ نہیں ہیں (اس مرتبہ کے نہیں ہیں) ان کا صرف نام لکھ دینا ہی کافی ہے۔

جہاں کہیں ہم سے خطاب ضروری ہو وہاں صاحب و قبلۂ دین و دنیا، یا صاحب قبلہ حقیقی یا قبلۂ آمال و کعبۂ امانی، لکھا کریں اور اس قسم کی عبارتوں "زمین خدمت بہ لب ادب بوسیدہ"، "ذرّہ وار بما معہ جاہ و جلال

می رسانند یا بعرضِ اقدس اعلیٰ می رسانند" کے تحریر کرنے سے احتراز کریں "امر" کے بجائے لفظ "احکام" نہ لکھیں کہ یہ لفظ بارگاہ خلافت کے لئے مخصوص ہے" جب آپ ملازمت کی سعادت سے سرفرازی حاصل کریں گے تو ممکن ہے بعض موقعوں پر اسی قسم کی باتیں حضور انور کے حکم کے بموجب قبلۂ دو جہاں کے حضور میں تحریر کی جائیں یعنی اعلیٰحضرت شاہجہاں کی خدمت میں کچھ عرائض ارسال کی جائیں یقین ہے کہ وہ عرائض آپ کی نظر سے بھی گذرینگی (اس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں عرائض کس طرح لکھے جاتے ہیں) ایسی صورت میں اگر لکھنے میں احتیاط نہیں کی گئی اور عبارت قاعدے اور آداب انشا پردازی کے مطابق نہ ہوئی تو شرم کی بات ہے۔ لہٰذا آپ فرصت کے وقت ایسی کتابوں خصوصاً اکبر نامہ وغیرہ کا مطالعہ کیا کریں اور انشا پردازی کی مشق سے غافل نہ ہوں اپنی تمام تر ہمت اس بات پر مرکوز و مصروف رکھیں کہ تقریر و تحریر پاکیزہ اور پسندیدہ ہو، جب تک الفاظ کے معانی اور ان کے مناسب ربط واقعی طور پر سمجھ میں نہ آجائیں ان الفاظ کو بولنے یا لکھنے میں استعمال نہ کریں جو کچھ کہیں یا لکھیں وہ پہلے سوچ سمجھ لیں"۔

زیادہ حدادب، اب اس عریضہ کو دعا پر ختم کرتا ہوں، اللہ کرے آپ قبلہ جہانیاں وکعبہ عالمیاں کی تربیت وعنایت کے سایہ میں دینی اور دنیوی مقاصد سے بہرہ ور رہوں۔

(۵/۱۷۵)

ذرہ بے مقدار ابو الفتح عرض کرتا ہے کہ نشان گرامی جو میری عرضداشت کے مطالعہ کے بعد تحریر کیا گیا تھا، موصول ہو کر سربلندی کا باعث ہوا، آپ کا مکتوب قبلہ وکعبہ کے حضور میں پیش کیا گیا، چونکہ آپ کے مکتوب پر سنت اور قاعدہ کے خلاف "بسم اللہ" کے بجائے "اللہ اکبر" مرقوم تھا اور اس خط کو آپ نے "نشان" کے بجائے "نشانِ والا" سے موصوف کیا تھا اور "مہر شریف" کو "مہر خاص" تحریر کیا تھا لہٰذا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ:-

شیخ ابو الفضل کے اکبر نامہ کے پڑھنے سے عبارت کا تتبع اور پیروی مقصود تھی نہ کہ مصنف کے مذہب کی پیروی، جس نے بطور بدعت ایک مسنون طریقے کو بدل دیا ہے، یعنی وہ اپنے خطوط کو بجائے "بسم اللہ" کے اللہ اکبر سے شروع کرتا ہے۔ جب تم اپنے نشان کو نشان والا اور مہر کو مہر خاص لکھنے لگو گے تو پھر "نشانِ عالی" اور "مہر مبارک" کو کس عنوان سے بیان کرو گے۔

"ہم تو ابھی تک جو عرائض بارگاہِ خلافت میں ارسال کرتے ہیں اور جن مکتوب کے بارے میں ہم کو یقین ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰحضرت کی نظر اشرف سے گذرینگے تو مراتب ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے ہرگز اس قسم کے کلمات نہیں لکھتے ہیں اور نہ کبھی لکھے"۔

تم اپنے رتبہ اور مرتبہ سے کیوں غافل ہو، ہماری خدمت سے ایک ہفتہ الگ رہ کر تم نے سر رشتہ ادب

ہاتھ سے چھوڑ دیا اور ضروری آداب کا لحاظ نہیں رکھتے، اگر کوئی بام بلند پر چڑھنا چاہتا ہے تو اگر وہ زینہ زینہ چڑھتا ہے تو آسانی سے بلندی پر پہنچ جاتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ پہلی سیڑھی ہی سے ایک دم بلندی پر پہنچ جائے تو یقیناً وہ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتا اور اپنی جگہ ہی پر رہ جاتا ہے"۔

ملائے ترکی خواں کے بارے میں حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ "اس کی پیری اور ناتوانی اس سلسلہ میں کوئی عذر نہیں بن سکتی، اگر یہ عذر ہے تو عذرِ بے فراست ہے، بدعقلی کا عذر ہے۔ تم نے توان کو قیام کی حالت میں معدوم سمجھ رکھا ہے سفر کا تو سوال ہی کیا ہے۔ اس ایک سال کے عرصہ میں جب سے وہ شاہی ملازم ہے اس کی تنخواہ سرکار نامدار سے ادا کی جاتی رہی ہے تم نے قطعی طور پر ترکی پڑھنے کی طرف توجہ نہیں کی، معلموں کی قدر و منزلت کا اصل باعث ان کے کمالات سے فیض حاصل کرنا ہے ورنہ ان لوگوں کی بے فائدہ آؤ بھگت سے کیا نتیجہ (جب کہ ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو اُن کی آؤ بھگت بیکار ہے) جب کہ تم نے ان مہربانیوں کی قدر نہیں جانی اور موقع کو غنیمت نہیں سمجھا اور ان باتوں کے حاصل کرنے میں (جو نفسِ انسانی کے کمال و آراستگی کا باعث ہیں اور شاہزادوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی) بالکل دلچسپی نہیں لی تو اس سے ہمارا کیا نقصان ہوا، اب کہ تم کو کچھ ہوش آیا ہے اور برے بھلے کی تم کو کچھ تمیز آئی ہے لہٰذا اب جس چیز میں تمھاری بھلائی ہوگی خود کوتاہی نہیں کروگے ہم بیکار ان لوگوں پر روپیہ کیوں خرچ کریں"۔

وہ خود جو محمد محسن کے پاس رہ گیا تھا، آج سے دو روز قبل ایک سوار کے ذریعے جو آپ کی خدمت میں متعین ہے، روانہ کر دیا گیا ہے، آپ کے التماس کے بموجب شیخ زادہ کا پیرہن جس کو قبلہ دین و دنیا نے کئی بار "تبرک" فرمایا ہے، انتہائی محبت اور مہربانی سے عطر کرنے کے ساتھ آپ کو مرحمت فرما دیا گیا ہے، جلد پہنچ جائے گا۔

ہوشدار کو برہان پور تک ساتھ رکھنے کی درخواست اس لئے قبول نہیں کی گئی کہ آجکل پایاں گھاٹ کی منزلوں پر شکار نہیں ہے، لہٰذا آپ ہوشدار کو بالاگھاٹ تک ساتھ لیجائیں اور وہاں سے واپسی کے لئے رخصت کر دیں، دوسری بات حضور انور نے نہایت مہربانی اور شفقت کی بدولت یہ ارشاد فرمائی کہ "اسلحہ کے پہننے کی ورزش کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچائیں، جبہ اور رجامہ اور خود اتارتے وقت کافی احتیاط سے کام لیں جب تک سر اور جسم کا پسینہ خشک نہ ہو جائے عجلت نہ کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو خدانخواستہ بے احتیاطی سے جسم کو نقصان پہنچ جائے"۔

چونکہ نشان کا کاغذ قطع کیا ہوا نہیں تھا، بہت ہی خراب تھا اور بہت پریشان دماغی کے ساتھ یہ

خط لکھا گیا تھا اور مکتوب کے اُس کاغذ کے ساتھ اِس کو کوئی مناسبت نہیں تھی جو حضور انور کو تحریر کیے جانے والے خطوط میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا حکم ہوا کہ وہ جو کچھ لکھیں ہاتھ روک کر لکھیں اور وہ کاغذ استعمال کریں جو استعمال کے لائق ہو اور بے پروائی سے خط کی خوبی کو برباد نہ کریں۔

۶
۱۷۶

ذرّہ بمقدار ابوالفتح وظائف اخلاص وعقیدت بجالا کر عرض کرتا ہے کہ نشان والا جو سراسر آپ کا تحریر کردہ تھا، موصول ہو کر سربلندی کا باعث ہوا۔ تسلیمات بندگی بجالاتا ہوں۔

آپ کی عرضداشت جو چاندہ گھاٹ کو عبور کرنے کے لئے خدمت والا میں ارسال کی تھی، نشان عالی کے ساتھ نظر انور سے گذری، عمدۃ الملک شائستہ خاں کے وکیل کی تحریر کے بموجب جہاز بنانے کی اطلاع جو بطور مقدم نشانِ والا میں مندرج تھی اس سے آگاہ ہونے پر حضور پُرنور نے فرمایا کہ "اس قسم کی باتیں بغیر تحقیق حال کے اس عبارت عجیب کے ساتھ "ازصاحب وقبلہ کہ چنیں چیزے فرمودہ باشند" تحریر کرنا آداب دانی سے بہت بعید ہے[1]۔

بہر صورت اس قسم کی باتیں اگر عرائض وکیل کے ذریعہ محفل شاہجہانی میں مذکور بھی ہوئی تھیں تو یہ ضروری نہیں تھا کہ شاہزادہ ان کو تحریر کرتے، اور اگر لکھنا بہت ہی ضروری تھا تو کسی اچھے ڈھنگ سے بھی لکھ سکتے تھے، اگر یہ امر پیشگاہ خلافت میں مذکور بھی ہوا تھا تو ان کو چاہیئے تھا کہ حضور شاہجہانی میں عرض کرتے کہ اورنگ زیب نے کسی نئے جہاز کی تیاری کی فرمائش بندرگاہ سورت میں نہیں کی ہے۔ وہ جہاز جو مغل خاں کے زمانہ میں تباہ ہو کر پرگنہ لکرالہ کے زمیندار کے ہاتھ لگ گیا تھا وہ خاص شاہی اموال میں لے لیا گیا تھا اور اس کے بعد قبلہ دوجہاں (اورنگ زیب) کو مرحمت کر دیا گیا، چونکہ اس جہاز کو اب سے پہلے کئی مرتبہ جہاز "سلامت رس" کے ساتھ بندر ٹھٹھ سے بندر سورت لایا گیا تھا اس لئے وہ مرمت طلب تھا اور قبلۂ دوجہاں کے حکم کے مطابق وہاں کا متصدی چاہتا تھا کہ اس کی ضروری مرمت ہو جائے چنانچہ اس کی مرمت ہو رہی ہے، اگر مرضی مبارک (شاہجہاں) نہ ہو تو جہاز کی مرمت روک دی جائے۔ حالانکہ اس کی مرمت میں چند لکڑیوں سے زیادہ کچھ صرف نہیں ہے۔

---

[1] شاہزادہ سلطان نے شاہجہاں کے بارے میں تحریر کیا تھا کہ انھوں نے شائستہ خاں کے وکیل سے جب سُنا کہ جہاز کا بنانا مقدم سمجھا گیا ہے، اورنگ زیب جہاز تیار کرا رہے ہیں تو بغیر تحقیق حال کے اس بات کو درست سمجھا۔ شاہزادہ سلطان نے اپنے خط میں اورنگ زیب کو لکھا کہ "عجیب است ازصاحب وقبلہ کہ چنیں چیزے فرمودہ باشند"۔ اورنگ زیب اسی جملہ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ اعلحضرت کی نسبت اس طرح عبارت لکھنا خلاف ادب ہے۔

حضور پرنور نے رکن السلطنت کو جو کچھ عنایت فرمایا ہے اس کو بغیر عرض کئے اور بغیر اجازت لینے کے بارے میں ان کو تامل ہے، اس کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے کہ اس بات کے پوشیدہ رکھنے سے یہ مقصود تھا کہ عمدۃ الملک کو جو خلوص و یک رنگی ہم سے ہے وہ کسی طرح سے دشمنوں پر آشکارا نہ ہو، اب جب کہ وہ یہی مناسب سمجھتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں! وہ عرضِ اقدس میں ظاہر کردیں کہ صاحب عالم (شاہزادہ اورنگ زیب) نے ایک ہاتھی سونے کے ساز و سامان کے ساتھ نواب سلطان جیو (شاہزادہ سلطان) کے ذریعہ میرے پاس بھیجا ہے،، مجھے یقین ہے کہ اعلیٰحضرت حکم دینگے کہ "لے لو"

ابراہیم بیگ کے اضافہ کی یادداشت جو درست کردی گئی تھی، حضور گرامی میں ارسال کردی گئی، حضور پرنور کے دربار کے بخشی اس کے اضافہ کی رقم تاریخ حکم ثانی (عرضِ مکرّر) سے اس کو ادا کردینگے۔

وہ معاملہ یا مسئلہ جو آپ کی عرضداشت میں مندرج تھا وہ غالباً حضور کو پسند نہیں آیا، اس سلسلہ میں مجھ نیاز مند سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "ایشاں را از کجا معلوم شد کہ ما توجہے پرداختن مہمات نداریم، کلفتے کدورت قضیہ نامرضیہ باقیست" (شاہزادہ کو کہاں سے یہ معلوم ہوگیا کہ ہم مہمات کی دیکھ بھال نہیں کرتے اور اس ناپسندیدہ قصے کی کدورت ابھی تک باقی ہے) ان الفاظ کے ساتھ وہ (شاہزادہ سلطان) ہم کو نصیحت کریں اور سمجھائیں اس کی گنجائش ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ ہماری عقل خداداد نے جو باتیں اس سلسلے میں دریافت کی ہیں اور ہم جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ ہر شخص کا کام نہیں ہے۔

وہ تقریر جو عرضداشت میں موجود ہے ہر چند کہ مخاطب کے بلند پایہ کے اعتبار سے اس کا لکھنا مناسب نہیں ہے (شاہزادہ کو اپنے باپ کو اس طرح لکھنا نہیں چاہیئے تھا) اس لئے کہ اپنے قبلہ و ولی نعمت کو اس طرح خطاب نہیں کیا جاسکتا ؎ تو اگر برہم زنی سود لئے دل ناز زیاں دارد۔

لیکن چونکہ اس میں خوشی اور مسرت کا پہلو تھا اس لئے کئی مرتبہ اس کو پڑھا اور مسرور ہوئے۔

عمدۃ الملک کی عرضداشت کے جواب میں نشانِ محبت عنوان، موصول ہوا وہ درخواستیں بھی جو اس عرصہ میں بارگاہ والا میں ارسال کی گئی تھیں نظر انور سے گذریں، ان میں سے اکثر کے جوابات بھی لکھ دیئے گئے ہیں، انتظار کی کیا وجہ ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے عریضے آپ کی نظر سے نہیں گذرے ورنہ تمام حقائق آپ پر ظاہر ہوجاتے۔

اعلیٰحضرت کے حضور میں باریاب ہونے کی کیفیت، علیسی بیگ کی اس عرضداشت کے ذریعہ معلوم ہوئی جو اس نے غرّہ صفر یعنی ملازمت کے دن تحریر کی تھی، جب اس کا انجمن عالی میں مذکور ہوا تو حضور بہت مسرور ہوئے اور بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔

صاحب صاحبزادۂ حقیقی: چونکہ ان دنوں نواب تقدس نقاب بیگم صاحب جیو ہمیشہ مہربانی کا اظہار فرماتی رہی ہیں اور تحفے تحائف ارسال کرتی رہتی ہیں اور وہ عنایت نامہ جو ابھی ابھی انھوں نے ارسال فرمایا ہے اس میں انھوں نے بے حد و اندازہ لطف و مہربانی کا اظہار فرمایا ہے اس لئے امر عالی صادر ہوا ہے کہ وہ فرزند گرامی (آپ) ان کی خدمت میں نہایت با ادب ہیں اور ایسی سعادت مندی کا اظہار کریں جو ان کی رضامندی اور خوشنودی کا موجب ہو، ان کی خدمت میں عقیدت و اخلاص کا اظہار ضروری سمجھیں غرضکہ اس خصوص میں بہت ہی پسندیدہ خصایل و اطوار کو کام میں لائیں، چونکہ خیال غالب ہے کہ اعلیحضرت تم کو (قرۃ العین سلطنت) دارالسلطنت تک اپنے ہمراہ لے جائیں گے، اس صورت میں نواب روشن آرا بیگم کی ملازمت ضرور ہوگی ان دونوں پھپھیوں (عمات) کی صحبت میں جب بیٹھیں تو یہ احتیاط رکھیں کہ کسی طرف بھی ان کے طرز اختلاط و ذوق ملاقات میں کمی یا کسی قسم کا تکدر واقع نہ ہو (یعنی اپنی پھوپھی جہاں آرا بیگم اور روشن آرا بیگم دونوں سے اس طرح ملیں جلیں کہ کسی کو یہ شکایت نہ ہو کہ شہزادہ سلطان ہماری جانب ملتفت نہیں ہے۔)

اس لحاظ سے کہ نواب جہاں آرا بیگم کی جانب مصلحتاً زیادہ جھکاؤ بہت ہی اہم ہے (ان کے پاس زیادہ حاضر ہوں اور ان کی خدمت میں زیادہ وقت گذاریں) اور دوسری پھوپھی (روشن آرا بیگم) سے اس سلسلہ میں عذر خواہی کرلیں، تم اُن سے سوغات نہ لانے کی عذر خواہی اس طرح کرنا کہ "چونکہ میرا خیال تھا کہ میں اجمیر میں اعلحضرت کی آستاں بوسی سے مشرف ہو کر وہیں سے دکن کو لوٹ جاؤں گا، اس لئے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تحائف نہ لاسکا، اب میں نے قبلہ والد صاحب کی خدمت میں عرض کردیا ہے، انشاء اللہ اس کے بعد تحائف آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔"

خواجگی عنایت اللہ چیلا شاید ماہ حال کے آخر تک آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا، جو چیزیں اس کے سپرد کی گئی ہیں، وصول فرمالیں تاکہ جس طرح سے اس سے قبل اس کمترین نے حضور انور کے ارشاد کیمطابق عرض کیا ہے، وہ چیزیں نواب علیہ عالیہ (جہاں آرا بیگم) فتحپوری محل و اکبرآبادی محل کی خدمت میں پہنچادیں اور یہ احتیاط رکھیں کہ نواب علیہ کو فتحپوری محل و اکبرآبادی محل کے تحفے تحائف کا پتہ نہ چل سکے۔

ہیرے کی انگوٹھی اور منبت کاری کے جواہر، اگر آپ کو مل گئے ہوں تو ارشاد فرمادیں کہ اس کی وصولیابی کی خبر سے مطلع کردیا جائے تاکہ میں حضور انور میں عرض کردوں، اعلحضرت کے حضور میں قیام اور باریابی کے وقت جو خاص باتیں پیش آئی ہوں وہ تفصیل کے ساتھ اگر آپ اپنے مکاتیب میں تحریر فرمادیں تو زیادہ مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

(۱)

ذرہ بیمقدار ابو الفتح وظائف عقیدت بجا لا کر عرض کرتا ہے کہ آپ کی عرضداشت جس میں دربار شاہی میں باریابی اور اعلحضرت کی نوازشات اور عنایات کی تفصیل درج تھی اس عنایت نامہ کے ساتھ جو نواب سلطان جیو کو تحریر فرمایا گیا ہے مع اس نشان والا کے جو مجھ کمترین کو آپ نے تحریر فرمایا تھا، ۱۵ ماہ حال کو جمعہ کی شب میں حضور انور کی نظر فیض اثر سے گذرا، حضور انور نے آپ کی عرضداشت کا جواب جو خط مبارک سے تحریر فرمایا ہے، جلد ہی آپ کو وصول ہوگا۔ آپ کے اس قدیم نیاز مند نے عرائض کے ارسال کرنے اور ضروری خبروں کے پیش کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی ہے، شاید میرے وہ عریضے جو میں نے سرکار والا کے جلو داروں کے ذریعے اور ڈاک چوکی سے ارسال کئے تھے ابھی تک آپ کے مطالعہ سے نہیں گزرے (ورنہ آپ یہ شکایت تحریر نہ فرماتے)۔

چونکہ آپ کے خط کے مضمون سے اس خط کے بارے میں جو آپ کے توسط سے اعلحضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، یہ بات ظاہر ہوئی کہ خط کی تحریر کی تاریخ کسی دوسرے کے خط سے لکھی گئی ہے اور اعلحضرت نے بھی اس بات کی تصدیق فرمائی ہے اس سلسلہ میں قبلۂ دو جہاں نے ارشاد فرمایا کہ "شاہزادۂ جواں بخت سعادت مند سے یہ بات بہت ہی بعید از خیال ثابت ہوئی کہ باوجودیکہ بارگاہِ جہاں پناہ میں جو عریضے تحریر کئے گئے ان کے مسودات بارہا ان کے سامنے صاف کئے گئے اور ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کام پر کبھی کسی دوسرے کے قلم کو شریک نہیں کیا گیا، خود آپ حضور انور کے خط کو پہچانتے ہیں، پھر بھی آپ نے اس قسم کی بات اعلحضرت کے حضور میں بیان کی، اگر اعلحضرت یہ بات فرماتے کہ وہ خط کی تاریخ اورنگ زیب کے قلم سے نہیں ہے" تو آپ کو تو یہ چاہیئے تھا کہ آپ شد و مد کے ساتھ اعلحضرت کے حضور میں عرض کرتے کہ "یہ خط صاحب قبلہ ہی کا ہے، جب تین پیراگراف خود قبلہ نے تحریر فرمائے ہیں تو یہ دو کلمات کسی دوسرے کے خط سے کس طرح ہو سکتے ہیں"

بہرحال صاحب قبلہ دو جہاں (اورنگ زیب) کو یہ بات بالکل پسند نہیں آئی، آپ اس سلسلہ میں اگر کچھ عذر خواہی کر سکتے ہیں تو اس کو ضرور تحریر کریں (اس بات کا جواب دیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟)

دیگر عرض ہے کہ حضور عالی کے سننے میں آیا ہے کہ جناب والا نے اس فرمان کو جو ۱۲ محرم کو آپ کو تحریر کیا گیا تھا اور اس صحیفہ میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ بعض معاملات جن سے مراد نسبت کا معاملہ ہے، ان خطوط سے جو محمد طاہر کو تحریر کئے گئے ہیں، آپ کو معلوم ہو جائیں گے۔ آپ نے یہ خط بعینہ اعلحضرت کی خدمت میں پیش کر دیا اور اعلحضرت نے ان باتوں سے واقف ہونے کے لئے محمد طاہر کو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔ محمد طاہر

نے ان باتوں کا اظہار خلاف مصلحت سمجھتے ہوئے ٹال مٹول سے کام لیا۔ جب دوبارہ اس کو اس عبارت کی طرف سے جو حضور انور کے خط کی پشت پر تحریر تھی، کچھ اطمینان حاصل ہوگیا تو محمد طاہر نے وہ خط آپ کو دیدیا کہ آپ اعلیٰحضرت کے حضور میں پیش کردیں، حضور پر نور نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس خط کا دکھانا جس میں کوئی بات قطعی اعلیٰحضرت کے حضور میں عرض کرنے کے قابل نہیں، کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا، جب کہ آپ محمد طاہر کو لکھے جانے والے خط کے مضمون سے آگاہ اور واقف ہوچکے تھے اور آپ کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہوگئی تھی کہ یہ بات ایسی نہیں ہیں کہ اُس کو ظاہر کیا جائے، اپنا خط جس کے دکھانے میں افشائے راز کا ڈر ہو کسی کو دکھانا کچھ مناسب بات نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ تم نے کس خیال سے یہ بات تجویز کی، اس تھوڑی سی مدت میں تمھارے رنگ ڈھنگ کی اس تبدیلی کو کس بات پر محمول کیا جائے۔"

صاحبزادہ دانشمند سلامت! سچ بات تو یہ ہے کہ یہ بات اچھی نہیں ہوئی، اگرچہ وہ نشان اعلیٰحضرت کی نظر سے گزرا نہیں اور کوئی قباحت پیدا نہیں ہوئی لیکن آپ ذرا غور فرمائیں کہ محمد طاہر کے نشان کی چند باتیں جو آپ کے خط کی پشت پر تحریر تھیں اگر اعلیٰحضرت کے علم میں آجاتیں تو آپ خود جانتے ہیں کہ اس کی قباحت کس قدر ہوتی (کتنی بری بات ہوتی) بہرحال خیریت گذری (کہ اعلیٰحضرت نے وہ خط نہیں دیکھا) آئندہ ایسی باتوں میں احتیاط لازمی ہے، اگر نشان کی پشت پر لکھی جانے والی باتیں تدارک پذیر نہ ہوتیں تو ان کا دکھانا مشکل اور ان کا چھپانا اس سے بھی زیادہ مشکل ہوتا۔

دیگر عرض یہ ہے کہ ابھی ابھی نواب تقدس احتجاب بیگم صاحب جیو (جہاں آرا بیگم) نے جو خط حضور پر نور کو تحریر فرمایا ہے، اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جناب ... نے اپنی ہمشیرۂ کلاں، اپنی والدہ ماجدہ اور ان کی ہمشیرہ محترمہ کی تسلیمات نواب بیگم صاحب جیو کی خدمت میں پیش نہیں کیں جب کہ آپ کے رخصت ہوتے وقت ان بزرگ ہستیوں نے اپنی تسلیمات آپ کے حوالے کردی تھیں (ان خواتین نے آپ سے کہدیا تھا کہ بیگم صاحب جیو کی خدمت میں ہمارا سلام پیش کردیں) ان خواتین کو جب یہ علم ہوا تو ان کو بہت دکھ ہوا، خود حضور پر نور کو بھی یہ بات پسند نہیں آئی (حضور نے بھی ناگواری کا اظہار فرمایا۔)

صاحبزادہ بلند فطرت سلامت! ہرچند کہ آپ کا آئینہ سینہ غبار کدورت سے پاک و صاف ہے لیکن اُن امور سے بے توجہی اور عدم التفات جو بطور مراسم اور بطور عادت آپس میں جاری و ساری ہیں، اس بات کی دلیل بنجاتی ہے کہ باطن میں محبت اور کسی کی خواہش کا احترام نہیں ہے اور تعصب کی بنا پر ان باتوں میں مضائقہ روا رکھا جاتا ہے (یعنی کسی کا سلام کسی دوسرے تک نہ پہنچانا بظاہر ایک رسمی بات ہے لیکن اس سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ آپس میں محبت نہیں یا ایک دوسرے سے تعصب رکھتا ہے) آپ خود ہی

انصاف فرمائیں در حقیقت ایسے اختلاط اور باہمی ربط کو کس نام سے یاد کرنا چاہیئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ کا پایہ دانش و فرہنگ میں اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ کو ایسی باتوں کی رکاکت کی طرف متوجہ کیا جائے (آپ خود ہی جانتے ہیں کہ یہ کسقدر رکیک باتیں ہیں) اگر آپ اس معاملہ کی کسی شائستہ عنوان کے ساتھ توجیہہ کر دیں تو زیادہ مناسب ہوگا (یعنی آپ وضاحت فرمائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا)۔

آپ کے سر مبارک پر بادلہ کا عمامہ بندھا دیکھکر اعلیحضرت کا اس کی مشروعیت (جائز ہونے) کے بارے میں دریافت فرمانا اور اس سلسلہ میں آپ کا جواب، اس نشان کے ذریعہ جو آپ نے میرے نام تحریر فرمایا تھا اور علیسیٰ بیگ کی عرضی سے جو اس ماہ کی ۷ تاریخ کو پنجشنبہ کے دن اس نے تحریر کی تھی مفصلاً طور پر معلوم ہوا، حضور انور نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ "ایسی بات کو جس کے کئی پہلو ہوں، محض ایک مطایبہ (مذاق) سمجھنا اور اس کی تفصیل نہ لکھنا مناسب بات نہیں ہے (تم کو اسے مطایبہ نہیں سمجھنا چاہیئے تھا) آپ کو چاہیئے تھا کہ اس معاملہ کو تفصیل کے ساتھ اپنی عرضداشت میں تحریر کرتے۔ کہ اس معاملہ میں اعلیحضرت نے، علمائے دربار سے کیا استفسار فرمایا اور کس عالم نے آپ سے آہستہ خطاب کیا اور اعلیحضرت نے خود زبان مبارک سے اس سلسلہ میں کیا ارشاد فرمایا، اعلیحضرت کا یہ ارشاد فرمانا کہ "ایک سال سے اس قسم کی دستار برہان پور میں جائز ہوگئی ہے اور جواز کی یہ روایت بھی ایک سال قبل اس شہر میں پہنچی ہے، شاید کچھ عرصہ بعد ناجائز ہو جائے"، ناگواری اور بے دماغی کی ترجمانی کرتا ہے۔

صاحب ادہ والا تبار سے بڑے تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے اس قسم کی بات کو سرسری سمجھا جس وقت اعلیحضرت نے علمائے دربار سے اس بارے میں دریافت فرمایا تھا تو آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ اصرار تمام یہ بات فرماتے کہ "یہ جائز ہے اور جواز کا مسئلہ میں دکھادوں گا"، آپ شیخ نظام سے کہ ان کو آپ کے ساتھ اسی مصلحت سے کیا گیا ہے اس مسئلہ کی صورت تحقیق فرماتے اور لکھ کر خدمت میں پیش کر دیتے اب بھی اگر موقع ہاتھ سے نہ گیا ہو تو آپ شیخ نظام سے فرمائیں کہ جس طرح اس مسئلے کو انھوں نے یہاں حضور میں پیش کیا تھا، کتب فتاویٰ سے استخراج کر کے آپ کو خوب اچھی طرح سمجھائیں، حضور پُر نور فرماتے ہیں کہ "ہم کو تم سے اس قسم کی باتوں کی فروگذاشت کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا"۔

الماس کی انگشتری کی وصولیابی کی خبر حضور کو مل گئی، ہنھنی اور پیشکش کی دوسری چیزیں شاید اس ماہ کے آخر تک پہنچ جائیں، نشانِ والا کو اعلیحضرت کے مطالعہ میں پیش کرنے کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا اور اس سلسلہ میں حضور پُر نور نے جو کچھ ارشاد کیا ہے اس کے بارے میں کہاں تک عرض کروں۔ ہمشیرہ کلاں کی خدمت میں خطوط نہ لکھنا پریشانی کا باعث ہوا حضور پُر نور اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ "ہم کو تو

یہی معلوم ہے کہ ان کی ہمشیرۂ کلاں نے ان کے ساتھ ہمیشہ عنایت و التفات سے کام لیا ہے، اس کے علاوہ ہم کو کچھ معلوم نہیں، اگر ان کو اپنی بڑی بہن کے ساتھ کوئی غرض اور مطلب بھی نہیں ہے تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو خط بھی نہ لکھیں، یہ کیسا تعصب نفس یا عداوت ہے۔" اسی قسم کی بہت سی باتیں حضور نے فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو پیر و مرشد حقیقی کی رضا جوئی کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿۱۲۸﴾

ذرہ بمقدار ابوالفتح مراسم صدق و صفا بجا لا کر عرض کرتا ہے کہ حضور کے وقائع کے روزنامچے سے ان دنوں یہ بات معلوم ہوئی کہ جس وقت اعلیٰحضرت دولت خانہ عالی کے سامنے سے گذرے تو آپ استقبال کے لئے تشریف نہیں لے گئے، مجری بجا نہیں لائے اور نہ آپ نے نچھاور کی اور نہ حضور میں کوئی پیشکش نذر گزرانی۔ حضور پرنور نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ "اس قسم کی غفلت جو رسم و عادت کے بالکل خلاف ہے تم سے سرزد ہونا نہایت تعجب کی بات ہے، تم کو چاہیئے تھا کہ اس خوشخبری کے سنتے ہی دولت خانہ سے باہر آتے اور کورنش و آداب بجا لاتے، اور وہ مرصع پٹکا جو عادل خاں نے تم کو بھیجا تھا مرصع زہ گیر کے ساتھ جو تمھارے جواہر خانے میں موجود تھی، اعلیٰحضرت کے حضور میں نذر گزرانتے، بالفرض محال اس وقت ان چیزوں کا پیش کرنا اگر ممکن نہیں تھا تو دوسرے دن اپنے ساتھ لیجا کر حضور میں پیش کرتے، باوجودیکہ تم آداب دانی کا دعویٰ کرتے ہو، اس فروگذاشت کو کیا سمجھا جائے، ذرا سوچو تو کہ تمھارے اس طرز عمل سے اعلیٰحضرت نے کیا خیال کیا ہوگا۔"

واقعات کی فردوں سے یہ بات بھی محفل قدسی میں مذکور ہوئی (حضور پرنور کے علم میں یہ بات بھی آئی) کہ آپ نے حضور پرنور کے اس فرمان کو جو عمدۃ الملک شائستہ خاں کی عرضداشت کے جواب میں صادر ہوا تھا کھول کر پڑھا اور جب محمد طاہر نے اس بارے میں آپ سے کچھ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ "وہ منافق ہے یہ فرمان اس کو کیوں دیا جائے"۔ اس سلسلہ میں حضرت کا حکم ہوا ہے کہ بغیر ہمارے حکم کے فرمان کی مہر توڑنا (اس کو کھولنا) اور ایک اعلیٰ شاہی منصبدار کے بارے میں ایسے ناشائستہ کلمات مجلس میں کہنا کسی طرح مناسب نہیں تھا، تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے ایسی جرأت اور گستاخی کا مظاہرہ کیا اور اس کے انجام سے بالکل غافل رہے، ہماری خدمت سے چند روز دور رہ کر ان کے اندر کس قدر تفاوت اور اطوار میں کس قدر بے ڈھنگا پن پیدا ہو گیا ہے، ایسا کیوں ہے؟ ابھی وہ اس بلند پایہ پر نہیں پہنچے ہیں کہ خود بخود جو چاہیں ویسا کریں۔"

صاحبزادہ دانش پژوہ، عالی فطرت سلامت! یہ معاملہ اور نسبت کا اظہار اور منصب میں اضافے کی استدعا میں اس طرح مبالغہ سے کام لینا حضرت کی طبیعت پر بہت گراں گزرا ہے۔ حضرت کی ناگواری کو میں مفصلاً کیا عرض کروں، حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات جن کی قباحت کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے، آپ سے سرزد ہونا عجیب سی بات ہے، بہر حال آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ نشان مذکورہ شائستہ خاں کو پہنچا یا نہیں، امید کہ آپ حضرت والا کے مزاج گرامی کے مطابق اور پسندیدگی کا لحاظ رکھتے ہوئے سعادت سے فائز ہوں گے (ہمیشہ حضرت والا کی پسندیدگی کے مطابق کام کریں گے۔)

(۹/۱۷۹)

ذرۂ بمیقدار ابو الفتح وظائف اخلاص بجالانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا وہ فرمان جو شب یکشنبہ ۹ ماہ حال کو نظر بیگ چیلہ کے ذریعہ ارسال کیا گیا تھا امید ہے کہ آپ کو موصول ہوگیا ہوگا اور آپ اس کے مندرجات سے آگاہ ہوگئے ہوں گے۔ پیر و مرشد کے حکم والا کے مطابق عرض خدمت ہے کہ جو کچھ اس صحیفہ میں مندرج ہے وہ قطب الملک کی نامردی، بزدلی اور غفلت و بے پروائی کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے اس لئے کہ اس کے بارے میں لوگ جیسا کہتے ہیں اس لحاظ سے اس کے اندر شجاعت، جوانمردی غیرت اور حمیت کی رمق بھی نہیں ہے، وہ بہت ہی نامرد اور ڈرپوک ہے لیکن چونکہ ان دنوں اس کے رنگ ڈھنگ کے بارے میں کوئی بات معلوم نہیں ہوئی ہے، معلوم نہیں کہ بہادری اور جرأت جسکا وہ اظہار کررہا ہے، یہ حقیقت میں اس کے باطن کا اصلی رنگ ہے یا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے، اس لئے اگر آپ نے اس سلسلہ میں اس کی حقیقت کا کھوج لگا لیا ہو تو حضرت والا کے فرمان کے مطابق عمل کریں اور اس سلسلہ میں جلد ہی سنجیدگی سے فیصلہ کریں، محمد بیگ کو جس طرح حضور پر نور کا حکم ہوا ہے توپخانے کے سپاہیوں کے ساتھ اور باقی سپاہ کو اس کے محل پر متعین کردیں اور ہادی داد خاں اور محمد طاہر کو ایک فوج کے ساتھ اس طرح مقرر کریں کہ اس کے گولکنڈہ فرار ہونے کا راستہ بند ہوجائے، خود آپ تمام شاہی فوج کے ساتھ محمد بیگ کی مدد کے لئے پہنچ جائیں تاکہ محمد بیگ آپ کی سپاہ کی موجودگی سے قوی پشت ہوکر دل و جاں کے ساتھ اس مہم میں کوشش کرے، اور اگر یہ ظاہر ہو کہ قطب الملک خواب غفلت سے بیدار ہوگیا ہے اور شہر کے بندوبست میں مصروف ہے اور چلت پھرت میں مصروف ہے تو ایسی صورت میں شاہی لشکر کے پہنچنے تک فوج کو چاروں طرف سے شہر کے محاصرہ پر مقرر کردیں اور اس کو باہر نکل جانے کا موقع نہ دیں۔

پہلی صورت میں اپنے داخل ہونے اور محمد بیگ کے وہاں بھیجنے سے پہلے سمجھ بوجھ رکھنے والے کسی شخص کے ذریعے قطب الملک کو پیغام بھیجیں کہ ہم اتنے عرصے سے یہاں آئے ہوئے ہیں، ہم کو انتظار رہا کہ شاید

تم ہماری خدمت میں حاضر ہوگے اور ہماری ضیافت اور ہمارے قیام کا بندوبست کردگے چونکہ تم کو ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھی توفیق میسر نہ ہوئی لہٰذا ہم خود یہاں تشریف لے آئے ہیں اور پیغام کے ارسال کرتے ہی اس کے سر پر پہنچ جاؤ اور موقع مل جائے تو اس کا سر اڑا دو۔ بہرنوع اس ہم کے سرانجام دینے میں احتیاط، دوراندیشی، پختگی، جلدی اور سُبک دستی بہت ضروری ہے ظاہر ہے کہ وہ بلند اقبال حکومت کی عزت کے لئے جس اقدام کی ضرورت ہوگی ویسا عمل کرینگے اور پیر و مرشد حقیقی کے ارشاد کو اپنا دستور العمل بنا کر وقت اور موقع کو غنیمت سمجھیں گے۔" زیادہ حد ادب۔

(۱۰/۱۸۰)

بندۂ بمقدار ابوالفتح مراسم اخلاص بجا لاکر خدمت گرامی میں عرض کرتا ہے کہ جناب والا کا فرمان جو خواجہ خسرو پرویز کے ذریعہ ارسال کیا گیا تھا موصول ہوکر میری سربلندی کا باعث ہوا، تسلیمات بجالاتا ہوں، مضامین مندرجہ سے آگاہی حاصل ہوئی، حق تعالیٰ آپ کو مدتوں تک پیر و مرشد حقیقی کے سائۂ تربیت و عنایت میں رکھے اور اعلیٰ مراتب پر پہنچائے۔

عرضداشت کے مسودے کو دوسرے مسودات کے ساتھ اپنے فہم ناقص کے بموجب ترتیب دیکر ارسال کرچکا ہوں میرے مطالعہ گرامی سے گزرا ہوگا اور آپ کو پسند آیا ہوگا، حامل عریضۂ آپ کے حکم کے بموجب حضور پرنور کے وقائع متواتر خدمتِ عالی میں معروض کرتا ہے گا، اس امر میں اسکو پوری پوری تاکید کردی گئی ہے۔

خواجہ سرائے مذکور کی حقیقت عرض مبارک میں پہنچا دی گئی، اس کا بھیجنا حضور پرنور نے پسند فرمایا۔ شیخ عبدالقوی کو حکم دیا گیا ہے کہ شرع کے موافق فیصلہ صادر کریں۔ مشار الیہ (شیخ عبدالقوی) نے خواجہ دردمند کو قسم دے کر بھیجا ہے اور اس طرح معاملہ ختم کردیا گیا وہ اس کی تفصیل آپ کے حضور میں زبانی عرض کرے گا، آپکے نامہ گرامی کو چونکہ آپ کی مرضی نہیں تھی، حضور پرنور میں پیش نہیں کیا، زیادہ کیا عرض کروں۔ ہم بندوں پر آپ کا سایہ خدا ہمیشہ قائم رکھے۔

(۱۱/۱۸۱)

ذرّہ بمقدار ابوالفتح مراسم عقیدت کی ادائیگی کے بعد عرض کرتا ہے کہ جناب والا کا عریضہ اس حقیر کے توسط سے منظر انور سے گذرا، اس پر یہ حکم صادر ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ وہ یہ پرانی خبر دو روز قبل ہی حضور کے گوش مبارک تک پہنچ چکی ہے، اب اس کے لکھنے سے کیا حاصل، آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ جو کچھ میں نے عرض کیا تھا اس کے مطابق جواب تازہ واقعات کے ساتھ تحریر فرماتے،

اب بھی آپ نے خسرو چیلا کے ذریعہ جو عرائض ارسال کی تھیں ان کے پیش کرنے اور خسرو چیلا کی تحریرات کے بعد جو کچھ اعلحضرت نے ارشاد فرمایا، وہ سب کچھ تحریر فرمائیں۔

شادی کے معاملہ میں حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ نیک کام میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ یہ معاملہ دھوم دھام اور ٹھاٹھ کے ساتھ انجام پذیر ہو تو خاں جہاں اور جعفر خاں میں سے کسی کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کرنا مناسب ہوگا اور اگر یہ خواہش ہے کہ درمیانی درجے کے کسی فرد کے یہاں شادی کریں تو اس کی بھی مناسب صورت نکل سکتی ہے، اس صورت میں اگر کوئی جگہ آپ کے خیال میں ہے (جہاں آپ شادی کرنا چاہتے ہیں) تو تحریر کریں تاکہ سوچ سمجھ کر اجازت دے دی جائے اور اگر آپ نے ابھی تک کسی کا انتخاب نہیں کیا ہے تو پھر اس کام کو حضور پر نور کی رائے والا پر چھوڑ دیں ور آپ حضور سے خود یہ عرض کریں تاکہ کسی مناسب جگہ انتظام کیا جائے، بہرحال حضرت فرماتے ہیں کہ "ہم کو کسی صورت میں انکار نہیں ہے تم جس صورت میں راضی ہو وہ مبارک ہو"

دوسرا حکم یہ ہوا ہے کہ "آپ کا شہر میں ہونا مصلحت سے دور ہے" اس عریضہ کے موصول ہوتے ہی قلعہ میں تشریف لے جائیں اور وہیں قیام کریں، اور ذوالفقار خاں کو فوراً حضور پر نور میں روانہ کردیں تاکہ وہ حضور میں باریاب ہونے کی سعادت حاصل کرکے پھر واپس چلے جائیں امید کہ آپ اس بات کو خاص طور سے یاد رکھیں گے اور ذوالفقار خاں کو فوراً روانہ کرینگے، اور میرے سابقہ عریضہ کا جواب بھی تحریر فرماکر شادی کے معاملہ میں جو کچھ غور و فکر کے بعد آپ نے طے کیا ہو، خدمت والا میں معروض کرینگے۔ زیادہ ادب

۱۲
۱۸۲

ذرہ بیمقدار ابوالفتح وظائف عقیدت بجالا کر عرض کرتا ہے کہ آپ کا نشانِ والا صادر ہوکر میری سرفرازی اور سربلندی کا موجب ہوا، آپ نے جو عرضداشت حضور والا میں ارسال کی تھی نظر انور سے گذری، حضور پر نور نے اس کا جو جواب خطِ مبارک سے تحریر فرمایا ہے جلد ہی آپ کو موصول ہوگا، اس عریضہ کی نقل بھی آپ کو مل جائے گی جو اعلحضرت کی خدمت اقدس میں لکھا گیا ہے، آئندہ جو کچھ بھی درگاہ والا (شاہجہاں کی خدمت) میں لکھا جائے گا اس کی نقل آپ کو پہنچتی رہے گی۔

محمد شفیع ملتفی جو آپ کے خانہ زاد (فرزند ابوالفتح) کا ماموں ہے اور جس نے محض آپ کے ارشاد کے

لہ سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ شاہزادہ سلطان نے ابوالفتح کو لکھا ہے کہ تم جو خط اورنگ زیب کے حضور میں لکھا کرو اس کی نقل مجھے بھیج دیا کرو، ابوالفتح نے اس کا وعدہ کیا ہے، یوں "اعلحضرت اور خدمت اقدس کی ترکیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ شاہجہاں کے بارے میں تحریر کئے گئے ہیں۔

بموجب جعفر خاں کی ملازمت ترک کر دی ہے، وہ آپ کی ادنیٰ تربیت سے آپ کی ایسی خدمت بجا لائے گا جو میری سرخروئی کا باعث ہو گا اور اس کو ترقی حاصل ہو گی، اس کو میں نے حکم عالی کے بموجب آپ کے حضور میں روانہ کر دیا ہے۔ جعفر خاں کی خدمت میں اس کو یک اسپہ صد روپیہ تنخواہ کا ملتا تھا اور اس تنخواہ میں اس کی تکلیف سے گذر بسر ہوتی تھی۔ یہ عقیدت کیش امیدوار ہے کہ از روئے قدردانی اس کو کسی لائق منصب پر سرفراز فرما دیں تاکہ پاکیزگی اور اطمینان خاطر کے ساتھ آداب بندگی و خدمت کے حصول میں مشغول اور سرگرم رہے۔ اگر سرکار سے اس کو ایک گھوڑا اور اسی کے ساتھ خلعت بھی عطا فرمایا جائے تو صاحب الاکی بندہ نوازی سے بعید نہ ہو گا اگرچہ میرا مخلص ضمیر آپ کی بندہ نوازی سے قطعی مطمئن ہے لیکن مجھے چونکہ مشارالیہ سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے میں نے یہ فضول باتیں تحریر کرنے کی جسارت کی۔
خلعت رخصتی جو آپ نے بندہ کو مرحمت فرمائی تھی ابھی تک موصول نہیں ہوئی۔ امید کہ آپ محروم التفات فرمائیں گے کہ موجودہ ملبوس میلا ہو گیا ہے اور اس زمانے میں اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے سے زیادہ پاکیزہ اور صاف (خلعت) ہونا چاہیئے۔ محمد شفیع (ملتنی) اپنے چھوٹے بھائی کو بھی اپنے ساتھ لا رہا ہے۔ اس کا خط بہت اچھا ہے (خوشنویس ہے) اگر وہ بھی حضور کے ملازمین میں منسلک ہو جائے تو مزید سرفرازی و سربلندی کا باعث ہو گا۔ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی کی جرأت کروں۔
آپ کا سایۂ مرحمت خدا کرے ہمیشہ قائم رہے۔

(۱۳/۱۸۳)

ذرہ بمقدار ابوالفتح مراسم اخلاص بجا لا کر خدمت [illegible] میں عرض کرتا ہے کہ جناب والا کے دو مکتوب یکے بعد دیگرے پہنچے اور نظر مبارک (اورنگزیب کے مطالعہ) سے گزرے، مطالب معروضہ حضور کے علم میں آئے، حکم والا ہوا کہ یہ کمترین آپ کی خدمت میں تحریر کرے کہ "اسلام خاں بہادر کا اعلحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا کیا سبب تھا؟ یہ بات اسلام خاں کی خواہش سے ہوئی یا خود آپ کی یہ تجویز تھی؟ بارگاہ والا سے تو صرف اس قدر اجازت دی گئی تھی کہ خان مذکور (اسلام خاں) اگر آپ کی خدمت میں دربار میں آئیں اور اعلحضرت کسی بات پر ان کو اپنے حضور میں طلب فرمائیں تب وہ کورنش کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں" امید کہ آپ اس معاملہ کی صورت واقعہ سے آگاہ کریئے کہ کیا صورت پیش آئی اور وہ اعلحضرت کی ملازمت کی سعادت سے کس طرح بہرہ اندوز ہوئے؟ آپ یہ تمام تفصیل مجھے تحریر فرمائیں تاکہ میں حضور انور میں عرض کر سکوں۔
آپ پر واضح ہو کہ چونکہ چھوٹے شاہزادہ صاحب (شاہزادہ محمد معظم) نے اپنے حقیقی پیر و مرشد کی قدر

نہیں کی اور اپنی زندگی کے اطوار کو قاعدے کے مطابق نہیں ڈھالا اور آجکل تو ان کے اوضاع و اطوار میں بڑی تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اور عام لوگوں کی تسلی اور دلاسے میں وہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور نیز سپاہ روز بروز ان کی طرف مائل ہوتی جارہی تھی اور ایسی حرکتیں ان سے سرزد ہورہی تھیں جو دائرہ ادب سے خارج تھیں چنانچہ شاہی ملازمین کی ایک جماعت کو جو حضور (اورنگ زیب) کے دربار سے وابستہ تھی انھوں نے توڑلیا اور بڑے بڑے عہدوں کا لالچ دے کر ان کو یہاں سے اُڑالے گئے‘ اس کے علاوہ شاہزادہ صاحب کے نوکروں نے اکبر آباد کی رعیت پر بہت ظلم و ستم کیے یہاں تک کہ یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کوئی بڑا فساد نہ اُٹھ کھڑا ہو‘ ان حرکات ناشائستہ کے بعد آج جب وہ حضور انور میں ایک مدتِ دراز کے بعد تشریف لائے اور صوبہ پنجاب میں جانے کی اجازت طلب کرنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اجازت حاصل کرتے ہی ادھر دوڑ جائیں لہٰذا حضور انور نے مصلحتِ وقت کا تقاضا اور صلاحِ دولت سمجھتے ہوئے اُن کو روک لیا‘ چونکہ حضور کی سواری عنقریب شاہجہاں آباد روانہ ہونے والی ہے‘ اُن کو اسی وضع میں (گرفتاری کی حالت میں) وہاں تک ہمراہ لیجائیں گے اور پھر جس طرح چاہئیے (قیدی کی صورت میں) قلعہ میں رکھا جائے گا اس خیال سے کہ یہ قصہ بھی اعلحضرت کی محفل میں ضرور مذکور ہوگا‘ اگر اعلحضرت اس کا باعث یا سبب دریافت فرمائیں تو یہ تمام باتیں اور اکبر آباد کے لوگوں پر ان کے ملازمین کے ظلم و ستم کا حال آپ اعلحضرت کی خدمت میں عرض کردیں۔

یہ کمترین ایسا خیال کرتا ہے (مناسب سمجھتا ہے) کہ میرے اس عریضہ کے موصول ہوتے ہی آپ ایک عریضہ جو اس فتح کی مبارکباد پر مشتمل ہو درگاہ والا میں تحریر فرمادیں تو بہت ہی مناسب ہوگا اس سے زیادہ اور کیا جرأت کروں۔ الٰہی نیّر اقبال ہمیشہ تاباں رہے۔

(۱۴/۱۸۴)

ذرہ بمقدار ابوالفتح مراسم عقیدت کی ادائیگی کے بعد معروض کرتا ہے کہ اس عریضہ کے تحریر کرنے سے قبل عزت مرتبت ذوالفقار خاں کے حسبِ التماس سیادت پناہ اسلام خاں بہادر کے نام حکم والا صادر ہوا تھا کہ قلعۂ اکبر آباد کے اطراف کے مکانات ان ملازمین کو بغرض سکونت دے دیئے جائیں جو قلعہ پر متعین ہیں‘ ان لوگوں کا قلعہ کے نزدیک ہونا بہت ضروری ہے اور اب تک مجبوری کے سبب سے یہ لوگ قلعہ سے بہت زیادہ دور جگہوں پر قیام پذیر ہیں‘ چونکہ اب پھر عزت مآب ذوالفقار خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ وہ مکانات ابھی تک قلعہ کی خدمت پر متعین لوگوں کے تصرف میں نہیں آسکے ہیں اور وہ لوگ ابتک دور دراز مقامات پر ٹھہرے ہوئے ہیں (اور یہ بات فہم احتیاط سے دور ہے) لہٰذا حضور انور

نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنابِ والا کی خدمت میں عرض کروں کہ آپ وزارت مآب ابوالقاسم دیوان سرکار (اورنگ زیب) کو حکم دیں کہ ان مکانات کے بارے میں تحقیق کریں کہ وہ مکانات نزولی ہیں (سرکاری) یا ان کے مالک موجود ہیں، اگر پہلی صورت ہو یعنی وہ مکانات نزولی ہوں تو ہر ایک ملازم (قلعہ) کی حیثیت کے لائق اس کو مکان دیدیا جائے اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ دو حالتیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو ان مکانات کے مالک خود ان میں سکونت پذیر ہیں یا وہ انھوں نے کرایہ پر اٹھائے ہونگے، لہٰذا پہلی صورت میں (کہ مالک مکان خود رہائش رکھتا ہے) اس کی نقد قیمت یا بدلہ کا مکان اور دوسری صورت میں مکانات کا کرایہ سرکار سے مقرر کر دینا چاہیئے اور اس طرح وہ مکانات حاصل کر کے ملازمانِ درگاہ کے سپرد کرائے جائیں تاکہ یہ لوگ قلعہ کے قریب کر دئے جائیں وقت بے وقت وہاں موجود رہیں (ضرورت کے وقت وہاں موجود رہیں) اُمید کہ اس معاملہ میں جو بات بھی طے ہو اس سے آپ اس کمترین کو آگاہ فرمائیں گے تاکہ میں خدمت اقدس میں صورت حال عرض کرسکوں۔

صاحب بندہ نواز مہربان سلامت! اگرچہ یہ نیاز مند عرائض کے ارسال کرنے میں کسی حد تک قاصر رہتا ہے لیکن آپ کی خیر اندیشی اور ظاہری و باطنی ترقیوں اور دینی و دنیوی سعادتوں سے آپ کی بہرہ وری کا ہمیشہ طالب رہتا ہوں، اس خصوص میں کبھی کوتاہی کی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ مجھ سے دعائے خیر کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے وکیل دربار کے ذریعہ ملبوس خاص عنایت فرما کر آپ نے اپنی نوازشوں کے اس عادی بندے کو سرفراز فرمایا تسلیمات بجا لاتا ہوں اور فلاحِ دارین کی شب و روز دعا کرتا ہوں، بیماری کی تکلیف کے باعث اسی وقت عنایت کا شکر ادا اور خدمت والا میں عریضہ نہیں پیش کر سکا۔

چونکہ یہ غلام آپ کا قدیم الخدمت بندہ ہے اور اپنے حقوق بندگی پر نظر رکھتے ہوئے بسا اوقات بہت معمولی معمولی خواہشات پیش کر دیتا ہے اور پیر مرشد حقیقی نے بھی مجھے اس امر کی اجازت دے رکھی ہے (میں ان کے حضور میں بھی خواہشات پیش کر دیتا ہوں) اور میری کوتاہیوں اور لغزشوں کے باوجود عنایات شاہانہ سے مجھے سربلند فرماتے رہتے ہیں لہٰذا اسی طرح جنابِ والا کے اخلاق کریمانہ سے توقع ہے کہ اپنے اس مخلص کی کوتاہیوں کو نظرانداز فرماتے ہوئے۔ مجھے ہمیشہ معاف فرماتے رہیں گے۔ محمد شفیع منشی کے بارے میں جنابِ والا نے حسن ذرہ پروری سے کام لیا ہے میں اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں میں نے اس کو محض آداب بندگی کے حصول کیلئے خدمت گرامی میں بھیجا ہے ورنہ ہم نیازمندوں میں بھلا ایسی کون سی لیاقت رکھی ہے جو قبولیت کے قابل بنا سکے، چونکہ محمد غلام کو بھی آپ نے باوجود بے ہنری اور ہیچمدانی کے خاک سے اٹھا کر سربلندی بخشی اس لئے امید ہے کہ میرے بھائیوں میں سے بھی جو کوئی بارگاہ آسمان مرتبت کی خدمت اور ملازمت سے سربلند ہوگا اس کی قابلیت آپ کے پیش نظر نہ ہوگی بلکہ محض لطف و کرم سے اس کو نوازینگے، اس سے زیادہ اس بارے میں اور کیا عرض کروں۔

طغرائے سلطانی جو نظر انور سے گزرا پسند فرمایا گیا، اب خدمت عالی میں ارسال کیا جا رہا ہے امید کہ طغرا نویس کی کارگذاری میں محسوب کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بادشاہ عالم و عالمیان کے سایہ عاطفت میں مراتب دولت سے سربلند فرمائے اور پیرو مرشد حقیقی کی رضاجوئی کی توفیق سے آپ کو سعادت دارین حاصل ہو۔

پادشاہزادہ محمد معظم کے نام

(۱۸۵)

ذرہ بمقدار ابو الفتح مراسم اخلاص و بندگی بجالا کر عرض کرتا ہے کہ نامہ گرامی (نشانِ گرامی) جو ایک مدت کے بعد اس مخلص کے نام صادر ہوا تھا، وصول ہو کر باعث فخر و مباہات ہوا، آپکے ارشاد کے بموجب عرضداشت کا مسودہ اپنی ناقص عقل کے مطابق ترتیب دیکر خدمت گرامی میں ارسال کر دیا ہے امید کہ آپ پسند فرمائینگے۔ آپ کا وہ عریضہ جو آپنے خط نسخ (عربی رسم الخط) میں تحریر فرما کر بارگاہ والا میں ارسال کیا تھا، جس وقت قبلہ و کعبہ دو جہاں اورنگزیب اس کا مطالعہ فرما رہے تھے یہ بندہ بھی خدمت والا میں حاضر تھا، حضور انور نے آپ کے پاکیزہ خط کی بہت تعریف کی اور ان خطوط کی عبارات کو بھی جو شہزادہ جواں بخت و الاتبار (شاہزادہ سلطان محمد) کی خدمت میں واقعات و حقائق پر مشتمل، تحریر کیے گئے تھے، ان کی بندشیں بہت عمدہ ہیں، ان کے مطالعہ کے بعد حضور انور نے پھر اس غلام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ "ان کی فارسی تحریر و تقریر دوسرے شاہزادوں سے بہتر ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ بہت ترقی کرینگے"۔ اس اخلاص کیش نے بھی اس موقع پر عقیدت مندی کا سررشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ (آپ کی تحریر اور انشاپردازی کی تعریف کی) اور ہمیشہ ایسی باتیں حضور انور میں آپکے بارے میں عرض کرتا رہتا ہوں جو پیرو مرشد حقیقی کی خوشنودی اور رضامندی کا موجب ہو سکتی ہیں، میں آپ کے بارے میں کلمات خیر کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ امیدوار ہوں کہ کبھی کبھی ادائیگی خدمات کے لئے گرامی نامے ارسال فرما کر سربلندی عطا فرماتے رہیں گے۔ (کسی خدمت کے لئے یاد فرما لیا کریں گے)۔

صاحبزادۂ بلند اقبال سلامت! چونکہ از روئے بندہ نوازی قبلہ و کعبہ کی توجہ اس امر پر مبذول ہے کہ فقیر کا جھونپڑا جو ظفرآباد کے قلعہ میں مجھے مرحمت ہوا ہے، تیار ہو جائے، آقا بیگ اس کی مرمت اور تیاری میں بہت کوتاہی کر رہا ہے اب تک اس میں کچھ کام نہیں ہوا ہے اور یہ بات حضور انور کے گوش ہمایوں تک پہنچ چکی ہے، حضور نے اس کمترین کو حکم دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کردوں اس لئے عرض کر رہا ہوں آپ آقا بیگ کو تاکید فرما دیں کہ مکان کی ضروری تعمیر جلد ہو جائے۔

عید کے مبارک ایام آپ کو مبارک ہوں اور آپ پیرو مرشد جہان و جہانیان کے سایہ عاطفت میں ظاہری اور باطنی سعادتوں سے بہرہ ور رہوں۔

ضمیمۂ اوّل

شاہجہاں بادشاہ کے مکاتیب

(الف)

شاہزادہ داراشکوہ بہادر کے نام

صاحبِ ظفرنامۂ عالمگیری اس خط کے سلسلہ میں اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ

"تیسرے روز کافی بات چیت کے بعد حضرت جہاں پناہ (اورنگ زیب) اعلیٰحضرت شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئے تاکہ اعلیٰحضرت کی رضامندی اور خوشنودی کا باعث ہو سکے چنانچہ اسی ارادے سے باغ ڈیرہ کی دلکشا منزل سے سوار ہوئے ...... جیسے ہی جہاں پناہ .... دولت خانۂ معلّی سے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ..... امیر الامراء شائستہ خاں اور شیخ میر حضورِ والا میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جہاں پناہ' اس موقع پر اعلیٰحضرت کی خدمت میں باریاب ہونا خلافِ مصلحت اور غیر مناسب ہے۔ حضور کے تمام مخلص بندے اور عقیدت کیش ملازمین آپ کے اِس ارادے کی خبر پا کر سخت پریشان ہیں، خدا کے لئے ہم غلاموں کے حال پر رحم فرمائیے اور اس مصلحت کے خلاف ارادے سے باز آجائیے ...... یہ سُن کر جہاں پناہ کچھ سوچ میں پڑ گئے کہ اتنے ہی میں ناہر دل چیلا آ پہنچا[1] اس نے اعلیٰحضرت کا وہ فرمان پیش کیا جو انھوں نے خاص اپنے خط سے داراشکوہ کو تحریر فرمایا تھا اور بڑے اہتمام و اعتماد کے ساتھ ناہر دل چیلا کے حوالے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ کسی کو اس خط کی ہوا بھی نہ لگے، آندھی کی طرح دِلّی پہنچو، یہ خط داراشکوہ کو پہنچا کر اس کا جواب لیکر فوراً آؤ[1]"۔

فرمان کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ

داراشکوہ شاہجہاں آباد میں جمے رہیں، وہاں خزانے اور لشکر کی کمی نہیں ہے، خبردار وہاں سے آگے نہ بڑھیں، ما بدولت اس قصّے کو یہیں ختم کئے دیتے ہیں[2]

---

[1] ناہر دل چیلہ کی کورنمکی ملاحظہ ہو کہ یہ خط داراشکوہ کو پہنچانے کے بجائے انعام و اکرام کے لالچ میں اورنگ زیب کے حضور میں لیکر حاضر ہوا۔ [2] اورنگ زیب "ما بدولت مہم را دریں جا نیصل می فرمائیم" سے یہ سمجھے کہ میں اعلیٰحضرت کے حضور میں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا جاؤں گا"۔

(ب)
شاہزادہ محمد شجاع بہادر کے نام[1]

چونکہ تم ہمیشہ اپنے خرچ کی زیادتی اور آمدنی کی کمی کے بارے میں عرضداشت کرتے رہے ہو اور تمھاری اس عرضداشت کو ہم ہمیشہ ٹالتے رہے اور اس کا باعث یہ تھا کہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر رہے، اب ہم کمال مرحمت سے بنگال اور اڑیسہ کے عمدہ صوبوں کے علاوہ صوبۂ بہار بھی، اپنے عالی مقدار فرزند سلطان اورنگ زیب کی سفارش اور التماس کے بموجب تمھاری جاگیر میں عطا فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ یونت ئیل کی فصل ربیع سے تم اپنے وکیل اس صوبے میں بھیج کر اس کا انتظام سنبھال لو۔ تمھارے وکلا کو چاہیئے کہ اس صوبے کی زراعت کی افزائش اور ملک کی آبادانی میں بہت زیادہ کوشش کریں، خود تم کو چاہیئے کہ اپنے مقام سے حرکت نہ کرو (کسی اور طرف کا ارادہ نہ کرو) اگر ہمارے حضور میں پہنچنے کی آرزو بہت زیادہ ہو تو خود ہم چند روز کے بعد تم کو اپنے حضور میں طلب فرمائیں گے (تم ہماری بغیر اجازت اور بغیر طلب کے ہمارے حضور میں بھی آنے کی کوشش نہ کرنا[2])۔

(ج)
شہزادہ اورنگ زیب بہادر کے نام

(۱۸۸)

آجکل ہمارے سننے میں یہ بات آئی ہے کہ تم نے دو بے گناہ سیدوں (میر جملہ و شاہنواز خاں) کو جنھوں نے بہت ہی شائستہ خدمات اب تک انجام دی ہیں اور جن سے ہمیشہ پسندیدہ باتیں سرزد ہوتی رہی ہیں اور جو اپنی ادب آموز عقل کی رہنمائی میں ہمارا حکم بجالاتے ہوئے بڑے خلوص اور بڑی عقیدت کے ساتھ ہماری بارگاہ میں آرہے تھے، بعض خود سروں کے بہکانے سے گرفتار کرلیا، ان کا تمام سامان (نقد و جنس) برباد کردیا اور انھیں دولت آباد کے قلعہ میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کو قید کرنا جو اپنے آقا کی اطاعت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں اور آقا کی مخالفت کو بغاوت اور گناہ سمجھتے ہوں اور اطاعت و فرمانبرداری کے راستے پر ثابت قدم ہوں، اخلاق پسندیدہ سے بہت ہی بعید ہے (بڑی بداخلاقی ہے) سعید اور عقلمند وہ ہے جو اپنے اختیار اور خودداری کی باگ ڈور ہر حال میں اپنے ہاتھ میں رکھے، خاص

---

[1] آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد اورنگ زیب نے یہ خط شاہجہاں سے زبردستی لکھوایا تھا اور اسی کے ساتھ اپنا بھی ایک مصالحانہ خط بھیجا تھا جو سابق میں پیش کیا جاچکا ہے۔ (مرتب رقعات)

[2] قارئین سمجھ گئے ہونگے کہ حرکت سے کیوں روکا گیا ہے، ڈر تھا کہ شجاع آگے بڑھکر دارا شکوہ سے نہ مل جائے (مترجم)

طور پر قوتِ غضبی کے غلبہ کے وقت، اپنے آپ سے باہر نہ ہو (اپنے آپ پر قابو رکھے) اور اپنے نفس کو بے لگام نہ چھوڑ دے، فرو گذاشت کی تلخی کو، عفو سے کام لیتے ہوئے گوارا کرے اور اسکو انتقام کی لذت سے زیادہ لذیذ سمجھے اور اس وقت نفسِ امّارہ کے قہر سے مغلوب نہ ہو، پھر ایسی صورت میں جب کہ عذر کا معقول پہلو بھی موجود ہو اس وقت تو اس کی اور بھی زیادہ گنجائش تھی کہ ان کی معذرت کو معقول سمجھتے اور اسکو پسند کرتے اور عتاب کے بجائے نقد و جنس کے انعام سے ان کو نوازتے، ان کے پایۂ اعتبار کو بلند کرتے اور کمالِ مہربانی کے ساتھ ان کو ہمارے حضور میں رخصت کر دیتے، تم نے اس کے عوض یہ کیا کہ ان کی مدتوں کی جمع کی ہوئی پونجی کو بھی ضبط کر لیا اور قید کا حکم دے دیا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ اب بھی اگر معافی کو انتقام پر مقدم سمجھو اور لطف و مہربانی کو دشمنی پر فوقیت دو اور ان کی معافی کے لئے اگر ہمارے اس فرمان کو وسیلہ بنالو تو ہماری خوشی کا موجب ہوگا اور تم جانتے ہو کہ ہماری رضامندی دونوں جہان میں تمھاری رستگاری اور مخلصی کا وسیلہ ثابت ہوگی۔

(۲/۱۸۹)

میری ستر سالہ عمر کا حاصل، میرے بیٹے!!

اب سے چند روز پہلے حکم الٰہی کے بموجب مخلص پور کی آب و ہوا کا ہم پر اثر ہوا اور ہم بیمار پڑ گئے، چند روز تک ہم صاحب فراش رہے۔ اس لحاظ سے ممالک محروسہ میں بہت بدنظمی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ مصلحتاً ہم فتنہ و فساد کے رفع کرنے کے لئے دارالخلافت شاہجہاں آباد سے آگرہ (اکبرآباد) پہنچ گئے تاکہ بدخواہوں اور بدزبانوں کی زبانیں بند کر دی جائیں۔ اس اثنا میں یہ بات ہمارے سننے میں آئی کہ تم (فرزند عزیز) ایک عظیم لشکر جمع کر کے اِدھر روانہ ہو گئے ہو، یہ بات سُن کر ہم کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور ہم کو بہت رنج ہوا کہ اس قدر اضطراب و بیقراری (عجلت) کے ساتھ اتنا بڑا لشکر لے کر تمھارے آنے کا مقصد کیا ہے؟

اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ تم ہماری خدمت میں باریاب ہونا چاہتے تھے تو اس صورت میں تم کو پہلے عرضداشت پیش کرنا چاہیئے تھی، اگر ایسا ہی شوق ملازمت (حضوری) دامن گیر تھا تو حصول جواب کے بعد ہمارے حضور انور میں روانہ ہوتے اور اگر ارادہ کچھ اور ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب ہم تندرست ہیں اور اس بڈیوں کے پیکر میں ابھی کس بل باقی ہے اور ہم سلطنت کے کاموں میں مشغول ہیں۔

لہٰذا تمھارے لئے مناسب اور موزوں یہی ہے کہ ہمارے اس فرمان کے پہنچتے ہی تم جہاں تک پہنچ گئے ہو اسی جگہ سے پلٹ کر اورنگ آباد چلے جاؤ گے!

زیادہ دعا کہ عمر دراز ہو اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور رہو۔

(۳/۱۹۸ الف)

چونکہ ان دنوں تمھاری جاہ و جلال کی سواری دارالخلافت کے نزدیک ہی اتری ہوئی ہے، اور تم ضرورتاً ایک عرصہ تک اپنے قبلۂ حقیقی اور خدائے مجازی سے دور رہے اور اب اس قدر قریب آگئے ہو لہٰذا شدتِ اشتیاق کے غلبہ سے جو لازمۂ جدائی ہے، ہمارا دل بھی تمھارے دیدار کا مشتاق اور آرزو مند ہے۔

محبت کے غلبہ اور شدت شوق ملاقات کے باوجود اتنے قریب ہو کر تمھارا اس طرح توقف کرنے کو (ہمارے حضور میں نہ آنا) سخت جانی اور سست مہری کے سوا اور کیا کہا جائے اگر تم اپنی طلب صادق اور اپنے والد ماجد کی تکریم و تعظیم کے اعتبار سے میرے حضور میں روانہ ہو کر میری ملاقات سے فیض یاب ہو گے (کہ میں نے دوبارہ زندگی پائی ہے گویا از سرِ نو عالم وجود میں آیا ہوں) اور ملازمت کی سعادت حاصل کر کے شادمانی کا سرمایۂ جاودانی فراہم کرو گے تو یقیناً دونوں جہاں کی دولت سے بہرہ اندوز ہو گے اور ظاہری و باطنی مرادوں کو پالو گے۔

(۳/۱۹۸ ب)

چونکہ مشیتِ ایزدی کے بموجب تمھارے اور شاہزادے بلند اقبال کے درمیان کچھ ملال اور کدورت کی صورت پیدا ہو گئی اور وہ باتیں جو پوشیدہ اور پنہاں تھیں کھل کر سامنے آگئیں، اس اعتبار سے کہ قضا و قدر کے فرمان اور خالق خیر و شر کے ارادے میں انسان کی چون و چرا کو بالکل دخل نہیں ہے لہٰذا ان سے اغماض اور چشم پوشی کرنا ہی خرد شناسی اور خدا دانی کا تقاضہ ہے لہٰذا میں صرف ایک ایسی بات کا اظہار کر رہا ہوں جس سے انشراحِ خاطرِ وابستہ اور طبع اقدس کی نشاط و انبساط متعلق ہے، اور اس کے تحریر کرنے کے لئے میں مجبور ہوں۔

اس بات کے تحریر کرنے سے غرض یہ ہے (حاصل کلام یہ ہے) کہ ہمارے باطن کا تقاضا اور دلی تمنا تمھارے دیدار اور تماشائے جمال کی اسقدر آرزومند ہے کہ حوصلہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی (ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے) خصوصاً اس صورت میں کہ خلافت کا وہ گراں بہا موتی، اور فرماں روائی کے تاج کو زینت بخشنے والا وہ جوہر بے بہا (یعنی تم) اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت ایزدی کے بموجب ایک عرصہ دراز سے ہم سے اس قدر قریب جگہ پر فروکش ہو، اور ایسے متضاد اور ایسے شدید امراض میں مبتلا ہونے کے بعد کہ اس حوادث اندوز دنیا سے ہمارا تعلق تقریباً منقطع ہو چکا تھا حکیم مطلق نے اپنی عنایت کے شفاخانے سے ہم کو دوبارہ شفا عنایت کی اور صحت کا شربت عطا فرمایا، گویا حقیقت میں دوبارہ زندگی عطا فرمائی تو ایسی صورت میں شوق ملاقات میں اور شدت پیدا ہو گئی، ہم کو یقین ہے کہ تمھاری باطنی آرزو اور دلی

شوق کا باہمی وہی تقاضہ ہوگا اور محبت کا نشہ اور طلب کی کیفیت اسی طرح تمہارے دل میں پیدا ہوئی ہوگی۔ جیسی حضرت یعقوب علیہ السلام کی دید کے لئے عزیز مصر (حضرت یوسف علیہ السلام) کے دل میں پیدا ہوئی تھی (یعنی تم بھی ہمارے دیدار کے لئے ہماری طرح بیقرار ہوگے) چونکہ اب اس سے زیادہ بار اٹھانے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا مناسب اور پسندیدہ یہی ہے کہ تم (جو خرد کے آداب اور عقل کے رسم شناس ہو) جسقدر جلد ممکن ہوسکتا ہے مجھ امیدوار جمال کے زخموں پر مرہم رکھوگے اور میری خاطر اقدس کو اپنے مشاہدہ جمال سے فرحت آگیں اور مسرتوں سے مالا مال کردوگے ؎ جلد آکہ دلِ تنگ کو کچھ صبر و قرار آئے

۴
(۱۹۱ الف)

اس تمام مدت میں تم (فرزند ارجمند) نے ہمیشہ ہر موقع پر ہماری خوشنودی اور رضا مندی کو ملحوظ رکھا اور ہمیشہ لائق اور پسندیدہ خدمات بجالائے اور کبھی بھی تم نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ہماری مرضی کے خلاف کوئی بات سرزد ہو اور اس سلسلہ میں کبھی کوئی تقصیر تم سے نہیں ہوئی اب اس قدر بے ادبی اور بے مہری جو اپنے والد محترم کے سلسلہ میں تم سے ظہور میں آرہی ہے اس کا کیا باعث ہے جب کہ تم یہ جانتے ہو کہ باپ کے ساتھ بے ادبی دونوں جہان میں رسوائی کا موجب ہے۔ تمہاری اس رنجش اور ملال بے جا کا سبب ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا حالانکہ ہم کو تم سے ہر طرح کی رضا جوئی اور اخلاص مندی کی اُمید تھی، صرف یہی نہیں بلکہ تم نے ہماری بیماری کے بارے میں بھی کچھ دریافت نہیں کیا اور نہ ہماری عیادت کی اور ہمارے تمام حقوق تربیت کو تم نے فراموش کردیا۔ بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اس سرگرانی اور نامہربانی کا آخر باعث کیا ہے اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ بات اگر ارباب غرض کے بھڑکانے اور ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے والوں کی انگیزش کے باعث ظہور میں آئی ہے تو یہ تمہارے جیسے ہوشمند فرزند کے اوصاف حمیدہ اور پسندیدہ خصائل سے بہت ہی بعید معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ غرض مندوں اور فتنہ انگیزوں نے ہماری عنایتوں اور مہربانیوں کو (اپنی مطلب برآری کے لئے) ایسی غلط صورت میں جس کا ہم کو کبھی خیال بھی نہیں آسکتا تھا، تمہارے سامنے پیش کیا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ تم بذات خود ہمارے حضور میں آکر معقول طریقے پر تمام کیفیت حال کو سمجھو اور اس جھگڑے کو رفع دفع کرکے ہم کو اپنا دشمن نہ سمجھو کہ ابھی اس کی گنجائش باقی ہے کہ اس صورت میں تم کو جو ملال پہنچا ہے اور جو تکدر خاطر ہوا ہے وہ ہماری محبت آمیز باتوں سے تمہارے دل سے دور ہوجائے اور ہمارا وہ صحیح مقصد جس کو فتنہ انگیزوں نے فساد کا رنگ دیدیا ہے اور اس کو غلط رنگ دیکر تمہارے ذہن نشین کردیا ہے، وہ بالکل ٹھیک ٹھیک تم سمجھ سکو اور تمہارا رنج و ملال دور ہوجائے۔

"ب"

(حضرت صاحبقران شاہجہاں نے میر خلیل اللہ خاں اور فاضل خاں کو شاہزادہ اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور ایک فرمان خاص اپنے خط سے تحریر فرما کر ان دونوں اصحاب کے سپرد کیا اس فرمان کا حاصل کلام یہ ہے کہ :۔)

ناز و نعمت کے ساتھ تم کو پرورش کرنے اور تمھاری تعلیم و تربیت کے حقوق تمھارے ذمہ ہیں اور بے انتہا عنایات اور بیشمار نوازشات، تم کو خاص منصبوں پر فائز کرنا ۔ اور بڑے بڑے مرتبے عطا فرمانا، اس کے علاوہ پھر یہی نہیں بلکہ ان تمام حقوق کو نظر انداز کر کے باپ کے حقوق کا بھی لحاظ نہ کرنا جس کی ادائیگی کا حکم شہنشاہ علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) نے دیا ہے ۔ اور اس حکم کے بموجب ہماری اطاعت اور ہمارے احکام کا بجالانا تم پر واجب ہے، اللہ کا کلام اور وحی الٰہی اس پر ناطق ہے (قرآن پاک میں اس کا صریح حکم موجود ہے) تم جیسے فرزند سعید سے (جو تمام پاکیزہ فضائل سے آراستہ اور دانش و بینش کا مجموعہ ہو اور جس نے اپنی تمام عمر ہماری رضا جوئی، نیک نامی، حق شناسی اور خدا دانی میں صرف کی) بہت ہی تعجب کی بات ہے کہ تم نے اس مہربانی اور تمھارے دیدار کی جو خواہش اور شوق ہم کو ہے اس کی قدر نہ جانی بلکہ مفسدہ پردازوں کے بہکانے اور ورغلانے کے باعث ہمارے حضور میں آنے سے گریز کر رہے ہو اور چند مطلب پرستوں کے باعث جنھوں نے تم پر قابو پا رکھا ہے، ہم کو تم نے اپنا دشمن سمجھ رکھا ہے اور اس طرح تم نے زمانے کے فرمانرواؤں اور اہل روزگار کے سامنے ہم کو شرمندہ کیا اور اپنی عاقبت خراب ہونے کا بھی تم کو ڈر نہیں، محض اس فانی اور انقلاب سے بھرپور دو روزہ زندگی کے لئے تم نے اپنے لئے خدا اور رسول کے حضور میں ہمیشہ کی رسوائی کا راستہ ہموار کر لیا ہے۔

اے فرزند اب بھی ہوش میں آؤ اور ایسا کام مت کرو جس کا نتیجہ ندامت اور پشیمانی ہو اس وقت ندامت سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا ۔

مثنوی کے اشعار

- اے بیٹے مخالفت کے راستے سے ہٹ جا، میرے مقابل میں تلوار ہاتھ سے رکھدے کہ میں آفتاب ہوں (اور آفتاب پر تلوار چلانے سے کیا حاصل) ۔
- اگر تم نے خود ہی اس نافرمانی کے راستے کو اختیار کیا ہے تو خدا کا خوف کرو اور اس خود پرستی کو چھوڑ دو
- اور اگر کسی بدآموز نے تم کو (نافرمانی کا) راستہ دکھایا ہے تو تم کو تو معلوم ہے کہ بدآموز کی بات نہیں سننا چاہیے (اس پر عمل کرنا غلطی ہے) ۔
- اگرچہ تم دانش و عقل کا دعویٰ کرتے ہو لیکن تمھاری اس بدعمالی کو دیکھتے ہوئے میں خوب اچھی طرح

جانتا ہوں کہ ابھی تم کو نیک و بد کی تمیز نہیں ہے۔

- اگر تم ادب میں روز افزوں ترقی کرتے ہوتے تو مجھ جیسے باپ سے کس طرح بے ادبی کے ساتھ پیش آتے۔ (اس سے ظاہر ہے ادب سے تم کو دور کا واسطا نہیں)
- اگرچہ جوانی کو لوگ عالم فرزانگی (ہوشمندی) کہتے ہیں لیکن تمھاری یہ جوانی فرزانگی نہیں ہے بلکہ دیوانگی ہے (کہ تم باپ کے حضور میں ایسی گستاخیاں کر رہے ہو)
- اے فرزند اگرچہ تم آج اس درجہ پر ہو کہ گھمنڈ اور عزور تم کو زیب دیسکتا ہے لیکن باپ کے ساتھ تو یہ عزور اور گھمنڈ مت کرو۔
- آ، اے بیٹے آ! باپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کہ تو میرا ہم توشہ ہے، میرے ان حقوق کو یاد کر جو تیرے ذمہ ہیں کہ تو میرا جگر گوشہ ہے اور اپنے جگر گوشہ پر کیسی کیسی عنایات کی جاتی ہیں اس کو نہ بھول۔
- تو میرا خون ہے اور میرا دل محبت کا متلاشی ہے، محبت کا بھوکا ہے، اب اس سے زیادہ جوش اور ولولہ مت دکھا
- میری ان باتوں کو اچھی طرح سُن! اور اس سلسلہ میں کسی کی بات مت سُن! بس جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سُن!!

(۵/۱۹۲ الف)

(۱) خداوند تعالیٰ کے لئے بزرگی مسلم ہے اور بغیر شرکت کا ملک صرف اُسی کا ہے، یہ جو تم دوسروں کو مُلک کا مالک دیکھ رہے ہو یہ تو ان کو چند روز کے لئے دیدیا گیا ہے۔

(۲) مُلکوں اور اقلیموں کے فتح کرنے والی کنجی اسکے خزانوں میں موجود ہے (اپنے خزانے سے جس کو چاہتا ہے وہ کنجی دے دیتا ہے) آجتک کسی نے بھی ایک ملک اپنی قوت بازو سے فتح نہیں کیا ہے۔

(۳) اگر تو اہل معرفت ہے تو دل کو آخرت سے لگا ان دنیا کے خزانوں سے دل مت لگا کہ یہ دنیا تو محن آباد ہے (رنج ومحن کی جگہ ہے)

(۴) دنیا کی بنیاد پانی پر ہے (دنیا کو بقا نہیں ہے) جو عقلمند ہیں وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ پانی پر کوئی بنیاد نہیں رکھی جاتی اور نہ اس پر ٹھہرا جا سکتا ہے۔

بایںہمہ خدا کرے کہ تمھاری حاجتوں کے برلانے اور مرادوں کے پورا کرنے میں مقدر تمھاری مدد کرے اور اقبال تمھارا ساتھ دے اور ہر وقت اور ہر حالت میں آسمان کی گردش اور لیل و نہار کا انقلاب تمھارے مقصد کے مطابق ہو (تمھارا ساتھ دے)۔

اس حیرت افزا واقعہ سے جو خلیفۂ دوراں کے ساتھ پیش آیا اور جس قدر رنج والم ہفت اقلیم کے بادشاہ (یعنی میری ذات) کو پہنچے ہیں ان کا اب تو یہ حالت ہے کہ آسمان نے میری ایذا رسانی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے

اور اقبال نے ہر طرح سے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے اور میری استقامت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے (یعنی ان صدموں کے برداشت کرنے کی اب مجھ میں سکت باقی نہیں چھوڑی ہے) بہر نوع گردشِ روزگار ناموافق ہے اور فلک ایذا رسانی پر آمادہ! نتیجہ یہ ہے کہ کسی چیز پر اختیار نہیں اور تمام اختیارات ہاتھ سے نکل چکے ہیں، ان مصائب و فلک کج رفتار کی ان نامہربانیوں کو بیان کی بھی اجازت نہیں، میرے حزن و ملال اور میری خواہشات کا اس بے مہر فلک پر کچھ اثر نہیں ہوتا (وہ اب بھی ستانے سے باز نہیں رہتا)

اس طویل عرصہ میں (یعنی عالم طفلی سے لیکر جوانی تک) اس فرخندہ خصال فرزند سے کبھی بھی ہمارے حفظِ مراتب میں کمی واقع نہیں ہوئی اور اس سے یعنی تم سے کبھی کوئی بات خلاف ادب ظہور میں نہیں آئی اور تم ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی مرضی اور رضا جوئی میں سرگرم عمل رہے اور اس کے خلاف کبھی وقوع میں نہیں آیا، تو اب کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی توفیق سے دنیاوی اور ظاہری سلطنت کو ترک کر کے معنوی (معرفت) بادشاہی کو اختیار کر لیا ہے اور زمانے کی کیفیت اور حالت کو اس مدت میں اچھی طرح جان لیا اور سمجھ لیا دنیا سے منہ موڑ کر باری تعالیٰ کی پرستش اور پرستاری کے گوشہ میں بیٹھ گئے ہیں اور تم نے کارفرمائی کی چادر کو جس پر کارخانۂ قدرت کا دارومدار ہے اپنی ملکیت تصور کر لیا ہے اور نظام عالم کے سررشتہ کی دیکھ بھال جو عہدِ الست سے ہمارے ذمہ تھی اب خواہ وہ کسی کے ذمہ قرار پائے لیکن اسباب نے تم کو اس پر ضرور آمادہ کر دیا کہ غرض پرستوں کی بداندیشیوں اور ناکارہ لوگوں کے بہکانے سے تم اس دنیا کے دور از کار پندار میں (کہ جو ظاہر آباد ہے اور حقیقت میں ویران اور اس کا تمام کاروبار حقیقت میں ایک بیداری نما خواب و ریانی کی طرح نظر آنے والا ایک سراب ہے) مبتلا ہو گئے اور راہ ادب سے ہٹ کر خود کو بھی بدنام کیا اور ہم کو بھی شرمندہ کیا، تم اپنی سعادت مندی سے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ تمہارے والد والاقدر نے ان کوتاہ اندیشوں کے ظلم کو کس قدر طرح دی ہے اور اب تک ان دراز دست (بیباک) بے ادبوں کے ہاتھ سے لگائے ہوئے کچوکوں کو برداشت کر رہے ہیں۔

جو کوئی تھوڑی سی بھی عقل رکھتا ہے اس پر اس بات کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس دارالمکافات (دنیا) میں کارکنانِ قضا و قدر ہر وقت سرگرم عمل ہیں اور ماہ سے ماہی تک ہر چیز کا احوال یعنی ایک ذرا سی بھی حرکت اور ایک سانس کو بھی شمار کر لیتے ہیں (تو پھر تم کس طرح اس سے غافل ہو کہ ان کارکنوں نے ان احوال کو بغیر شمار کے چھوڑ دیا ہوگا)

- اے وہ کہ ایک دن تو رحم مادر میں نطفہ کی صورت میں موجود تھا اور پھر کچھ مدت کے بعد ایک شیر خوار بچہ بن گیا
- پھر یونہی مدتوں تک نشوونما پاتا رہا یہاں تک کہ بالغ ہو گیا اور ایک سیمیں عذار سرو بالا بن گیا (ایک حسین اور خوبرو شخص بن گیا)

- پھر ترقی کرتے کرتے تیری ایک نامور مرد کی شخصیت ہوگئی، آخر کار کارزار کا دھنی اور جنگجو مرد بن گیا۔
- جس حالت میں بھی تو پہنچا تو نے دیکھا کہ وہ برقرار نہیں رہی اس طرح یہ موجودہ حالت بھی برقرار نہیں رہے گی (اس میں بھی انقلاب آجائے گا۔)
- قبل اس کے کہ زمانہ تیرے ہاتھ سے اختیار کی باگ چھین لے (تجھکو اقتدار سے گرادے اور تیرا یہ اختیار ختم ہوجائے)
- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اچھی طرح ادا کر کہ اللہ تعالیٰ حق گذار بندوں کو پسند کرتا ہے علاوہ ازیں
- اپنے ولیٔ نعمت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا کہ اللہ تعالیٰ تیرے مسائل کو بھی حل فرمادے (تیرے کام بھی پورے ہوجائیں)

اس اعتبار سے کہ اس بے بقاء دنیا کا یہ پرانا طریقہ ہے کہ اس کا انجام حیرت اور تعجب پر مبنی ہوتا ہے (حیرت انگیز انجام ہوتا ہے) اور اپنی قدیم رسم کے مطابق اس سرائے بے ثبات میں ہر عافیت کا انجام مصائب اور اس کی عشرت کا نتیجہ عسرت ہے، اس کی جمعیت پریشانی اور حسرت کے سوا کچھ نہیں، اگر زمانہ کی نظر بد سے ہمارے اس سرمایۂ آبرو اور پایۂ اعتبار کو کوئی نقصان پہنچا اور ہمارا مال و دولت حوادثات زمانہ نے لوٹ لیا تو اس سے ہمارے شریف اور اعلیٰ ناموس کو کوئی تشویش نہیں ہوئی اور نہ ہمارے توکل میں کوئی فتور اور اعتقاد میں اس سے کسی قسم کی سستی آئی۔

ہم نے جو اپنے اس مافی الضمیر کا اظہار کیا اس سے مقصود یہ ہے کہ ظاہر و باطن پر نظر رکھو راستہ نہ بھٹک جاؤ (تم ظاہر بینوں کی ہدایت مقصود تھی) سب لوگ خصوصاً تم سعادت مند فرزند لیل و نہار کی گردش اور انقلاب زمانہ کو پیش نظر رکھکر اپنے اقبال کی ظاہری کار برآری پر مغرور نہ ہوجاؤ (کہ فی الحقیقت اس کے وجود کا اعتبار نہیں ہے) ہر حالت میں اگر تم اپنی دوربیں نظر کو منتہائے مطلب اور سرانجام کار پر مرکوز رکھتے ہوئے قرآن پاک کے احکام اور سنت نبوی کے مطابق عمل، ائمۂ دین کے طریقے کے موافق اپنی روش رکھوگے اور اپنے والا قدر والد کی اطاعت کو (کہ جو حقیقت میں تمھارا مجازی خدا ہے اور اس کی اطاعت کو معبود حقیقی کی اطاعت و عبادت میں شمار کیا گیا ہے) اپنا شعار بناؤ گے تو اللہ سے اس کا اجر تم کو ملیگا اور لوگوں میں تمھاری یہ مساعی مشکور ہونگی۔

(۵/۱۹۲ ب)

مالک الملک حقیقی (تعالیٰ شانہ) جس کا ملک زوال اور تغیر سے محفوظ ہے، ہمارے خوش نصیب فرزند کے کواکب اقبال کو دنیاوی دولت کے شبستان کو منور کرنے والا اور دنیا کی وسعتوں کو رونق بخشنے والا بنائے رکھے۔ (یعنی فرزند ارجمند کا کوکب اقبال زینت بخش عالم رہے)

اس شعبدہ باز آسمان کی نیرنگی اور زمانے کے انقلاب کے ہاتھوں وہ بات جس کا کبھی بھولے سے بھی ہم کو خیال نہیں ہوسکتا تھا ہم نے اپنی ان آنکھوں سے مشاہدہ کرلی[۱]۔ تم اقبال منداور دلبند فرزند نے محبت

---

[۱] انقلاب سلطنت کی طرف اشارہ ہے۔

فرزندی کو ختم کر دیا اور ہمارے دل میں محبت کی جو آگ بھڑک رہی تھی اس کا قطعی خیال نہیں کیا، عمر بھر کی پرورش، تربیت اور حقوقِ پدری کو نظر انداز کر کے ہم کو اپنا دشمن جانی گردانا، ہماری ایذا رسانی کو جو دنیا میں بدنامی اور آخرت میں ناکامی اور محرومی کا باعث ہے، ایک معمولی سی بات سمجھا، قیامت کے دن کی باز پرس کی کچھ پروا نہ کی، یہ تو بتاؤ کہ قیامت کے دن (باپ کے مقابلہ میں) اس جرأت اور حق شکنی کا کیا جواب دوگے؟

میں یہ سب کچھ (ساری بپتا) کس سے کہوں، تجھے خود شرم آنا چاہیئے، تم خود اپنے خون کو برباد کرنے کے لئے میرے خون کے درپے ہو۔

وہ بندہ جو اپنے بادشاہ سے دشمنی کرتا ہے، اس کو مخلوق کیا کہتی ہے، تم کو بتانے کی کیا ضرورت ہے، تم خود ہی بتادو (یعنی تم خود جانتے ہو کہ اس کو باغی اور نافرمان کہا جاتا ہے)۔

اگر میری جانب سے تمھارے دل میں غبار ہے تو اس سے میرا کیا بگڑے گا تم خود خدا کے سامنے سرشار ہوگے۔

تم مجھ سے منحرف نہ ہو کہ میں تم سے نہیں بگڑا ہوں بلکہ میں تو تمھارے ہی نام سے زندہ ہوں اور مرنے کے بعد بھی تمھارے نام ہی سے زندہ رہوں گا (دنیا مجھے اب بھی پدر اورنگ زیب کہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی یہی کہے گی)۔

خدا کے لئے تم مجھے اپنی صورت دکھادو، مجھ سے انحراف مت کرو اور خدا سے ڈرو (کہ اس نے باپ کی اطاعت کی کس قدر تاکید کی ہے)

لہٰذا اب مناسب یہی ہے کہ تم (جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو) اپنی اس حکومت، صف شکنی اور کشور کشائی پر غرور نہ کرو اور زمانہ کی سازگاری اور اس کی رفاقت پر بھروسہ نہ کرو، کہ یہ چرخ پُر فریب اور جہانِ دو رنگ قطعاً اعتماد کے قابل نہیں ہے اور اس بدعہد سے کبھی وفا نہیں ہو سکتی۔

جب صورت یہ ہے تو مناسب اور پسندیدہ بات یہ ہے کہ ایسے کام کا ہرگز ارتکاب نہ کرو جس سے اس عالیشان خاندان کی بدنامی اور ذلت ہو اور ہماری اتنی قدیم سلطنت کے ننگ و ناموس کو برقرار رکھو (جس کی عظمت اور شہرت تمام عالم میں ہے اور تمام روئے زمین کے سلاطین جس کو خاص اہمیت دیتے ہیں) اس کی عظمت اور شان کو اس طرح برقرار رکھو جس کی قابل بیٹوں سے توقع کی جاسکتی ہے۔ (کہ باپ کے بعد وہ سلطنت کا وقار بحال رکھیں گے)، تاکہ اس طرح تمھارا نیک نام اور تمھاری قابلیت کے نقوش زمانے کے صفحات پر ہمیشہ قائم رہیں۔

(۶/۱۹۳)

میرے پیارے اور بہادر بیٹے!

میں زمانے کی برائی اور سست مہری کا کیا رونا روؤں

کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی جنبش نہیں کرتا ہے

اللہ کی شان ہے: کل میں نولاکھ سواروں کا مالک تھا اور آج پانی کے ایک آبخورے کے لئے محتاج ہوں[1]

ہندوؤں پر آفریں ہے کہ وہ کسی نہ کسی صورت سے ہمیشہ اپنے مُردوں کو پانی پہنچاتے رہتے ہیں (وہ مندروں میں بتوں پر جب مندر میں داخل ہوتے ہیں، پانی چڑھاتے ہیں) لیکن اے فرزند! تم عجیب مسلمان ہو کہ ایک زندہ (باپ) کو پانی سے ترسا رہے ہو[2]۔

اے کامگار فرزند! اس غدار دنیا کے اقبال پر مغرور نہ ہو اور غفلت و تکبر کی خاک سر پر نہ ڈالو کہ دنیا ایک ظلمت کدہ ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی یاد کرنا اور مخلوق پر شفقت کرنا ہی دولت جاودانی ہے،

میں جو کچھ نصیحت کرنا چاہیئے وہ نصیحت تم کو کر رہا ہوں۔

خواہ تم کو میری نصیحت بری لگے یا بھلی، میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

شہزادہ محمد مراد بخش کے نام

(۱۹۴)

چونکہ تم نے ادب احترام کی قیود کو توڑ ڈالا اور ان تمام مراسم کو فراموشی کی نذر کر دیا اور طرح طرح ایسی بدسلوکیوں کا تم سے اظہار ہوا جن کو عقل سے نہ کچھ نسبت اور نہ حق شناسی سے، اس کے ساتھ ساتھ تم سے بہت سی تقصیرات بھی سرزد ہوئیں ہم نے دیدہ دانستہ تمہاری لغزشوں سے چشم پوشی فرمائی اور حق تربیت اور نوازشوں کی قدر نہ پہچاننے والے سے انتقام نہیں لیا اس کے برعکس تمہاری تمام کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرماتے ہوئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ہمارا فرمان موصول ہوتے ہی تم برار کو روانہ ہو جاؤ جو ابھی ابھی تمہاری جاگیر میں مرحمت فرمایا گیا ہے اور ہماری نوازشات کا شکریہ ادا کرنے میں مصروف ہو اور اس کی ادائگی میں ذرا سا بھی قصور نہ کرو۔

اگر تم حق شناسی آمادہ نہ ہوئے اور نافرمانی و عدم اطاعت کا راستہ اختیار کیا اور ہمارے ارشاد کے

---

[1] میرے خیال میں اورنگ زیب کی صفائی پیش کرنے والے بھی اس خط کو پڑھ کر غریب شاہجہاں کی بیکسی پر رحم کھائیں گے (مترجم) [2] ملاحظہ ہو ویلزلی ہیگ کی ہسٹری آف انڈیا (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس) یہ خط برطانوی عجائب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔

مطابق تم برار روانہ نہ ہوئے تو اس اعتبار سے کہ بادشاہ پر اس صورت میں واجب ہے کہ بے ادبوں اور معاملات کو نہ سمجھنے والوں کی گوشمالی کر کے ان کو راہ راست پر لگائے اور کچھ مدت کے لئے ان کو قید خانے میں ڈال دیا جائے کہ یہ قید خانہ ایسی طفلانہ ذہنیت رکھنے والوں کے لئے دبستانِ آگاہی ہے، اس طرح تم سے نخوت پندار کو دُور کر دیا جائے گا اور تم کو بیدار و ہوشیار بنا دیا جائے گا (اگر حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تو قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا)۔

(۱۹۵)

تمام ہندوستان کی بادشاہی ہم بخوشی خاطر تم کو حوالے کرتے ہیں، تم کو لازم ہے کہ اس سلسلہ میں پوری پوری آگاہی اور بردباری سے کام لو اور ہرگز اس راز سربستہ کو اپنے قریبی یا کسی دور کے شخص پر ظاہر نہ کرو۔ چند روز کے بعد اپنے بھائی اور اپنے بھتیجے کو دعوت کے بہانے سے اپنے محل میں طلب کرنا اور پھر دونوں کا کام تمام کر دینا اور پھر ملک کا خطبہ اپنے نام سے آراستہ کرنا کہ میں نے اپنی رضامندی سے اس امر عظیم کو (شاہنشاہی) تم جیسے مطیع و فرمانبردار فرزند کے حوالے کر دیا ہے لہٰذا تم بڑی خوبی اور دانشمندی سے اس کا کو انجام دینا۔

(۱۷)

مہابت خاں صوبہ دار کابل کے نام

عقیدت کیش اخلاص مندوں میں سب سے سربلند، مہابت خاں کو توجہات شاہانہ سے سربلند ہو کر معلوم ہو کہ اس غدار زمانہ کی ناسازگاری اور بدکردار خراسانیوں کی طعنہ زنی سے یہ بات تم کو معلوم ہو گئی ہو گی کہ اس مغلیہ سلطنت کو کسی کی نظر بد لگی اور حرام خور بدبخت اور بدذات کیا سلوک کر رہے ہیں اور کیا کچھ کر چکے ہیں، چونکہ فرزند مظلوم داراشکوہ شکست کھا کر لاہور روانہ ہو چکا ہے لہٰذا اس وقت کوئی ایسا دوست اعتماد مخلص جو دنیوی لالچ کو ٹھکرا کر اپنی عزت کا پاس کرے سوائے تم مہابت خاں ثانی کے جو مہابت خاں کے لائق فرزند ہو اور کوئی دوسرا نہیں ہے لہٰذا اپنا دردِ دل میں تم سے بیان کر رہا ہوں اور تم سے اس کے تدارک کی مجھے پوری پوری اُمید ہے (ایسے نازک وقت میں تم سے مجھے امید ہے کہ میرے کام آؤ گے)۔ اس

لہ اس خط اور فرمان کا طرز تحریر اور اسلوب صاف بتا رہا ہے کہ یہ خط شاہجہاں کا نہیں ہے، ورنہ اورنگ زیب سے معاہدہ کے بعد یہ فرمان مراد بخش کے بجائے اورنگ زیب کے قبضے میں ہوتا اور خود اورنگ زیب بہادر اس کو اپنے لشکر کشی اور شاہجہاں کی نظر بندی کی سند بنا لیتے۔ یہ خط شاہجہاں کے کسی مجموعہ مکاتیب میں نہیں ہے، اس کو صرف تاریخ شاہ شجاعی سے نقل کیا گیا ہے اور ارباب نظر جانتے ہیں کہ تاریخ شاہ شجاعی کس پایہ کی تاریخ ہے۔ ٹہ کیا شاہجہاں سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مراد بخش کو بھائی بھتیجے کے قتل کا مشورہ دے! اگر شاہجہاں ایسا ہی فرزند کش ہوتا تو گرفتار بلا کیوں ہوتا

وقت کو یاد کرو جب خراسانیوں نے حضرت جہانگیر بادشاہ پر زندگی حرام کر دی تھی اور ان کو بالکل بے بس کر دیا تھا تو مہابت خاں جیسے مردِ میدان نے کہاں سے کہاں تک سفر کیا تھا اور کس قدر منزلیں مار کر غفران پناہ (شاہ جہانگیر) کو اُن دیووں کے چنگل سے چھڑا کر چند روز تک اپنے پاس رکھا تھا اور از سرِ نو ان کو تخت خلافت پر استقلال کے ساتھ جلوہ افروز کرا دیا تھا (مہابت خاں کے ذریعہ دوبارہ حضرت جہانگیر بادشاہ تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے تھے) اور خود مجھے گوشہ گمنامی سے نکال کر دار السلطنت[1] لا کر میری عقدہ کشائی کی تھی (ولیعہد کا اعلان کر دیا تھا[2]) اور حضرت جہانگیر بادشاہ (رضوان منزلت) کے انتقال کے بعد مجھے اپنی اعانت و حمایت سے تخت نشیں کرایا تھا۔

اب تو معاملہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے ایسے وقت میں تم جیسے سراپا شجاعت امیر با تدبیر کے علاوہ کوئی اور ایسا نظر نہیں آتا جو ایسے زبردست کام کو سنبھال سکے اور اس بگڑی کو بنا سکے۔

میرا پیارا دارا شکوہ لاہور پہنچ رہا ہے، لاہور میں روپے پیسے (خزانے) کی کمی نہیں ہے، کابل میں فوج کیلئے نفری اور گھوڑوں کی کمی نہیں ہے اور مہابت خاں جیسا سردار جس کی شجاعت اور بہادری کی دھاک سے سارا زمانہ لرزہ براندام ہے وہاں موجود ہے، اس کے ہوتے ہوئے شاہجہاں جیسا بادشاہ گوشے تنہائی میں پڑا رہے بہت ہی عجیب بات ہے جیسے ہی تم آراستہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوگے اور لاہور پہنچو گے، دارا شکوہ بابا کی مدد اور رفاقت کا فرض ادا کرو گے اور دونوں ناہنجار بیٹوں (اورنگ زیب اور مراد بخش) سے مقابلہ کر کے ان کی بداعمالیوں کی سزا دے کر اپنے صاحبقرانِ ثانی (یعنی مجھے) قید سے نکالو گے تو تم دیکھ لوگے نیکنامی قارون کے خزانے سے بڑھ کر ہے اور اس کمینی دنیا کے مرتبے اور منصب تم کو کس قدر حاصل ہوں گے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند!!

میں نے فرزند ارجمند (دارا شکوہ) کو لکھ دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح تمہارے حوالے کر دیں اپنی بہتری اور بھلائی تمہاری اطاعت میں پوشیدہ سمجھیں اور خود میری رہائی بھی اسی صورت میں ممکن سمجھیں (کہ وہ مہابت خاں کی پوری پوری اطاعت کریں)

تم کو یہ بات بھی لکھی جاتی ہے کہ دنیا ایک ناپائیدار چیز ہے اور اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی ہے اور نہ آئندہ کرے گی دنیا کسی کے ساتھ باقی نہیں رہیگی صرف نیک نام زمانہ کے صفحات پر بطور یادگار باقی رہ جائے گا۔ مہابت خاں اس بات کو کس طرح پسند کریگا کہ اس کا صاحبقران ثانی (بادشاہ) زندان میں طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہو اور وہ شخص جس نے مکر و فریب سے تمام ہندوستان کو رام کر لیا ہے اور اپنا مطیع بنا لیا ہے تخت خلافت پر بیٹھ کر بادشاہی کرے اس حالت میں بھی اس عمدۃ الملک (مہابت خاں) نے اغماض اور چشم پوشی سے کام لیا تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور اس کا دامن۔

---

[1] جہانگیر نے توزک جہانگیری میں اپنے اس ابتلا کی داستان بڑی تفصیل سے بیان کی ہے، بعض مورخین کہتے ہیں کہ نورجہاں نے مہابت خاں کو جھانسا دیکر جہانگیر کو نکال لائی تھی لیکن حقیقت ہے کہ مہابت خاں خود چاہتا تھا کہ جہانگیر تخت پر بیٹھے بہر نوع اس کا سلوک جہانگیر کے ساتھ اس سلوک سے کہیں بہتر تھا جو اورنگ زیب نے شاہجہاں کے ساتھ روا رکھا۔ [2] شاہجہاں کی تخت نشینی میں بھی مہابت خاں اوّل کا بہت ہاتھ تھا۔ [3] یہ خط مہابت کو نہ مل سکا بلکہ راستہ ہی میں ہرکارہ کو پکڑ لیا گیا۔

ضمیمۂ دوم

جہاں آرا بیگم کے مکاتیب

(الف)

شاہزادہ اورنگ زیب کے نام

اس اعتبار سے کہ بادشاہی کا مرتبہ اور عہدہ اس امر کا متقاضی ہے کہ عامۃ الناس کی نگہبانی اور حفاظت کی جائے اس لئے عظیم الشان بادشاہوں پر جو خلافت کا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں یہ لازم ہے کہ اپنی عام رعیت کی نگہبانی اور حمایت میں ایک دقیقہ بھی فرو گذاشت نہ کریں اور ہر اعتبار اور لحاظ سے ان کی پاسبانی کے لوازم پورے کریں۔

الحمد للہ کہ اعلحضرت (شاہجہاں) عام اوقات میں رات اور دن، اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہونے کے بعد ملک و ملت کے انتظام میں مصروف رہتے ہیں اور ہمیشہ توجہ شاہی مملکت کی رونق اور آبادانی پر مبذول رہتی ہے اور رعایا کی آسودگی اور بھلائی ان کے پیش نظر ہے۔

اعلحضرت شاہجہاں نے خلافت کے ابتدائی زمانے سے اب تک کتاب الہٰی اور سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی) اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری و اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھا ہے اور انھوں نے آج تک کسی شخص کے ایسے طریقۂ کار کو جس میں بے روشی (غلط روی) کی ذرا سی بھی جھلک ہو پسند نہیں فرمایا۔ خصوصاً اپنے سعادت مند فرزندوں کی (جو ادب و اخلاق کے فضائل سے آراستہ ہیں) ایسی بے روشی تو انھیں کبھی ایک آنکھ نہیں بھائی۔

اس زمانے میں اعلحضرت کے مزاج گرامی کے ناساز ہونے کے باعث جو بدنظمی ملک میں پیدا ہوئی اور فتنہ پرستوں کی فتنہ پروری سے جو انتشار ملک میں واقع ہوا، اس کی تلافی اور تدارک اعلحضرت کو منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ نابکار شریروں کو سزا دی جائے اور ستم رسیدہ اور پریشان حال لوگوں کی دستگیری فرمائی جائے لہٰذا زمانے کے ناتجربہ کاروں اور عافیت نااندیشوں کے کہنے سننے اور ورغلانے میں آکر تم نے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی اور افعال قبیحہ کا ارتکاب کیا، بلاوجہ رعیت اور سپاہیوں کی ننگ و ناموس سے کھیلے کہ یہ سب کے سب پاکیزہ اعتقاد اور کھرے مسلمان تھے، پھر یہی نہیں بلکہ زمانے کی صوابدید سے منھ موڑ کر اور ننگ زمانہ

کو نظرانداز کرتے ہوئے لشکر تیار کرنا اور بڑے بھائی سے (جو بادشاہ جہاں کے حقیقی ولی عہد ہیں) جنگ کے لئے فوجوں کو آراستہ کرنا جو حقیقت میں اپنے قبلہ و کعبہ سے جنگ کرنا ہے، اپنا مطمع نظر بنا لینا، حق پرستی، خدا شناسی اور سعادت مندی ہی سے دور نہیں بلکہ دوراندیشی سے بھی بہت بعید بات ہے لہٰذا تم (کامگار بھائی) کو چاہیئے کہ خود کو ارادے کے خلوص و حسن اعتقاد سے دور نہ رکھتے ہوئے (خلوص و اعتقاد کا اظہار کرتے ہوئے (اعلیٰحضرت کے تمام احکام کو جان و دل کے ساتھ قبول کرلو اور اخلاص کے شرائط پورے کرتے ہوئے، یک رنگی اور خلوص پر قائم رہو اور اپنے ولی نعمت سے مقابلہ کرنے کے برے انجام اور مسلمانوں کے قتل عام سے خصوصاً اس مہینے میں جس کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"

باز رہو اور تم جہاں تک پہنچے ہو (لشکر لیکر جہاں تک گئے ہو) وہیں ٹھہر جاؤ اور مجھے اپنے ما فی الضمیر سے آگاہ کرو، بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو تاکہ تمھاری نیک خواہشات کو میں اعلیٰحضرت کے کانوں تک پہنچا کر تمھارے تمام معاملات کو طے کرا دوں۔

(ب)

"نواب جہاں آرا بیگم کا یہ خط محمد فاروق بخشی، سرکار دارالخلافہ سے لیکر آئے اور اورنگ زیب کے حضور میں پیش کیا، خط کا مضمون یہ تھا کہ"

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اعلیٰحضرت ظل سبحانی صاحبقران ثانی نے تمام عوارض و امراض جسمانی سے صحت حاصل کرلی ہے اور شاہی توجہ مخلوق کی دیکھ بھال اور ان کی کاربرآری پر مبذول ہے اور بادشاہ سلامت اپنی عدالت پسند طبیعت کے باعث یہ بات پسند نہیں فرماتے کہ سلطنت میں کوئی ایک فرد بھی ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرے یا اس سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جس سے خلق خدا کا اطمینان اور سکون برباد ہو یا عامتہ الخلائق کو کوئی نقصان یا گزند پہنچے خاص طور سے کسی وزیر یا کسی امیر سے کوئی ایسی بات سرزد ہو تو یہ بات اور بھی اعلیٰحضرت کو ناپسند و ناگوار ہے خصوصاً اس زمانے میں جب کہ اعلیٰحضرت اس نقصان کی تلافی اور تدارک کی طرف بہت زیادہ مائل اور متوجہ ہیں جو اعلیٰحضرت کی بیماری کے زمانے میں لوگوں کو رعیت کو پہنچا ہے، سو ایسے وقت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا عداوت اور دشمنی کی چنگاریوں کو ہوا دیکر شعلے بلند کرنا جس کا نتیجہ بندگان خدا کی تباہی اور شہروں کی بربادی ہے (خدا کی پناہ) اعلیٰحضرت کی آزار خاطر کا باعث اور طبع والا کے حزن و ملال کا موجب ہوگی، اور خاص طور سے جب کہ ان ناپسندیدہ امور کا اظہار تم جیسے ہوشمند بھائی کی طرف سے ہو (کہ تم اخلاق کریمانہ سے اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ ہو) تو بہت

ہی نازیبا اور نامناسب ہے۔ لہٰذا مجبوراً یہ چند کلمات (جو فائدوں پر مشتمل اور دل کی پاکیزگی پر متضمن ہیں اور جو تمہارے لئے آخرت کے راستہ کو صاف وستھرا بنانے والے ہیں) تحریر کر رہی ہوں۔

اگر تم اس فتنہ و فساد کو برپا کرکے اور جنگ و جدال کی آگ بھڑکا کر یہ چاہتے ہو کہ اعلحضرت تمہاری طرف متوجہ ہوں تو تم خود انصاف کرو کہ اپنے مرشد اور حقیقی قبلۂ و کعبہ کے مقابلہ میں جس کی رضامندی اور خوشنودی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور خوشنودی ہے، یہ جنگ و جدال کا ہنگامہ گرم کرنا اور بے گناہوں کے خون بہانے پر کمربستہ ہونا اور خود آنحضرت پر تیر و تفنگ چلانا کس قسم کی بادشاہی ہے اور اس کا نتیجہ اس دنیا میں بھی سوائے بدنامی کے اور عقبیٰ اور آخرت میں سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اور اگر یہ سارا ہنگامہ اور یہ جنگ و جدال (مقابلہ و مقاتلہ) شاہ بلند اقبال (داراشکوہ) کے لئے ہے تب بھی دین و دنیا کے آئین کے پیش نظر یہ بات بھی مناسب نہیں ہے اس لئے کہ بڑا بھائی شرعاً اور عرفاً باپ کے حکم میں آتا ہے (باپ کی طرح قابل عزت ہے) اور شاہ بلند اقبال جو کچھ کر رہے ہیں وہ اعلحضرت کی مرضی سے اور شہنشاہ والا کی طبیعت کے مطابق کر رہے ہیں (اعلحضرت کی بیماری کے زمانے میں انصرام ملکی کو انھوں نے اعلحضرت کی منشاً اور مرضی سے اپنے ہاتھ میں لیا ہے) اور اگر یہ بات نہ بھی ہوتی جب بھی تمہارا اس طرح آمادہ جنگ ہونا، لشکروں کو تیار کرنا اور جدال و قتال کہ یہ تمام تر تیاری تم جیسے ہوشمند بھائی سے کہ جو صفات حسنہ سے آراستہ اور مکارم اخلاق سے پیراستہ ہیں اور جنھوں نے شہنشاہ کی رضاجوئی کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھا ہے اور اس سلسلہ میں ہمیشہ کوشاں رہے ہو، کسی طرح بھی مناسب اور پسندیدہ نہیں ہے کہ اس بے ثبات و ناپائیدار دنیا میں توقف چند روزہ ہے لہٰذا اس کی لذتوں کے حصول کے لئے ناپسندیدہ امور کے مرتکب ہو کر عاقبت اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی دنیا میں ملامت کا ہدف بننا کہاں کی دانشمندی ہے! ــــ اے عزیز یہ سب کچھ نہ کر کہ نیک ذات ایسا نہیں کرتے۔

پس مناسب یہ ہے کہ وہ برادر نامدار (یعنی تم) ان نامناسب فعال اور ناشائستہ باتوں سے جن کا نتیجہ عاقبت کی خرابی ہے گریز کریں اور شہنشاہ دین پرور (شاہجہاں) کی رضاجوئی میں جہاں تک ممکن ہوسکے تابمقدور کوشش کریں اور اعلحضرت کی خوشنودی اور رضامندی کو سعادت دارین سمجھیں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتیوں کا خون رمضان کے مقدس مہینے میں بہانے سے باز رہیں اور اپنے ولی نعمت کے واجب الاطاعت احکام کو جان و دل سے بجالائیں اس لئے کہ شہنشاہ کا حکم بجالانا اس قرآنی اور دینی حکم کا بجالانا ہے کہ ــــ "جو تم میں سے تمہارے اوپر صاحب امر ہے اس کا حکم بجالاؤ"۔

اور بالکل اسی طرح خلیفۂ الٰہی (بادشاہ وقت) کے خلاف قدم اٹھانا مالکُ الملک (اللہ تعالیٰ) کے فرمان کی مخالفت ہے۔ اور اگر کوئی اور مطلب و مدعا اس کے علاوہ ہو (حصول سلطنت کے علاوہ) تو عقل اس بات کو پسند کرتی ہے (معقول طریقہ یہ ہے) کہ تم نے جہاں کہیں بھی پڑاؤ ڈال رکھا ہے وہیں ٹھہرے رہو اور تمہارا جو مقصد ہے یا جو کچھ آرزو ہے وہ مجھے تحریر کردو تاکہ میں اعلیٰحضرت کے گوش گذار کردوں اور تمہاری آرزو کے مطابق اس مقصد و مدعا کو سرانجام دیا جاسکے (اعلیٰحضرت سے اس کی منظوری حاصل کرلی جائے) تمہاری مطلب برآری میں جو کچھ کوشش کی جاسکتی ہے وہ ضرور کی جائے گی۔

(ب)
راجہ بُدھ پرکاش زمیندار سرمور کے نام

اپنے ہمسروں اور ہم عصروں میں منتخب و برگزیدہ امیر، ہمارے احسان و مرحمت کے قابل، راجہ بُدھ پرکاش ہمارے التفات کا اُمیدوار رہ کر معلوم کرے کہ چند جانور اور دوائی انار جس کی تفصیل ایک جداگانہ فرد میں مرقوم تھی جو تم نے بطور تحفہ و نذرانہ ہماری بارگاہ میں ارسال کی تھی کنیزانِ بارگاہ کے توسط سے ہم کو موصول ہوئی اور ہم نے اس کا ملاحظہ کیا۔

تم نے جو عرض کیا ہے کہ اعلیٰحضرت کے حضور میں تمہاری سفارش کی جائے تو تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اعلیٰحضرت آجکل دارالخلافۃ اکبر آباد میں تشریف فرما ہیں اور ہم بدولت یہاں (دہلی میں) ہیں اس وجہ سے تمہارے مطلب کا حصول فی الحال ممکن نہیں (یعنی ابھی سفارش نہیں کی جاسکتی ہے) ہماری توجہ کو ہمیشہ اپنے شامل حال سمجھو! (بتاریخ ۱۶ جمادی الثانی ۳۲ھ جلوس شاہجہانی)

---

(۲)
(۱۹۹)

مرحمت و احسان کے لائق، اسلام کا مطیع و فرمان پذیر راجہ پرکاش کو (ہماری عنایتوں سے سرفراز و سربلند رہ کر) معلوم ہو کہ تمہاری عرضداشت مع ہلیلہ، انار ترش، نرنسبی، مرغ زریں و نافہ کے ہمارے آستانہ میں کنیزانِ حرم کے توسط سے پہنچی اور ہم نے ان سب چیزوں کو ملاحظہ فرمایا۔ مرغ زریں ایک اور فراہم کر کے ارسال کردو، ازراہ عنایت ہم نے اپنی بارگاہِ فضل و کرم سے تم کو ایک خلعت مرحمت فرمایا ہے، اس کو وصول کر کے سربلندی حاصل کرو اور ہمیشہ ہماری عنایات کو اپنے شامل حال سمجھو!!

(بتاریخ ۱۱ شوال ۳۲ھ جلوس کو تحریر کیا گیا)

---

(۳)
(۲۰۰)

مرحمت و احسان کے لائق، اسلام کے پیرو راجہ بُدھ پرکاش ہماری عنایتوں کے امیدوار رہ کر معلوم کریں کہ تمہاری عرضداشت، مُشک نافہ اور چنور کے ساتھ جو تم نے بطور نذرانہ ارسال کئے تھے، کنیزانِ بارگاہ کے

توسط سے ہم کو موصول ہوئی اور ہم نے ان سب چیزوں کا مشاہدہ فرمایا، تمھاری نذر قبول کی جاتی ہے۔

تم نے جو کچھ سوندھا وغیرہ اپنے تحویلداروں، مال ضامن اور پرگنہ سادھو کے زمینداروں کے حاضر ضامن ہونے اور پھر ان زمینداروں کو نقد و جنس کے ساتھ فرار ہونے میں مدد دینے کے بارے میں لکھا ہے اور یہ استدعا کی ہے کہ اس سلسلہ میں، دوآبے کے فوجدار روح اللہ خاں اور نہرند کے فوجدار داؤد خاں اور علی اکبر پرگنہ سادھو کے ان فوجداروں کو حکم بھیجا جائے تو اس سلسلہ میں تم کو معلوم ہو کہ خود تم نے یہ غلطی کی کہ تم نے ان لوگوں کو پرگنہ مذکور کے زمینداروں کی ضمانت پر بھروسہ کرکے ان کے پاس رہنے دیا۔

چونکہ میں اس قسم کے بادشاہی معاملات میں دخل نہیں دیتی ہوں، لہٰذا میں کسی کو کچھ تحریر نہیں کروں گی ہاں تم اس معاملہ میں اعلیحضرت کے حضور میں عرضداشت ارسال کرو تاکہ حضور بادشاہی سے ان میں سے ہر ایک کے نام حکم صادر ہو جائے اور یہ لوگ حکم والا کے مطابق ان زمینداروں اور تحویلداروں کو قید کرکے مع مال و متاع کے تمھارے پاس پہنچا دیں جب تک اس معاملہ کی حقیقت اعلیحضرت کے گوش ہمایونی تک پہنچ جائے روح اللہ وغیرہ ان لوگوں کو گرفتار کرکے ہرگز نہیں بھیجے گا۔

(بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۵ھ جلوس شاہجہانی)

(۲۰۱)

اللہ اکبر

راجہ بدھ پرکاش ہماری عنایتوں کے امیدوار ہو کر معلوم کریں کہ تمھاری پے در پے عرضیاں دو عدد صندوق برف کے ساتھ یہاں پہنچیں تمام کیفیت معلوم ہوئی۔ تم نے لکھا ہے کہ سید شفیع اور بھوی نے یہ برف ہماری سرکار کے ذخیرے سے نکال کر ارسال کی ہے لیکن ان کی کوئی عرضداشت ہم کو نہیں ملی ہے، ارسال کردہ برف بہت میلا تھا اور اس میں ٹھنڈک بھی بہت کم تھی اس لحاظ سے ہم کو یہ خیال ہوا کہ یہ برف شاید ہمارے برفی ذخیروں سے نہیں لیا گیا۔ گڑھول کے زمیندار نے لکھا تھا کہ برف میں نے ارسال کیا ہے (واللہ اعلم)

دوسرے یہ جو تم نے عرض کیا ہے کہ اعلیحضرت تک تمام کیفیت واقعہ اس طرح پہنچا دی جائے کہ حقدار کو اس کا حق ملجائے سو ہم نے ساری کیفیت اس سے قبل ہی اعلیحضرت تک پہنچا دی ہے (جسطرح اس کے پہچاننے کا حق ہے) چنانچہ اعلیحضرت نے پھر دوبارہ بخشیوں کو حکم دیا ہے کہ حکم کے بموجب لکھدیں کہ جو کوئی بھی زیادتی کریگا اس کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا، وہ اپنی زیادتیوں کی پاداش پائیگا۔ اور اس نے اس طرح عرضداشت کی ہے اور شاہی احدی کی موجودگی میں بھی اسی طرح کہا ہے کہ میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا

بلکہ یہ حد تو میرے باپ دادا سے چلی آرہی ہے، خود ان لوگوں (راجہ بدھ پرکاش) نے ظلم و زبردستی سے یہ چھین لی تھی، اب جب کہ مجھے موقع مل گیا تو میں نے اپنی حدود واپس لے لیں، وہ اس طرح کہتا ہے اور تم اس طرح کہتے ہو (کس کی بات کو سچ سمجھا جائے) - اب جب تک امین شاہی نہ بھیجا جائے اور تحقیق نہ کرلی جائے اور اس معاملہ کی حقیقت اعلحضرت پر واضح نہیں ہوجائے گی اس وقت فوج مقرر کرنے کا حکم نہیں فرمائیں گے پھر ایک بات اور بھی ہے کہ اس اثنا میں دکن اور کابل میں بھی لشکر کی ضرورت پڑگئی ہے تو پھر اس صورت میں تو یہ بہت ہی تعجب کی بات ہوگی کہ کسی اور طرف فوج بھیجی جائے - برف کا پچھلا صندوق مل گیا تھا، اس طرح تینوں صندوق حال اور سابق کے مل گئے۔

(تحریر بتاریخ ۷ جمادی الاول ۱۲ جلوس)

(۵/۲۰۲)

اللہ اکبر — عنایت و احسان کے لائق راجہ بدھ پرکاش (ہماری عنایتوں کے امیدوار ہو کر) معلوم کریں کہ تمہاری عرضداشت مشک نافہ اور انار کی ڈالی کے ساتھ، کنیزان حرم شاہی کے توسط سے پہنچی۔ تمہارا یہ نذرانہ ہماری نظر سے گذرا چونکہ پیشتر کے ارسال کردہ مشک سے ہم بہت محظوظ ہوئے ہیں (وہ مشک بہت عمدہ تھا) لہٰذا تم کو تاکید کی جاتی ہے کہ مصنوعی (نقلی) مشک بھیجنا اور مشک لینے میں کافی احتیاط کرنا، تم نے امید ہے کہ اُس اصلی مشک کو ارسال کردیا ہوگا ہماری عنایات کو اپنے شامل حال سمجھو!!

(۲۱ ماہ رمضان ۱۲ جلوس والا کو تحریر کیا گیا)

(۶/۲۰۳)

شاہی عنایات و احسان کے لائق راجہ بدھ پرکاش کو معلوم ہو کہ تمہاری درخواست مع باز اور شہد کی پیشکش کے یہاں پہنچی اور ہمارے ملاحظہ سے گذری، فرستادہ باز چوزہ تھا (بچہ تھا) اس کو ہم نے بدل لیا، ارسال کردہ شہد بھی پسند آیا - تم نے جو کچھ سری نگر کے زمیندار کی سرکشی اور نافرمانی کے بارے میں تحریر کیا تھا تو تمہارے اور اس کے درمیان ہمیشہ اسی طرح ٹھنی رہتی ہے وہ بھی اپنی بدبختی سے باز نہیں آتا بہت اچھا ہوا کہ یہ معاملہ اعلحضرت کے حضور میں تم نے پیش کردیا۔

برف گرنے، اس کے جمع کرنے میں عبدالرحمٰن داروغہ کا تساہل اور مزدوروں کی اجرت ادا کرنے میں اس کی کوتاہی کے بارے میں جو کچھ تم نے عرض کیا تھا وہ اعلحضرت کے علم میں آگیا اور مشارالیہ (عبدالرحمٰن داروغہ) کے نام تاکید کے ساتھ حکم جاری کردیا گیا ہے کہ وہ برف جمع کرنے میں پوری توجہ دے اور مزدوروں کی اُجرت قرارداد کے مطابق ادا کی جاتی رہے، اگر وہ گزشتہ سال کی طرح اس سلسلہ میں کوتاہی کرے گا تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔

(۲۵ ماہ محرم ۱۳ جلوس والا کو لکھا گیا)

ضمیمۂ سوم

شاہ بلند اقبال دارا شکوہ کے خطوط

(الف)

شاہ دلربا کے نام

یا اللہ ―――――――― (۱ / ۲۰۴) ―――――――― یا اللہ

اِس بندۂ ناتمام کی جانب سے اِس ذات گرامی کے حضور میں تسلیمات و بندگی اور بے پناہ اخلاص و محبّت کا اظہار قبول ہو، آپ نے اِس غلام کو اپنے عنایت نامہ اور شعر سے سرفراز و سربلند فرمایا شکریہ۔ بہت زیادہ مسرّت و سربلندی حاصل ہوئی۔ یہ بندہ اس لائق کہاں کہ آپ جیسے محقق اور عین الرحمٰن میری تعریف فرمائیں اور مجھ فقیر کے بارے میں یہ ارشاد کریں کہ:

جب تم اپنی ذات کو میرا بندہ اور غلام کہتے ہو تو میرا خندہ عرش سے بھی گذر جاتا ہے (میں اس نسبت پر اس قدر ہنستا ہوں کہ میری ہنسی عرش سے بھی پرے پہنچتی ہے)۔

اے شاہ فقیراں! آپ کے اس نیازمند (فقیر) کو آپ کی ملاقات کا ہمیشہ سے اشتیاق ہے ..... دیکھئے کب میری یہ آرزو پوری ہوتی ہے اور یہ تمنا نکلتی ہے۔

"میں جہاں کہیں بھی ہوں دل آپ کا گرفتار ہے، خواہ میں آگرہ میں رہوں یا لاہور میں اس گرفتاری سے آزاد نہیں ہو سکتا۔"

امید کہ آپ اپنی بارگاہ کے اس کمترین کتّے کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔

"میں کون ہوں اور میری ہستی کیا ہے کہ میں ایک ذلیل کتّا ہو کر آپ کی بارگاہ کے کتّوں کی ہمراہی کا دعویٰ کر سکوں۔"

جس قافلہ میں میرا محبوب شامل ہے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، یہ جو کچھ آواز آرہی ہے یہ تو صرف بانگ جرس ہے۔

―――――――― (۲ / ۲۰۵) ――――――――

یا اللہ یا اللہ یا فاخر یا ناظر

اس فانی مطلق اور معدوم محض کی جانب سے ایک ہستی موجود یعنی شاہ اولیاء کے حضور میں بندگی و سلام قبول ہو، امید کہ آپ اس بے مقدار کو بھی اپنے ہوا خواہوں میں شمار فرمائیں گے اور اپنے

نور کی روشنی سے اس ذرہ بیمقدار کو بھی کبھی یاد فرما کر نور تازہ اور مسرتِ بے اندازہ عنایت فرماتے رہا کریئگے، ایسا وہ کونسا دل ہے جو آپ کی یاد میں مشغول نہیں ہے اور ایسی کون سی جان ہے جس کو آپ کے دیدار اور ملاقات کی آرزو نہیں ہے۔ العفو! العفو! اس نیست (فانی ہستی) کی یہ طاقت اور یہ مجال کہ اصل سے اصل ہونے کی آرزو کرے۔ "میں کون ہوں میرا اشمار ہی کس میں ہے"

یہ تو میاں صاحب (میاں میر) کی ذات مبارک کے عشق کا فیضِ در کرم ہے کہ ذرہ کو یہ شوق بخشا ہے اور عشق نے اس کو درخشاں بنایا، بیشک جہاں کہیں شمع ہوتی ہے، وہاں پروانوں کا ہجوم ہوتا ہے اور جہاں معشوق جلوہ افروز ہے وہاں دیوانوں کا اژدہام ہے۔ پابوسی کا اشتیاق ہمیشہ سے حد سے زیادہ اور بیان سے باہر رہا ہے، اگر آپ کی پابوسی کا موقعہ میسر آئے تو سراپا قدم بنکر میں آستانِ والا تک پہنچوں۔

ایسا کون ہے جو دیدار الٰہی کا خواہاں نہیں ہوگا اور کون ہے جو وصلِ خدا کا طالب ہو مگر دیکھئے محبوب کی مرضی کیا ہوتی ہے وہ کسے چاہتا ہے اور اسکی رغبت کسکی طرف ہے (وہ کس کو اپنے دیدار سے نوازتا ہے) اکثر معشوق اپنے عاشق سے بے نیازی برتتا ہے (بے نیاز رہتا ہے)۔ یا کریم! یا رحیم! اگر آپ اپنی ایک تجلی دکھادیں اور ایک بار اپنے نظارہ سے سربلند فرمادیں تو آپ کی دولت جمال کو کیا خسارہ ہوگا، ہاں یہ مردہ آپ کی تجلی سے ضرور زندہ ہو جائے گا اور دل کو تازگی میسر آجائے گی۔ یوں جو کچھ آپ کی مرضی، عاشق اسی پر راضی ہے، یا رضا یا رضا! انہدنوں میں نے چند شعر کہے ہیں پیش کرتا ہوں۔

"آپ کا دیدار میسر ہونے کے باعث ہم سخت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہم بے نواؤں پر لطف فرما۔ تو ہم سے اس طرح بیگانہ کیوں ہو گیا ہے، ہمارے اور تیرے درمیان قدیم الایام سے دوستی اور محبت ہے۔"

(۳۰۰)
(۲۰۶)

'یہ خط اس ذات گرامی کے نام تحریر ہے جو ہم پر مہربان ہے اور وہ ہماری جان کی طرح ہے بلکہ اس کے نام سے جس نے دل کو دلبری سکھائی ہے اور دلوں کو پیغام بری سکھائی ہے (اس دوست کے نام جس کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے بلکہ اس کو جس نام سے پکاریں وہ اسی نام سے موسوم ہو سکتا ہے، تھوڑی دیر بھی اس دوست کے جمال کا مشاہدہ کرنا' ہزار سال تک بندگی اور اطاعت کرنے سے بڑھ کر ہے۔

نیاز و سلام اور بیشمار دعائیں عارف ربانی، محبوب سبحانی، مظہر رحمانی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں قبول ہوں، میں اس ذات مقدس اور معلیٰ کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

آپ کا عنایت نامہ آیت رحمت کی طرح پہنچا اور مجھ مشتاق کو اور بھی مشتاق بنا دیا۔

حضور نے اپنے مخلص مرید صلابت خاں کی تعریف فرمائی ہے یہ اس کی سعادت دارین ہے کہ وہ آپ کے توسط سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول رہے، جوری کے بھائی کی خطا تہ دِل سے معاف کردی گئی اور صلابت خاں سے کہدیا گیا ہے کہ جوری کا منصب اور اس کی زمینداری اس کے بھائی کو دے دی جائے۔

آپ کے ارشاد پر ایک بیگناہ کا گناہ کیا حقیقت ہے کہ اس کو معاف نہ کیا جائے، جبکہ گناہوں کا بخشنے والا۔ آپ جیسی ہستی سے روشناس ہو۔ یہ ملک اور صوبہ سب کچھ آپ کا ہے، یہ تو صرف ایک کوتوالی ہے جو ہمارے سپرد ہے بس آپ جو کچھ چاہیں کریں اور جو چاہیں ارشاد فرمائیں، جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں یہ سب کچھ آپ کا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ جناب والا ہر وقت اس مریدناداں کو ارشاد و نصیحت فرماتے رہیں گے میں اس کو سعادت کونین سمجھوں گا۔

آپ کا ارسال کردہ رسالہ نفسیہ موصول ہوا، تنہائی میں اس کا مطالعہ کیا، بہت زیادہ مفید پایا۔

(۴۲/۲۰۷)

هوالکلّ لکاتبہ

میں اس پاک ذات کے نام سے اس مکتوب کو شروع کرتا ہوں جس کا نام پاک عین ذات ہے اور جس کا وجود (واجب) جہت اور سمت سے پاک اور مبرا ہے۔ وہ تمام تر چہرہ ہے، ہمہ سمع ہے اور ہمہ عین، یعنی وجہ وسمع وعین، اس کی ذات کے عین ہیں، اس کے اندر، تنزیہ و تقدیس چیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے نام نامی سے میں اپنے مکتوب کا آغاز کرتا ہوں۔

آپ کا وہ عنایت نامہ جو اس سراپا تقصیر فقیر کے گناہ معاف فرمادینے کے بعد ابو النصر کے ذریعہ سے ارسال کیا گیا تھا موصول ہو کر میری خوشحالی اور دلجوئی کا موجب ہوا۔

"آپ کا یہ نامہ گرامی ہمارے گناہوں کا معافی نامہ ہے پھر کیوں نہ ہم دلشاد ہوں"

میں جناب والا کے خط کی تعریف میں کیا تحریر کروں کہ صاحب نامہ کی ذات توصیف و تعریف سے بالاتر ہے اگرچہ تعریف کرنے والا بھی ان کا غیر نہیں ہے، خدا کی پناہ یہ لفظ غیر بھی تو اس کا غیر نہیں ہے عارف و معروف، شاہد و مشہود، محب و محبوب، طالب و مطلوب یہ سب کے سب ایک ذات کے سوا کچھ اور نہیں [1]

---

[1] شاہزادہ بلند اقبال ابتدائے حال سے صوفیائے کرام اور بزرگان دین کا دلدادہ اور متوالا بنا رہا، تصوف کا رنگ اس پر بہت گہرا چڑھ گیا تھا اس کا مسلک ہمہ اوست تھا۔ اورنگ زیب داراشکوہ کے برخلاف طریقت و معرفت سے دور رہ کر داراشکوہ کے خیالات کو جوگیوں کے خیالات سمجھتا تھا، عقیدے کا بھی اختلاف اس آویزش کا باعث ہوا جس کے سبب شاہجہاں اور داراشکوہ کو روز بد دیکھنا پڑا۔

(ہمہ اوست)، اور اس ذات واحد کے سوا جو کچھ ہے وہ معدوم محض ہے اور یہ امر ثابت ہے کہ معدوم ہرگز موجود نہیں ہوسکتا (اس میں صلاحیت وجود کی نہیں ہے اور موجود جو واجب الوجود ہے) ہرگز معدوم نہیں ہوسکتا (اس لئے کہ واجب الوجود کا عدم ممتنع ہے)

ے اس کی غیرت یکتائی نے غیر کو دنیا میں پیدا ہی نہیں کیا، پس اس صورت میں وہ جملہ اشیا کا عین ہے

خدا کی قسم! چشم بینا ہر جزو میں کل کا مشاہدہ کرتی ہے اور ہر ذرہ میں آفتاب جہاں تاب موجود ہے ہر قطرے کے اندر بحرِ حقیقت موجزن ہے، ہر حرف میں سیاہی (روشنائی) کا وجود موجود ہے اس کی نہایت (کنہ اور حقیقت) اس کے ایک پاک نام وھوالباطن میں ہے اور وہ بعض کی نگاہوں سے پنہاں ہے اور اسی طرح وہ اپنے ایک پاک نام وھوالظاھر سے بعض نگاہوں پر ظاہر ہے۔

ے کبھی پردے میں چھپا لیتا ہے چہرہ اپنا کبھی بے پردہ تماشہ وہ دکھا دیتا ہے

الحمدللہ کہ اس برگزیدہ و محترم بزرگوں کے گروہ (فقرا و اہل اللہ) کے فیض صحبت سے اس فقیر کے دل سے اسلام مجازی رخصت ہوگیا اور کفرِ حقیقی مجھ پر جلوہ نما ہوگیا اور عارف گرامی مولانا عبدالرحمٰن جامی کی اس رباعی کے معنی مجھ پر ظاہر ہوگئے۔

ے "میری آنکھوں میں تو عیاں تھا لیکن میں اپنی غفلت سے تجھے نہ دیکھ سکا اسی طرح تو میرے سینے میں عیاں تھا اور میں اس بات سے غافل رہا، تمام دنیا میں تیرا نشان میں ڈھونڈتا رہا اور تمام جہاں تیری ذات میں پوشیدہ تھا، افسوس میں اس سے غافل رہا؛

مجھے کفرِ حقیقی[1] کی قدر اب معلوم ہوئی، جسے سمجھ کر میں زنار پوش بت پرست بلکہ خود پرست بنگیا اور درپیشِ ہوگیا

مسلمان کو اگر معلوم ہو جائے کہ بت کی حقیقت کیا ہے اور بت سے کیا مراد ہے تو وہ سمجھ لیتا کہ واقعی اصل دین تو بت پرستی ہی ہے۔

اگر کافر اسلام مجازی سے بیزار ہوگیا تو اس کا باعث یہ ہے کہ اس پر کفر حقیقی ظاہر ہوگیا کفر حقیقی (محبت) کے ظاہر ہونے کے بعد وہ اسلام مجازی کا پابند نہیں رہ سکتا تھا۔

یہ بت جو بظاہر جامد نظر آتے ہیں یہ بے جان نہیں ہیں بلکہ ہر بت میں ایک جان پنہاں ہے گویا کفر کے نیچے ایمان پوشیدہ ہے (ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ موجود ہے)۔

میں نے اپنا دل ایک ترسازادہ کے حوالے کر دیا ہے (ترسازادہ سے اشارہ ہے مرشد کی طرف) اور اس طرح اس کو دل دے کر میں اقرار و انکار سے آزاد ہوگیا ہوں۔

---

[1] اصطلاح تصوف میں طریقت اس منزل کو کہتے ہیں جہاں ماسوا اللہ، سالک کو اور کچھ نظر نہیں آتا

(۵ / ۲۰۸)

هُوَاللہ اَحَدٌ ۔ اس ہستی کے نام سے اس خط کو شروع کرتا ہوں جو وحدت اور یگانگی میں بے نظیر ہے، نہ جس کی شبیہہ ہے اور نہ جسکا کوئی بدل ہے، کوئی کثرت بھی اس ذات مقدس ومعلیٰ کی وحدت کا پردہ اور حجاب نہیں بن سکتی (جس پر ہزاروں عارفوں اور عاشقوں کی جانیں قربان)۔ وہ ظاہر و ہویدا ہے، باوجود اس کثرت کے اس کی وحدت اس عدد واحد کی طرح ہے جو اعداد کے اندر ہوتا ہے یعنی ایک، اور وہ ہر صورت میں ایک ہی رہتا ہے۔ کس قدر تعریف کے قابل ہیں وہ آنکھیں جو اس کے دیدار سے بلینا ہیں (اس کی دیکھنے والی ہیں) اور لائق تعریف وستائش ہیں وہ گوش شنوا جو اس کی شنوائی سے آگاہ ہیں اور قابل صد ستائش ہے وہ دِل جو اس کی معرفت سے فانی ہو کر باقی بن گیا ہے ؎

دلِ صوفی بس یک سراپا صفا ہے، یہی دل سب کا پیشوا ہوتا ہے، ایسا پاک دل آب وگل سے تعمیر نہیں ہوتا بلکہ ایسا دل جو منظر جمال الٰہی ہوتا ہے اصل میں خود خدا ہوتا ہے۔

ہم گم کردہ دل عاجزوں کی کیا مجال کہ اس قسم کی گفتگو چھیڑیں اور اس مسئلہ میں کچھ گفتگو کریں لیکن جب آپ جیسے صاحب دل بزرگوں کے ان خیالات پر غور کیا جاتا ہے جو آپ حضرات نے اس موضوع پر ظاہر فرمائے ہیں تو اس کے اثر سے ہم بیدلوں کے دلوں کو بھی کچھ قوت حاصل ہو جاتی ہے اور ان کے انفاس کی برکت سے ہم بھی بے اختیار اس قسم کی باتیں بیان کرنے لگتے ہیں اس لئے کہ حضرتِ انسان کے دل کا یہ خاصّہ ہے کہ اس میں جو ذکر یا جو خیال مرتسم ہو جاتا ہے تو وہی دل بے اختیار باوجود غفلت کے خواب میں اسی ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتا ہے اور اگر وہ ہذیان گوئی کرتا رہا ہے تو اسی قسم کی باتیں اس کی زبان سے نکلینگی پس چونکہ اس کمترین کے دل میں سوائے اہل دل کے کبھی اور کوئی خیال نہیں آتا لہٰذا مجھ بیدل کا دل بھی اُسی برکت کی بناء پر بطور ہذیان اس قسم کی چند باتیں بیان کر گیا۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

مجھ قطرۂ ناچیز کی کیا مجال کہ دریا کے بارے میں گفتگو کروں لیکن چونکہ قطرہ بھی دریا بن جانے کی اُمید رکھتا ہے اور دریا کی طرف بڑھ رہا ہے اس لئے دریا کے بارے میں کچھ کہہ رہا ہے ممکن ہے کہ اس کو دریا کی تھاہ کا کچھ سُراغ مل جائے، قطرہ بھی تو اصل میں دریا ہی تھا لیکن اپنی نادانی اور دُوری سے قطرہ بن کر رہ گیا ہے اور پہلے بے نہایت تھا اور اس کی نہایت سامنے ہے لیکن جیسے ہی وہ "انا البحر" (میں دریا ہوں) کا نعرہ بلند کرتا ہے بیشک وہ دریا ہی بن جاتا ہے اس لئے کہ اس میں دریا بن جانے کی اِستعداد بدرجۂ کمال موجود ہے۔ بہر حال اہلِ نظر کے لئے چونکہ قطرہ کا دریا بن جانا کچھ زیادہ دشوار

نہیں بلکہ حد درجہ آسان ہے اس لئے میں امیدوار ہوں کہ آپ جیسے حضرات کی توجہ کی برکت سے اگر مجھ قطرے میں دریا بننے کی صلاحیت میں کچھ نقصان اور کمی رہ گئی ہے تو وہ بھی دور ہو جائے گی اور وہ قطرہ دریا بنکر دریا میں مل جائے گا۔

آپ جیسے یکتائے زمانہ سے ملاقات کا شوق مجھے بہت زیادہ اور حد بیان سے باہر ہے پس اگر آپ قدم رنجہ فرما کر یہاں تشریف لائیں تو مجھے اس قید علائق سے چھٹکارا مل جائے اور میری یہ ہستی موہوم آپ کی ہستی اصلی سے بدل جائے (فنا فی الشیخ کا مرتبہ مجھے حاصل ہو جائے) اور دل کی دیرینہ آرزو پوری ہو جائے یوں جو کچھ آپ کی رضا ہو میں اس پر راضی ہوں اس لئے کہ بے مطلبوں کا کوئی مطلب نہیں ہوتا' والسلام

اللہ —————— (۶ / ۲۰۸) —————— اللہ

سراپا نیازمندی اور اشتیاق کے بعد خدمت گرامی میں عرض ہے کہ آپکے گرامی عنایت نامہ نے وحی آسمانی کی طرح نزول فرمایا' لیکن ؎

'جو وصل دوست کا آرزومند ہے اسکی تسلی اس نامہ و پیام سے کہاں ہو سکتی ہے'۔

آپ نے مجھے حبس ظاہری اور باطنی مشغولی پر معمور فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس میں تقصیر نہیں ہوگی' اور میں اس پر عمل کیوں نہ کروں کہ اس سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ کام اور کونسا ہو سکتا ہے۔ مجھ ہیچ کو جو اخلاص اُس سرزمین کی خاک سے ہے جو اس بے مکاں کا مکاں ہے (مرشد کا مقام ہے) ذ حد سے زیادہ ہے اور حد سے زیادہ کیوں نہ ہو کہ ؎

"وہ جو صبر کر سکتا ہے وہ تو ایک پتھر کی طرح ہے اس لئے کہ عاشقی اور صبر میں تو ہزاروں کوس کا فاصلہ موجود ہے۔ عاشق تو صبر سے کیا کام"

میاں جو (میاں میر) سلامت! وہ نفیس لطیفہ جو صوفی کامل کا ترقی سے رک جانے کے بارے میں آپ کی زبانِ وحی ترجمان سے میں نے سنا ہے' وہ میں نے اپنے الفاظ میں پیر دستگیر کے حضور میں تحریر کیا تھا بہت پسند فرمایا اور اس کے جواب میں اپنے دستخط مبارک سے جو کچھ تحریر فرمایا تھا ابھی دو تین روز ہوئے مجھے نوشتۂ مبارک موصول ہوا ہے' بجنسہٖ آپ کے حضور میں ارسال ہے تاکہ آپ مطالعہ فرما کر اس فقیر کے شجرہ کے ساتھ اسے منسلک فرما کر اپنے عنایت نامہ کے ساتھ مجھے دوبارہ ارسال فرمادیں۔

بقا کے بعد وجود کے فنا ہونے کے بارے میں جو کچھ میاں جو نے سمجھایا تھا وہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور پوری تحقیق کے ساتھ خاطر نشین ہو گیا ہے۔

"ب"

شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ کے نام

(۲۱۰)

قُل اَللّٰهم ثُمَّ اَللّٰهُم !

جامع علوم ظاہری اور باطنی میاں شیخ محب اللہ الہ آبادی کی خدمت میں فقیروں سے محبت کرنے والے داراشکوہ کا سلام قبول ہو، صوبہ الہ آباد لینے سے میری اصل خوشی کا باعث آپ کا وجود مبارک ہے۔ آنجناب جس کام اور جس بات میں مسلمانوں کی آسودگی اور بہتری محسوس فرمائیں اس کے بارے میں باقی بیگ کو حکم فرمادیں، آپ مجھے ہمیشہ فقراء کا مخلص متصور فرمائیں۔ ذیل میں چند باتیں دریافت طلب ہیں امید کہ ان کا جواب تفصیل کے ساتھ اس طرح تحریر فرمائیں گے کہ حقیقت واضح ہو جائے !

۱۔ اس معاملہ میں یعنی طریقت میں ابتدائے کار اور نہایت کار کیا ہے ؟

۲۔ سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادیؒ) سے جب دریافت کیا گیا کہ "نہایت" کیا ہے تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "الرجوع الی البدایۃ" (ابتداء اور آغاز کی طرف لوٹنا) اس جواب کی حقیقت کیا ہے ؟

۳۔ وہ کونسا علم ہے جس کو حجاب اکبر کہتے ہیں ؟

۴۔ انبیائے سابق کو معرفت توحید حاصل تھی یا نہیں ؟

۵۔ ترقی کی نہایت (انتہا) ہے یا نہیں ؟

۶۔ ظلوماً جہولاً کے الفاظ انسان کی تعریف میں یا مذمت میں ؟

۷۔ جب کہ وجود کا معدوم ہونا (از روئے فلسفہ و حکمت) محال ہے تو پھر اشیاء کو معدوم کس طرح کہہ سکتے ہیں ؟

۸۔ تصور قابل اعتماد ہے یا نہیں ؟

۹۔ ایسا کوئی شغل ہے جو شغل کرنے والے کے ارادے کے بغیر صادر ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ بے خطر نماز کس طرح میسر ہوتی ہے ؟

۱۱۔ انسان میں شناخت محض برابر ہے یا نہیں ؟

۱۲۔ تربیت کے ذریعہ ارواح کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔

۱۳۔ ذات بے نہایت دل میں کس طرح سما جاتی ہے۔

۱۴۔ طالب فانی ہو جاتا ہے یا مطلوب ؟

۱۵۔ طالب کے لئے مرنے کے بعد مطلوب کا وصل ممکن ہے یا نہیں، (۱۶) درد و عشق میں فرق کیا ہے ؟

(ب)

شیخ محب اللہ الہ آبادی کی طرف سے مذکورہ سوالات کے جوابات۔

سوال اوّل:۔ طریقت میں ابتدائے کار اور نہایت کار کیا ہے؟

جواب:۔ ابتدائے کار تو غیر کے اختیار سے آزاد ہو جانا ہے اور نہایت کار یہ ہے کہ اس کی ذات میں عینیت کے ساتھ مل جائے۔

سوال ۲:۔ سید الطائفہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو انھوں نے "ما النہایۃ" کے جواب میں فرمایا تھا کہ بدایت کی طرف لوٹ جانا "نہایت" ہے۔؟

جواب:۔ آغاز سلوک میں نظر کو "وہم غیر" سے اٹھا لینا اور اس کے بعد خود اپنی ذات میں فنا ہو جانا جب کہ عین ذات کو پالے، اور ایک اعتبار سے سلوک اس ناسوت کی ابتداء ہے جو عرش الرحمٰن کا مقام ہے اور سلوک کی انتہا عروج سے نزول ہے جو آئینۂ عرفان کے مرتبہ میں ہے اور اسی کا نام ناسوت ہے اس لئے کہ عالم بظاہر ایک حرکت دوری ہے جو اس نقطہ سے شروع ہوتی ہے جو دائرے کی انتہا ہے، گویا اس کی بدایت ہے۔

سوال:۔ وہ کونسا علم ہے جس کو حجاب اکبر کہا گیا ہے؟

جواب:۔ علم اگر تزئین روح کے لئے ہے تو وہ بڑا رفیق اور دوست ہے اور اگر علم جسم کی آرائش کیلئے ہے تو ایک سانپ[1] ہے۔ ہر وہ علم جو دوئی کے وہم کی نفی کرنے والا ہے، اس کے لئے حجاب ہے (کہ دوئی اس میں شرط ہے) دوسرے لحاظ سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہر وہ علم جس کا تعلق تعینات کے نور سے ہے اس صورت میں کہ صاحب جمال کا نظارہ نہیں کیا گیا، وہ علم حجاب اکبر ہے۔ مجھ ناچیز کے خیال میں ہر علم (خواہ وہ کیسا ہی ہو) حجاب ہے اس لئے کہ صفات حجاب ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عارفوں نے طالبوں کی ہدایت اور ان کو رشد و ہدایت کی تعلیم کے وقت عبادت میں علم کو کسی قید سے مقید نہیں کیا ہے۔

سوال:۔ انبیائے سابق کو معرفت توحید حاصل تھی یا نہیں۔؟

جواب:۔ آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ کمال معرفت جو صوفیوں کا مذاق یا ان کا مطمح نظر ہے، یہ مرتبہ نبوت کے لوازم میں سے ہے۔ نبی کو یہ کمال معرفت ہونا لازم ہے یا نہیں، مجھے معلوم نہیں، ہاں تمام انبیاء اپنے فضل و کمال کے اعتبار سے اس مرتبہ سے ضرور بہرہ ور ہوں گے، یہ سب کے لئے لازم

---

[1] اصل نسخہ میں "بارے" ہے لیکن اصل شعر میں جو مثنوی معنوی کا ہے "مارے" موجود ہے۔

نہیں اسی طرح تمام انبیائے سابق اس سے پورے طور پر بہرہ ور نہ ہوں ایسا بھی نہیں ہے بلکہ یہ بات یقین کے ساتھ جان لی گئی ہے، متحقق ہے کہ ان انبیاؑ علیہم السلام نے تجلی ذات کا بغیر حجاب صفات کے مشاہدہ کیا ہے، انتہائی بات یہ ہے کہ ان حضرات کے پیرو بھی مرتبہ توحید تک پہنچ چکے ہیں (پھر ان کا کہنا ہی کیا ہے) علاوہ ازیں انبیاؑ علیہم السلام کے حالات تو قرآن مجید میں بھی صراحت کے ساتھ مذکور ہیں قرآن حکیم کے مطالعہ سے ادنیٰ تامل اور غور و فکر سے ان کے احوال کا تفاوت (فرق) معلوم ہو سکتا ہے لیکن چونکہ انبیاؑ کی شان اس امر کی متقاضی ہے کہ وہ ان اسرار کو اشاروں میں ظاہر فرماتے ہیں ان کی صراحت نہیں فرماتے اس لئے ذکی اور غبی کے اعتبار سے ہر ایک بقدر استعداد ان کو سمجھ سکتا ہے علاوہ ازیں بعض فقراؑ کے احوال کی طرف متوجہ ہوں تو اچھی طرح یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا ہے جو عارف کامل سے خالی ہو۔

سوال ۵:۔ کیا ترقی کی انتہا ہے؟

جواب:۔ اے عزیز خدا کی درگاہ تو بے نہایت ہے (وہ محدود نہیں ہے) پس تو جس منزل پر بھی پہنچے وہاں مت ٹھہر بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کر۔ مرتبہ ذات احدیت کے بارے میں جیسا کہ تم کو علم ہے[۱]

سوال ۶:۔ ظلوماً جہولاً انسان کی مذمت میں ہے یا تعریف میں؟

جواب:۔ انسان کے حال پر ترحم ہے (یعنی بیچارا انسان جو نادان اور جاہل ہے)

سوال ۷:۔ جب کہ موجود کا معدوم ہونا محال ہے تو پھر اشیاؑ کو کس طرح معدوم کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ اشیاء کو معدوم ماننے پر یہ نص دلیل ہے "ہر شے ہلاک ہونے والی ہے سوائے ذات باری کے"

البتہ ہر شے اپنی استعداد ذاتی کی بناء پر موجود ہے اور ایک اعتبار سے یہ کنایہ حقیقت مطلقہ (وجود واجب الوجود) سے ہے۔

سوال ۸[۲]:۔ کوئی ایسا شغل بھی ہے جو شاغل کے بغیر ارادے کے سرزد ہوتا ہے؟

جواب:۔ اے عزیز من۔ ہر ذی نفس (ذی روح) اپنے شغل میں مشغول ہے اور بغیر ارادے کے، لیکن عارف کا منصب اس وجہ سے بلند تر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ بغیر کوشش و سعی کے بھی شاغل ہو سکتا ہے پھر بھی وہ شاغل و ذاکر ہے (اپنی کوشش اور ارادے سے)۔

سوال ۱۱:۔ بے خطر نماز کب میسر ہوتی ہے؟ یعنی ایسی نماز جس میں کسی قسم کا نقص اور خطرہ واقع نہ ہو؟

جواب:۔ بے خطر نماز اس وقت میسر ہوتی ہے کہ دل کی امید و بیم اور وہ قالب جو آئینہ کی طرح عشق کی

---

[۱] یہاں کچھ عبارت چھوٹ گئی ہے۔ بات ختم نہیں ہوتی۔

[۲] سوال ۸ کے بعد سوال ۹ اور اس کا جواب موجود نہیں۔ سوال ۸ کے بعد سوال ۱۰ اور اس کا جواب شروع ہوجاتا ہے (مترجم)

______ قوتِ جاذبہ ہے عاشق کی ذات سے لے لیا جائے اور نا امیدی کا پودا اللہ کی زمین پر جس کو دل کہتے ہیں قائم ہو جائے (دل نا امیدی میں غرق ہو جائے) اور ظاہر و باطن کی آنکھ افواجِ وحدت کے تماشے میں اس قدر محو ہو جائیں کہ کسی بات کا علم ہی نہ رہے اس وقت! قامت نماز کے بعد زبانِ حال گویا نجاتی ہے کہ ”دریا اپنے وجود میں موج کو لئے ہوئے ہے لیکن حسن کا یہ خیال ہے کہ یہ ہوا کی شورش و رندی کا نتیجہ ہے“

دوسرے نمازِ بے خطر اس وقت میسر آتی ہے جب دل کو وحدت کے بھنور کے تعینات سے نجات میسر آجائے، ہمارے عزیز اور مرید نماز کو بے خطر خیال کرتے ہیں، حاشا وکلا کہ وہ نمازِ بے خطر ہرگز نہیں ہے البتہ اس قدر ہے کہ خطرات کے بدل جانے سے کچھ حلاوت ضرور میسر آجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد ہے کہ ”اے رسول بیشک آپ فضائلِ اخلاق کی بلندیوں پر ہیں“ جانتے ہو کس طرف اشارہ ہے؟ اگر نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو اس سے نمازِ بے خطر مراد ہے (جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر تھی) اسی وجہ سے صلوٰۃِ کاملہ کو معراج مومن فرمایا گیا ہے۔

ایک اعتبار سے نمازِ بے خطر عارف کو معرفتِ الٰہی کے ذریعے سے حاصل ہے اس لئے کہ وہ تمام خطرات کو مبدأ فیاض ہی سے سمجھتا ہے اور بس!!

سوال ۱۱: انسان میں شناخت محض کی استعداد برابر ہے یا نہیں؟

جواب: اگر تمام روئے زمین کو نباتات کے اگانے کی بارش کے وسیلے سے استعداد یکساں حاصل ہے تو شناختِ محض کی استعداد بھی برابر ہو سکتی ہے، جب اس قسم کے اصولِ مفروضہ میں فرق موجود ہے تو فروع میں تو بدرجہ اولیٰ ہوگی ______ بس اسی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال ۱۲: روح کی تربیت سے معرفت تمام حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایک محقق موحد سے اس قسم کا سوال ہو بڑے تعجب کی بات ہے۔ جب کہ انسان جامع ہے (جامع کمالات ہے) وہ تربیت حقیقی اپنی روح سے حاصل کرتا ہے، ہاں جب تک وہ وہم کے گرداب میں پھنسا ہے وہ مظاہر کو اس کی ذات کا غیر سمجھتا ہے اور فیضان کو اس سے منسوب کر دیتا ہے۔

سوال ۱۳: بے نہایت، محدود دل میں کس طرح سما سکتا ہے۔؟

جواب: دل کے لئے ایک ایسا مقام ہے کہ وہ بے نہایت ہو جاتا ہے، ذرا غور کیجئے! اور اگر پھر بھی یہ بات محال معلوم ہوتی ہو تو پھر بے نہایت کے سما جانے کے خیال کو ترک کر دیں۔

سوال ۱۴: طالب فانی ہے یا مطلوب؟

جواب: اے عزیز من! یہ دو نام (طالب و مطلوب) طلب و آرزو سے پیدا ہوئے ہیں، حصولِ عرفان کے بعد

جب نفس میں یہ طلب پیدا ہوتی ہے تو عارف زحمت اتحاد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

"یار کا اتحاد تو دوست ہی سے ہو سکتا ہے' غیر دوست سے کب ہو سکتا ہے"

سوال ۵:۔ طالب کی موت کے بعد مطلوب کا وصل ممکن ہے یا نہیں؟

جواب :۔ "موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے" مرشد کامل نے جو کچھ فرمایا ہے اس مقام پر پہنچ کر فرمایا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ انسان کا کمال پر پہنچنا بغیر موت کے ممکن ہی نہیں ہے۔

سوال ۶:۔ درد اور عشق میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔ درد عشق کے لئے نردبان (سیڑھی) ہے۔

"کائنات میں جو کچھ بھی جز و کل ہے' وہ عشق کے راستے میں پل کی محرابیں ہیں"

(۲/۲۱۱)

جامع علوم ظاہری و باطنی' فانی فی اللہ حضرت شیخ محب اللہ کی خدمت میں' اس محب فقراء کی جانب سے دعا و سلام پہنچے! جناب والا کا وہ مکتوب جو میرے سوالوں کے جوابات پر مشتمل تھا موصول ہوا۔ شکریہ بجالاتا ہوں۔ ان جوابات کے مطالعہ سے مسرت حاصل ہوئی اور آپ کا ہم مشرب ہونا مجھے معلوم ہوا (آپ میرے ہی ہم مشرب نکلے) اب ایسے لوگ کہاں ہیں اس مشرب (وحدت الوجود) کے معتقد ہوں یا اس مشرب کے اہل ہوں' چہ جائیکہ ایسے لوگ جنھوں نے اس مشرب کو سمجھ لیا ہو۔

آپ کے بعض اُن جوابات سے جو میری خواہش کے مطابق تھے اور بعض کو اپنے ذوقِ سلیم کی مدد سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مطابق سمجھ لیا۔ آپ نے جوابات میں جہاں جہاں قدماء کے اقوال کا حوالہ تحریر فرمایا ہے آپ یقین فرمائیے کہ میرے نزدیک ایسا وجد اور ایسی کیفیت جو خدا اور رسول کے ارشاد کے موافق ہو وہ بہت بہتر ہے ان سے جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے یعنی کتابوں کی صراحت سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ حکم خداوندی اور ارشاد نبوی کے مطابق ہو۔ میں نے مدتوں تک مشائخ کے حالات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کیا ہے چونکہ ان میں بہت زیادہ اختلاف پایا لہٰذا میں نے کتابوں کا مطالعہ بالکل ترک کردیا اور دل کے مطالعہ کی طرف مشغول ہو گیا کہ وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اور پھر میں ہمیشہ اس سے گوہرہائے آبدار نکال کر لایا۔ مجھے کسی کتاب کے حوالے مت کیجئے کہ میں اپنی حقیقت اور اپنے آپ کو خود ایک کتاب سمجھتا ہوں۔

جو کچھ میں اس بحر قلب سے نکال کر لایا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ اس کو تحریر میں لاکر آپ

کے پاس ارسال کردوں تاکہ آپ انصاف فرمائیں، لیکن چونکہ آپ کا لباس ظاہری اور ادب باطنی اس کا متقاضی نہیں ہے لہٰذا ان خیالات کا آپ کو تحریر کرنا آپ کے اشارہ اور آپ کی اجازت پر منحصر رکھا ہے۔ اگر آپ اشارہ فرمائیں تو میں اس کی تفصیل ظاہر کروں (تفصیل سے آپ کو تحریر کروں)۔

(ج)

شاہزادہ اورنگ زیب کے نام

(۲۱۲/۱)

(دارا شکوہ کا رقعہ جو انھوں نے قید کی حالت میں بادشاہ عالمگیر کو تحریر کیا)

میرے بھائی صاحب! میرے بادشاہ!!

بادشاہی کا خیال اب میرے دل میں بالکل نہیں ہے، تم کو اور تمھارے بیٹوں کو مبارک ہو، تم نے میرے قتل پر ناحق کمر باندھی ہے اگر مجھے سکونت کے لائق ایک حویلی اور خدمت کے لئے میری کنیزوں میں سے ایک کنیز دیدی جائے تو گوشہ عافیت میں رہ کر تمھارے لئے دعا کرتا رہوں گا۔

(د)

شہزادہ مراد بخش کے نام

(۲۱۳/۱)

آج تک کسی بیٹے نے باپ (کے قتل) کا قصد نہیں کیا ہے یا اس طرح باپ پر خروج نہیں کیا ہے۔ تم نے اطاعت و فرمانبرداری کے راستے سے قدم ہٹا لیا ہے اور انحراف و مخالفت کے راستے پر چل رہے ہو، دنیا اور دنیا والوں میں ایک ہلچل ڈال دی ہے اور فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ ایسی نامناسب باتوں کا وقوع خلاف ادب ہے چنانچہ اس کا نتیجہ (تمھارے حق میں) سوائے پشیمانی اور ندامت کے اور کچھ نہیں ہوگا۔

اپنے فرزند

شہزادہ سلیمان شکوہ کے نام

ملک گجرات میں ... محمد مراد بخش نے مخالفت پر کمر باندھ لی ہے اور اس ارادہ فاسد سے ایک عظیم لشکر جمع کرلیا ہے اور اپنی خام خیالی کی بنا پر بادشاہ بن بیٹھے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ جلد تر وہاں سے روانہ ہوجائیں اور فتنہ کھڑا کردیں۔

پس تم نور نظر محمد شجاع کا معاملہ جس طرح بھی ہو نپٹا کر جلد از جلد یہاں پہنچ جاؤ تاکہ تمھارے آنے کے بعد اس دشمن کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

ضمیمۂ چہارم

مکاتیبِ شہزادہ محمد شجاع

(الف)

شاہجہاں بادشاہ کے نام

(۱/۲۱۵)

قبلۂ دوجہاں کے حضور میں گزارش ہے کہ فرمانِ ذیشان جو خاص حضور والا کے قلم کا تحریر کردہ تھا اور جس کی ہر سطر میرے لئے دریائے رحمت تھی، شرفِ صدور لایا، تسلیمات غلامانہ بجالاتا ہوں، حضور والا نے فرمایا ہے کہ:-

"ہم یہ خدمت اس فرزند کے سپرد کریں گے جو بلخ و بدخشاں بلکہ ماوراء النہر میں رہنے کے لئے تیار ہو۔"

قبلہ اہل عالم سلامت! سعادت مند فرزند وہ ہے جو آپ کی رضاجوئی اور اطاعت میں سرمو بھی تجاوز نہ کرے بلکہ اپنے قبلہ گاہ کے حکم کی اطاعت کو سرمایۂ سعادت سمجھے اور فرمان والا کے بجا لانے میں جسقدر کوشش بھی کرسکتا ہو بجالائے۔

کس قدر بدنصیبی کی بات ہوگی کہ اعلحضرت کی خدمت کے بجالانے میں کسی مصلحت کو پیش نظر اور اپنی اغراض کو ملحوظ رکھا جائے۔ آپ کا یہ فرزند تو ہمیشہ آپ کے مزاج اقدس کی رضاجوئی کو حاصل زندگی اور ثمرۂ حیات سمجھتا ہے اور ہمیشہ اس کی یہ خواہش رہی ہے کہ اس سے جو کام بھی ہو (وہ جو کچھ کرے) وہ آپ کے احکام کے مطابق ہو خصوصاً اس مہم میں تو جاں نثاری اور بندگی کے تمام لوازم پورے کرے اللہ تعالیٰ کی مدد سے شاہی اقبال کی بدولت ماوراء النہر اور بدخشاں کے ممالک جو اِس خاندان والا کے ممالک موروثی تھے جلد ہی ممالک محروسہ میں پھر داخل ہوجائیں گے (فتح کرلئے جائیں گے)

تمام ضروری سامان جو اس عظیم مہم کے لئے ضروری ہے، آپ کے پیش نظر ہے، بیان کی ضرورت نہیں ہے کہ ایسی معمولی بات آپ کے حضور میں عرض کی جائے۔

(۲/۲۱۶)

نور دو جہاں افروز کا سلام اور مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ذاتِ اقدس کی خوش و خرمی کے

لئے خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ سارے عالم کی سلامتی اور ہم مریدوں کی خورسندی اس سے وابستہ ہے
گذارش خدمت والا میں یہ ہے کہ حضور والا کا فرمان ذی شان جو اڑیسہ (اڑیسہ) کی خدمت سپرد کئے جانے کے بارے میں حضور والا نے قلم خاص سے تحریر فرمایا ہے، شرف ورود لایا، اس عظیم الشان مرحمت سے آگاہ ہو کر شکریہ بجالایا اور سربلند ہوا، جناب والا نے ہزار سوار کا جو اضافہ از روئے بندہ نوازی فرمایا ہے اس کا بھی شکریہ بجالاتا ہوں۔ اس نوید نے مجھے معزز و مفتخر کیا۔
قبلۂ دو جہاں سلامت! خیال غالب یہ ہے کہ صوبے کی نظامت کے اس تبادلہ اور تغیر کی خبر شاہ نواز خاں کو مل گئی ہوگی، چونکہ وہ اس تبادلہ کی خبر سنکر بھی ایک عرصہ دراز تک وہاں رہا ہے اس لئے یقین ہے کہ ملکی معاملات میں اسکی دست اندازی رعایا کی پریشانی کا باعث ہوئی ہوگی چونکہ یہ نیاز مند ہمیشہ اس امر کا خواستگار رہا ہے کہ شاہی ملک آفتوں، خطروں، رعایا کی پریشانی اور زراعت کی بربادی سے محفوظ رہے اس لئے میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ اڑیسہ کی نظامت توائے تیل کی فصل ربیع سے اس نیاز مند کے سپرد کی جائے۔ لہٰذا مستدعی ہوں کہ شاہ نواز خاں کے نام اس مضمون کا فرمان صادر فرما دیا جائے کہ توائے تیل کی فصل ربیع کی ابتدا سے اڑیسہ کا صوبہ میرے گماشتوں (کارکنوں) کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ صوبہ جلد ہی اس نیاز مند کی زیر نظامت آجائے اور بے انصاف بے ایمانوں کی دست اندازی سے وہاں کی کمزور رعیت پریشان نہ ہو۔
چونکہ فرمان والا صادر ہوا ہے کہ محمد زمان طہرانی کو ڈھاکہ سے بلا کر اڑیسہ کی خدمت پر لگا دیا جائے لہٰذا حکم والا کے پہنچتے ہی محمد زمان کو میں نے ڈھاکہ سے بلا لیا ہے اور جہانگیر نگر (ڈھاکہ) کا انتظام بدستور میر ابوالقاسم کے ذمّے رہنے دیا ہے اور ابھی ابھی پانچ سو سواروں کو میر ابوالقاسم کی مدد کے لئے مقرّر کر دیا ہے کہ وہاں رہ کر خدمات شاہی بجالائیں،
نوآرہ کے معاملہ کو نپٹانے کے لئے بھی میر ابوالقاسم کو تحریر کر دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ بادشاہ عالم کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے۔

(۳/۲۱۷)

بارگاہِ والا میں عرض ہے کہ حضور والا کا فرمانِ ذیشان شرف ورود لایا اور جاں نثار کو معزز و مفتخر فرمایا۔
حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ تم نے ہماری مرحمتوں اور انعامات کو شکر و سپاس سے زیادہ جان کر ان کا شکر ادا کرنے میں اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔ پس جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے جناب کبریا میں اس کا شکر ادا کرنے میں عجز کا اعتراف کیا تو ان کا یہ عجز ان کے شکر کی قبولیت کا باعث بن گیا۔ اسی طرح آپ

کی مرحمت اور نعمتوں کے شکر ادا کرنے میں میرے عجز کا اظہار بھی بطور شکرانہ قبول کرلیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"چونکہ بادشاہ علی الاطلاق نے اپنی خلافت اور نیابت ہم کو عطا فرمائی ہے اور ہماری بے انتہا عنایات کو اپنے اخلاق سے مشابہ قرار دیا ہے اور اپنی صفاتِ جمال اور اوصافِ کمال کا مظہر بنایا ہے لہٰذا ہم نے بھی اس فرزند کی (یعنی تمھاری) اس بات کو پسند کیا اور تمھارے حق میں دعائے برخورداری کی گئی اور ہم کو یقین ہوگیا کہ تم ہماری عنایتوں کی قدر جانتے ہو اور اس فرمان ایزدی کے مطابق کہ "تم اگر شکر ادا کروگے تو میں بیشک تمھاری نعمتوں کو زیادہ کر دوں گا" دس ہزار سوار کا اضافہ جو دو اسپہ کی صورت میں ہوں گے تم کو مرحمت فرمادیئے اور اس اضافہ کی تنخواہ بھی تم کو یونت ئیل کی خریف سے صوبۂ اڑیسہ سے مقرر کرتے ہیں اور اگر صوبۂ بنگالہ میں کوئی ایسی محال ہے جو اڑیسہ سے بہتر ہو اور خالصہ نہ ہو، اس سے یہ اضافہ جو ایک کروڑ ساٹھ لاکھ دام ہوتے ہیں) تم وصول کرلو"

قبلۂ دارین سلامت! آپ کی اس مرحمت و عنایت پر ہزاروں تسلیمات بجالاتا ہوں اور ایسا شکر جس کا احاطہ دل وزبان سے نہیں ہوسکتا، ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی بے حساب نعمتوں اور اپنے مجازی آقا کی بیشمار عنایتوں کے شکر کی عذرخواہی میں حکیم ثنائیؔ کا یہ شعر تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں ؎

" اگر کوئی اس کا شکر زیادہ ادا کرتا ہے جب بھی شکر ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے شکر کی جو توفیق عطا فرمائی اس کا شکر کب ادا ہوا"

جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ اِن دنوں تم نے جو نشان وزیراعظم کو لکھا تھا، وہ مشارٌ الیہ نے ہمارے حضور میں پیش کیا (مطالعہ سے گزرا) اس خط میں مرقوم تھا کہ "صوبۂ اڑیسہ کے تن و تنخواہ کے سلسلے میں یہ بات مقرر ہے کہ محمد زمان، محمود بیگ دیوان صوبۂ اڑیسہ کے مشورے سے اس صوبہ کا انتظام کریں"

"چونکہ قبلہ و کعبہ نے صوبۂ اڑیسہ اس جاں نثار کو مرحمت فرمادیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس صوبے کے اچھے برے کی باز پرس بھی مجھ ہی سے کی جائے گی اس لئے امیدوار ہوں کہ جس طرح پہلے بعض حکام اپنی تن و تنخواہ کے مصارف اس صوبے سے حاصل کرتے تھے اب بھی اسی کے مطابق عمل کیا جائے" لہٰذا اب حکم کیا جاتا ہے کہ جس طرح ملتفت خاں ہمارے حضور میں ہے اسی طرح محمود بیگ دیوان بھی تمھارے حضور میں ملکی اور مالی مہمات کو پیش کرے اور تم ان معاملات کو فیصل کرو، صوبۂ اڑیسہ ہم تم کو مرحمت فرماتے

ہیں تو پھر اس صورت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے (شاہزادے یا منصب دار) کی تن و تنخواہ میں رکھا جائے، خصوصاً ایسا صوبہ جو صاحب صوبہ کی تن و تنخواہ سے تعلق رکھتا ہو، اس میں یہ صورت کس طرح ممکن ہے، پس اس صوبے کا کل اختیار، صوبۂ بنگالہ کے اختیار کی طرح تمہارے قبضۂ اختیار و اقتدار میں دیا جاتا ہے، لہٰذا اب تم کو چاہیئے کہ ہر چیز کے بارے میں خبر رکھو اور صوبۂ اڑیسہ کا انتظام اس طرح کرو کہ اس کی آبادانی میں اضافہ ہو۔"

میں قبلہ و کعبۂ حقیقی کی اس ذرّہ پروری پر تسلیمات بجا لاتا ہوں، آپ کی اس نوازش نے سربلند فرمایا، آپ کی اس تحریر و نگارش کو ارشاد و ہدایت سمجھتا ہوا امیدوار ہوں کہ جس طرح آپ نے حکم دیا ہے اور جس کام پر مجھے مامور فرمایا ہے، انشاء اللہ ویسا ہی عمل میں آئیگا، میں نے اب بات مقرر کی ہے کہ ایک بار محمود بیگ دیوان کو اپنے حضور میں طلب کر کے اس ملک (اڑیسہ) کی ہر چھوٹی بڑی بات سے اس کو مطلع کرتا رہوں گا، میں آپ کے ارشادِ گرامی کی برکت سے ایسا کروں گا کہ بہت تھوڑی مدت میں کہ یہ ملک انصاف دشمن اور غرض مندوں سے پاک ہو جائے اور اس کی آبادی اور رونق بڑھ جائے اور گزشتہ خرابیوں کی تلافی اچھی طرح ہو جائے گی۔

محمد زماں جو صوبۂ اڑیسہ میں جنابِ والا کے حکم کے مطابق میری نیابت میں کام کرنے کے لئے نامزد ہوا ہے، اس کے بارے میں جنابِ والا کا یہ فرمان کہ اس کو خدمت پر مستقل کر دیا جائے میرے لئے بصیرت افروز ہوا، (مجھے اس حکم سے آگاہی حاصل ہوئی)

قبلۂ دو جہاں سلامت! جو شخص جس خدمت پر مامور کر دیا گیا ہے، اگر اس کو اس خدمت پر مستقل نہ کیا جائے تو بہت سے ملکی اور مالی کام گڑبڑ ہو جاتے ہیں (صحیح طور پر انجام پذیر نہیں ہوتے) اور اس طرح ملک کا انتظام درہم برہم ہو جاتا ہے، محمد زماں جو ایک تجربہ کار شخص ہے اور حضورِ والا نے اس کے بارے میں میری گذارش کو قبول فرما لیا ہے اور اس کو ایسے اچھے عہدے پر مقرر فرما دیا ہے اس کو اس عہدے پر مستقل کیوں نہیں کروں گا اور اس کے بارے میں کسی غرض مند کی بات کیوں سنوں گا خصوصاً اس صورت میں کہ میں دل و جان کے ساتھ اس بات میں مصروف و مشغول ہوں کہ شاہی مملکت ظلم و ستم اور جبر و تعدی کے صدمات سے محفوظ رہے (کوئی اس مملکت میں ظلم و ستم نہ کر سکے) اور رعیت آسودہ ہو تاکہ ملک کی رونق اور آبادانی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے پھر کہ ایسے شخص کی دلجوئی اور تربیت سے میں کس طرح اغماض کر سکتا ہوں جو ہمیشہ سے حضورِ والا کا خیر طلب، رعیت کا بہی خواہ ہے اور نیک خواہی کے راستے پر ثابت قدم ہے۔

دوسرا حکم حضور والا نے یہ دیا ہے کہ :-

"فی الحال شجاع اکبر نگر میں قیام کریں اور اس شہر کی اچھی طرح سیر کریں اور اکبر نگر سے بردوان اور بردوان سے میدنی پور جو اڑیسہ کی سرحد ہے، جائیں وہاں پہنچ کر اڑیسہ کے متصدیوں (تحصیلداروں) میں جس کو چاہیں اپنے حضور میں طلب کریں اور اس محال (میدنی پور) کا اچھی طرح بندوبست کرکے جہاں آباد روانہ ہو جائیں وہاں سے ستاگام (چاٹگام) سے ہگلی، مخصوص آباد کی سیر کرتے اور شکار کھیلتے اکبر نگر آجائیں، اس ضمن میں تم شکار بھی خوب اچھی طرح کرلوگے کہ تم ملکی انتظام کے مقابلہ میں اس طرف زیادہ راغب ہو اور ملک کی صورت حال سے بھی تم کو آگاہی حاصل ہو جائے گی جس کا حاصل کرنا تمھارے لئے ضروری ہے اس طرح دوہرا فائدہ تم کو حاصل ہو جائے گا۔"

قبلۂ دارین سلامت! ایک عرصہ سے یہ خواہش میرے دل میں تھی اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ بردوان جاکر صوبۂ اڑیسہ اور اس کے مضافات کی حقیقت حال سے آگاہی حاصل کروں اور وہاں کے معاملہ کا ایسا بندوبست کروں جو آپ کی خاطر اشرف کو پسند آئے۔

خدا شاہد ہے کہ آپ نے جو میری اس خواہش کے اظہار کے بغیر اس طرف اشارہ فرمایا ہے یہ اعلحضرت کی ذات بابرکات کی کرامت اور غیب دانی ہے کہ آپ نے دل کا حال بغیر کہے معلوم کرلیا، چنانچہ میں نے اپنی چند درخواستوں میں جو ابھی حال ہی میں ارسال کی ہیں یہی بات عرض کی ہے، ممکن ہے کہ آپ کے حضور تک میری یہ خواہش پہنچا دی گئی ہو، امید ہے کہ بہت جلد حکم والا پر عمل پیرا ہوں گا اور ان اطراف میں روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

"جیسے ہی محمد زماں تمھارے پاس پہنچے فوراً اس کو اڑیسہ روانہ کردو، جب محمد زماں اڑیسہ پہنچ جائے تو میر حسن کے معاملے میں جو اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا ہے تم کیا کروگے، اگر اس کو اڑیسہ ہی میں رکھنا تم پسند کرتے ہو تو اس کو تاکید کردو کہ وہ ان معاملات میں قطعاً دخل نہ دے جس کا تعلق صوبے داروں سے ہے اور وہ محمد زماں کے مشورے اور رائے سے ذرا بھی اختلاف نہ کرے اور وہاں وہ محمد زماں کے مددگار کی حیثیت سے رہے، سواری اور دوسرے کاموں کے وقت معاونت کرے اس لئے کہ محمد زماں بھی تو تمھارا آدمی ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس کا تقرر اڑیسہ کی صوبیداری پر تمھاری ہی سفارش سے ہوا ہے اس لئے یقین ہے کہ محمد زماں تہ دل سے تمھارا

مخلص رہے گا جب اس سے اخلاص ظاہر ہو اور وہ تمھاری پوری پوری اطاعت کرے تو اس کو مستقل کر دینا تاکہ وہ اچھی طرح اپنی خدمات سے عہدہ برآ ہو سکے۔"

مرشد دستگیر سلامت! میر حسین کو محمد زماں کے پہنچنے تک میں نے اس لئے وہاں بھیج دیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو اس امر سے مطلع کر دے کہ یہ صوبہ میری نگرانی میں دیدیا گیا ہے' تاکہ ظالموں کے ظلم کا ہاتھ رک جائے اور کوئی شخص بھی حق و حساب کے دائرے سے اپنے پاؤں باہر نہ نکال سکے (زیادتی نہ کر سکے) اب جس وقت بھی محمد زماں وہاں پہنچ جائے گا تو میر حسین اپنی فوج کے ساتھ جو وہاں اس کے تحت موجود ہے محمد زماں کے ایک مددگار کی حیثیت سے موجود رہیگا وہ صوبہ داری کے معاملات میں بالکل دخل نہیں دے گا، میری جاگیر کے پرگنوں کے تمام معاملات بھی بالکلیہ محمد زماں کے مشورے سے انجام پائیں گے۔ اس باب میں حضور نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے میں اس سے قبل اپنی عرائض میں تحریر کر چکا ہوں ممکن ہے کہ حضور والا کے سمع مبارک تک وہ گذارشات پہنچ چکی ہوں، حضور کا یہ تحریر فرمانا بھی مرشد برحق کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ظاہری و باطنی خلافت کو مزید بلندی عطا فرمائے۔

(۴۰ / ۲۱۸)

آستانہ خلافت کی زمیں بوسی کے بعد عرض ہے کہ ان دنوں ایسا سننے میں آیا ہے کہ صفی میرزا عراق سے مشہد آگیا ہے اور اس نے اپنے چوبدار کو بطور ہراول اپنے فوج کے ایک دستہ کے ساتھ فرح روانہ کر دیا ہے' اس کی اس حرکت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بدبخت کی نیت خراب ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے آپ کو برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔

قبلۂ حقیقی سلامت! اب موقع آگیا ہے کہ آپ کے جاں نثار جو مدت سے ایسے موقع کے منتظر تھے اپنی کارگزاری دکھائیں اور ان لوگوں کا بازار سرد پڑ جائے جو مصلحت اندیش اور غرض کے بندے ہیں اور اعلیحضرت اور اپنے قبلہ گاہ کی خدمت کو اپنے اغراض فاسدہ کی کاربراری سمجھتے ہیں اس وقت تو حضور کے جاں نثاروں کے لئے ایسا موقع آگیا ہے کہ اس فتح بردوش مہم میں جانفشانی کر کے زندہ جاوید بن جائیں اور اس حکومت خلافت کے خیر اندیش اپنے خلوص کی پونجی کو خدمت کی کسوٹی پر کس کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں، اس موقع پر بندگانِ شاہی پر واجب ہے کہ اپنی طاقت اور قوت سے بڑھ کر اس مہم میں جاں نثاری اور فداکاری کا اظہار کریں خاص طور پر وہ حضرات جو اعلیحضرت کی مزید عنایت کے باعث بڑے بڑے مناصب پر فائز ہیں اور آپ کے حضور میں ان کی عزت اور اعتبار دوسروں سے کہیں زیادہ ہے اس مہم میں جان کی بازی

لگادیں اور آپ کے ہزاروں حقوق میں سے ایک حق ہی ادا کردیں اور اس خدمت کے وسیلے سے دین و دنیا میں سر بلند ہوں؛

حضور کا یہ جاں نثار اس خبر کے ملتے ہی (جو ابھی تشنۂ تحقیق ہے) یہ چاہتا تھا کہ سر کے بل آپ کے حضور میں پہنچے اور اس مہم میں ایسی خدمت بجالائے جو عزت اور آن پر مرمٹنے والوں نے لازمی قرار دی ہے لیکن چونکہ یہ علاقہ (بنگالہ اور اڑیسہ) حضور کی طرف سے میری نگرانی میں ہے لہٰذا اس کو خالی چھوڑ کر اس مہم کی سعادت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہونا آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کیشی کے خلاف سمجھا اس لئے یہیں ٹھہر گیا۔

اُمیدوار ہوں کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو میری طلبی کا حکم جاری فرمادیا جائے تاکہ میں جلد از جلد پائے بوسی کی سعادت حاصل کرسکوں ——— اللہ تعالیٰ جہانداری و حکمرانی کے آفتابِ عالمتاب کو فروزاں رکھے۔

(۵/۲۱۹)

حضور کے آستانہ پر جبیں سائی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ سمجھتے ہوئے بارگاہ والا میں عرض پرداز ہوں کہ حضور والا کا فرمانِ ذیشان شرفِ صدور لایا، شکریہ میں تسلیمات بجالایا، حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ ——— "خاصہ کے چار گھوڑے جن میں ایک بہت ہی نادر ہے "لعلِ بے بہا" اس کا نام ہے اور جو آج تک کبھی بھی تم کو مرحمت نہیں کیا گیا، اس کے ساتھ ایک عراقی اور دو ترکی گھوڑے ہیں، میر جعفر کے ذریعے ارسال کئے جاتے ہیں اور مابدولت لاہور روانہ ہورہے ہیں وہاں کچھ دن قیام کرکے کشمیر روانہ ہوجائیں گے۔"

قبلۂ دارین سلامت! اگرچہ مرشد برحق کی مہربانیوں اور عنایتوں کا شکرانہ، کہ وہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی طرح بیحد و بے حساب ہیں، ادا کرنا ممکن نہیں ہے لیکن بقدر طاقت و قدرت آپ کی ان بیکراں عنایات کا شکریہ بجالاتا ہوں اور تسلیمات پیش کرتا ہوں۔ حضور والا نے ارقام فرمایا ہے کہ:

"تم نے راج محل کی ہوا کی ناموافقت کی بابت تحریر کیا ہے اور ہم سے استدعا کی ہے کہ صوبۂ پٹنہ میں ایک ایسا پرگنہ جو گڈہی کے قریب ہو عنایت کردیا جائے تاکہ برسات کے موسم میں وہاں قیام ہوا کرے، پس اگر تم چاہتے ہو تو ہم صوبۂ بنگالہ اور اڑیسہ کے بدلے تم کو صوبۂ پٹنہ اور رہتاس عنایت فرمادیں ایک پرگنہ کس شمار میں ہے۔"

قبلۂ و کعبۂ حقیقی! چونکہ حضور کے خانہ زاد اسی ملک میں پیدا ہوئے ہیں اور یہاں کی آب و ہوا کی ناسازی

کے باعث شیر خوارگی اور کمسنی ہی میں ہر روز کسی نہ کسی مرض میں وہ مبتلا رہتے ہیں، اس لئے میں نے حضور میں یہ درخواست کی تھی کہ اگر پٹنہ اس مرید اور فرماں پذیر کو مرحمت فرما دیا جائے تو حضور کے خانہ زاد (شجاع کے بچے) برسات کے موسم میں جب کہ غیر متناہی بیماریوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، وہاں قیام کر لیا کریں۔ اگرچہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہر جگہ ہو کر رہے گا لیکن ظاہری اسباب کی بنا پر یہاں کی آب و ہوا کے ناموافق آنے سے ایسا خیال ہے کہ اگر اس موسم میں خانہ زاد وہاں قیام کر لیا کریں تو ممکن ہے کہ وہ داد اور کھاج کے موذی مرضوں سے بچ جائیں کہ یہ دونوں امراض اس ملک کی آب و ہوا کا خاصہ ہیں اور ان کو کم از کم اتنی عمر تو مل جائے کہ وہ زندگی میں ایک مرتبہ تو آستاں بوسی کی لذت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

> دوسرا ارشاد والا ہے کہ "اورنگ زیب بہادر نے صوبۂ دکن کا انتظام خاطر والا کے مطابق نہیں کیا، لہٰذا ہم تم سے دریافت فرماتے ہیں کہ اگر تم دکن کے چاروں صوبوں کو سنبھال سکو اور تمہاری خواہش ہو تو ہم تم کو مرحمت فرما دیں گے"

قبلہ اہل عالم سلامت! دارین کی سعادتیں اس غلام کے حصے میں آتی ہیں جو اپنے خداوند کی بندگی و اطاعت کو اپنی آخرت اور دنیا کا سرمایہ سمجھتا ہے اور ان سعادتوں سے وہ شخص محروم رہتا ہے جو اپنے حقیقی قبلہ و کعبہ کی خدمات بجا لانے میں اپنے اغراض کو پیش نظر رکھتا ہے اور اپنے آقا کی خلاف منشا قدم اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ آپ ہر صوبے کے حالات اور وہاں کے صوبیداروں کی کارگزاری سے اچھی طرح آگاہ ہیں، جب سے اس نیازمند نے اس صوبے کا انتظام سنبھالا ہے اور جس طرح اس نے اس صوبے کا بندوبست کیا ہے اگر اس کی حقیقت واقعی طور پر سمع ہمایونی تک پہنچ جاتی تو مجھے یقین تھا کہ آپ صوبۂ پٹنہ بھی مجھے مرحمت فرما دیتے، حضور والا بخوبی واقف ہیں کہ مورنگ بہار کا زمیندار کس قدر سرکش تھا اس نے پچھلے حکام کو پیش کش کے نام سے کبھی کچھ نہیں دیا اب محض میری تدبیر ہی سے اس نے کئی مرتبہ اپنے سفیروں کو بھیجا اور حضور کی دولت خواہی اور اطاعت کے اظہار پر مشتمل عرائض آپ کے حضور میں رساں کئے اور اس نے اطاعت و بندگی قبول کر لی، ابھی حال ہی میں اس نے پیشکش کے طور پر کئی ہاتھی بھیجے ہیں، جب یہ ہاتھی نظر اشرف سے گزریں گے تو اُمید ہے کہ ان کو شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

چونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی مرضی مبارک یہ ہے کہ مملکت آباد ہو، رعایا آسودہ حال ہے لہٰذا اس عرصے میں میں نے ان دونوں صوبوں کی آبادانی اور رونق بڑھانے میں ایسی کوشش کی کہ روز بروز

اِن کی رونق میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اُڑیسہ کا صوبہ جو پچھلے حاکموں کے ظلم و ستم سے بالکل ویران و برباد ہوگیا تھا وہ میری کوششوں سے پھر آباد اور با رونق ہوگیا ہے اس لئے فدویانہ تسلیمات بجالاتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ چونکہ میں نے ان دونوں صوبوں کی آبادانی اور نظم و نسق میں بقدرِ امکان کوشش کی ہے اس لئے اگر پٹنہ بھی مجھ جاں نثار اور اطاعت شعار کو مرحمت فرما دیا جائے تو میں چھوٹے بچوں کو وہاں چھوڑ دونگا اور ان تینوں صوبوں کی دیکھ بھال میں بھرپور کوشش کروں گا اور اس ملک کے نیک و بد کی جوابدہی سے عہدہ برآ ہوسکوں گا، ایسی صورت میں حضور کے کمسن خانہ زاد مہلک اور موذی بیماریوں کے صدموں سے چھٹکارا پالیں گے، اور آپ کی عنایت اور توجہ سے تینوں صوبوں کا انتظام بھی آپ کی مرضی کے مطابق سرانجام ہوسکے گا، جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اگر اس میں سرمو بھی کمی واقع ہو یا اس کی ادائیگی میں سستی کروں تو اس کا میں جوابدہ ہونگا اور اگر بایں ہمہ آپ خیال فرماتے ہیں کہ تینوں صوبوں کا انتظام مجھ سے نہیں ہوسکے گا اور ایک حاکم اتنے وسیع ممالک کا انتظام نہیں سنبھال سکیگا تو اس صورت میں عرض ہے، صوبۂ اڑیسہ کے عوض مجھے پٹنہ کا صوبہ مرحمت فرما دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جہاں پروری کے اس سایہ کو اور زیادہ وسیع فرمائے۔

مُلّا محمود جونپوری کے نام

(۲۲۵)

فضائل و کمالات سے آراستہ ملّا محمود جونپوری خسروانہ عنایات سے سربلند ہوکر معلوم کریں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے ہم ہمیشہ سے اربابِ علم و حکمت اور دیندار حضرات کی جانب متوجہ ہیں اور ہماری محفل میں ہمیشہ ایسے حضرات موجود رہتے ہیں تاکہ یہ حضرات علمی اور دینی مباحث و دقائق سے ہم کو آگاہ کرتے رہیں اور ہم بھی اس قسم کے نکات و دقائق ان کے سامنے پیش کرتے رہیں تاکہ سلطنت کے تمام کام احکامِ الٰہی اور سنتِ نبوی کے مطابق انجام پائیں چنانچہ اس مقصد کے پیشِ نظر بادولت کو آپ کی یاد آئی، لہٰذا ہم کو امید ہے کہ آپ لطافِ سلطانی کو اپنا رہنما سمجھکر یہاں آنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے تاکہ ہمارے حضور میں پہنچکر معزز و مفتخر ہوں، شرفِ ملاقات حاصل کرنے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد اگر چاہیں تو وطن کو واپس ہوجائیں ہم آپ کو شاہی عنایات اور سلطانی توجہات سے بہرہ ور کرکے رخصت فرمادیں گے اور اگر آپ یہاں ہمارے حضور میں قیام کرنا پسند کرینگے تو ہم آپ کے معاملہ میں اس طرح توجہ فرمائینگے کہ آپ اطمینانِ قلب اور ذوق و شوق کے ساتھ یہاں زندگی بسر کرسکیں لہٰذا اس فرمان کرامت نشان کے موصول ہوتے ہی آپ بغیر کسی پس و پیش اور دغدغہ کے ہمارے حضور میں باریابی کے لئے روانہ ہوجائیں اور اسکو لازمی سمجھیں۔

ضمیمۂ پنجم

شہزادہ مرادبخش بہادر کے خطوط

(الف)

شاہجہاں کے نام

آپ کا یہ کمترین مرشد پرست مرید تسلیمات بجا لانے اور مبارکباد پیش کرتے ہوئے خدمت سامی میں عرض پرداز ہے کہ اس روز سعید پر جو زمین و زماں کے لئے فرخی اور فرخندگی کا دن ہے اور دنیا کو از سر نو زیب و زینت حاصل ہوئی ہے، آپ کے حضور میں مبارکباد کے لوازم بجا لاکر سربلندی حاصل کرتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں سجدات بجا لاکر اپنی اخلاص مند زبان دعائے نیاز میں وا کرتا ہوں اُمید کہ میری یہ دُعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگی اور آپ کے حضور میں میری مبارکباد کو شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ خلافت و جہانداری کے اس آفتاب کو ہمیشہ فروزاں اور درخشاں رکھے۔

(۲/۲۲۲)

کمترین فدوی اللہ تعالیٰ کے حضور میں عبودیت کے سجدے ادا کرنے اور آپ کے حضور میں تہنیت و مبارکباد کی تسلیمات پیش کرنے کے بعد عرض پرداز ہے کہ اس مسرت افزا دن پر کہ جس کی ایک ایک گھڑی لیل و نہار کا اصل مقصود اور جس کی ہر گھڑی گردش دوراں کا خلاصہ ہے، مخلص مریدوں کی طرح بندگی اور اخلاص کے لوازم بجا لاکر جناب الٰہی میں جبینِ نیاز جھکا کر اس دولتِ ابد قریں کی ہمیشگی اور جہاں پیرا اقبال کی افزونی و افزائش کی دعا کرتا ہے، اُمید کہ باری تعالیٰ کے حضور میں میری یہ دعا قبولیت کا شرف پائے گی۔ خدا کرے کہ خلافت و فرماں روائی کے چتر کا سایہ تمام عالم میں پھیلتا چلا جائے اور تمام عالم کے نظم و ضبط کی کنجیاں آپ کے قبضۂ اختیار میں آجائیں

(۲/۲۲۳)

چونکہ اُن دنوں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ تخت سلطنت اور مسندِ حکومت آپ کے جلوس سے خالی ہے

---

[۱] یا تو القاب و آداب کی یہ بہتات کہ مترجم حیران و سرگرداں کہ کس لفظ کو چھوڑے اور کس کا ترجمہ کرے، چار چار پانچ پانچ سطریں محض آدابِ القاب کیلئے وقف اور کہاں یہ عالم کہ ایک لفظ بھی آغاز کلام میں اس قبیل کا موجود نہیں (مترجم)

(آپ تخت شاہی پر تشریف فرما نہیں) اور ایک مدت سے سلطان دارا شکوہ ایک شخص کو جس کی صورت آپ سے ملتی جلتی ہے، کبھی دریچہ درشن۔ اور کبھی کھڑکی میں بٹھا کر لوگوں کو دکھاتے ہیں اور وہ جھوٹی صورت لوگوں کا سلام قبول کرتی ہے۔ اس صورت میں ہماری طبیعت کو سخت پریشانی اور تردد ہے، صبر و قرار کی طاقت باقی نہیں رہی اس لئے بے اختیاری کے عالم میں کوچ پر کوچ کرتے ہوئے ہم لوگ یہاں تک پہنچ گئے ہیں[1]، ہمارا مقصد و مدعا صرف یہ ہے کہ جب تک ہم دارالخلافہ میں نہ پہنچ جائیں اور جب تک آپ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اور اس راز سربستہ کی جب تک تحقیق نہ ہو جائے اور اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار سے روشن نہ کرلیں ہم کسی طرف بھی لوٹ کر نہیں جائینگے

لہٰذا اب آپ کے الطاف بے پایاں سے صرف اتنی استدعا ہے کہ ہم کو اپنے حضور والا میں حاضر ہونے اور حضوری کی سعادت کو حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے تاکہ ہم پورے اخلاص کے ساتھ اس راستے کو طے کرکے آپ کے حضور میں کورنش و تسلیمات بجا لاسکیں اور بادشاہ جہاں کے حضور میں جس طرح ہم چاہتے ہیں پہنچ کر ان جانفرسا وسوسوں اور بیقرار کرنے والی خبروں سے دل کو آزاد کر کے، اطمینان خاطر اور مسرت قلبی حاصل کریں، آپ کی ملازمت کے حصول کے بعد آپ کے حکم کے بموجب اپنے اپنے صوبوں کو ہم برضا و رغبت واپس ہو جائینگے

—— (۲۲۴) ——

مراسم عبودیت بجا لانے کے بعد یہ مرید مرشد پرست خدمت والا میں عرض پرداز ہے کہ میں تو آپ کا وہی سراپا اخلاص بندہ اور آپ کا اطاعت شعار مرید ہوں۔ اور آج تک میں اپنے اسی قدیم طریقے پر یعنی اپنی مرشد پرستی اور آپ کی اطاعت کیشی پر ثابت قدم ہوں، آج تک آپ کی فرمانبرداری، رضا جوئی اور بندگی کے کوئی دوسری چیز خیال میں کبھی نہیں گزری ہے اور نہ گزرے گی لیکن اس خیال سے کہ آدمی خطا اور نسیان کا مجموعہ ہے جیسے ہی آپ کی علالت کی خبر وحشت ناک مجھے موصول ہوئی، مجھ سے بہت سی خطائیں سرزد ہوئیں، جن کے باعث میں اپنی اطاعت و عقیدت کے سامنے خود شرمندہ ہوں اور آپ کی خطا پوشی اور لطف و کرم سے ان غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں۔

چونکہ دادا بھائی جیو (دارا شکوہ) نے آپ کی علالت کے زمانے میں چند ایسی باتیں کیں

---

[1] یہ خط مراد نے اپنے اور اورنگ زیب کی طرف سے اس خط کے جواب میں لکھا ہے جو شاہجہاں نے ان کو لکھا تھا کہ جہاں تک پہنچ گئے ہو وہاں سے واپس ہو جاؤ آگے نہ بڑھو۔

جوآپ کے مزاج والا اور پسندیدگی کے سراسر خلاف تھیں (ان سے ناپسندیدہ حرکات سرزد ہوئیں، مثلاً مراسلات کے راستے بند کردیئے، سفیروں اور نمایندوں کی آمد و رفت کا سلسلہ منقطع کردیا خبروں کا ملنا قطعی بند ہوگیا اس طرح تمام دنیا کو انھوں نے درہم و برہم کردیا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ خصوصًا میرے ساتھ بہت ہی بُرا رویّہ اختیار کیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے اس کا امکان ہی نہ تھا (کہ وہ میرے ساتھ اس طرح پیش آئینگے) انھوں نے ہم کو اتنا موقع بھی نہیں دیا کہ ہم اپنی عرضیاں اعلحضرت کے حضور میں پیش کرسکیں، جواب کی نوبت تو درکنار۔

دادا بھائی جیتو نے میرے متعلق تمام دنیا میں یہ مشہور کردیا تھا کہ میں ایران چلا گیا ہوں لہٰذا اس بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے بعض باتیں مجھ سے بھی سرزد ہوئیں۔ بہت زیادہ تحقیق و تفتیش کے بعد جب آپ کے دربار کی حقیقت حال ظاہر ہوئی تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں آپ کے آستانہ پر جبیں سائی کرکے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک و صاف کروں، راستہ میں پانی کی کمی کے باعث جالور اور اجمیر کے راستے کو چھوڑ کر مالوہ کے راستے سے میں بارگاہ والا کے لئے روانہ ہوکر اوجین کے قریب پہنچ گیا، انہی اطراف میں بھائی اورنگ زیب سے ملاقات ہوگئی کہ وہ بھی حضور والا میں کورنش و آداب بجالانے کے لئے آرہے تھے، راجہ جسونت سنگھ نے ہم کو آگے بڑھنے اور سعادت کے حصول سے روکا، اپنے سامنے سے اس رکاوٹ کو ہٹانا ضروری ہوگیا پھر جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا!!

اس واقعہ کی تفصیل بھائی اورنگ زیب کے معروضہ سے آپ کو معلوم ہوگئی ہوگی۔

"اللہ تعالیٰ سلطنت واقبال کے سورج کو ہمیشہ تاباں اور فروزاں رکھے"۔

(۵/۲۲۵)

یہ کمترین مرشد پرست بندہ ارادت و عبودیت کے لوازم بجالانے کے بعد حضور والا میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ میرے جرم اور میری خطائیں (جن کے سرزد ہونے کا باعث واقعی خبروں کا نہ ملنا اور غلط افواہوں اور بے بنیاد باتوں کا مشہور ہونا تھا خصوصاً بھائی دارا شکوہ کی ان زیادتیوں کی بنا پر کہ وہ بلا وجہ میری عزت کے درپے تھے اور مجھے ذلیل و خوار کرنا چاہتے تھے) اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ میں آپ سے ان کی معافی کی خواہش کروں، اسی انتہائی شرمندگی اور خجالت کے باعث اب تک آپ کی بارگاہ میں کوئی گذارش نہیں کی (کہ اس قدر خطاؤں کے بعد میں کس منہ سے معافی کا خواستگار ہوتا) لیکن چونکہ اسی عرصہ میں اس خط کے مضمون سے جو نواب عالیہ جہاں آرا بیگم نے بھائی اورنگ زیب کو تحریر فرمایا تھا اور بخشی سرکار محمد فاروق کے توسط سے بھیجا گیا تھا یہ بات ظاہر ہوئی کہ ہم خطاکاروں پر آپ نے

ابھی تک عفو و بخشائش کے دروازے بند نہیں فرمائے ہیں. لہٰذا میں سخت ندامت اور زبردست پشیمانی کے ساتھ اپنے عظیم گناہوں کی آپ سے معافی چاہتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں اور خطاؤں کے دفتر کے دفتر دھو دیتا ہے اور ان کی مغفرت فرما دیتا ہے اور ان کے عیوب کو اپنی ستاری کے دامن سے ڈھانپ لیتا ہے تو اعلیحضرت بھی کہ ظل اللہ ہیں مجھ بندۂ شرمسار و گنہ گار کے گناہوں اور خطاؤں پر معافی کا قلم کھینچ دینگے اور مجھ شرمسار اور مجرم کو جو اپنے گناہوں کا خود اعتراف کر رہا ہے اور سراپا خجالت و ندامت ہے معاف فرما دیں گے۔ اس مجرم کے لئے خطاپوش اور عذر پذیر پیرو مرشد کی مرحمت اور عنایت کے سوا اور کوئی پناہ نہیں ہے اور نہ کوئی اور اس کا دستگیر ہے، اس عذر خواہی کے بعد خواستگار ہوں کہ اس خادم کے بارے میں جو کچھ آپ کی بارگاہ والا سے حکم جاری ہوگا میں اس پر عمل کروں گا تاکہ میں اس شرمساری سے نجات پا سکوں[1]

خلافت و جہانبانی کا آفتاب ہمیشہ فروزاں اور درخشاں رہے۔

——— (ب) ———

جہاں آرا بیگم کے نام

یہ مخلص سراپا اشتیاق آداب خلاص کے بعد عرض کرتا ہے کہ میں دوراہہ کے پڑاؤ پر بھائی اورنگ زیب کی تشریف آوری کا منتظر تھا کہ آپکا مرحمت نشان فرمان خسرو بیگ اور محمد سعید کے ذریعے موصول ہوا، بڑی مسرت حاصل ہوئی. آپ نے مجھے منقش اور سپر وغیرہ مرحمت فرمائی ہیں، تسلیمات بجا لاتا ہوں۔ ۲ ر ماہ صفر کو بھائی جیو صاحب اس پڑاؤ پر تشریف لائے، دو تین کوس بڑھ کر میں نے ان کا استقبال کیا اور شرف ملاقات سے بہرہ ور ہوا، ۳ اور ۴ تاریخ تک بھائی صاحب نے یہاں قیام فرمایا بڑے اخلاص اور محبت کی ملاقاتیں ہوئیں۔

چونکہ ہم دونوں بھائیوں کو آپ سے بہت زیادہ اخلاص ہے، ان ملاقاتوں میں آپ کی محبت اور خلوص کا ذکر آتا رہا ان ملاقاتوں میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ بھائی اورنگ زیب کو بھی آپ سے بہت زیادہ خلوص ہے۔ امید ہے کہ یہ دوستی اور یگانگت روز بروز اور بڑھتی رہے گی، اس خلوص و ارتباط کی مفصل حقیقت خسرو بیگ سے آپ کو معلوم ہوگی جو دو چار دن میں آپ کی خدمت میں روانہ ہونیوالا ہے۔

---

[1] دوسرے روز دھرمات کی مشہور لڑائی میں مراد اورنگ زیب کا ساتھ دیتا ہے اور فاروق بخشی کے توسط سے یہ خط شاہجہاں کی خدمت میں بھیجتا ہے تاکہ سہ باغباں راضی رہے، راضی رہے صیاد بھی — یہ دورنگی ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ محبت کو ہم پر ہمیشہ قائم رکھے

۱۵ ربیع الاوّل ۲۶ ج ۱۰۶۳ھ

(ج)

شہزادہ داراشکوہ کے نام

واہ، واہ ایسے خلف الصدق (سپوت) کے کیا کہنے جس نے ایسے عالی قدر باپ کو جس کی توجہ اور عنایت سے آج تم سلطنت کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہو، قید میں ڈال رکھا ہے اور اپنے بھائی کو جو جان کے برابر عزیز ہونا چاہیئے تھا تم نے اپنا جانی دشمن سمجھ رکھا ہے اور اس کی جان لینے کے درپے ہو اور چاہتے ہو کہ اس کو بے نام و نشان کر دو اور ظاہر یہ کرتے ہو کہ یہ سب کچھ والد محترم کی خدمت ہے (اور سعادت جاودانی کی علامات ان کو قرار دیا ہے) چونکہ والد محترم کا چھڑانا ہمارے ذمہ بہت ضروری اور اہم ہے اس لئے ہوش میں آجاؤ اور جنگ کے لئے تیار رہو ہم ابھی تمھارے مقابلے میں پہنچا چاہتے ہیں۔[1]

(د)

شہزادہ محمد شجاع بہادر کے نام

آپ کا یہ راسخ العقیدہ مخلص، آداب اخلاص و عقیدت بجا لا کر عرض کرتا ہے کہ دربار کی خبریں اور اہل دربار کی کوششیں جو اس بات کے چھپانے کے سلسلہ میں کی گئیں وہ اس قدر ظاہر ہو گئیں کہ اب ان کے اظہار کی ضرورت باقی نہیں ہے لہٰذا اب صرف اس خط پر اکتفا کرتے ہوئے جو اس سے قبل جلوداروں کے توسل سے ارسال کیا گیا تھا، ضروریات وقت کی تیاری اور ضروری سامان کی فراہمی میں مشغول ہوں۔ امیّد ہے کہ اس سفیر کو بہت جلد واضح جواب کے ساتھ رخصت فرمادینگے کہ اب توقع تو توقف و انتظار کا نہیں ہے۔

مہربان من! میں اپنے اخلاص اور آپ کی عنایت خاص اور اتحاد و اتفاق کی دوسری باتوں کے سلسلہ میں کیا عرض کروں، امیدوار ہوں کہ جلد ہی اس کا نتیجہ برآمد ہو جائے گا اور اہل عالم پر جو ہم چاہتے ہیں وہ بات ظاہر ہو جائے گی[2]

خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس مخلص نے جو کچھ آپ سے عہد و پیمان کیا تھا اس پر میں قائم اور

---

[1] دارا شکوہ سے جنگ کے لئے یہ عذر لنگ تراشا گیا ورنہ قید تو عالمگیر نے کیا نہ کہ دارا شکوہ نے

[2] اس اتحاد ثلاثہ کا مقصد یہ ہے کہ داراشکوہ کو راستہ سے ہٹا کر ملک پر قبضہ کر لیا جائے اور پھر حسب معاہدہ ملک کو تقسیم کر لیا جائے

ثابت ہوں اور اب دربار سے بالکل الگ ہو کر صرف آپ کے حکم اور اشارے کا منتظر ہوں، اب مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے جو کچھ طے کیا ہے وہ وہی ہے جو پہلے طے ہو چکا ہے یا اب اس میں کچھ تبدیلی آگئی ہے اگر پروگرام وہی ہے جو پہلے طے پا چکا ہے تو بتائیے کہ اب آپ نے تقاضائے وقت کے اعتبار سے کیا طے کیا ہے اب کب، کس طرح اور کس انداز سے اپنے مقام سے روانہ ہوں گے، آپ کی روانگی ابھی ہوگی یا چند روز کے بعد اگر آپ ابھی روانہ ہو رہے ہیں تو بسم اللہ کیجئے میں حاضر ہوں اور اگر روانگی چند روز کے بعد آپ نے قرار دی ہے تو اس توقف کا سبب کیا ہے، میرے خیال میں تو آپ کی روانگی کا مناسب وقت یہی ہے، مخالف کو سنبھلنے کا موقع دینا مناسب نہیں، ابھی تو اس نے کہیں بھی قدم نہیں جمائے ہیں، دُور و نزدیک کے شاہی لشکر دارا شکوہ کی فطری بدسلوکی کی بنا پر ابھی تذبذب میں ہیں (اس کے گرد جمع نہیں ہوئے ہیں) اور ان کی نظر دوسری طرف بھی لگی ہوئی ہے اور وہ جان و دل کے ساتھ اس کے شریک کار نہیں ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں یہ ارادہ (یعنی حملہ) چند روز کے لئے ملتوی کر دیا جائے تاکہ چند دن کے بعد غیر مطمئن شاہی لشکر کو ہم اپنی طرف کرلیں اور ہماری جو فوجیں منتشر ہیں وہ بھی سب یکجا ہو جائیں اور اس طرح ہم کو اور زیادہ تسلط کا موقع مل جائے۔

اگر اس لحاظ سے کہ ہم سب کی خواہش اور ہمارا مقصود یہ ہے کہ اس ملک میں دین محمدی رواج پائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے اس کا برباد کردینا (دارا شکوہ کا نیست و نابود کردینا) ہر وقت ہی ممکن ہے لیکن ظاہری حالات کے اعتبار سے اس وقت دارا شکوہ کا استیصال زیادہ قابو میں ہے۔ بہرحال آپ کا یہ مخلص آپ کی صوابدید اور آپ کے ارشاد سے کسی وقت باہر نہیں ہے۔ جیسی رائے ہو ویسا عمل کیا جائے۔

بہرحال اس وقت یہ تو بہت ضروری ہے کہ ہم تینوں (شجاع، مراد اور اورنگ زیب) اپنی اپنی جگہ سے اس طرح روانہ ہوں کہ ہر روز اور ہر منزل پر منزل مطلوب سے ہمارا فاصلہ برابر رہے اور ہم میں سے کوئی بھی راستہ طے کرنے میں سستی یا جلدی، کمی یا زیادتی نہ کرے بلکہ یکساں طریقے پر روانہ ہوں تاکہ ایک ہی دن ایک ہی وقت پر ہم تینوں سریلہ پہنچ جائیں۔

اگر آپ نے ایسا ہی طے کیا ہے تو پھر امیدوار ہوں کہ آپ اپنی روانگی کی تاریخ سے مطلع کریں گے کہ آپ دونوں حضرات میری بہ نسبت سریلہ سے بہت زیادہ دور دراز مقام پر ہیں، پھر آپ حضرات اس تاریخ روانگی اور وقت روانگی سے سرمو اختلاف نہ کریں تاکہ میں بھی اسی کے مطابق سریلہ کی طرف روانہ ہو جاؤں اور ہم سب ایک ہی وقت پر وہاں پہنچیں۔

دوسرے یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ بہت ممکن ہے کہ مخالف اپنی فریب کاری کی بنا پر نرمی اور تواضع کا طریقہ اختیار کرے اور اپنی برتری برقرار رکھنے کے لئے آپ کو کوئی ایسا خط لکھے تو آپ اس کے جواب میں کیا کہیں گے اور کیا لکھیں گے، آپ مجھے بھی اس سے آگاہ کریں اور بتائیں کہ وہ نوشتہ کس قسم کا ہوگا قدیم معمول اور دستور کے مطابق عرضداشت کے انداز میں آدابِ القاب کے ساتھ وہ جواب تحریر کریں گے یا کوئی اور روش اختیار فرمائیں گے، اس سلسلہ میں آپ جو کچھ رائے قائم فرمائیں گے اس مخلص کو بھی اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ اس کے مطابق میں بھی راہ عمل اختیار کروں ۔

ہماری تمام قراردادوں میں ایک یہ بات بھی طے پائی تھی کہ اگر مخالف ہم تینوں میں سے کسی ایک پر حملہ کرے تو باقی دو اپنے حلیف کی مدد کریں گے. اگر اتفاقاً ایسی ہی صورت ظہور میں آجائے تو آپ کی امداد کی صورت کیا ہوگی. آپ اتنے دور دراز مقام سے کس طرح پہنچ سکینگے (کہ آئیں اور مدد کریں)

دوسرے یہ کہ اہل وعیال کے سلسلہ میں کیا انتظام کیا جائے، ان کو کہاں رکھوں اور کتنی فوج کے ساتھ رکھوں، اس سلسلہ میں اگر کوئی بہترین قلعہ ہو سکتا ہے تو وہ اس مخلص کا قلعۂ جوناگڈھ کا قلعہ ہے، لیکن یہ قلعہ احمد آباد سے بہت دور ہے اگر بچوں کو وہاں بھیج دیا تو شہر کے لوگوں اور ملازمین میں ایک طرح کی بد دلی پیدا ہو جائے گی اور وہ لوگ مایوس و نا امید ہو جائیں گے، اب آپ مشورہ دیں کہ احمد آباد میں ان کو رکھوں یا نہیں ؟

یہ بھی فرمائیے کہ اس کے بعد نشست و برخاست کا طریقہ، سکّے وغیرہ اور دوسرے طریقے اسی طرح پر رہیں گے یا ان میں کچھ تبدیلی کی جائے گی ؟

علاوہ ازیں آجکل ایک بات یہ بھی بہت ضروری ہے کہ میرا ایک معتمد ملازم آپ کی خدمت میں موجود رہے جو میرے خطوط آپ کے حضور میں پیش کرے اور ان کے جوابات بھیجتا رہے. اسی طرح آپ کے ایک معتمد شخص کا میرے یہاں بھی رہنا ضروری ہے لیکن اس سے پہلے قاصدوں کے خطوط وغیرہ کے آنے جانے کا بندوبست کرلینا چاہیئے (کہ تمام راستے بند ہیں قاصد کس طرح آئیں گے، خطوط کو کس طرح چھپا کر لائیں گے) اس لئے کہ یہ لوگ عام راستوں سے نہیں آسکتے، اس مقصد کے لئے ہم لوگ ڈاک چوکیاں بھی نہیں بٹھا سکتے لہٰذا اس کی فکر پہلے کرنی چاہیئے تاکہ خطوط و مراسلات کے پہنچنے میں دیر نہ ہو اگر حیدرآباد کا راستہ کام میں لایا جائے تو بہتر ہے. چونکہ مخالف یہ چاہتا تھا کہ میرے اور بھائی اورنگزیب کے لوگوں کی آمد و رفت روک دی جائے چنانچہ اس نے سورت کے ناظمانِ فوجداری کو بڑی تاکید کے

ساتھ اس سلسلے میں متعدد بار لکھا تھا لیکن وہ خطوط میرے لوگوں کے ہاتھ لگ گئے۔ سورت بندر چونکہ صوبۂ گجرات کے مضافات میں شامل رہا ہے لہٰذا میں نے ایک مضبوط فوج اس کے فتح کرنے کے لئے بھیج دی ہے۔ فوج نے شہر سورت کو فتح کرلیا ہے، قلعہ کا محاصرہ کیا جاچکا ہے، مورچالیں نزدیک پہنچ گئی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ دو تین ہی دن میں قلعہ بھی فتح ہوجائے گا بلکہ جس روز میں یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں اسی دن قلعہ سورت قبضہ میں آگیا ہوگا۔ سایہ عاطفت ہمیشہ مبسوط رہے۔

(۲ / ۲۲۹)

آپ کا یہ صادق العقیدہ مخلص آداب خلوص و محبت کے بعد عرض کرتا ہے کہ اِن اطراف کی حقیقت حال میرے ان خطوط سے جو میں نے اب سے قبل متواتر آپ کو ارسال کئے ہیں آپ پر واضح ہوگئی ہوگی۔

خدا کا شکر و احسان ہے کہ بندر سورت اور شہر سورت پوری طرح فتح ہوگئے اور دکن کی سرحد تک تمام علاقہ میرے قبضے میں آگیا۔ آپ نے پٹنہ فتح کرلیا اور وہ تمام ملک آپ کے قبضے میں آگیا، بہت بہت مبارک ہو، کیا بتاؤں کہ یہ خبر سنکر کسقدر خوشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر روز ایسی ہی فتوحات سے ہمکنار فرمائے! امید کہ جس طرح آپ پٹنے کی طرف بڑھے ہیں اسی طرح روز بروز آگے بڑھتے رہیں گے اور اطراف و جوانب کو ظلم و تعدی سے پاک کرتے ہوئے اہم مقصود کی طرف رواں دواں رہیں گے۔

۱۲ جمادی الاولیٰ کو بھائی سلطان اورنگ زیب اورنگ آباد سے مالوہ روانہ ہوگئے ہیں ۲ ماہ جمادی الثانیہ کو جب بھائی جیو صاحب دریائے نربدا کے کنارے پہنچیں گے، میں بھی اس طرف روانہ ہوجاؤں گا، پوری پوری امیّد ہے کہ ہم تینوں مل کر دشمن کو جو وہاں تک آپہنچا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے مقابل سے ہٹا کر اکبر آباد روانہ ہوجائیں گے، مجھے پوری امید ہے کہ اس طرف سے آپ اور اس طرف سے ہم دونوں بھائی منزلِ مقصود پر پہنچکر دشمن کو جس طرح ہم چاہتے ہیں ٹھکانے لگا دینگے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کام جس طرح ہونا چاہیئے تھا اسی طرح ہوا ہے۔ آپ بھی ارادے کو پورا کریں اور راستہ میں دیر نہ لگائیں (کہیں قیام نہ کریں) چونکہ تمام واقعات تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ عرض کرچکا ہوں لہٰذا اب ان کی تکرار بے فائدہ ہے۔ اُمید ہے کہ میرے فرستادہ ملازمین کو جو اس سے قبل آپ کی خدمت میں پہنچ چکے ہیں آپ جلد واپس فرمادینگے

(۳ جمادی الثانیہ ۱۰۶۸ھ کو لکھا گیا)

(۳ / ۲۳۰)

مخلص مَن! مراسم اخلاص و عقیدت بجالانے کے بعد معروض ہوں کہ ۲ ماہ جمادی الاوّل کو طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے احمد آباد شہر سے روانہ ہوکر دشمنانِ دین و ملت کی بربادی کے لئے قدم بڑھایا

(دشمنوں کے مقابل میں صف آرا ہوا) اسی منزل پر جناب والا کا محبت نامہ موصول ہوا جس نے مجھے بہت سہارا دیا اور میری ہمت بڑھائی۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "تمام صوبہ بہار ہم نے فتح کرلیا ہے اور ہم اب پٹنہ سے آگے رَوانہ ہورہے ہیں، البتہ تم نے بہت دیر لگائی اور ہم کو اس تعویق کا سبب معلوم نہیں ہوا"۔

صاحب من! جب سے میں نے سورت فتح کیا ہے میں برابر مقصد کے حاصل کرنے کی فکر میں ہوں، بھائی اورنگ زیب صاحب کے ارشاد کے بموجب کہ اس سلسلہ میں عجلت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ سوچ سمجھکر قدم اٹھانا چاہیئے اس قدر تاخیر ہوئی ہے۔ چونکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے قریب ہیں اور ہمارے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے لہٰذا بھائی اورنگ زیب کے مشورے کے خلاف عمل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اَب جب کہ بھائی صاحب اورنگ آباد سے چل پڑے ہیں اور احتمال ہے کہ اب وہ مالوہ کی طرف روانہ ہوگئے ہوں گے، لہٰذا اب میں بھی یہاں سے روانہ ہورہا ہوں۔

یہ بات طے پائی ہے کہ اس طرف سے بھائی جیو (اورنگ زیب) اور ادھر سے میں اوجین پہنچ کر جسونت سنگھ کو جو وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اپنے راستے سے ہٹاکر اکبرآباد روانہ ہوجائیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کام سے فارغ ہوکر پھر اصل معاملے کی طرف رجوع ہوں گے۔

امید ہے کہ آپ بھی اپنے مقابل کی فوج کو شکست دے کر منزل مقصود سے بہت قریب آجائیں گے ہم دونوں بھائیوں کو آپ مقررہ جگہ پر پہنچا ہوا خیال کیجئے۔

ہمارے اور آپ کے مکتوبات بہت دیر میں پہنچتے ہیں، اس سلسلہ میں جسقدر کوشش بھی ممکن تھی کی جاچکی لیکن راستے کی دوری اور راستوں کی ناواقفیت کے باعث یہ مجبوری ہے کیا کیا جائے اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ (سنہ ۲۲ جلوس شاہجہانی۔ ۱۰۶۵ھ)

(۲۳۱)

یہ آرزومند مخلص آداب اخلاص پیش کرنے کے بعد گزارش کرتا ہے کہ جناب کا عنایت نامہ موصول ہوا، بہت مسرت ہوئی، خصوصاً یہ خط بہت ہی موقع پر آیا اور مجھے اس سے بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی بارگاہ الٰہی سے امید ہے کہ ہماری یہ مہم ضرور نتیجہ بخش ثابت ہوگی۔

میں ۲ جمادی الاخریٰ کو احمدآباد سے روانہ ہوکر منزل مقصود کی طرف گامزن ہوں، انشاءاللہ تعالیٰ بھائی اورنگ زیب کے ساتھ ہوکر ملحد (داراشکوہ) کی اس فوج کے جو آجکل اُجین میں موجود ہے، جلد ہی مزاج درست کردیئے جائیں گے اور اسے پیچھے ڈھکیل کر اسی راستے سے اکبرآباد روانہ ہوجائیں گے لیکن آپ کو بھی اس فوج سے اچھی طرح نپٹ لینا چاہیئے اور اس مہم سے فارغ ہوکر آپ منزل مقررہ کی طرف روانہ

ہوجائیں۔ اس وقت آپ جہاں موجود ہیں وہاں سے اکبرآباد تک اس قدر فاصلہ نہیں ہے کہ آپ ہمارے حملہ کے وقت تک وہاں نہ پہنچ سکیں، پس جس وقت آپ مقام معینہ کے اطراف میں پہنچ جائیں گے میں بھی بہرصورت وہاں پہنچ جاؤں گا۔

(بتاریخ ۱۹ رجمادی الاخریٰ مقام مندسور سے ارسال کیا گیا)

(۵/۲۳۲)

مخلص سراپا شوق، آداب خلوص بجالانے کے بعد گزارش کرتا ہے کہ آپ کا گرامی نامہ مجھے اس وقت موصول ہوا جب کہ میں احمدآباد سے نکل کر اکبرآباد روانہ ہوچکا تھا، آپ کے گرامی نامہ کے ورود کو میں نے فتح کا شگون سمجھا، اب جب کہ آپ نے تمام صوبۂ بہار فتح کرلیا ہے اور آپ نے تمام صوبے پر قبضہ کرلیا ہے اور دین و دنیا کے دشمن (داراشکوہ) کی فوج کو پوری قوت سے نیست و نابود کرنے میں مصروف ہیں، یہ معلوم ہوکر بڑی مسرت ہوئی اور آپ کے بہی خواہوں کے لئے یہ خبر تقویت کا باعث ہوئی، مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ اب تک جیسا کہ عام طور مشہور ہے آپ نے دشمن کی فوجوں کو شکست فاش دیدی ہوگی اور فتح و نصرت کے ساتھ اکبرآباد روانہ ہوچکے ہوں گے۔

میرا یہاں سے کوچ کرنا خلاف واقعہ ہے اور ابھی تک ٹھہرے رہنے کا باعث سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ جب آپ اُدھر روانہ ہوں گے تو میں بھی اِدھر سے روانہ ہوجاؤں گا، اب انشاءاللہ بہت جلد آپ مجھے اکبرآباد پہنچا ہوا سمجھیں۔

ہمارے مقابلے میں دشمن کی جو فوجیں پڑی ہوئی تھیں ان کے واپس ہوجانے کا قصہ آپ کو اپنے سفیر کے معروضہ سے معلوم ہوگیا ہوگا۔

(۶/۲۳۳)

یہ مخلص سراپا شوق مراسم عقیدت بجالانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ جو آپ نے ۲۲ر ربیع الاوّل کو تحریر فرمایا تھا شنبہ کے روز ۱۸ رجمادی الآخر کو جو ہمارے آپ کے باہمی عہد و پیمان کے مطابق، اس ملحد و بے دین کے قلع و قمع کے لئے مالوہ سے اکبرآباد روانہ ہونے کا دن تھا (چنانچہ میں مالوہ کے راستے سے اکبرآباد روانہ ہوگیا) موصول ہوا۔ درستی عہد و پیمان سے دل کو مزید اطمینان حاصل ہوا۔ آپ ہماری طرف سے بالکل مطمئن رہیں یعنی قرارداد کے بموجب وہ پہلا شخص جو اس ملحد اور بے دین سے ٹکرلے گا۔ وہ آپ کا یہی مخلص بھائی ہوگا۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر بندرسورت کے قلعہ اور اس کے تمام مضافات و ملحقات کو فتح کرکے اور صوبۂ گجرات کا حسب قرارداد بندوبست کرکے میں اکبرآباد کی طرف روانہ ہوچکا ہوں،

چونکہ اس ملحد (داراشکوہ) کی فرستادہ فوجیں یعنی جسونت سنگھ اور اس کے ساتھ دوسرے امراء کی افواج اجین میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور والا قدر بھائی اورنگ زیب بہادر کی یہ رائے ہے کہ راستے سے پہلے ان افواج کو ہٹا دیا جائے تب آگے بڑھا جائے لہٰذا اس پروگرام کے مطابق احمد آباد سے میں نے اجین کا راستہ اختیار کیا چنانچہ اس پیشقدمی میں جاگیر مالوہ کے اکثر قلعے جو سرراہ واقع تھے، میں نے فتح کر لئے ہیں۔ انشاءاللہ ان پانچ چھ دن میں اس ملحد (داراشکوہ) کے وفادار راجہ جسونت سنگھ کے مزاج درست کر کے اور اس کو ٹھکانے لگا کے اکبرآباد روانہ ہو جاؤں گا۔ امید ہے کہ جناب والا بھی جہاں تک پہنچ چکے ہیں وہاں سے تیزی کے ساتھ حصول مقصد کے لئے آگے بڑھیں گے آپ کا یہ مخلص بھی عنقریب جلد وہاں پہنچ جائے گا باقی باتیں آپ کو میرے پچھلے مراسلات سے معلوم ہو گئی ہوں گی۔

(۲۳۴)

آپ کا مخلص سراپا آرزو، آداب اخلاص بجالانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ روز دوشنبہ ۱۱ رجب المرجب دوحد کے پڑاؤ پر عین انتظار کے عالم میں جناب والا کا عنایت نامہ موصول ہوا، اطمینان قلب حاصل ہوا۔ فتح ظفراثر کی تفصیل ہرکاروں کی زبانی معلوم ہو کر مسرت کا باعث ہوئی۔ اعلحضرت (شاہجہاں) کی موت کے واقعہ اور سانحہ کو بہت عرصہ ہوا کہ میں تحقیق کر چکا ہوں اور مجھے ان کی وفات کا یقین ہو چکا ہے لیکن بھائی اورنگ زیب کو اس سلسلے میں اب تک تردد ہے۔

اس مخلص نے عہد و پیمان کے بموجب اور ایک دوسرے سے قریب ہونے کے باعث بہت سے مسائل ان کے سامنے رکھ دیئے ہیں، روانگی، قیام اور دوسرے امور تمام تر ان کے اشارے پر چھوڑ دیئے ہیں۔ جیسا وہ کہیں گے کیا جائے گا، چنانچہ طرفین میں یہ بات طے پائی ہے کہ بھائی اورنگ زیب برہان پور سے اور میں احمد آباد سے ایک ہی تاریخ کو ایک ہی دن (یعنی ۲ جمادی الاخریٰ) اپنے اپنے مقام سے روانہ ہوں گے اور پھر دونوں ایک ساتھ مالوہ پہنچیں گے اور ملحد داراشکوہ کی فوجوں کو اپنے مقابل سے ہٹا کر اکبرآباد روانہ ہو جائیں گے چنانچہ میں مقررہ تاریخ پر روانہ ہو کر مالوہ کے حدود میں داخل ہو گیا لیکن بھائی اورنگ زیب کا کچھ پتہ نہیں ہے، مجھے خبر نہیں کہ وہ برہان پور سے روانہ ہوئے ہیں یا کوئی رکاوٹ پیش آگئی، بہرنوع چونکہ دشمن سامنے ہے اس لئے اس وقت سوچ بچار مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضرت رسالت پناہ کی امداد سے مجھے امید ہے کہ میں ان دو تین دنوں میں تنہا ہی ان کافروں اور فاجروں کے لشکر کو پوری پوری شکست دے دوں گا اور کامیاب کامراں ہو کر مالوہ پر قبضہ کر لوں گا، اس مہم سے فارغ ہو جانے کے بعد جیسی خبر بھی آپ کی طرف سے ملے گی اس کے مطابق

عمل کروں گا۔ (۲۵ رجب لمرجب کو تحریر کیا گیا)

(۸/۲۳۵)

آپ کا مخلص آداب خلاص کے بعد گزارش کرتا ہے کہ آپ کو احمد آباد سے میری اور بھائی اورنگ زیب کی برہان پور سے روانگی کی اطلاع میرے پچھلے مکتوب سے مل گئی ہوگی، اس کے بعد جو کچھ واقعہ ہوا اس کی حقیقت یہ ہے کہ بروز پنجشنبہ یکم ماہ رجب کو میں دیبالپور میں بھائی اورنگ زیب سے جا ملا، ہم دونوں کی ملاقات ہوئی۔ جسونت سنگھ تیس ہزار سواروں کے ساتھ جن میں اچھوت، سادات، افغان اور مغل شامل تھے، بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ اُجین سے ہماری طرف بڑھا، وہاں سے دو تین کوس پر اس جگہ پر جس کے چاروں طرف جمجہ تھا دائرے کی شکل میں صف آرا ہو کر بیٹھ گیا، جمعہ کے دن ہم نے بھی اپنی صفوں کو درست کیا اور اللہ کی عنایت اور حضرت رسالت پناہ اور صحابہ کرامؓ و آلِ محمد کی امداد پر تکیہ کر کے میسرہ پر میری فوجیں اور میمنہ پر بھائی اورنگ زیب کی سپاہ نے صف آرا ہو کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ ہماری توپوں نے دشمن پر شدید گولہ باری کی اور بان چلائے، جاں نثار بندوں نے گھوڑے دشمن کی صفوں میں ڈال ہوئے، شدید جدال و قتال ہوا، دونوں طرف کی فوجوں نے اپنی اپنی جاں بازی کے جوہر دکھائے، آخر کار ہم کو فتح نصیب ہوئی، راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں ادھ موئے ہو کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے، مکند سنگھ باڈا، افتخار خاں، یالداس بھالہ، رتن راٹھور اور ارجن گور وغیرہ مارے گئے، مقتولین کی مکمل فہرست اس کے بعد ارسال کروں گا۔ دیبی سنگھ بوندیلہ نے امان طلب کی اور وہ ہمارے امراء میں داخل ہو گیا۔ تقریباً پانچ چھ ہزار افراد قتل ہوئے، دشمن کا خزانہ، ہاتھی گھوڑے، خیمہ اور توپخانہ ہمارے ہاتھ آیا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ایسی فتح کہ اس سو سال میں کسی کو میسر نہیں آئی، ہم کو حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا شکر (جو ہمارے شامل حال ہوئی) ادا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد یہاں سے سیدھے اکبر آباد اور وہاں سے دہلی جانے کا قصد ہے، آپ کو بھی جلد روانہ ہو جانا چاہیے تاکہ ہم تینوں مل کر اس ملحد (داراشکوہ) کا قلع قمع کر دیں۔

(۹/۲۳۶)

آپ کا راسخ العقیدہ مخلص مراسم اخلاص بجالانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ فرمان عالی جو ایک مدت کے بعد آپ نے میرے نام ارسال فرمایا تھا، وصول ہوا، بڑی مسرت حاصل ہوئی، آپ نے اپنی روانگی اور مونگیر تک پہنچ جانے کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس سے بہت خوشی ہوئی، میں اس سے قبل بھائی اورنگ زیب کے ساتھ ہو کر ملحد کی فوجوں سے مقابلہ اور اس پر فتح پانے اور اکبر آباد کو فتح کرنے کی تفصیل آپ کو لکھ چکا۔

ہوں اس لئے دوبارہ آپ کو تحریر نہیں کیا، یقین ہے کہ وہ مکتوب آپ کے ملاحظے سے گزرا ہوگا۔

اس ماہ کی بیس تاریخ کو ہم اکبرآباد میں داخل ہوئے اور اس ملحد و بے دین (داراشکوہ) کی حویلی میں ہم نے قیام کیا، میں لوگوں کے اژدھام اور لشکر کو آرام پہنچانے کی غرض سے شہر میں داخل نہیں ہوا اور باغ دیرہ میں قیام کیا، اس مژدہ فتح کو سنکر آپ نے جو کچھ طے فرمایا ہو امید ہے کہ اس سے اس مخلص کو آگاہ فرمائیں گے تاکہ آپ کے پروگرام سے آگاہی حاصل ہوجائے۔

(۱۷)

شہزادہ اورنگ زیب بہادر کے نام

(۱/۲۳۷)

آپ کا راسخ العقیدہ مخلص آداب خلاص بجالاکر عرض پرداز ہے کہ جب سے میں نے اعلحضرت کی علالت کی خبر وحشت اثر سنی ہے، اس قدر پریشان اور غمگین ہوں کہ بیان نہیں ہوسکتا، سوائے دعائے صحت کے اور کچھ علاج مجھ سے ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری دعائے سحری اور نیم شبی کو قبول فرمائے تاکہ اعلحضرت کی صحت سے دنیا کو امن وامان اور راحت وسکون میسر آئے

جناب والا! چونکہ اس وقت بعض باتوں کا دریافت کرنا بہت ضروری ہے اور باہمی اتحاد و یکجہتی کے لئے ناگزیر ہے لہٰذا اپنے معتمد اور مزاج داں محمد رضا کو تنہا ہی آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے جو کچھ ضروری تھا اس سے کہہ دیا ہے امید ہے کہ وہ خلوت خاص میں آپ سے عرض کرے گا۔ آنجناب مصلحت وقت کو سامنے رکھکر بہت ہی جلد جواب سے سرفراز فرمائینگے اور اس کو جلد واپس ہونے کی اجازت مرحمت فرمادینگے تاکہ میں آپ کے ارشاد کے بموجب عمل کروں اور آئندہ کے لئے آپ کے اشارے کا منتظر رہوں۔ چونکہ حامل عریضہ بہت مخلص، معتمد اور مزاج داں ہے لہٰذا میں نے جو کچھ کہنا تھا زبانی کہہ دیا ہے لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ سایہ عاطفت دراز ہو!!

(۲/۲۳۸)

آپ کا یہ مخلص سراپا شوق آداب اخلاص کی گزارش کے بعد عرض کرتا ہے کہ دربار معلیٰ کے وکیل کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ بیجاپور کی مہم صلح پر ختم ہوگئی اور ایک کروڑ روپیہ عادل خاں پر بطور نذرانہ مقرر کردیا گیا۔ میں یہ سن کر بہت ہی خوش ہوا کہ آپ اب بیجاپور کی مہم سے فارغ ہوکر قرب وجوار کی ریاستوں کی مہمات پر تشریف لیجائیں گے۔

مہربان من! میں تازہ خبروں کے بارے میں کیا لکھوں، اس بدامنی اور بدنظمی کے زمانے میں مجھے امید تھی کہ آپ نے وقت کے اقتضا اور زمانے کے نئے حالات کے پیش نظر جو پروگرام مرتب کیا ہوگا مجھے اس سے مطلع فرمائیں گے اور مجھے جو کچھ کرنا چاہیئے اس کے بارے میں مجھے اشارہ فرمائیں گے۔ یقین ہے کہ کثرت کار اور مہم تازہ کی مصروفیات کے باعث آپ نے اپنی نوازشوں سے چندے مجھے محروم رکھا ورنہ ایسے وقت پر تو یاد آوری میں تساہل کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

ہرچند کہ ابھی تک کوئی ایسی بات جو اعتماد کے لائق ہو سننے میں نہیں آئی لیکن مختصراً ایسا سنا ہے کہ دارا شکوہ نے جو ابھی تک پورا پورا تسلط حاصل نہیں کر سکے تھے، اب حضور والا کے تمام معاملات پر پورا پورا تسلط اور اقتدار حاصل کرلیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں کے حالات قرار واقعی طور پر معلوم نہیں ہوتے ہیں، وہ مکتوبات جو برادر والا قدر شاہ شجاع بہادر کے وکیل کو اور میرے وکیل (سفیر) کو دیئے گئے تھے، کسی نے ان مکتوبات سے تعرض نہیں کیا، اس بات کی دلیل ہے کہ وکیل (سفیر) نے جس مکتوب کی نقل ارسال کی ہے وہ نقل مطابق اصل ہے اور اس کو بجنسہ ارسال کر دیا گیا ہے۔

چونکہ ایک دوسرے کو خبر بھیجنا اور خبر معلوم کرنا باہمی عہد پیمان کا ایک ضروری جزو ہے دربار کے بارے میں یا بھائی شاہ شجاع کے بارے میں جو کچھ آپ کو معلوم ہو اس سے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ اس کے مطابق میں اپنے آپ کو تیار کروں، میں نے اس خط کے ارسال کرنے کے بعد ہی اپنے ایک معتمد خاص اور ذی فہم ملازم کو آپ کے پاس روانہ کیا ہے تاکہ تمام باتیں مفصل طور پر آپ کے گوش گزار کردے۔

دو کلمے مختصر طور پر اس مضمون کے میں نے بھائی شجاع بہادر کو بھی لکھ کر آپ کے دربار کے جلوداروں کے ذریعے ارسال کئے ہیں، آپ ان جلوداروں کو بنگال جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں آپ متصدیوں کو حکم دے دیں کہ وہ ان جلوداروں کو دستک[1] دیدیں تاکہ وہ بغیر کسی مزاحمت کے بنگال تک پہنچ جائیں۔

(۲۱ محرم الحرام ۱۳۱ جلوس ۱۰۶۸ھ کو تحریر کیا گیا)

(۳/۲۲۹)

برادر گرامی! مراسم نیازمندی پیش کرنے کے بعد عرض پرداز ہوں کہ بھائی صاحب کو جس سانحۂ[2] عظیم کو برداشت کرنا پڑا اس کے بارے میں کیا تحریر کروں اگر اس سلسلے میں تھوڑا سا بھی تحریر کردوں تو آپ کو پھر یہ غم تازہ ہوجائے گا ایسی صورت میں بہترین عمل اور بہترین قول وہی اہل زمانہ کا طریقہ اور ان کا مقولہ ہے کہ رضائے الٰہی پر راضی اور صبر و شکر سے کام لینا چاہیئے کہ اس کے خلاف اگر کچھ کیا جائے گا

[1] مُہر کیا ہوا حکم نامہ۔ پروانہ راہداری بھی ہوسکتا ہے۔ [2] اورنگ زیب کی حرم محترم کے انتقال پر لکھا گیا۔

تو وہ خداوند عالم کی رضا کے خلاف ہے، چونکہ آپ اپنے پرانے مرض میں خود مبتلا تھے اور اسی وجہ سے آپ سے اب تک یہ خبر وحشت اثر چھپائی گئی کہ کہیں یہ خبر سُن کر آپ کے مرض میں ترقی نہ ہو جائے لہٰذا اس وجہ سے میں نے بھی آپ کو اب تک اس بارے میں کچھ نہیں لکھا (تعزیت نہیں کی) اب آپ سے اس بارے میں کچھ عرض کرنا پڑا (کہ یہ خبر آپ کو مل چکی ہے) میں جانتا ہوں کہ یہ خبر سن کر آپ کو کسقدر تکلیف ہوئی ہوگی اور آپ کی جان کے لالے پڑ گئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ محافظ و نگہبان ہے، آخر صبر کے سوا کیا کیا جائے

(بست و دوم رجب کو تحریر کیا گیا)

(۴۴)

مخلص سراپا شوق، آداب مخلصانہ بجا لانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ اگرچہ ایک عرصہ سے دربار شاہی کے نئے رنگ ڈھنگ دیکھتے ہوئے اور ملکی معاملات کی بدنظمی کے باعث اعلیٰحضرت کی موت[1] کے بارے میں کسی تردد اور شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں ہے لیکن ابھی ابھی مہاجنوں کے مراسلات اور میرے معتمد لوگوں کے نوشتہ جات سے (جن کو میں نے حقیقت حال قرار واقعی طور پر مطلع ہونے کے لئے وہاں بھیجا تھا) مجھے اس کا یقین ہو گیا (کہ شاہجہاں انتقال فرما چکے) لیکن دارا شکوہ نے ہم تینوں بھائیوں کے اتحاد کو اپنی شکست کا بڑا اہم سبب سمجھتے ہوئے خصوصاً جب کہ ہم دو بھائی اس سے بالکل قریب ہیں اور اس وجہ سے اور بھی کہ بندر سورت کا سنبھالنا اس کے لئے بہت دشوار بلکہ محال بن گیا ہے، کچھ دن اور اسی چھپی رہنے والی بات کو چھپا رکھا ہے، اب وہ قرب جوار کے علاقوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلے گا اور اس بات کی ہر ممکن کوشش کریگا کہ صوبہ (گجرات) مجھ سے چھین لے چنانچہ اس بارے میں وہ بہت سی من گھڑت باتیں بنائے گا اور طرح طرح کی افواہیں پھیلائے گا، چنانچہ یہی دیکھئے کہ جس روز میں آپ کو یہ عریضہ تحریر کر رہا تھا یہ خبر ملی کہ خلیل اللہ خاں کو تحریر کیا ہے کہ "اگر تم چاہو تو صوبہ احمد آباد ہم تم کو دے دیں، نیز ہم تمہارے بھائیوں اور بیٹوں اور بھتیجوں کے مناصب میں بھی زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے کے لئے تیار ہیں اور ہمارے اُمراء میں سے تم جن کو چاہو ہم ان کو تمہارے ساتھ کر دیں اور اس کے سوا بھی ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار رہیں "

میں یہ خبر سننے کے بعد اپنی تیاری میں مصروف ہوں، یہ بات معلوم ہو جائے کہ دارا شکوہ نے کس امیر کو ادھر بھیجا ہے تو میں آگے بڑھ کر اس سے نپٹ لوں، اگر آپ بھی اُدھر سے روانہ ہو جائیں

---

[1] شاہجہاں کی موت کو دونوں شاہزادوں (اورنگ زیب اور مراد بخش) نے واقعہ ناگزیر کہکر جو اہمیت دی ہے اور جس غم کا اظہار کیا ہے وہ اس سے صاف ظاہر ہے۔

تو بہتر ہے ورنہ میں خود اکیلا ہی اس سے دو دو ہاتھ کر لوں گا، اب میں کسی طرح بھی کام میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔ ان باتوں کے علاوہ ابھی تو وہ اعلحضرت کی موت کی خبر چھپا کر یہ چال بھی چلے گا کہ مونگیر بھائی شجاع سے، صوبہ برار آپ سے اور جاگیر مالوہ مجھ سے واپس لینے کی خبر اڑائے گا اور خود ان پر قابض ہونے کی فکر کرے گا، اور ان باتوں کو اعلحضرت سے منسوب کر کے فرامین حسب الحکم یا تو وہ جہاں آرا بیگم سے لکھوالے گا یا جعفر خاں سے لکھوا کر جا بجا بھجوا دیگا، اور اگر اب تک نہیں بھیجے ہیں تو بھجوا دے گا۔

چونکہ مالوہ احمد آباد سے کافی دور ہے، یہ ممکن ہے کہ وہ مالوہ کی جاگیر پر قبضہ کرلے اس لئے کہ میں اس وقت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف متوجہ ہونے اور لشکر کو تتر بتر کرنا خلاف مصلحت سمجھتا ہوں لیکن اس نے جو مینگرا اور برار پر قبضہ کرنے کا خیال کیا ہے اور یہ دونوں صوبے آپ حضرات سے متعلق ہیں اس لئے ان پر قابض ہو جانا ایک خام خیالی ہے۔

جناب من! میں نے اس سے قبل عرض کیا تھا کہ وکیل (سفیر) کے مکتوب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ دشمن ابھی بھائیوں سے الجھنے کا خیال نہیں رکھتا ہے بلکہ نرمی اور بھائی چارے کے ساتھ اپنی بزرگی اور بڑے پن کا تحفظ کرے گا لیکن اس پر کچھ زیادہ یقین نہیں کیا جا سکتا، ان دنوں اس نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ اپنے بڑے بیٹے (سلیمان شکوہ) کو میرزا، راجہ جے سنگھ اور چند دوسرے امیروں کے ساتھ دکن کی جانب بھیج رہا ہے اور صلابت خاں، قاسم خاں وغیرہ کو احمد آباد کے لئے مقرر کیا ہے، اگر یہ بات سچ ہے تو قرین مصلحت اور اطمینان خاطر کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے ان امرا کو اپنی سرحدوں میں داخل نہ ہونے دیا جائے بلکہ آگے بڑھ کر ان ہی کے علاقوں میں ان کو منھ توڑ جواب دیا جائے، میں نے ہر حال اور ہر صورت میں یہ طے کر لیا ہے کہ ایسا ہی کروں گا چنانچہ میں اس کا بندوبست کر رہا ہوں صرف آپ کی رائے کا کہ آپ میرے پیشوا اور رہنما ہیں انتظار ہے، امید ہے کہ رائے والا سے آگاہ فرمائیں گے۔

جناب من! آجکل وکلا، کے مراسلات پر قطعی یقین نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ در پردہ محکوم اور مقید ہیں، اپنے کام کے لئے خود ہاتھ پیر مارنا چاہیئے۔

(۲۳ صفر سنہ ۳۱ جلوس ۱۰۶۸ھ کو لکھا گیا)

(۵/۲۴۱)

آپ کا یہ عقیدت کیش مخلص آداب خلوص بجالانے کے بعد عرض کرتا ہے کہ دربار والا کے تازہ واقعات کے بارے میں کیا لکھوں کہ میں جو کچھ لکھوں گا اس سے زیادہ آپ کو معلوم ہوگا، خلاصہ احوال یہ ہے کہ

اگرچہ دشمن نے مراسلات کے آنے جانے کے راستے روک دیئے ہیں اور وہ اِس بات کا موقع نہیں دے رہا ہے کہ کوئی واقعی اور حقیقی خبر باہر پہنچ سکے، اور کسی ایک کو بھی حقیقت کا پتہ چل سکے، لیکن میں یقین کے ساتھ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ دشمن کو جو اختیارات حاصل نہیں تھے وہ حاصل ہو چکے ہیں اور حضور مقدس (دربار شاہی) کا تمام نظم و نسق اس کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ وہ احکام جو آپ کے اور میرے سفیروں کو دیئے گئے ہیں کہ "کوئی ان کے مراسلات کو راستے میں نہ روکے"، اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اس کو پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا ہے، اگر اس سلسلے میں جنابِ عالی کو کچھ معلوم ہو تو اس سے مطلع فرمائیں اور اس سلسلے میں آپ نے جو کچھ سوچا ہو اور جو کچھ فکر کی ہو اور جو کچھ قرارداد ہو اس سے بھی آگاہی بخشیں تاکہ میں اسی کے مطابق عمل کروں۔

چونکہ ہمارا آپس میں یہ قول و قرار ہو چکا ہے کہ "جب تک ہم تینوں بھائی کسی بات پر متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے"، اس لئے اپنے ارادوں اور تدبیروں سے جلد سے جلد آگاہ کرنا ایک دوسرے کے لئے تقاضائے وقت بھی ہے اور شرطِ اتحاد بھی!! اس سلسلہ میں آپ کا یہ مخلص کیا عرض کرے کہ میرے ارادے اور میری تدابیر تو آپ ہی کے ارادوں اور تدابیر کی تابع ہیں، جیسا آپ حکم دینگے ویسا ہی کروں گا۔ یقین کامل ہے کہ آپ نے اب تک اس معاملے میں جو کچھ طے کیا ہے وہ لکھ کر مجھے روانہ فرما دیا ہوگا، چونکہ راستے ٹھیک نہیں ہیں لہٰذا اس کام کے لئے ہوشمند معتمد کو بھیجنا ضروری ہے، اس کے چند روز کے بعد انشاء اللہ اسی راستے سے جس راستے سے آپ کے جلودار گئے ہیں میں بھی اپنے ایک معتمد کو بھیجوں گا اور تمام تفصیلات و حقائق سے آپ کو مطلع کروں گا۔

اُمید ہے کہ اس عریضہ کا جواب جلد مرحمت فرمائیں گے۔ (مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ ۳ جلوس)

(۲۴۲/۶)

مہربانِ من! مراسم اخلاص کے بعد معروض ہے کہ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا، آپ نے بندر سورت کے محاصرہ کی کیفیت اور توقف کی وجہ دریافت فرمائی ہے، محض لوگوں کے بچاؤ کی خاطر یکبارگی حملہ نہیں کیا گیا ورنہ پہلے دن ہی اس کو فتح کر لیا جاتا، تمام تر دارو مدار دمدموں پر ہے، اب یہ مورچے بھی خندقوں سے آگے بڑھکر قلعہ تک پہنچ گئے ہیں، چونکہ قلعہ بہت ہی مضبوط تھا لہٰذا ان چند دنوں میں جب کہ میں محض خبروں کے انتظار میں رہا، محصورین نے بہت زیادہ سامان فراہم کر لیا اور جگہ جگہ سے قلعہ کو بھی مضبوط بنا لیا اس لئے کچھ دنوں کی دیر ہو گئی، اب معاملہ بہت قریب آ گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی فتح کر لیا جائے گا۔ آپ خاطر جمع رکھیں۔

جیساکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ملحد کا بیٹا فوج کے ساتھ پٹنہ کی طرف بڑھ رہا ہے، ایسا ہی میرے وکیل نے بھی لکھا ہے، اس کے کئے جو کچھ ہو جائے کرے، اور جلد ہی کرے، ہمارے لئے وہ بہتر ہی ہے۔

اس موقع پر اگر آپ دکن سے اور میں ادھر سے آگے بڑھتے تو اس کو ہم تذبذب میں ڈال دیتے لیکن جو کچھ طے ہو چکا ہے وہی مناسب ہے، سوائے آپ کی اجازت کے میرے آگے بڑھنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے بہرحال ہر معاملے میں آپ کے مشورے اور رائے کی پیروی میرے لئے ضروری ہے، بنگالہ سے جو مکتوبات پہنچے ہیں اُن کے مطالعہ سے دل کو اطمینان ہوا کہ ادھر کی خبروں کے نہ ملنے سے دل کو بہت فکر تھی، بارگاہ الٰہی سے امید ہے کہ جس طرح معاہدہ باہمی کی ابتداء تینوں طرف سے بیک وقت ہوئی اسی طرح ہم تینوں یک ہی طرح سے انجام کار پر بھی پہنچیں گے اور نتیجہ ہمارے حسب منشا ہوگا۔

جناب والا اورنگ آباد سے برہان پور اور برہان پور سے مالوہ جس قدر جلد روانہ ہو جائیں اتنا ہی اچھا اور تقاضائے وقت کے مطابق ہے۔ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوتے ہی پانچ ہزار مسلح سپاہیوں کو حکم دے دیا گیا کہ جاکر دانتی وارہ کی وادی میں جم جائیں کہ جب اس فوج کے پہنچنے کی خبر دشمن کو ملیگی تو ضرور بدحواس ہوگا، سورت فتح کرنے کے بعد کہ اب فتح ہوا ہی چاہتا ہے میں خود بھی وہاں پہنچکر آپ کے حکم کا انتظار کروں گا۔ احمد آباد سے دکن تک دو دو کوس کے فاصلے پر میں نے دو دو نفر کی ڈاک چوکی بٹھادی ہے، اب اس کے بعد دونوں جانب سے بغیر کسی توقف کے ڈاک پہنچتی رہے گی۔ میں اپنا مستقل وکیل بھی اس خط کے ساتھ آپ کی خدمت (دربار) میں بھیج رہا ہوں۔

چونکہ مجھے یقین ہے کہ ایرانی بغیر کسی وجہ اور سبب کے فوج کشی کر ینگے اور پچھلی شکست کا بدلہ لینگے اس لئے کسی بیچینی کا اِدھر سے اظہار مناسب نہیں ہے اور نہ پہل کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ غیب سے نمایاں امداد حاصل ہوگی، کمر ہمت کس لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شفقت کا سایہ ہمیشہ رکھے۔

اس مکتوب کی تحریر کے بعد لشکر سورت کے امرأ کے مراسلات موصول ہوئے، تحریر ہے کہ یکشنبہ ۲۴ ربیع الاوّل کو سرنگوں میں آگ دیدی گئی اور چالیس گز شیر حاجی کی دیوار کہ قلعہ کی مضبوطی کا انحصار اسی پر تھا، بھک سے اڑگئی اور شیر حاجی پر قبضہ کر لیا گیا، یقین ہے کہ آج کے دن کہ ۲۷ ربیع الاول ہے، قلعہ کی گڑھی پر قبضہ ہوگیا ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ ادھر سے بھی اطمینان حاصل ہوگیا۔

(۲۴۳)

آداب خلوص کی ادائیگی کے بعد آپ کا یہ مخلص عرض پرداز ہے کہ روح اللہ یہاں پہنچا اور جو کچھ آپ

نے اس سے زبانی ارشاد فرمایا تھا اور جو کچھ تحریری طور پر اس کے حوالہ کیا تھا، وہ اس نے پہنچا دیا، مجھ مخلص کے دل کو آپ کی اس مہربانی سے بہت فرحت حاصل ہوئی، میں نے تمام دریافت طلب امور کے جوابات بڑی تفصیل سے خدمت گرامی میں ارسال کر دیئے ہیں، ان میں سے بعض باتیں جواب طلب ہیں امید کہ آپ ان کا جواب جلد ہی تحریر فرمائیں گے۔

آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ "ہم کو ابھی تک شاہجہاں کی وفات کی خبر نہیں ملی ہے بلکہ اس کے برخلاف سُنا ہے کہ صحت یاب ہو رہے ہیں لہٰذا اپنی جگہ سے حرکت کرنا اور بعض تدابیر کا اختیار کرنا مناسب نہیں ہے، اگر تم بھی پوری تحقیق کے بعد اپنی فوجوں کو سورت بھیجتے اور اس کام میں عجلت نہ کرتے تو بہتر ہوتا"

جناب والا! وکیل کے خطوط پر نظر رکھتے ہوئے تو مجھے ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا لیکن جناب اس زمانے میں ان سفیروں کا کچھ اعتبار نہیں کہ جاسوسوں کے بیان سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ ماہ ذی الحجہ کے وسط میں حضرت کا وقت مقررہ آ گیا (شاہجہاں کا انتقال ہو گیا)۔ میرے اور آپ کے سفیر حقیقت میں نظر بند ہیں اس لئے کہ اس بے دین (داراشکوہ) نے ایک جماعت کو ان کے پیچھے لگا رکھا ہے کہ سفر ہو یا قیام وہ لوگ ان کے چاروں طرف لگے رہیں اور یہ بات مقرر کر دی ہے کہ واقعات کو جس طرح میر صالح (روشن قلم منشی کا بھائی) بتائے وہ لوگ ہم کو تحریر کریں (یعنی ہمارے سفراء اپنی مرضی سے کچھ نہیں لکھ سکتے۔ جو کچھ میر صالح لکھواتا ہے وہ لکھ دیتے ہیں۔

اس ملحد نے خود بھی اعلیٰحضرت کے خط کی روش کو کمال کی حد تک اپنا لیا ہے، وہ فرامین پر خود دستخط (شاہجہاں کے نام سے) کرتا ہے، چنانچہ ایک ایسا ہی فرمان (جعلی دستخطوں کا) ابھی ابھی حال ہی میں مجھے ملا ہے۔

اور بفرض محال جو کچھ مشہور ہے وہی صحیح ہے (یعنی اعلیٰحضرت رو بصحت ہیں) تو بھی اختیار و قوت اعلیٰ حضرت کے پاس موجود نہیں، ان سے اختیارات چھین لئے گئے ہیں، خواہ ایسا غلبہ مرض کے باعث ہوا ہو خواہ اس ملحد نے اس قدر اثر پیدا کر لیا ہو (کہ ملحد کا وجود دین و دولت کے لئے ایک بڑی بیماری ہے)۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں انتظار کرنا وقت کو نکال دینا اور قابو کو ہاتھ سے دیدینا ہے اور اس طرح دشمنوں سے مات کھا جانا ہے۔ اور اس ملحد کی اطاعت قبول کر لینے کے مترادف ہے۔ (جس کے لئے طبیعت قطعاً تیار نہیں ہے۔)

اگر میں اس بات کو پسند کرتا تو اس شورش و ہنگامے کے شروع ہی میں اس نے صلح اور دوستی

لے یہ جملہ ہی اورنگ زیب کی امنگوں کا آئینہ دار ہے۔ بیچارے باپ کے مرنے کی کتنی سخت آرزو ہے۔

کی مجھ سے خواہش کی تھی اور میرے سفیر کو اس نے تنہائی میں طلب کر کے یہ بات طے کی تھی کہ وہ اس کو سفیر
اپنے ایک معتمد کے ساتھ میرے پاس بھیج کر دوستی کے عہد و پیمان کو مضبوط کرے اور صوبہ گجرات و مالوہ
کے ساتھ کچھ اور علاقہ شامل کر کے میری جاگیر میں دے دے، اگرچہ اس صورت میں اس کی نیت مخلصانہ
اور صاف نہیں تھی، وہ بیچارا مخلصوں کی محبت کے خلوص اور نیک لوگوں کے عہد و پیمان سے کہ کسی طرح
بھی اس میں اختلال پیدا نہیں ہو سکتا، غافل ہے (اس کو نہیں معلوم کہ مخلص لوگ ایسے لالچ سے توڑے
نہیں جاسکتے اور ان کے خلوص میں خلل پیدا نہیں ہو سکتا) ہم کو چاہیئے تھا کہ ہم خود ایسا طریقہ اختیار
کرتے کہ یہ مخالف کو غافل رکھنے اور اپنی حالت کو اس مدت میں سنوارنے کے لئے بہترین طریقہ ہے
لیکن ہم ایسا نہیں کر سکے اس لئے کہ اس کی اطاعت اور اس سے اتفاق کے معنی اپنے والا قدر بھائیوں
سے اختلاف کے ہیں (دارا شکوہ سے اتحاد کرنا آپ لوگوں سے مخالفت کرنے کے مترادف ہوتا) لہٰذا
میں نے کھل کر انکار کر دیا اور اس کی سچی اور مخلصانہ باتوں کے مقابل میں اس کو بہت سخت جواب دیا گیا
جاگیر مالوہ کی تبدیلی اور تغیر کا یہی سبب تھا (جس کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا تھا) چونکہ
ان معاملات اور ان باتوں نے اس کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا ہے اور وہ کھل کر سامنے آ گیا ہے لہٰذا
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مجھے امید قوی ہے کہ جو مہم شروع کی ہے وہ انجام پر پہنچے گی۔ مجھے اس پر پورا
پورا بھروسہ ہے اور میں مضبوطی سے اس پر قائم ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ ابھی سفیر کی ارسال کردہ تازہ خبروں سے جناب والا کو معلوم ہو گیا ہو گا
کہ ملحد زادہ (سلیمان شکوہ) کو میرزا راجہ جے سنگھ اور دوسرے امراء کے ساتھ پٹنہ روانہ کر دیا گیا ہے۔
اور ایک فرمان جس میں صوبہ گجرات کی صوبیداری مجھ سے چھین لی گئی ہے اور جاگیر کی تنخواہ بھی روک لی ہے
میں نہیں کہ سکتا کہ جناب والا اور بھائی شاہ شجاع (بھائی جیو) کیا سوچ رہے ہیں اور کس فکر میں ہیں،
آپ کے اس مخلص نے فرمان لانے والے کو روک لیا ہے اور کوئی جواب نہیں دیا ہے، انشاء اللہ سورت فتح
کر لینے کے بعد کہ چند روز کی بات ہے، میں اس کا جواب اس ملحد کو اپنے پروگرام اور اپنی تجویز کے مطابق
دوں گا اور وہ جو سمجھتا ہے کہ کوئی اس کی شاطرانہ چال اور ابلیسانہ پروگرام سے آگاہ نہیں ہے، تو
اس کو خبردار کر دوں گا اور بتا دوں گا کہ تیرے مکر و فریب سے ہم آگاہ ہیں۔

میرا پختہ ارادہ ہے کہ جب دارا شکوہ ادھر سے اس جماعت کو روانہ کریگا جو میری بے دخلی کے
لئے متعین کی گئی ہے تو میں ادھر سرحد گجرات سے آگے بڑھکر تائید الٰہی سے ان کے اس ارادے سے آنے کی
ان کو وہ سزا دوں گا کہ وہ بھی یاد رکھیں گے اور آئندہ پھر کبھی یہ خیال خام انکے سر میں پیدا نہیں ہو گا، اور

نہ آئندہ پھر کسی کو ایسی جرأت ہوگی، یہ ہے جناب میرا پروگرام!! جس کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا تھا۔

اِن تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے محاربہ اور جنگ پر اپنے تمام کاموں کا دار و مدار اور انحصار رکھا ہے اور ہر جگہ اور ہر وقت میں دو دو ہاتھ کرنے کے لئے تیار رہوں اور سوائے اس فکر کے کوئی دوسری فکر مجھے لاحق نہیں ہے، اگر جناب والا کا انتظار میرے مانع نہ ہوتا تو اب تک میں وہاں پہنچ چکا ہوتا، میں بھی جناب والا کے اشارے کا منتظر ہوں کہ آپ اس ارادے کے سلسلے میں مناسب امداد اور تجاویز و تدابیر نیز اپنے ارادے سے (جس پر آپ عمل پیرا ہونے والے ہیں) اپنے اس مخلص کو آگاہ فرمائیں گے۔

جناب والا: اس سے قبل میں نے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے قلعہ جوناگڈھ کا خیال کیا تھا کہ وہ مناسب رہے گا اور اہل و عیال کو وہاں چھوڑ دوں گا، لیکن چونکہ وہ احمد آباد سے بہت دور ہے لہٰذا آجکل قلعہ جاپانیر کی مرمّت کے لئے ایک جماعت روانہ کردی گئی ہے، وہ لوگ جلد سے جلد اس کی مرمت اور اس کو سکونت کے قابل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک عرصہ ہوا کہ احمد آباد سے سورت تک ڈاک چوکی بٹھادی گئی ہے اور اب سورت سے دکن تک بھی اس کا انتظام کردیا گیا ہے (ڈاک چوکی بیٹھی ہوئی ہے)۔

مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۰۶۸ھ سنہ ۳۱ جلوس

---(۴۴)---

برادر مخلص! گذارش آداب کے بعد معروض کرتا ہوں کہ محمد باقی اور جناب والا نیز بھائی صاحب (شاہ شجاع) کے قاصد یکے بعد دیگرے یہاں پہنچے اور ان کے توسط سے جو گرامی نامے ارسال کئے گئے تھے موصول ہوکر میری مسرّت اور اطمینان کا موجب ہوئے۔

جناب والا کی تقریر و تحریر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کو اب تک اعلیحضرت کی موت[1] کے بارے میں تردّد ہے، میں آپ کے اس خیال سے خود کو مطمئن نہیں کرسکا، مجھے یقین ہے کہ اس زبانی تردد کے اظہار میں آپ کے پیش نظر بہت سی مصلحتیں ہوں گی، بہر حال اب تو جو کچھ یقین کے بعد کرنا چاہیئے تھا، کیا جاچکا اور اس سے لوٹنا بس کی بات نہیں رہی، سوائے استقامت اور ثابت قدمی کے اب اس سلسلے میں کسی بات کی توقع نہیں کی جاسکتی، جس دن مخالف کی فوجیں آئیں گی حقیقت معاملہ سب پر ظاہر ہوجائے گی۔

جو لشکر سورت کی مہم پر گیا ہوا تھا، مہم سے پورے طور پر فارغ ہوکر واپس آگیا ہے۔ بھائی صاحب کے مکتوب کے جواب میں عریضہ تحریر کرکے ان کے قاصدوں کے توسط ہی سے ارسال خدمت کردیا گیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کے سایوں کو مبسوط رکھے۔ (مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۰۶۸ھ سنہ ۳۱ جلوس)

---

[1] اللہ اللہ باپ کے مرنے کی کسقدر آرزو ہے۔

(۹/۲۴۵)

آپ کا برادر مہجور مشتاق آداب اشتیاق بجا لا کر عرض کرتا ہے کہ واقعات سابق کی تفصیلات جیسے فتح سورت وغیرہ دوبارہ میں نے آپ کے جانے پہچانے خط میں رمز و کنایہ میں پیش کر دی تھیں امید کہ آپ کے ملاحظہ سے گزری ہونگی اب آپ کے کئی خطوط اور بھائی شجاع کے چند مکتوبات اسی مضمون پر مشتمل جو آپ نے تحریر فرمایا ہے مجھے موصول ہوئے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ارادے کی درستی اور ثبات قدم ان میں اسی طرح موجود ہے جس کا عہد و پیمان ہوا ہے۔

صاحب من! میں نے کئی مرتبہ عرض کیا ہے کہ عقلی اور نقلی دلیلوں سے مجھے اعلحضرت کے انتقال کا یقین ہو گیا ہے۔ آپ بغیر کسی شک اور گمان کے یونہی اس سلسلے میں متردد ہیں اور آپ نے ضروری کاموں کو ایک معمولی سی بات کے کھوج لگانے کی خاطر موقوف کر رکھا ہے، جو روز بھی گزرتا ہے مخالف اتنا ہی زور پکڑتا جاتا ہے، اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے اپنے صوبوں سے نواب علیہ جہاں آرا بیگم کی مزاج پرسی کے لئے جو آجکل آگرے میں بیمار ہیں، روانہ ہو جائیں، بھائی صاحب (شاہ شجاع) بھی آنا چاہتے ہی تھے پتہ نہیں کہ وہ اب تک کیوں نہیں روانہ ہوئے، جب ہم لوگ جہاں آرا کو دیکھنے پہنچیں گے تو پھر اپنے پیر و مرشد حقیقی کے دیکھنے کو کیوں نہ جائیں، ضرور جانا چاہیئے، اس بات کو کہ "اعلحضرت اس قدر شدید علالت کے بعد رو بصحت ہو رہے ہیں اور ہم ان کے دیکھنے کو جا رہے ہیں" مشہور کر دیا جائے گا، پھر ہم تینوں مل کر فوجوں سے آراستہ ہو کر اپنے مقصود (لشکر کشی کے لئے روانہ ہو جائیں گے[1] (دنیا کو یہ بتا دینگے کہ اعلحضرت کو دیکھنے جا رہے ہیں۔)

اس تدبیر اور اس چال میں دو فائدے ہیں اول یہ کہ مجھے جس بات کا یقین ہے (وفات شاہجہاں) اگر وہ صحیح ہے تو حکم الٰہی کے سامنے کیا چارہ! اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ بات تو یقینی ہے کہ اعلحضرت بالکل بے اختیار ہیں اور اس ملحد نے یقیناً ان کو قید کر لیا ہے جب ہی تو بھائی جیو شاہ شجاع سے مقابلے کے لئے فوج بھیجی گئی ہے اور اس کے بعد وہ ہماری بربادی کے درپے ہے تو وہاں پہنچکر ہم لوگ جس طرح بھی ممکن ہوگا اس ملحد کو اپنے درمیان سے ہٹا کر رہیں گے اور اعلحضرت کو اس کے ہاتھ سے نکال لینگے بہر طور روانگی بہت ضروری ہے اگر آپ کو میری یہ تدبیر پسند ہو تو میں بھائی جیو کو بھی اس رائے سے متفق

[1] اس چال کے بعد یہ کہنے کی کیا گنجائش باقی ہے کہ یہ بیچارے بے قصور تھے اور سراسر قصور اس ملحد کا تھا۔ اورنگ زیب کا خیال تھا کہ پہلے باپ کے مرنے کی تصدیق کر لو پھر یہاں سے چلو!! باپ سے اتنی عقیدت بھی اس سلطان جمجاہ کی کافی ہے۔

کرلوں اور پھر ہم ایک دن اور ایک وقت پر اپنی اپنی جگہ سے روانہ ہو جائیں کہ اس صورت میں اگر اللہ نے چاہا کام حسب منشا پورا ہو جائے گا، باقی جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ (مورخہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۰۶۸ھ ۱۳ جلوس)

(۱۰/۲۴۶)

برادر عالی مقدار! شیر حاجی قلعہ سورت کو اڑا دینے کے بعد جیسا کہ میں نے پہلے معروض کیا ہے جب قلعہ دار کی سپاہ، اس کے عزیز و اقارب اور بھائی بند مارے گئے تو قلعہ دار عاجز ہو گیا اور اس نے امان طلب کی، قلعہ میرے امراء کے سپرد کر دیا اس کی سیادت اور بزرگی پر نظر کرتے ہوئے میں نے اس کی جاں بخشی کر دی، خدا کا شکر و احسان ہے کہ قوت اور طاقت سے یہ قلعہ فتح ہو گیا اور میرے قبضہ میں آ گیا۔ اس وقت تو اس فتح کو آئندہ کی مہمات کے سرانجام پانے کا نیک شگون سمجھ کر جلد سے جلد اصل مقصد کی طرف رجوع ہونا چاہیئے کہ میں اب اس طرف (قلعہ سورت) سے بالکل مطمئن ہو گیا ہوں اور وہ لشکر جو سورت کی مہم میں مصروف تھا عنقریب میرے حضور میں پہنچ جائے گا اور اب صرف آپ کے اشارے اور اجازت کا منتظر ہوں، جیسا آپ فرمائیں گے عمل کیا جائے گا، چونکہ میں سمجھتا تھا کہ جناب والا کو قلعہ سورت کی فتح سے خاص تعلق خاطر ہے لہٰذا اس کے فتح ہونے کی خبر کے پہنچتے ہی مجملاً ایک عریضہ لکھ کر روانہ کر دیا تھا، اس کے بعد ایک مکتوب میں تفصیل کے ساتھ قلعہ فتح کرنے کے حالات لکھ کر ارسال کر چکا ہوں۔

(مورخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۰۶۸ھ ۱۳ جلوس)

(۱۱/۲۴۷)

آپ کا برادر عقیدت کیش مراسم اشتیاق کے بعد عرض کرتا ہے کہ جناب والا کا گرامی نامہ جو آپ نے اپنے خاص ملازم کے ذریعہ ارسال فرمایا تھا ۱۹ ربیع الثانی کو موصول ہوا، آپ کے ہاتھوں معظم خاں کے گرفتار ہونے کی خبر سُن کر بہت مسرت ہوئی، واقعی اس کا وجود ان اطراف میں فتنہ و فساد کا سرمایہ تھا آپ نے ایسا عمدہ کام کیا ہے کہ اس کی تعریف اس مختصر خط میں ادا نہیں ہو سکتی، اس یقین کے ساتھ کہ آپ نے تائید الٰہی کے اشارے سے یہ کام سرانجام دیا ہے پھر اورنگ آباد میں آپ کے توقف میں کیا مصلحت ہے، میرے خیال میں تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، آپ جس قدر جلد برہان پور سے آگے بڑھینگے اتنا ہی مفید مطلب ہو گا۔ خدا آپ کے سایہ کو مبسوط رکھے۔

(۱۲/۲۴۸)

میرے مہربان بھائی! آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ اپنے پروگرام سے تفصیل کے ساتھ مطلع کریں کہ "کس طرف، کس ارادے اور کس مقصد سے کس تاریخ کو تم روانہ ہو گے"؛

جنابِ والا: جب سے میں نے یہ سُنا ہے کہ مجھ پر حملے کے لئے فوج متعین کر دی گئی ہے، تب سے اس فوج کو شکست دینا اور اپنے سامنے سے ہٹانا، تمام ارادوں پر میں نے مقدم قرار دیا ہے، جب تک اس معاملے سے نہیں نپٹ لوں گا اور کسی دوسری طرف توجہ نہیں کروں گا، بالفعل میں نے اپنی روانگی کی تاریخیں ۵ یا ۱۱ جمادی الاوّل اور ۲ جمادی الثانیہ مقرر کی ہیں، میں اپنے اُن معتبر جاسوسوں کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں جو ایک عرصہ سے دشمن کی فوجوں کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں، ٹھیک ٹھیک خبر ملنے کے بعد ان تاریخوں میں سے جو تاریخ بھی مناسب ہوئی اختیار کروں گا اور آپ کی خدمت میں تحریر کروں گا، چوں کہ ابھی تک بات پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچی ہے کہ دارا شکوہ کی فوج کس راستے سے گجرات پہنچے گی اگر سب کے سب مالوہ کے راستے سے آئے تو میرے لئے بہترین راستہ، دوحد کا سیدھا راستہ ہے۔ انشاء اللہ دوحد سے آگے بڑھکر میں دشمن کو نیست و نابود کر دوں گا اگر آپ بھی ایسے وقت پہنچ جائیں تو پھر تو کیا کہنا!! (نورٌ علیٰ نور)۔ ان فاجروں اور کافروں کو اوجین اور دوحد کے بیچ میں اُس طرف سے آپ اور اس طرف سے میں دونوں طرف سے گھیر کر ایسی مار لگائی جائے گی کہ ان سے کوئی بھی بچ کر نہیں جاسکے گا اور اگر وہ اجمیر کے راستے سے آئے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دانتی واڑہ پہنچکر ان کے دماغ درست کر دوں گا اور اگر یہ حملہ آور دونوں راستے سے آئے تو پہلے جو فوج آئے گی اس سے دو دو ہاتھ ہوں گے اور اس سے نپٹ کر دوسری طرف متوجہ ہوں گا اور اگر دو فوجیں دونوں راستوں سے ایک ہی تاریخ ایک ہی روز مقابل پر آئیں تو پہلے میں اس فوج سے مقابلہ کروں گا جو اجمیر کے راستے سے آئے گی اور اس کو شکست دے کر دوحد کی طرف متوجہ ہوں گا لہٰذا میں نے اتنی فوج (جو تجربے کار اور پرانے سپاہیوں پر مشتمل ہے) دوحد بھیج دی ہے کہ اگر میں اجمیر کے راستے آنیوالی فوج سے مصروف پیکار رہا اور جب تک میں ان کو شکست دینے سے فارغ ہوں اس وقت تک میری دوحد والی فوج اس جنگل اور نشیب و فراز سے بھرپور کوہستان میں ان کو روکے رکھے، یہ ہے میرا پروگرام! دیکھئے توفیقِ الٰہی کس طرح رہنمائی فرماتی ہے۔ اگر چند دن اس فوج کے آنے میں توقف ہوا تو پھر تو میں آپ کے ساتھ مل کر ہر طرف سے آگے بڑھ سکوں گا۔

آپ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ مالوہ کو دو راستے آتے ہیں ایک سورت سے اکبر پور ہوتا ہوا اور دوسرا مندسور کے درمیان سے گزرتا ہے میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ دوحد کے راستے کو جو قریب ترین راستہ ہے آپ نے چھوڑ کر ان دور دراز کے راستوں کو کیوں تحریر فرمایا ہے امید کہ آپ اس کی وجہ مجھے ضرور تحریر فرمائیں گے!!

آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "گمان بلکہ یقین ہے کہ حضرت تندرست ہیں اور وہ معظم خان کے گرفتار کیے جانے کی خبر سُن کر خود دکن آئیں گے"، میرا خیال اور عقیدہ تو جناب یہ ہے کہ حضرت کی ذات اب درمیان میں نہیں ہے (ان کا انتقال ہو چکا ہے) اگر بفرض محال وہ موجود بھی ہیں تو بس نام کے سوا اُن کی اور کچھ حیثیت نہیں ہے، بہرحال اب تو معاملہ یکطرفہ ہوگیا ہے اور اب اصلاح کی گنجائش باقی نہیں ہے، چونکہ میری نیت دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اعانت و امداد ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ غیبی فتح و نصرت ہمارے ساتھ ہے خصوصاً اس وقت جب کہ ہم تینوں متفق ہیں۔ ؎ دو دل ایک ہو کر اڑا دیں پہاڑ.....

جب کہ آپ نے معظم خاں کو گرفتار کرکے معاملہ یکرو کر دیا ہے (لگی لپٹی نہیں رکھی ہے) افواہوں کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ آپ کو سامان کے فراہم کرنے اور دشمن کو شکست دینے کی تیاری میں مصروف ہونا چاہیئے، اب جو کچھ بھی ہو وہ ہو کر رہے گا، عقلاً اور نقلاً اپنی حفاظت اور اپنا دفاع اور شر کو دُور کرنا ضروری ہے۔

صاحب الاقدر! آپ نے اس سے قبل ایرانیوں کی تحریک کے بارے میں کچھ اشارہ فرمایا تھا، اُن کے ہاں بھی اس واقعہ ناگزیر (شاہجہاں کی موت) کی خبر پہنچ گئی ہے، وہاں سے ایک معتبر سفیر اعلیٰ تحائف اور سوغات کے ساتھ میرے پاس بھیجا گیا ہے جو چند روز میں میرے پاس پہنچ جائے گا، اب آپ جیسا ارشاد فرمائیں اس معاملہ میں شاہ ایران کو لکھا جائے۔

(۱۳)

برادر سراپا اخلاص! عقیدت و اخلاص کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوبات اور گرامی نامے پے در پے موصول ہوئے دربار شاہی کی بدنظمی کی خبروں سے جو ایک عرصہ سے نہیں ملی ہیں آگاہی حاصل ہوئی، بھائی صاحب کی ان مہربانیوں اور اخلاص کا شکر ضروری سمجھتا ہوں، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ملحد کا معاملہ درہم برہم ہوگیا ہے وہ کبھی بنگالہ جاتا ہے اور کبھی احمد آباد آنے کا قصد کرتا ہے۔ میر جملہ کی خبر سُن کر (کہ وہ آپ کے ساتھ ہے) تو اس کے اور بھی ہاتھ پاؤں پھول جائینگے اور اس کی عقل اور بھی چکرا جائیگی، ان کے صاحبزادے نے ہی جو بنگالہ گئے تھے کونسا تیر مارا کہ اب ہمارے مقابلہ میں آنے والی فوجیں کچھ کرکے دکھائیں گی۔ دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قوی ہے، انشاء اللہ یہاں سے ہماری روانگی کی دیر ہے، ہمارا یہاں سے روانہ ہونا اور اس کا برباد ہونا ایک ہی بات ہے، آپ کو اس طرف سے اطمینان رکھنا چاہیئے۔ جس طرح کہ میں اس سے قبل کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ جس روز آپ برہان پور سے مالوہ

کی طرف روانہ ہونگے میں یہاں سے کوچ کروں گا اور ہم دونوں مالوہ کی سرحد کے قریب مل جائینگے اُمید ہے کہ پھر وہاں سے اسی وقت پروگرام کے مطابق اپنے مقصد کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔

(۱۴/۲۵۰)

خدا کا شکر ہے کہ قلعہ سورت فتح ہوگیا اور اس ملک کا بندوبست پوری طرح کر دیا گیا اور اب میں ملحد کی بھیجی ہوئی فوج کا منتظر اور اس کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے تیار ہوں اس ماہ کی ۲۴ تاریخ کو فتحمند لشکر سورت سے چل کر احمد آباد پہنچ جائے گا، ۵ جمادی الاوّل کو میں خود احمد آباد سے باہر نکل کر اس ملحد کی فوج کا انتظار کروں گا، چونکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ فوج کس راستے سے آرہی ہے اس لئے میں اپنی سمت ابھی متعین نہیں کرسکتا، خیال غالب ہے کہ چونکہ میری فوج اس راستہ پر ہوگی (جو سورت سے احمد آباد کو آتا ہے) لہٰذا وہ اجمیر سے احمد آباد کو آنے والے راستے سے آئے گی، یہ خیال کرکے میں نے یہ طے کیا ہے کہ میں اپنی فوری فوج کے ساتھ اجمیر سے آنے والی سڑک کو روک کر فوج لگا دوں، ابھی تو صرف دو ہزار تجربے کار اور مستعد سوار میں نے بھیجے ہیں کہ ان میں سے اکثر سیت پورہ اور بھاتی پور میں ٹھہر جائیں اور ازروئے احتیاط پانچ ہزار سوار مزید اپنے ایک قدیم امیر کی سرداری و سرکردگی میں دوحد کی طرف جو احمد آباد اور مالوہ کے درمیان واقع ہے بھیج دی ہے کہ وہ اس راستہ کی دیکھ بھال کریں، اس کے باوجود غنیم کو دفع کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ قرارداد کے بموجب جناب والا برہان پور سے روانہ ہوکر اس فوج کو جو مالوہ کی طرف بڑھ رہی ہے خواہ وہ کسی ارادے سے بڑھ رہی ہو، پیچھے ڈھکیل دیں اور ادھر سے میں اجمیر کی جانب سے آنے والی فوج کی خبر لوں اور مذکورہ راستے سے مالوہ پہنچ جاؤں، پھر ہم دونوں مل کر اس ملحد کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کریں اور اصل مقصد (تخت خلافت) کی طرف روانہ ہوں۔ لیکن ابھی میرا مالوہ کی طرف بڑھنا محض اس لئے کہ خانجہاں کو گرفتار کرلوں اور خزانہ چھین لوں اور اجمیر کے راستے کو محض سپاہ کی اُمید پر چھوڑ دوں مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

(۱۵/۲۵۱)

صاحب الاقدار! یک رنگی اور یکجہتی کا مابین جو معاہدہ ہوا ہے اس کا اقتضا یہ ہے کہ ملحد دارا شکوہ ہم تینوں بھائیوں میں سے اگر کسی کے ساتھ سرکشی کرے تو دوسرے بھائی اس تیسرے بھائی کی فوری مدد کریں۔ اس وقت سوائے امداد کے اور کوئی صورت نہیں ہے لہٰذا مجھے اپنی جگہ سے روانہ ہوکر دشمن کو تباہ کرکے اپنے عہد کو ایفا کرنا چاہیئے، میں ہر وقت حاضر اور تیار ہوں، جیسا آپ کا اشارہ ہو ویسا ہی عمل کروں۔ آپ نے اہل ایران و توران کی تحریک کے بارے میں اشارہ فرمایا ہے سو اس سلسلے میں عرض

یہ ہے کہ پہلی بیہودگیاں اور نفرت ہی اس تحریک کے لئے کافی ہے۔ داراشکوہ نے ایرانیوں کے ساتھ جو بیہودگیاں کی ہیں وہ خود اس کی محرک ہوں گی کہ یہ (اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں) یہ لوگ موقع اور قابو کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ فقط (مورخہ ۲۲ ماہ ربیع الثانی ۳۱ جلوس ۱۰۶۸)

(۱۶/۲۵۲)

برادر سراپا اخلاص! گذارش آداب کے بعد معروض ہوں کہ آپ نے جو کچھ اپنے معتمد ادیبا ربیگ سے فرمایا تھا، وہ انھوں نے بڑے شائستہ طریقے سے میرے حضور میں عرض کر دیا میں نے تمام باتوں کے تفصیلی جوابات دے کر ان کو خدمت گرامی میں رخصت کر دیا ہے، مالوہ کے راستے کے پڑاؤ ان کو لکھ کر دیدیئے گئے ہیں، بہرحال وہ مخلص اور مستعد امیر ہیں سب کام درست انجام دیں گے۔

امید کہ جناب والا مقررہ وقت پر مالوہ کے فتح کرنے اور ملحد کی فوجوں کا دماغ ٹھکانے کرنے کے لئے جلد روانہ ہوں گے اور برہان پور سے اپنی روانگی کی تاریخ سے مجھے بھی مطلع فرمائیں گے تاکہ میں بھی اسی وقت موڑاسا اور مندسور کے راستے سے جو بہترین راستہ ہے اوجین کو روانہ ہو جاؤں انشاءاللہ تعالیٰ آپ کے نربدا تک پہنچتے پہنچتے میں اوجین کے حوالی میں پہنچ جاؤں گا۔ ان دنوں آپ نے جو مہربانیاں میرے حال پر فرمائی ہیں اور جس اخلاص کا میں نے مشاہدہ کیا ہے اس کے بارے میں کیا عرض کروں کہ لائے والا خود اس کی گواہ ہے۔ فقط (مورخہ ۴ جمادی الاول ۳۱ جلوس ۱۰۶۸)

(۱۷/۲۵۳)

برادرم سراپا اخلاص! لوازم خلوص پیش کرنے کے بعد معروض ہے کہ اس مکتوب کی تحریر کے روز کہ ماہ حال کی پانچ تاریخ ہے اوجین سے جاسوس یہ خبر لیکر آئے ہیں کہ قبلہ بھائی صاحب (شاہ شجاع) نے بنارس پر قبضہ کرلیا ہے لہٰذا ملحدوں کے رئیس (داراشکوہ) نے مہابت خاں کو جو گوالیار تک پہنچ گیا تھا اور قاسم خان کو کھوگرہ سے جو دوراہہ کے نزدیک ہے، واپس طلب کرلیا ہے اور راجہ جسونت بانک پات میں پہنچ گیا ہے جو اوجین کے حدود میں واقع ہے۔ شائستہ خاں اکبرآباد روانہ ہوچکے ہیں، راجہ مذکور کے پاس تین چار ہزار سوار سے زیادہ نہیں ہیں، یہ موقع ہے کہ آپ جہاں تک جلد ہوسکے برہان پور سے مالوہ روانہ ہوجائیں اور وہاں سے اپنی روانگی کی تاریخ اس مخلص کو بھی تحریر فرمادیں تاکہ میں بھی اسی تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوجاؤں، میں نے پیش خانہ کو تو آگے بڑھا دیا ہے۔ اب صرف آپ کا انتظار ہے تاکہ آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرے۔

مورخہ ۵ ربیع الاول ۳۱ جلوس ۱۰۶۸

(۱۸/۲۵۴)

برادر سراپا اخلاص! لوازم اشتیاق و آرزومندی کے بعد معروض ہے کہ جناب والا کے عنایت نامے موصول ہوئے، دربار معلیٰ کے سوانح اور حقائق سے آگاہی حاصل ہوئی۔ جناب والا کی مہربانیوں کا شکر کس طرح ادا کروں، بھائی صاحب اور آپ نے پٹنہ کو فتح کرلیا، اس خبر سے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کرسکتا، ہر چند کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو کچھ ہم نے طے کیا ہے اور اپنا پروگرام بنایا ہے اس کے مقابل میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں لیکن اس لحاظ سے کہ دشمنوں کی کمر توڑنے اور بہی خواہوں کی تقویت کے لئے اس قسم کی باتیں بھی بہت غنیمت ہیں۔

معتمد جاسوسوں کی تقریر سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ راجہ جسونت سنگھ وغیرہ معمولی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں یہ لوگ کچھ فوج کے ساتھ گجرات کی طرف بھی بڑھیں گے لہٰذا اُمید ہے کہ آپ نے جو وقت اپنے آگے بڑھنے کا مقرر کیا ہے اس میں تاخیر نہ فرمائیں اور فوراً مالوہ کی طرف روانہ ہوجائیں اور ملحد کی بھیجی ہوئی فوج کو نیست و نابود کردیں پس آپ برہان پور سے اپنی روانگی کی تاریخ سے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ میں بھی اسی تاریخ کو مورات اور مندسور کے راستے سے جو بہترین راستے ہیں، اوجین روانہ ہوجاؤں اور اگر اس افواہ پر یقین کرلیا جائے کہ دشمن کی فوج روانہ ہوگئی ہے اور میری طرف بڑھ رہی ہے تو انشاء اللہ میں اسے پیچھے دھکیل کر مالوہ پہنچتا ہوں اور اس راستے سے جو نزدیک کا راستہ ہے جب تک جناب والا دریائے نربدا کے کنارے پہنچیں گے میں بھی اوجین کے اطراف میں پہنچ جاؤں گا۔

آپ نے دربار کے حالات کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے آگاہ ہوا، اُمیدوار ہوں کہ تائید الٰہی اور آپ کی مدد سے ان تمام دشمنوں کا بدلہ اچھی طرح چکایا جائے گا۔ جس بات کا بدلہ لے لیا جائے اس کی شکایت نہیں ہوتی، لیکن آپ کی ان مہربانیوں اور عنایتوں کا شکریہ (جو ان دنوں آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں) ادا کرنے سے میں ضرور قاصر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مدتوں تک سلامت رکھے۔ (مندرجہ تاریخ صدر)

دُودمانِ شاہجہاں کے مکاتیب ختم ہوئے

شاہجہاں بادشاہ کے امرا اور ملازمین کے نام

(۱) عمدۃ الملک جعفر خاں کے نام

(۱/۲۵۵)

جعفر خاں ہماری عنایات سے ممتاز و سربلند ہو کر معلوم کریں کہ نو ماہ کا عرصہ ہو گیا تمھارے عریضے ہم کو موصول نہیں ہوئے یہ تو بڑی خلاف توقع بات ہے جب کہ اعلیحضرت پیر و مرشد حقیقی نے آپ کو یہ حکم دے دیا تھا کہ آپ شاہی حکم کے بموجب ضروری مطالب و اہم باتوں کو ہمیشہ ہم کو تحریر کرتے رہا کریں تو ایسی صورت میں آپ کو چاہیے تھا کہ اس عرصے میں آپ یکے بعد دیگرے خطوط ہم کو تحریر کرتے، اگر بعض امور کے ظہور میں آنے کے بعد آپ ایسا نہیں کر سکے تو مجبوری ہے، لیکن حقیقت معاملہ یہ ہے کہ ہم تو اعلیحضرت کے وہی مرید سراپا اخلاص و بندۂ سراپا طاعت ہیں اور اپنے اسی قدیم طریقے یعنی مرشد پرستی اور فرمانبرداری پر ثابت قدم ہیں۔ اعلیحضرت کی رضا جوئی، اُن کی بندگی اور پرستاری کے سوا اور کچھ ہمارا مطمح نظر نہیں ہے، نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لحاظ سے کہ انسان سہو کا بندہ ہے، اعلیحضرت کی وفات کی خبر وحشت اثر سُن کر بعض باتیں مجھ سے ایسی سرزد ہوئی ہیں جن کو تقصیرات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں اپنی عقیدت و ارادت کے لحاظ سے میں شرمندہ ہوں اور حضرت ظل الٰہی سے معافی کا خواستگار ہوں۔

اعلیحضرت کی بیماری کے زمانے میں دادا بھائی جیو (دارا شکوہ) سے چند ایسی باتیں سرزد ہوئیں جو سنت کے خلاف اور اعلیحضرت کے پسندیدہ طریقے کے بالکل منافی تھیں، سفیروں کے مراسلات پر پابندی لگا دی گئی، دربار والا کی خبریں آنا بالکل بند ہو گئیں اور دنیا میں ہر طرف فتنہ و فساد پھیل گیا، انھوں نے اپنے بھائیوں خصوصاً ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اعلیحضرت کی موجودگی میں اس کے ہونے کا قطعی امکان نہ تھا، انھوں نے یہاں تک کیا کہ ہماری عرضیوں کو بھی جو ہم مسلسل بارگاہ جہاں پناہ

میں بھیجتے رہے نظرِ اشرف سے نہیں گذرنے دیا تاکہ وہ بدگمانیاں دُور ہو جائیں جو ہمارے بندرسورت کے قریب ہونے کے باعث دادا بھائی کے ذہن میں پیدا ہو گئی ہیں اور انھوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنا کر بارگاہِ خلافت میں اور تمام عالم پر ظاہر کیا تھا، اس کے جواب میں بعض چیزیں ہم سے بھی ظہور میں آئیں۔

بہت زیادہ تحقیق و تفتیش کے بعد جب حقیقت حال ہم پر ظاہر ہوئی تو ہم نے یہ ضروری جانا کہ ہم بارگاہِ والا پر حاضر ہو کر جبیں سائی کریں اور خود کو خطاؤں اور گناہوں سے پاک و صاف کریں۔ جاسور اور اجمیر کے راستے کو چھوڑ کر کہ ان راستوں میں پانی کی بہت کمی ہے، مالوہ کے راستے سے ہم بارگاہ والا کے لئے روانہ ہوئے اور اجین کے قریب پہنچ گئے، اُجین کے قریب ہی بھائی اورنگ زیب سے کہ وہ بھی بارگاہ والا میں حاضری کے ارادے سے جا رہے تھے ملاقات ہو گئی، وہاں سے ہم دونوں مل کر درگاہ سلاطین پناہ کی طرف اس اُمید کے ساتھ روانہ ہوئے کہ عنقریب ہی ہم کو آستاں بوسی کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔ اور آپ سے بھی ملاقات میسر آئے گی، اور پھر جو کچھ کہنا سننا ہے، روبرو کہہ سن لیا جائے گا۔

چونکہ آجکل کے حالات کے پیش نظر ہمارے عریضے اعلیٰحضرت کے حضور میں ضرور پہنچنا چاہئیں (ورنہ بدگمانیوں کا احتمال ہے) اور اہل دربار نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ ان عریضوں کا اعلیٰحضرت کی نظر سے گزرنا ممکن نہیں ہے اس لئے حقیقتِ حال کا اظہار ضروری سمجھتے ہوئے یہ مراسلہ آپ (عمدۃ الملک) کو تحریر کیا گیا:۔ ؎ ہے عذر خواہ اس کا کرم میرے واسطے!!

(۲)
(۲۵۶)

خانِ عظیم الشان جمدۃ الملک جعفر خاں!! آپ کا وہ عریضہ جو آپ نے شاہی حکم کے مطابق تحریر کیا تھا جلوداروں کے ذریعہ موصول ہوا، مضمون مندرجہ سے آگاہی اور شاہی احکام سے اطلاع حاصل ہوئی۔

واضح ہو کہ اعلیٰحضرت کی تربیت و نعمت کے حقوق ہمارے ذمہ جیسا کہ اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا ہے، اس قدر ہیں کہ ہزار میں سے ایک کا بھی شکر ادا نہیں کیا جا سکتا، ایسا کون بدنصیب ہوگا کہ اپنے حقیقی قبلہ و کعبہ اور خدائے مجازی کے الطاف بے پایاں سے آنکھیں بند کر لے (ان کو فراموش کر دے) اور ناشکری اور انکار کی ننگ و شرم کو اختیار کرے (ان نعمتوں سے انکار کر دے) غلط اور صحیح میں تمیز نہ کرتے ہوئے اعلیٰحضرت کی رضا جوئی سے باز رہے اور نافرمانی کے راستے پر گامزن ہو جائے۔

وحشت اور پریشانی پر مبنی خبروں کا چاروں طرف پھیل جانا، دربار جہاں پناہ کی واقعی خبروں

کا نہ ملنا برادر بزرگوار (داراشکوہ) کی نامہربانی اور ان کی بے التفاتی کہ انھوں نے صوبۂ گجرات سے مجھے ہٹانے کے احکام جاری کرائے اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو منتخب فوج کے ساتھ ہم پر مسلط کردینا۔ یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ اضطراری طور پر کچھ لغزش مجھ سے بھی ہوگئی، میں نے اس سے قبل ہی بارگاہِ جہاں پناہ میں زحمت کی تھی اور میں اس بات کا منتظر تھا کہ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور ہماری خوش نصیبی سے اعلحضرت کو صحت کامل عطا فرمادی ہے تو شاید اب دادا بھائی کے سارے ہتکنڈے ختم ہوجائیں کہ انھوں نے بھائیوں کی تباہی پر کمر باندھ رکھی ہے اور اس عرصے میں ہماری بربادی کے لئے اُنھوں نے کیا نہیں کیا اور اب بھی وہ کیا کچھ نہیں کررہے ہیں، اور اعلحضرت ان تمام زیادتیوں کو ملاحظہ فرمائیں اور ہم ان دو بیکس مریدوں کو (کہ اعلحضرت کی مرحمت کے سوا ان کی اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے) ان کے شر سے بچالیں اور وہ ولایت اور وہ مقام جو اعلحضرت نے محض اپنے تفضّل سے عطا فرمایا ہے، ہمارے لئے بحال رکھیں گے اور ہمارے سر پر بھیجی ہوئی فوج کو مزاحمت سے روک لیں گے لیکن چونکہ میری عرضداشت کا جواب موصول نہیں ہوا اور وحشت و پریشانی کے اسباب روز بروز بڑھتے گئے، اور مزید برآں یہ کہ مکر و فریب کی چالوں سے ایک بھائی (شجاع) پر جو کچھ گزری اس نے اور بھی زیادہ حیران کردیا۔ ایسی صورت اور ان حالات میں اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے جو عقلاً و شرعاً واجب ہے، لازم جانتے ہوئے اپنی بھلائی اسی میں سمجھی کہ اعلحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا جائے، اوجین کے نواح میں شاہزادہ اورنگ زیب سے ملاقات ہوگئی کہ وہ بھی اسی مقصد اور اسی غرض سے روانہ ہوکر یہاں تک پہنچے تھے، یہاں سے ہم دونوں (کہ ہمارا تمام تر مقصد یہی تھا کہ اعلحضرت کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کی جائے) بارگاہِ خلافت کی آستاں بوسی کے لئے روانہ ہوئے تاکہ اعلحضرت کے حضور میں پہنچکر عذر خواہی کریں اور کردہ و ناکردہ گناہوں کی اپنے خطاپوش مرشد سے معافی طلب کریں (کہ بندہ پروری اور مرید نوازی اعلحضرت کے اخلاق کریمانہ میں داخل ہے) اللہ تعالیٰ جو دلوں کے راز کا جاننے والا ہے اس بات پر شاہد ہے کہ ہمارا مطمح نظر اور مقصود اس کے سوا کچھ اور نہیں، خدا کی پناہ! کہ اعلحضرت کی مرضی کے خلاف کوئی خیال بھی ہمارے دل میں گزرا ہو۔

چونکہ اب تک دادا بھائی جیو[1] کی نوازشوں سے دل مطمئن نہیں ہے اور ہم کو اس بات کا یقین ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اور ان کا بس چلے گا وہ جنگ و جدال سے باز نہیں آئیں گے اگر اعلحضرت کی توجہ سے اس طرف سے پورا پورا اطمینان ہوجائے (کہ داراشکوہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے) اور مجھے زمیں بوسی کی اجازت مرحمت ہوجائے (کہ میری دلی تمنا اور سب سے بڑی آرزو یہی ہے) تو اس کے بعد جو کچھ

---

[1] یہاں دادا بھائی جیو اسی ہستی کو کہا جارہا ہے جس کو ہر جگہ ملحد کافر اور بیدین کہا گیا ہے۔

اعلحضرت کا ارشاد ہوگا ویسا عمل کیا جائے گا۔

برادرمن (اورنگ زیب) سے یہ رفاقت اور محبّت کوئی نئی بات نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے مجھ پر شفقت فرماتے رہے ہیں، لوگوں نے جو صفات ان سے منسوب کر رکھے ہیں وہ صفات ان کے نہیں ہیں بلکہ دوسروں کے ہیں۔ میں نے تو ان کو ہمیشہ اپنے حال پر مہربان پایا ہے، وہ مجھ سے بڑی محبّت فرماتے ہیں، پھر میں ان کی دوستی کو کیوں ترک کردوں اور ساتھ کیوں چھوڑ دوں۔ ہم دونوں آپس میں جس طرح ملتے جلتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے تھے اب بھی وہی حال ہے، اسی طرح ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں، بزرگی اور خوردی کے مراتب کا لحاظ ہمیشہ ہم دونوں رکھتے ہیں (وہ میرے بزرگ ہیں، میں ان کا چھوٹا ہوں)

اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اعلحضرت کے حضور میں تربیت پائی ہے، مجھے نفع نقصان کی تمیز ہے اور دوست دشمن کو خوب پہچانتا ہوں۔ میں کسی سے مات کھانے والا نہیں ہوں۔

تم اِس سلطنت کے اہم رکن ہو اور اس مملکت ابد پیوند کے ہی خواہوں میں سے ہو، لہٰذا جو باتیں میں نے تحریر کی ہیں اُن پر خوب اچھی طرح غور کرو اور میرے عجز و انکسار، عقیدت و ارادت کی کیفیت کو اعلحضرت کے گوشِ مبارک تک پہنچا دو اور تم ازروئے خیراندیشی اعلحضرت کے حضور میں عرض کرو کہ قدمبوسی کی اجازت مرحمت فرمادی جائے" دادا بھائی جیو کو بھی سمجھانا کہ بے وجہ جنگ و جدال نہ کریں اور جنگ کا جو کچھ نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ سامنے رکھیں اور خود کو نیز ہم لوگوں کو اب اس سے زیادہ رسوا اور بدنام نہ کریں۔ وہ دشمن کو کیوں ہنسنے کا موقع دیتے ہیں، ہمارا جو کچھ مطلب و مقصد ہے وہ دنیا والوں پر اچھی طرح ظاہر ہوچکا ہے۔

جب یہ فتنہ فرو ہو جائے گا اور فتنہ و فساد کی آگ اور زیادہ نہیں بھڑکے گی تو انشاءاللہ تعالیٰ تم ہماری نوازشوں سے مالامال ہوگے۔ (مورخہ ۶ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء)

(۲)

شائستہ خاں المخاطب بہ خانِ جہاں کے نام

(۱/۲۵۷)

عمدۃ الملک خانِ جہاں ہماری عنایتوں اور نوازشوں سے سربلند ہوکر معلوم فرمائیں کہ اس ہنگامے اور فتنہ و فساد کے زمانے میں عالیشان امراء میں سے ایک آپ ہاں تنہا رہ گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو داراشکوہ سے کوئی رغبت اور تعلق خاطر بھی نہیں ہے، البتہ ہم نے ہمیشہ سے اپنے خالو (یعنی

آپ سے) پورا پورا خلوص رکھا ہے اور ہم ہمیشہ آپ کے حالات معلوم کرتے رہے ہیں اور خیر و عافیت کے طالب رہے ہیں. لہٰذا ہم اپنے جلو داروں کو بھیج رہے ہیں آپ اپنی خیریت اور دارالسلطنت کا رنگ ڈھنگ اور وہاں کے حالات تحریر فرمائیں اسی کے ساتھ اگر آپ اپنے دلی ارادے سے بھی آگاہ فرما دیں تو آپ کے متوقع اخلاص سے بعید نہ ہوگا، ہم تو بھرپور عنایت کے ساتھ اپنے خالو جان کی بھلائی اور خیریت کے خواہاں ہیں لہٰذا ہم نے جن باتوں کا اظہار کیا ہے یہ خلاف مصلحت نہیں ہوگا۔

آپ نے جس طرح پہلے تحریر کیا تھا ہم نے مالوے کے منصدیوں کو حکم دے دیا ہے کہ ایک ہزار سوار نہایت عمدہ تیار رکھیں، گھوڑا بھی عمدہ اور اچھا ہو اور سوار بھی ماہر اور عمدہ . . . . . .

ہماری عنایات اور توجہات آپ کے لئے ہر وقت بدرجہ کمال موجود ہیں۔

(۲/۲۵۸)

عمدۃ الملک خان جہاں، ہماری توجہات اور عنایات سے مسرور و سربلند ہو کر معلوم کریں کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ کے مکتوب کے مطابق جو کچھ ہم کو تحریر کیا تھا (اور قاصدوں اور جلو داروں کے توسط سے ارسال کیا تھا) اس سے آگاہی پائی (آپ کا وہ مکتوب موصول ہوا) ہمارا عقیدہ تو وہی ہے جو اس سے قبل مفصل طور پر ہم آپ کو تحریر کر چکے ہیں، یہ سب (جو اس وقت ہو رہا ہے) ایک فریب اور ایک چال ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ جب تک اعلیٰحضرت پیر و مرشد (شاہجہاں) کا سایہ ہمارے سروں پر موجود تھا تو باوجودیکہ اعلیٰحضرت ہماری طرف سے بالکل بے پروا تھے اور ان کو ہم دونوں سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا، ہم اطاعت و فرمانبرداری کے راستے سے نہیں ہٹے (ہم نے سرمو انحراف نہیں کیا) اور اعلیٰحضرت کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا، بڑے بھائی (داراشکوہ) کو اپنا بزرگ اور بڑا سمجھا اور ان کے ساتھ بھی ہمیشہ فرماں پذیری اور اخلاص کا رابطہ رکھا، چنانچہ اعلیٰحضرت کی بیماری کے شروع زمانے میں ہم نے قدیمی اخلاص کی بنا پر کئی بار حسن عقیدت واتحاد و یگانگت پر مشتمل عریضے ان کے پاس بھیجے اور ہم نے اپنے تمام معاملات اور اختیارات ان کے حوالے کر دیئے تھے۔ انھوں نے اس خلاص کے جواب میں یہ کیا کہ میری مالوہ کی جاگیر کو (جو اعلیٰحضرت نے صوبہ گجرات سے آمدنی کم ہونے کے باعث مجھے مرحمت فرمایا تھا) مجھ سے واپس لیکر اپنے قبضے میں کر لیا اور نقد تنخواہ کی ادائیگی بھی جو سورت کے خزانے سے ہوتی تھی روک دی، چنانچہ جس وقت ہمارے کارندے نقد روپیہ حاصل کرنے کے لئے سورت پہنچے، قلعہ کا صدر دروازہ اور دوسرے تمام دروازے بند کر دیئے گئے اور توپ و تفنگ سے ان کا استقبال کیا گیا۔ اسی اثنا میں قلعہ دار کے بیٹے کا ایک مراسلہ جو اس نے دربار سے اپنے باپ کو بھیجا تھا، ہمارے لوگوں کے ہاتھ لگ گیا اس مراسلہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت پیر و مرشد کا انتقال

ہو چکا ہے، روپے کی نقد ادائیگی کی ممانعت اعلحضرت کی طرف سے نہیں تھی بلکہ برادر بزرگوار نے اس ادائیگی سے روکا ہے، چونکہ اس صوبے کے انتظام کے لئے سپاہ کافی رکھی گئی تھی اور مالوے سے ملنے والی نقدی اس طرح ہاتھ سے نکل گئی لہٰذا سورت اور اس کے مضافات کو ہم نے مالوہ کی جاگیر کے عوض لے لیا اور اس پر قابض ہو گئے برادر بزرگوار کی دوسری مہربانی ملاحظہ فرمائیے کہ انھوں نے ہمارے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ گجرات کا صوبہ ہم سے لیکر وہ ہم کو برار کا صوبہ دیدینگے (جو آجکل شاہ بیگ خاں مغلوک کے پاس ہے) حاشا وکلا کہ یہ تجویز اعلحضرت کی ہو، انھوں نے باوجود انتہائی بے توجہی اور بے التفاتی کے ایسی بیکار جاگیریں ہرگز ہمارے لئے نامزد نہیں فرمائی ہونگی اور اب تو اس کا موقع ہی کیا ہے، بہر حال ہم تو اپنے اس ملک میں جو اعلحضرت نے ہم کو عنایت فرمایا تھا بیٹھے ہوئے ہیں اگر وہ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں تو ہم کو بھی کسی سے سروکار نہیں ہے اور اگر وہ ہم سے اُلجھیں گے اور ہمارے مزاحم ہونگے تو پھر اس وقت ہم سے جو کچھ ہو سکے گا وہ ہم کر گزرینگے، جب ایسی صورت ہو تو دیکھئے آئندہ کیا ہوتا ہے اور خان عظیم الشان (یعنی آپ) کے ذریعے سے معاملہ کی کیا صورت ہوتی ہے (آپ اس معاملہ کو کس طرح سلجھاتے ہیں) بہر حال جو کچھ منظور خدا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

(مورخہ ۶، صفر ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ء)

(۳)

راجہ جسونت سنگھ کے نام

(۲۵۹)

حقیقی دوست اور یگانگت مخلص مہاراجہ جسونت سنگھ ہماری نوازشوں اور عنایتوں سے سربلند ہو کر معلوم کریں کہ اس عہد و پیمان کے بموجب جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہمارے خاص معتمد خواجہ شہباز کے ذریعہ ہوا تھا اور اس کو تحریر بھی کر لیا گیا تھا (آپ اسے بھولے نہیں ہوں گے۔) ہم کو یقین ہے کہ آپ اس وقت ہمارے شریک اور رفیق ہوں گے اور کئے ہوئے عہد کو وفا کرینگے بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آپ اس ارادے سے دارالسلطنت سے باہر نکل آئے ہیں اور آپ ہم سے ملنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے آنے کا سبب اور جو کچھ آپ نے پروگرام بنایا ہے اس سے ہم کو مطلع کرینگے تاکہ اس کے مطابق ہم بھی عمل کریں گے، اگر آپ خود کو ہمارا اور ہم کو اپنا سمجھتے ہیں اور کئے ہوئے عہد کو وفا کرنے کے لئے آئے ہیں تو مبارک ہو، آئیے آپ دولت اور سلطنت میں ہمارے شریک ہیں اور اگر دربار کے لوگوں کے سکھائے پڑھائے ہوئے آئے ہیں اور کوئی دوسرا ارادہ ہے تو پھر اس سے آگاہ کریں تاکہ اس کے مطابق سوچا جائے

بہرحال یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم تینوں بھائی ایک دل اور متفق ہیں اور تمام امرائے دربار سے الگ ہوکر ہم بالکل مستعد اور تیار ہیں، اب آپ کا جو ارادہ اور خیال ہے اسی کے مطابق ہم بھی سلوک کرینگے بہرحال ہم لطف و کرم کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

(۲/۲۶۰)

مخلص حقیقی راجہ جسونت سنگھ! اس سے قبل ہم نے ایک فرمان ارسال کیا تھا، اب تک اس کا جواب نہیں ملا ہے، شاید ہمارا وہ فرمان آپ کو نہیں ملا، پہلی صورت حال میں ہم نے یہ طے کیا تھا کہ اوجین کے راستے سے فتح و فیروزی کے ساتھ ہم اکبرآباد روانہ ہوں گے چونکہ اس راستے میں افواج کے ساتھ تم آگئے ہم نہیں چاہتے کہ ہماری تمھاری پرانی دوستی میں کوئی رخنہ پڑے لہٰذا ہم نے اس ارادے کو ملتوی کردیا ہے (اب اُوجین کے راستے سے سفر کا خیال ترک کردیا) اور اب جالور اور مالوہ کے راستے سے اکبرآباد روانہ ہونے کا خیال ہے لہٰذا اب تم قدیم اخلاص اور تعلقات باہمی کا لحاظ رکھتے ہوئے بتاؤ کہ ہم اسی پر عمل کریں، شاید تمھارا یہ خیال ہوگا کہ اعلیحضرت اب تک بقید حیات ہیں لیکن یہ محض مکر و فریب ہے اور بھائیوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ خبر اڑادی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ہمارے اس فرمان کا جواب جلد از جلد تحریر کرو۔ ہماری عنایات بیحد و حساب کو اپنے شامل حال سمجھو اور ہمارے اور اپنے درمیان بالکل بیگانگت نہ سمجھو کہ ہمارے تمھارے درمیان جو عہد و پیمان اور قول و قرار ہو چکا ہے وہ اپنی جگہ قائم ہے۔

(بتاریخ ۳ جمادی الاخریٰ یہ فرمان والا تحریر کیا گیا)

(۳)

مخلصؔ خاں کے نام

(۱/۲۶۱)

خیراندیش و وفاکیش مخلص خاں! اللہ تعالیٰ تم کو بعافیت و خیریت رکھے!!

ہماری باطنی عنایات تم یک رنگ مخلص پر جسقدر مبذول ہیں ان کے بارے میں کیا تحریر کیا جائے کہ اس موقع پر ان کا اظہار کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا، ہم کو کسی صورت یہ پتہ نہیں چلتا کہ تم کس فکر میں ہو اور ہم تینوں میں سے تمھارا میلانِ خاطر کس طرف ہے (داراشکوہ کے شریک حال ہو یا شاہ شجاع کے یا ہمارے یعنی مراد اور اورنگ زیب کی طرف مائل ہو) ہم سے تو تم کسی حال میں کبھی جُدا نہیں ہو تم جہاں کہیں بھی ہو ہمارے ساتھ موجود ہو! ہم خود اعلیٰ درجہ کی فوج اور تمام ضروری سامان کے ساتھ (جو

ہم نے اس سال اس ملک میں رہ کر فراہم کیا ہے) ہر وقت تیار نیار اور بہرحال آمادہ ہیں، اگر تم ہماری طرف مائل ہو تو بسم اللہ! یا تو ہمارے پاس آجاؤ یا ہم کو لکھو ہم تمھارے پاس پہنچ جائیں بہرحال جیسا مناسب سمجھو تحریر کرو تاکہ اسی کے مطابق عمل کیا جائے، عظیم الشان مقصد کے حصول کے بعد (یعنی تخت کے حصول کے بعد) انشاء اللہ العزیز تم ہماری خلافت و سلطنت میں شریک غالب ہو گے۔

چونکہ ان دنوں راستوں کا کچھ ٹھیک نہیں ہے (تم خود اس بات کو جانتے ہو) لہٰذا ہم نے تمھارے لئے تبرکات ارسال نہیں کئے، ہماری یہی توجہات و عنایات محتاج شرح و بیان نہیں ہیں!!

(۱۰ صفر ۱۳۱ جلوس مطابق ۱۰۶۸ھ تحریر کیا گیا)

(۵)

افتخار خاں کے نام

افتخار خان!! مابدولت کے شاہجہاں آباد کے سفر میں تم نے آگرہ اور متھرا کے درمیان ہمارے حضور میں جو بندگی اور اخلاص کا عہد کیا تھا امید ہے کہ تم اب تک اس پر ثابت قدم اور مستقل مزاجی کے ساتھ قائم ہو گے، تم اپنے آپ کو ہمارا سمجھو! اپنے عہد کے مطابق اس فراتفری کے زمانے میں جہاں کہیں بھی ہماری سواری پہنچے تم وہاں پہنچو اور ہماری خدمت میں پہنچکر کورنش و آداب بجالاؤ تاکہ تم کو ہر قسم کی ترقی اور منصب میں اضافہ کا استحقاق حاصل ہو (یعنی یہ امر تمھاری ترقی اور برتری کا باعث ہو گا)

اس لحاظ سے کہ ہم تینوں بھائی ایک دل اور متحد ہیں اور ہم تینوں نے حصول مطلب کیلئے پختہ ارادہ کرلیا ہے اور اس عہد و پیمان کا مقصد اصلی یہ ہے کہ ہم دین محمدی کو رواج دیں اس لئے ہم کو پختہ یقین ہے کہ فتح و کامرانی ہم کو حاصل ہوگی۔ ہمارے حضور پر نور میں پہنچنے کا یہی وقت ہے (تاکہ تمھارے اخلاص کا یقین ہو سکے) اس لئے کہ ہمارا فتح مند لشکر قریب آپہنچا ہے۔ ہم سے اپنے لئے بلند پایہ مراعات کی اُمید رکھو!!

(۶)

نصیری خاں کے نام

۱/۲۶۳

ہماری نمایاں مرحمتوں اور عنایتوں کے مستحق نصیری خاں! اس عہد و پیماں کے بموجب جو تم ہم سے

کر چکے ہو' اس سے قبل کئی بار تمہارے نام ہم فرامین صادر فرما چکے ہیں کہ تم کو چاہیئے کہ اب اپنے اس عہدہ کو چھوڑ دو اور ہماری خدمت اقدس میں جلد سے جلد پہنچو تاکہ تم ہماری شاہانہ نوازشوں اور عنایتوں سے سربلندی حاصل کرو، لیکن اب تک تمہاری طرف سے کسی فرمان کا بھی جواب نہیں ملا ہے یقین ہے کہ ہمارے وہ فرامین تم کو نہیں ملے ہوں گے۔

ابھی حال ہی میں شیخ محمد دین کی زبانی معلوم ہوا کہ تم ہم سے کئے ہوئے عہد پر بدستور قائم ہو اور ہماری بارگاہ والا میں کورنش بجالانے کا ارادہ رکھتے ہو (حاضر بارگاہ ہونا چاہتے ہو) لیکن اس لحاظ سے کہ تم صاحب الاقدر بھائی جیو (اورنگ زیب) سے اجازت لئے بغیر چلے آئے ہو اس لئے ہمارے پاس آتے ہوئے فکرمند اور پریشان ہو اور آنے سے ڈر رہے ہو! ہم نے بھائی صاحب جیو سے تمہاری تقصیرات کو معاف کرا لیا ہے اور ہم نے ان سے وعدہ لے لیا ہے کہ "آپ نصیری خاں سے گزشتہ اعمال پر گرفت نہیں فرمائیں گے اور ان کی باز پرس نہیں کریں گے اور جو کچھ بھی ازروئے بندہ پروری شایان عنایت ہے اس سے نصیری خاں کو سربلند فرمائیں گے"۔ لہٰذا تم ہماری طرف سے اور بھائی صاحب جیو کی جانب سے ہر طرح سے مطمئن رہو اور اس فرمان کے موصول ہوتے ہی ہماری بارگاہ میں پہنچنے کے لئے روانہ ہو جاؤ تاکہ ہماری بے کراں نوازشوں اور عنایتوں سے سربلندی حاصل کر کے اعلیٰ منصب اور قدیم جاگیر کو حاصل کر سکو۔

(۲۵ رجب ۱ جلوس مطابق ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء کو تحریر کیا گیا)

(۷)

ایک امیر کے نام

(۱/۲۳۳)

یہ واجب الاطاعت حکم خدا اور رسول خدا کے نام نامی سے موکد اور ان کو گواہ بنا کر صادر کیا جاتا ہے کہ فلاں امیر آئندہ اپنے عہد کے مطابق اعلیٰ اور عمدہ خدمات بجالائے گا، تو ہم اسکے اخلاص اور خدمت کے حق اور اس کی دولت خواہی اور فدویت کے استحقاق کو جیسا کہ ہونا چاہیئے ادا فرمائیں گے، وہ ہر معاملہ میں جو کچھ عرض کرے گا اس کو قبول کیا جائے گا۔ اور یہی نہیں بلکہ وہ ہماری طرح طرح کی عنایتوں اور نوازشوں سے ان خدمات کے صلہ میں جو اس سے اس زمانے میں سرزد ہوں گی، سربلند ہوگا، ہم اپنے اس حکم والا پر ہمیشہ کاربند رہینگے اور کبھی بھی اس کے خلاف عمل نہیں فرمائیں گے لہٰذا ہم نے اپنے اس فرمان کو اپنے مبارک پنجہ (پانچ انگلیوں کے نشانات) سے مزین فرما دیا ہے۔

(بتاریخ ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء تحریر کیا گیا)

اپنے بعض ملازمین کے نام

(۱) خواجہ شہباز کے نام

(۱۰۶۵ھ)

مخلص شجاعت نشان، فدوی خاں خواجہ شہباز شاہانہ عنایتوں سے سربلند ہوکر معلوم کریں کہ چونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا یہی حکم تھا کہ ہماری تخت نشینی جلد ہی ظہور پذیر ہو جائے اور ہماری تخت نشینی سے خلق کو رفاہ اور آسودگی حاصل ہو، اس سلسلے میں نجومیوں نے عرض کیا کہ تمام اہلِ نجوم اس پر متفق ہیں کہ جمعہ کے مبارک دن (کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو روزِ عید فرمایا ہے اور اس روزِ عید کی برکت سے تمام اہل زمین و اہل آسمان نے اس دن جشن منائے ہیں اور اس کو عید محمدی کا لقب دیا ہے) گیارہ گھڑی دن گزرنے پر دولت و فیروزی کے ساتھ تخت سلطنت پر ہم جلوس فرمائیں کہ ایسی عمدہ گھڑی برسوں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی ہے، چنانچہ ہم نے کلام الٰہی سے بھی فال نکالی اس مبارک فال کے نکلنے کے بعد جمعہ کے دِن (کہ ہماری سالگرہ کا مبارک دِن بھی یہی ہے) گیارہ گھڑی دن گزرنے پر سعادت و فیروزی کے ساتھ ہم نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور لطف الٰہی کا شکر بجالائے اور تمام دنیا کو انعام و اکرام سے مالا مال فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے ہماری اس تخت نشینی کو ہمارے اور ہماری اولاد کے لئے مبارک فرمائے اور ہمارے تمام امرا اور ملازمین کے لئے مسرت کا موجب ہو اور ان سب کو بھی مبارک ہو (آمین)

بعض مصلحتوں کی بنا پر اور مشفق بھائیوں کے احوال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے آرام گاہ میں یہ جلوس واقع ہوا اور اس موقع پر صرف چند قدیمی معتمد اور امراء موجود تھے، مجلس خاص برپا ہوئی اس کے بعد ہم خاص و عام لوگوں کے روبرو ہوئے اور ملازمین بارگاہ کو عنایتوں اور منصبوں سے سرفراز فرمایا، تمھاری کمی بہت محسوس ہوئی لیکن اس لحاظ سے کہ ہم تم پر عنایت کی خاص نظر رکھتے ہیں ہم نے تم کو اس موقع پر اپنی خدمت میں موجود تصور کیا اور تم کو سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب سے سربلند فرمایا! مبارک ہو! انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دوسری بار تم کو بہت سی عنایتوں سے

سربلند اور سرفراز فرمائیں گے!! اس جشن والا کی تمام روئیداد تمھارے لئے ارسال کردی گئی ہے۔ انشاءاللہ تم جلد ہی فتح و کامرانی کے ساتھ ہماری ملازمت میں حاضر ہوگے اور دوسرے جشن میں جو علانیہ ہوگا اور ہمارے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور سکہ ہمارے نام نامی سے ضرب پائے گا تو اس وقت تم بھی سرخروئی کے ساتھ اس جشن بزرگ میں شریک ہوگے۔

تم اس جشن مبارک کی خبر صرف ہمارے مخلص خاص میر ابوالقاسم کو پہنچا دو اور دوسرے لوگوں کو اس کی خبر نہ ہو۔ میر ابوالقاسم کے لئے ہم خاصہ کی خلعت ارسال کر رہے ہیں، میر ابوالقاسم کو بھی ہم نے دو ہزاری ذات و ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا ہے آئندہ اور بھی عنایات اس پر کی جائیں گی، میر صاحب کو بھی اس عنایت تازہ کی ہماری جانب سے مبارکباد پہنچا دو۔

۲۲ر صفر المظفر ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء)

(۲/۲۶۶)

مخلص شجاعت نشان خواجہ شہباز کو ہماری عنایتوں سے سربلند ہو کر معلوم ہو کہ آج شنبہ کا دن ہے اور ربیع الاوّل کی ۹ر تاریخ ہے، ایک پہر اور ایک گھڑی دن گزرنے کے بعد خاص و عام کی موجودگی میں ہم نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا، خطبہ اور سکہ ہمارے نام نامی سے مشرف ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس جلوس کی رونق و آرائش کو ہمارے اور ہمارے فرزندوں اور امرائے دربار کے لئے مبارک فرمائے۔ اس عظیم الشان جشن میں کہ ایسا جشن کبھی کسی نے کم دیکھا ہوگا، تم بندوں کو ان کے مراتب کے لائق طرح طرح کی عنایتوں سے سربلند اور سرفراز فرمایا، ہم نے تم کو اس جشن میں بہت یاد فرمایا، عَلَم اور نقارہ تمھارے لئے مخصوص کر دیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم اپنے لئے جو لقب پسند کرو اس لقب کو عالیشان فرمان میں مندرج فرما کر عَلَم و نقارہ تم کو مرحمت فرما دیا جائے، چونکہ تمھارا مکتوب موصول ہوا جس میں تحریر ہے کہ "مجھے فتح اور خدمت میں باریابی کے بعد اس عنایت سے سربلند کیا جائے"، لہٰذا تمھاری درخواست کے بموجب ہم نے ایک مبارک ساعت میں خانی کا خطاب اور عَلَم و نقارہ مرحمت فرما کر اپنے حضور میں دونوں چیزوں کو رکھ چھوڑا ہے، اگر تم کہو تو ابھی یہ دونوں چیزیں تم کو ارسال کر دی جائیں ورنہ اس روز جب کہ تم فتح و کامرانی کے ساتھ ہمارے حضور میں باریاب ہوگے تو ہم تم کو عنایت فرمائیں گے اور اس وقت تم جو کچھ عرض کروگے اس کو شرف قبول حاصل ہوگا۔ اس جشن مبارک کی خلعت خاصہ جلودار کے ذریعے تمھارے لئے ارسال کر دی گئی ہے۔

اگرچہ تمھارے لئے کسی امر میں تاکید کی ضرورت نہیں ہے لیکن چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہماری

خدمتِ اشرف میں حاضر ہو لہٰذا تم کو تاکید کی جاتی ہے کہ قلعہ کو جلد فتح کر لو، اس وقت قلعہ کی جو حالت ہے اور مورچوں کی کیفیت کسی جلودار کی زبانی جلد کہلوا کر بھیجو تاکہ معلوم ہو سکے کہ تم کب تک قلعہ فتح کر سکو گے، ہمارے اس فرمان کے موصول ہوتے ہی (جشن تخت نشینی کی خوشی میں) بادشاہی نوبت و نقارہ بلند آواز سے بجوانا، جو خطبہ یہاں پڑھا گیا ہے اور اس کی نقل تمھارے پاس بھیجی گئی ہے، تم اعلان کرادو کہ مسجدوں میں وہی خطبہ پڑھا جائے غرضکہ تمام دنیا کو اس خوشخبری سے مسرور کرو۔ ہماری تمام تر عنایات تمھارے شامل حال ہیں۔ (ربیع الاول ۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸ء)

(۹)

مرشد پرست خاں کے نام

(۱/۲۶۷)

مخلصِ مزاج داں مرشد پرست خاں (فتح جنگ) ہماری شاہانہ عنایتوں سے سربلند ہوں بھائی اورنگ زیب کا جو خط ابھی آیا تھا اس کی نقل اس فرمان والا کے ساتھ تمھارے پاس بھیجی جارہی ہے اس کے مطالعہ سے تم حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ گے، سننے میں آیا ہے کہ بدنصیب ملحد (داراشکوہ) قاسم خاں و دلاور خاں (فرزندانِ بہادر خاں)، روپ سنگھ راٹھور و سید منظفر و سید نجابت (پسرانِ شجاعت خاں) کو ایک بھاری فوج کے ساتھ اس طرف روانہ کرنے والا ہے۔ اس وقت تو دوست اور دشمن کی آنکھیں سورت کی فتح کو تاک رہی ہیں اور پوچھ رہی ہیں کہ ہمارے امراء اس کو فتح کریں گے یا نہیں؟ مجھے نہیں معلوم کہ تم کس کام میں مصروف ہو اور تم نے کیا سوچا ہے اور تم نے کوئی خبر واقعی نہیں لکھی ہے، صاف صاف بتاؤ کہ تم اس قلعہ کو فتح کر سکو گے یا نہیں اور اگر فتح کروگے تو کس طرح؟ اب تک حالت ہے کہ جو نقب تم نے لگایا اس کی بدبخت قلعدار کو خبر ہو گئی اور اس نے اس کارروائی کو باطل کر دیا ہم کو اس وقت بہت سے اہم کام درپیش ہیں دیکھئے اس معاملہ میں کیا ہوتا ہے۔

بالفعل ہم صفدر خاں کو چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کر رہے ہیں کہ وہ سرحد پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیں اور اس نواح کے زمینداروں کو قابو میں لاکر جڑ سے اکھاڑ پھینکیں خصوصاً سروہی کے ملعون زمیندار کی اچھی طرح مزاج پرسی کی جائے کہ اس کی بے اعتدالیاں حد سے گزر چکی ہیں اس کو اس کی جاگیر سے نکال باہر کریں اور سرحد پر کڑی نگرانی رکھیں اور دشمن کے آنے سے باخبر رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ربیع الثانی کے آغاز میں ہم بھی پیش خانہ ادھر روانہ کر دیں گے اور شکار کے

ارادے سے باہر نکلیں گے۔

گاہبہ اور چند دوسرے زمیندار ہماری خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی انشاء اللہ یکے بعد دیگرے حاضر آئیں گے اور ہماری عنایتوں سے سرفرازی و سربلندی حاصل کرینگے۔

علی قلی خاں کو ہم نے اس غرض سے روانہ کیا تھا کہ وہ جانپانیر کے قلعہ کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لے کہ وہ لوگوں کے بسانے اور آباد کرنے کے قابل ہے یا نہیں، بہرحال اس وقت وہ جو کچھ کرسکتا ہے وہ کرے اور ہمارے حضور میں لوٹ آئے۔

جام کا زمیندار اب تک ہمارے آستانے پر حاضر نہیں ہوا ہے، سلطان نیاز خاں اور تہور خاں کو ہم نے حکم دیا ہے کہ وہ اس کی سزا کو خوب شہرت دیں اور اس کی جانب اس طرح بڑھیں کہ وہ ڈر کر ہمارے حضور میں آجائے، یہ تمام اُمور تو اللہ کا شکر ہے کہ اچھی طرح سرانجام پاگئے اب صرف ملحد (داراشکوہ) کے لشکر کا سرانجام باقی رہ گیا ہے وہ بھی انشاء اللہ عنقریب ہوا چاہتا ہے، اس وقت تو ہم کو جو فکر لاحق ہے اور جس کی وجہ سے دل کو پریشانی ہے وہ سورت کی فتح کا معاملہ ہے کہ کسی صورت بھی اس کی فتح کی خوشخبری اُدھر سے نہیں آتی، وہ توپیں جو جوناگڈھ سے امانت خاں نے بھیجی ہیں ان کو اب تک سورت پہنچ جانا چاہیئے تھا، خبر نہیں کہ راستے میں کیا افتاد پڑی کہ وہ اب تک نہیں پہنچیں۔

اب تو فتح کی یہی صورت ہے کہ جو سرنگ بھی لگائی جاچکی ہے وہ اڑا دی جائے اور پھر یکبارگی حملہ کر کے قلعہ فتح کرلیا جائے، کوئی اور دوسری صورت نہیں، جتنے لوگوں کا وقت آچکا ہے وہ مارے جائیں گے اور ان کی سعادت اور خوش بختی کا کیا کہنا کہ وہ اپنے آقا پر قربان ہوگئے اور اپنے قبلہ وکعبہ کے لئے جان دے کر انھوں نے دنیا اور آخرت کی سرخروئی حاصل کی۔

دوسرے یہ کہ "قضیۂ زمین برسرِ زمین" پر عمل کرتے ہوئے تم کو کوئی ایسی تدبیر کرنا چاہیئے کہ ہماری یہ پریشانی دور ہو (اور قلعہ فتح ہوجائے) پانچ چھ بڑی توپیں جوناگڈھ سے روانہ ہوچکی ہیں۔ یقین ہے کہ اب پہنچ گئی ہوں گی، اُن سب کا قلعہ پر یکبارگی فائر کھول دیا جائے، ہمیں پوری امید ہے کہ اس صورت میں قلعہ کی دیوار منہدم ہوجائے گی اور حملہ کا راستہ نکل آئے گا۔

اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تربیت کی شرم رکھ لیگا اور تم کو اس حملہ میں فتح و نصرت نصیب ہوگی

بشرح دستخط خاص: مخلص خاص سید مصطفےٰ! ہماری نوازشوں سے سربلند ہوکر معلوم کریں کہ جس طرح ہم نے اس فرمان میں حکم دیا ہے اس پر تم ہدایت کے مطابق عمل کرنا۔

(۲/۲۶۸)

فدوی مزاج داں، مرید خاص، مرشد پرست خاں فتح جنگ شاہی عنایتوں سے سرفراز و سربلند ہوکر معلوم کریں کہ تم نے قلعہ سورت کی فتح کی مبارکباد اور قلعہ کی کنجی جو ہم کو ارسال کی تھی وہ شنبہ مطابق ۳ ربیع الاول ایک پہر دن چڑھے سب لوگوں کے حضور میں ہماری نظر اشرف سے گزری تمہاری ارسال کردہ مبارکباد ہاتھ میں لیکر عنایت الٰہی کا شکرانہ بجالائے اور فتح کا شادیانہ بجوایا گیا! ہم نے تمہاری حد سے زیادہ تحسین و آفرین کی، اللہ کا شکر ہے کہ تم کو دارین کی سرخروئی حاصل ہوئی! ہماری تخت نشینی کے بعد پہلی خدمت جو امیر بجالایا وہ ہمارا جانباز امیر مرشد پرست ہے انشاء اللہ تعالیٰ تم اس خدمت اور جاں نثاری کے عوض روز بروز اعلیٰ سے اعلیٰ تر درجے اور منصب پر پہنچو گے، اس اعلیٰ خدمت کے بہترین نتائج ہمیشہ تمھارے شامل حال رہیں گے اور ہم کو اُمید ہے کہ آئندہ بھی ایسی شاندار فتوحات تم کو حاصل ہوتی رہیں گی اس وقت تبرک اور تیمن کے طور پر جمدھر خاصہ جس پر مینت کاری ہے اور پھول کٹاری جو آج ہم اپنی کمر سے باندھے تھے تم کو مرحمت فرماتے ہیں اور تمھارے پاس محمد مراد عامل کے ذریعہ اس فرمان کے ساتھ ارسال کر رہے ہیں، اس کے بعد جب تم ہمارے حضور میں آؤ گے تو دوسری عنایات سے سربلند ہوگے۔

تم نے جو تحریر کیا ہے کہ تم نے قلعہ دار کو قلعہ سے باہر نکلنے کی اجازت دیدی اور وہ تمھارے پاس آیا تم نے اس کو زاد راہ فراہم کیا اور بار بردار جانور بھی دیدیئے اچھا کیا ہم کو تمھاری یہ بات بہت پسند آئی تم نے اس کی جان بخشی کا اس کو قول دے دیا ہے تو تمھارا قول ہمارا قول ہے لیکن اس کو بغیر ہمارے حضور میں حاضر ہوئے باہر جانے کی اجازت بھی تم نے دے دی یہ کچھ بری سی بات ہے ابھی یہ موقع ہے کہ قلعہ دار ہمارے حضور میں حاضر ہو جائے ہم اس کو قول دیتے ہیں کہ دو تین روز ہمارے حضور میں مقیم رہے پھر جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ ہم رہنما ساتھ کر کے اس کو رخصت فرما دیں گے، اُمید ہے کہ ہمارے اس فرمان کے پہنچنے تک کہیں نہیں گیا ہوگا، تم کسی معقول شخص کو اس کے پاس بھیجو تاکہ وہ اس کو تسلی اور دلاسا دے کر اپنے ساتھ ہمارے حضور میں لے آئے۔ تم نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا ہے ویسا ہی ہم عمل کرینگے، اور اگر تم نے اس کو یہ قول دے دیا ہے کہ" ہم تم کو یہیں سے رخصت کر دینگے" تو اس صورت میں تمھارا قول ہمارا قول ہے اس کو وہیں سے رخصت کر دو کہ آخر میں بھی یہی ہونا ہے، جہنم میں جائے لیکن تم اس بے شعور کو اچھی طرح سمجھا دینا کہ" اس راستے پر بھائی اورنگ زیب موجود ہیں کیا وہ اُسے چھوڑ دینگے کہ وہ جدھر چاہے چلا جائے"، بہرحال اگر تم اپنے ساتھ قلعہ دار کو بھی لاتے تو اچھا ہوتا، خیراب

تم جانو!!

اللہ کا شکر ہے کہ قلعہ خرد بھی امداد الٰہی سے فتح ہو گیا چونکہ نیا ملک در نیا قلعہ تصرف میں آیا ہے لیکن اس کا ہمسایہ اچھا نہیں ہے (اس ملک کے ہمسائے کا قلعہ دار اور جاگیر دار اچھا شخص نہیں ہے) لہٰذا تم کو چاہیے کہ خزانہ اور روم کے سفیر کو نیز تمام توپوں کو کافی فوج کے ساتھ جس میں گھوڑ سوار فوج بھی ہو، ہمارے حضور میں روانہ کر دو کہ اس وقت ہم ہر طرف سے مطمئن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملحد کو ابھی ایسی کمک نہیں مل سکی ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ پر فوج بھیج سکے، لہٰذا تم ہر طرف سے مطمئن ہو کر ہمارے حضور میں روانہ ہو جاؤ۔

وہ گھوڑے جو ہمارے کام کے نہیں تھے ان کے سلسلے میں تم نے یہ خوب کیا کہ کسی شخص سے کہا کہ ان کو اپنے آقا کے لئے خرید لو، جونا گڈھ والی توپوں کے بارے میں تم نے جیسا تحریر کیا تھا، سربراہ لوگوں کو (داروغہ توپ خانہ وغیرہ) توپ کھینچنے والے بیلوں وغیرہ کا انتظام کرکے روانہ کر دیا ہے۔ تم کو چاہیے کہ تم بھی توپوں کو جلد روانہ کر دو، چھوٹی توپ جو صف بہ صف جنگ کے لئے بہت کار آمد ہوتی ہے کم سے کم دو سو اپنے ساتھ لائیں بشرطیکہ قلعہ (سورت) کی توپیں اس سلسلے میں نہ لینا پڑیں، قلعہ کو تو خوب اچھی طرح مضبوط بنا دو؛

ہماری عنایات تمام و کمال تمھارے شامل حال ہیں۔ شنبہ کے روز دن ڈھلے یہ فرمان تحریر کیا گیا۔

ہاں ایک اور بات ضروری ہے کہ اس فرمان کے پیچھے پیچھے ہم اپنے ایک معتبر ملازم کو چند تحفوں اور جلوس مبارک اور فتح سورت کی خبر پر مشتمل ایک خط کے ساتھ حضرت شاہ ولایت کی خدمت میں بھیج رہے ہیں، تم کو چاہیے کہ بہت جلد ایک دو اسٹیمر تیار رکھو کہ جیسے ہی ہمارا یہ آدمی پہنچے بغیر کسی تاخیر کے وہ جہاز پر بیٹھ کر روانہ ہو جائے، اس معاملہ میں سخت تاکید کی جاتی ہے، تاخیر نہ کی جائے۔

(۳۰ / ۲۶۹)

مرید شجاعت نشان، فدوی مزاج داں مرشد پرست خاں فتح جنگ!!

ان دنوں مسلسل اور پے در پے یہ خبریں آ رہی ہیں کہ اس بے دین و ملحد (دارا شکوہ) نے ۲۳ ربیع الاول کو زبردست فوجیں، ایک راجہ جسونت سنگھ کی کمان میں اوجین کی طرف بھائی اورنگ زیب کا راستہ روکنے کے لئے اور دوسری مہابت خاں و قاسم خاں وغیرہ کی سرکردگی میں اجمیر کے راستے سے احمد آباد بھیجی ہیں، چلو بہت اچھی بات ہے۔ بھائی اورنگ زیب کے خط کی نقل بھیج دی

گئی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت سے اس کافر ظالم کا لشکر نیست و نابود ہو جائے گا لیکن اب تمہارے توقف کا وقت نہیں ہے، ہمارے اس فرمان کے ملتے ہی کوچ پر کوچ کرتے ہوئے ۲۴ر تک ہمارے حضور میں پہنچ جاؤ، ۲۴ر جمادی الاول کو روانگی اختیار کرنا اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی اور ہم بھی عزم درست کے ساتھ شبھ گھڑی میں روانہ ہوں۔

کوئی اکیس روز ہوئے کہ اکبر آباد سے لشکر آگیا ہے اب اس شہر میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے، تم اپنے ساتھ توپیں وغیرہ اور جنگ کا دوسرا سامان ساتھ لانا، سدھیر کو اپنے حضور میں طلب کرنا اور بتانا کہ اس وقت لشکر کو اِدھر اُدھر کرنا مناسب نہیں ہے، سب لشکر کو یکجا ہو کر ملی غنیم کی فوج کو شکست دینا ہے، تم جلد سے جلد پہنچو، اس سلسلے میں پوری پوری تاکید کی جاتی ہے۔

بروز شنبہ چہاردہم ربیع الثانی ۱۰۶۸ھ مطابق جنوری ۱۶۵۸ء تحریر کیا گیا۔

دوسرے یہ کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ چونکہ تمام کام روپے کی کمی کی وجہ سے معطل پڑے ہیں لہٰذا تم خزانہ جلد سے جلد بدیع کے ساتھ ہمارے حضور میں بھیج دو اور اگر کل خزانہ کا بھیجنا ممکن نہ ہو تو پانچ چھ لاکھ روپیہ اونٹوں پر بار کر کے جلد سے جلد روانہ کر دو کہ یہاں خزانہ میں روپیہ بہت کم رہ گیا ہے، جو کام جس قدر جلد ہو جائیں اتنا ہی بہتر ہے۔

متفرقات

سیّد جعفر صاحب سجّادہ گجرات کے نام (۱)

(۱/۲۷۰)

سیادت پناہ و معارف آگاہ، سید عزیز القدر میاں سید جعفر شاہانہ عنایتوں سے سربلند ہو کر معلوم کریں کہ ۲۱ر رجب کو دیبال پور کے مقام پر برادر بزرگوار بھائی اورنگ زیب سے ملاقات ہوئی اور ہم سب یکجا ہو گئے، جمعہ کے روز ۲۲ تاریخ کو دشمن کہ جو پچاس ساٹھ ہزار جرار فوج لیکر جس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا توپ خانہ اور بیشمار ہاتھی تھے، بڑے غرور اور تمکنت کے ساتھ اُجین سے باہر نکلا، شہر سے چار کوس آگے بڑھ کر بہت بڑے رقبے میں اس نے مورچے لگائے تھے اس کے چاروں طرف پانی کا نالا ایک قدرتی باڑھ کی طرح تھا) دفع کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور ایسی جنگ چھڑی کہ سو سال کی مدت میں ایسی جنگ ہندوستان میں نہیں ہوئی تھی، جانسپار اور دلیر جوانوں نے دونوں طرف سے شیر کی طرح حملے کئے اور داد مردانگی دی، راجپوتوں نے تو ایسی بہادری دکھائی کہ اُن سے اس کی توقع نہیں

ہوسکتی تھی، انھوں نے نمک حلالی اور جاں نثاری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، بے دھڑک جان کی بازی لگا دی، لیکن چونکہ تائید الٰہی اور عنایت رسالت پناہی ہمارے شامل حال تھی ان کافروں، فاجروں کی ایک بھی پیش نہیں گئی، آخر کار جسونت سنگھ اور قاسم خاں نے کاری زخم کھائے، ان کے بہت سے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ان دونوں کے پاؤں اُٹھ گئے اور جان بچا کر بھاگے، مال و متاع، اسپ، فیل و شتر، خیمہ و خرگاہ جو کچھ ساتھ تھا وہ سب کا سب ویسے ہی چھوڑ گئے اور اپنے اور اپنے اسلاف و اخلاف کے لئے شرم و عار کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکے۔

دشمن کے تقریباً پانچ ہزار نامی اور مشہور آدمی مارے گئے، ان میں سے اکثر تو بڑے پائے کے نامی سردار تھے، رن اس غضب کا پڑا کہ خود ہم کو اپنے بہادروں کی ہمت بڑھانے کے لئے آگے بڑھنا پڑا اور ہم ہراول اور میمنہ کی فوج سے جا ملے، خود ہم نے اپنے ہاتھ سے بہت سے دشمنوں کو ٹھکانے لگایا، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسی عظیم الشان اور نمایاں فتح حاصل ہوئی یہ محض اس کا فضل و کرم ہے جو زمانے کو ایسی کامیابی نصیب ہوئی، اس احسان عظیم اور عنایت خاص کا شکر ہم پر اور تمام اہل عالم پر واجب ہے، پورا پورا شکر ادا کرنا تو انسان کی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔

اس فتح کے بعد تین روز تک ہم نے اوجین میں توقف کیا اس کے بعد اب ہم اکبر آباد روانہ ہو گئے ہیں امید ہے کہ انشاء اللہ عنقریب ہم کامیاب و فتحیاب ہونگے امید کہ آپ ہمیشہ اپنے آبا و اجداد کی ارواح پاک کے ساتھ آپ ہماری کامیابی کے لئے توجہ فرمائیں گے اور ہم کو توقع ہے کہ جس طرح اس فتح میں جو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور آپ کے خاندان کے بزرگوں کی توجہ سے ہم کو حاصل ہوئی، آپ کی توجہ بھی ہمارے شامل حال تھی، اسی طرح دوسری فتوحات کے لئے آپ دعا اور توجہ فرمائیں گے۔

شیواجی بھوسلہ

(۱/۷)

شاہانہ عنایتوں اور ہمارے احسان کے لائق شیواجی بھوسلہ سلطانی عنایتوں کی امید رکھتے ہوئے معلوم کریں کہ تم نے از روئے ارادت و عقیدت جو عرضداشت ارسال کی تھی وہ ہماری نظر سے گزری، تم نے ہمارے حضور پرنور میں حاضری کی درخواست کی ہے اور اپنے اس عریضہ کو قول سے پختہ کیا ہے (وفاداری کا قول دیا ہے) اس سلسلہ میں حسن و اخلاص کے شایان یہ ہے کہ تم پہلے اپنے ایک معتبر وکیل کو جس پر تم کو پورا پورا اعتماد ہو حضور میں بھیجو تاکہ تمھارے مقاصد و مطالب سے پوری پوری آگاہی حاصل ہو اور اس کے بعد

ہم تمھاری دلدہی اور دلداری کے لئے اپنے پنجۂ مبارک سے آراستہ کر کے عنایات پر مشتمل فرمان تمھارے نام صادر فرمائیں گے، تم ہر طرح خاطر جمع رکھو اور جلد ہی ایک معتمد وکیل کو ہمارے حضور میں روانہ کر دو، تم شاہی نوازشات کی ہر اعتبار سے توقع رکھو۔

بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۲۲ شاہجہانی مطابق ۱۰۵۹ھ (۱۴ مارچ ۱۶۴۹ء) کو تحریر کیا گیا۔
عبداللطیف کی وساطت میں یہ فرمان ارسال کیا گیا۔

(۲/۲۷۲)

امارت پناہ، شجاعت دستگاہ، عقیدت مند با اخلاص شیواجی بھوسلہ، سلطانی عنایتوں سے مفتخر اور معزز ہو کر معلوم کریں کہ چونکہ انتہائی لطف و کرم کے باعث تمھارے والد کی تمام خطاؤں کو معاف کر دیا گیا ہے اور ان کے تمام قصور نظر انداز کر دیئے گئے ہیں اور تمھارے اخلاص و عقیدت کا لحاظ کرتے ہوئے تم پر عنایت و بخشش کے دروازے کھول دیئے ہیں لہٰذا اب اس بات کا خاص موقع اور وقت ہے کہ تم اپنی خوش بختی اور خوش نصیبی کے ساتھ اپنے والد اور اپنی تمام قوم کے ساتھ آستان بوسی کے لئے جلد پہنچو، تم کو اس سعادت کے حصول کے بعد پنج ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا جائے گا اور انعام و اکرام اس کے سوا ہونگے، تمھارے بھائیوں اور تمھاری قوم کا جو فرد آستاں بوسی کی اس سعادت سے بہرہ ور ہوگا وہ شاہی ملازمین کے زمرے میں شامل ہو جائے گا تمھارے والد کا وہی سابقہ منصب بحال رہے گا۔ تم ہر طرح سے اطمینان رکھو اور اس عنایت سے مالا مال فرمان کو جو پنجۂ مبارک کے نقش سے مزین ہے اپنے لئے فخر و سعادت کا سرمایہ سمجھو اور اعلحضرت کی بندگی و اطاعت اختیار کر کے ہر انعام و اکرام کو اپنے شامل حال سمجھو۔

۱۵ شعبان ۲۳ جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۹ ہجری (۱۴ اگست ۱۶۴۹ء) کو تحریر کیا گیا۔
عبداللطیف کی رسالت میں یہ فرمان ارسال کیا گیا۔

(۳/۲۷۳)

شاہانہ عنایتوں اور نوازشوں کے لائق، سردار شیواجی بھوسلہ، بیشمار شاہی عنایتوں سے سرفراز ہو کر معلوم کریں کہ تمھاری وہ عرضداشت جو تم نے راگھو پنڈت کے ذریعہ ارسال کی تھی نظر انور سے گذری، شاہانہ توجہات کا باعث ہوئی، تم نے دیشمکھال پرگنہ جنیر اور احمد نگر کی خدمت کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ تم کو سپرد کر دی جائیں لہٰذا تم اس معاملہ کی جانب سے خاطر جمع رکھو، دربار شاہی میں تمھاری یہ گزارش قبولیت حاصل کرے گی، مناسب ہے کہ تم جلد سے جلد اپنے وکیل کو یہاں بھیجو تا کہ وہ تمھارے

تمام مطالب و مقاصد کو ظاہر کر سکے اور اس سلسلے میں اس سے جو کچھ پوچھا جائے وہ اس کا جواب عرض کر سکے تاکہ تمھاری مہمات کے سرانجام پانے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو امید کہ تم برابر اخلاص و عقیدت کے اظہار میں کوشاں رہوگے اور شاہانہ عنایتوں کو ہر وقت اپنے شامل حال سمجھوگے۔

۵ ر ذی الحجہ ۲۳ جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۹ ہجری (۳۰ ر نومبر ۱۶۴۹ء) کو تحریر کیا گیا۔

عبد اللطیف کی رسالت میں یہ فرمان بھیجا گیا۔

(۳)

ساہوجی بھوسلہ کے نام

(۱/۴۷/۲)

عقیدت مند با اخلاص، امارت و ایالت پناہ، ساہوجی بھوسلہ! شاہانہ نوازشوں اور عنایتوں سے سربلند ہوں اور ان کو معلوم ہو کہ تمھارے فرزند شیواجی نے جو درخواست اس زمانے میں رسال کی تھی وہ منظر انور سے گزری، چونکہ اس عرضداشت سے حُسن ارادت اور اظہارِ بندگی نمایاں تھا لہٰذا شاہانہ توجہات کا باعث ہوئی، تمھارے فرزند نے تمھارے گناہوں اور خطاؤں کی معافی کے بارے میں عرض کیا تھا، چونکہ ان دنوں ہمارے جہانبانی کے عَلَم فتح و فیروزی کے ساتھ درگاہِ معلّی کی جانب رواں دواں ہیں لہٰذا ہم تم کو بھی اپنی توجہ کی نوید اور شاہانہ عنایتوں کی خوشخبری سے مسرور اور سربلند فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ تم ہر طرح سے خاطر جمع رکھو، ہمارے دربارِ فلک آثار میں پہنچنے کے بعد جب تمھارے مطالب و مقاصد ہمارے گوش گذار کئے جائیں گے تو ہم ان کو پورا کرنے کا حکم فرما دیں گے، بندگی اور اخلاص کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے ایک معتمد وکیل کو ہمارے حضور میں بھیجو تاکہ اس کے توسط سے ہم ایک فرمان اپنے پنجۂ مبارک سے آراستہ کر کے اپنے قول کے ساتھ صادر فرما دیں۔

سنبھا جیو اور تمھارے دوسرے فرزندوں کو بھی ہم اپنی توجہات سے سربلند فرماتے ہیں۔ ان کے سابقہ منصب بحال رکھے جائیں گے اور ان کے حال پر بھی طرح طرح عنایتیں مبذول ہونگی، تم ہمیشہ حسن اخلاص و اظہار بندگی میں کوشش کرتے رہو کہ یہ امر تمھارے تمام مطالب کے حصول و کشود کار کا باعث ہوگا، از راہ کمالِ عنایت و بندہ نوازی ایک خلعت تم کو ارسال کیا جا رہا ہے اس کو وصول کر کے سعادت و سربلندی حاصل کرو اور عنایات سلطانی کو اپنے شامل حال جانو۔

بتاریخ ۵ ر ذیقعدہ ۲۳ جلوس (۳۱ ر اکتوبر ۱۶۴۹ء)

(رقعات عالمگیر (جلد اوّل) ختم ہوئے)

مدارج النبوۃ اردو
جلد اوّل
حضرت علامہ شیخ عبدالحق
محدث دہلوی کی رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و
فضائل حیاتِ طیبہ پر جامع ومانع کتاب
اس میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیات سابق و
آخر اور افضل الکائنات کو دلائل عقلی والہامی اور اثباتِ
فکری و روحانی سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس جلد میں ان امور
پر بھی بحث کی گئی ہے جو شرفِ حسب و نسب شرفِ نبوت و
رسالت شرفِ ابوت شرفِ عصمت اور شرفِ معجزات سے متعلق
ہیں اور کمال تو یہ ہے کہ ان خصائل و فضائل کو قرآن پاک کی
آیات سے ثابت کیا گیا ہے انداز تحریر اور طریقہ استدلال اتنا
پیارا اور دلنشین ہے کہ بات دل و دماغ میں آتی چلی جاتی ہے
اور بہت سے ایسے شکوک و شبہات جو مادیت اور الحاد کے
پیدا کردہ ہیں خود بخود زائل ہو جاتے ہیں اور دل و دماغ
دولتِ ایمانی سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔
خوشنما کتابت • آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت، مضبوط
پلاسٹک کا خوبصورت کور، سائز ۲۰×۲۶/۸
آٹھ سو سے زائد صفحات قیمت :- چوبیس روپے
جلد دوم
اس جلد میں رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات
مبارکہ اور متعلقات حیاتِ مبارکہ کو پیش
کیا گیا ہے۔ طلوعِ آفتاب رسالت، اہالیانِ مکہ کے
شدائد، رسولِ اکرم کی استقامت، ہجرت، غزوات،
سرایے، دربارِ نبوی کے فیصلے، اصحاب سے آپ کا برتاؤ،
غیروں سے حسنِ سلوک، ازواجِ مطہرات کے حالات اور اولادوں کا ذکر
یہاں تک کہ جس کو رسول مقبول سے ذرا سی بھی کسی قسم کی نسبت
تھی اس تک کے حالات لیے دلکش اور پیارے انداز میں تحریر
کیے ہیں جنھیں پڑھ کر حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے
علم کا بحرِ ذخار تسلیم کرلینا پڑتا ہے جو کچھ لکھا ہے عشقِ رسول
میں ڈوب کر لکھا ہے اور جو بھی انھیں پڑھے گا ان ہی
کیفیات کو اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ یہ بات بھی پورے
وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اردو میں اسکے مکمل ترجمے اور اشاعت
کا فخر صرف مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ہی کو حاصل ہے
اس کا ترجمہ مفتی غلام معین الدین مراد آبادی نے کیا ہے۔
جس کے لیے وہ ہم سب کے شکریے اور تحسین کے مستحق ہیں
خوشنما کتابت • آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت، مضبوط پلاسٹک
کا خوبصورت کور، سائز ۲۰×۲۶/۸ آٹھ سو صفحات سے زائد قیمت ۲۴/- روپے
عالم باکمال اور محدث بے مثال
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
کی لازوال کتابیں
اخبار الاخیار برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر صوفیائے کرام کا مستند ترین تذکرہ
یہ کتاب ایک بیش قدر تاریخی اور علمی شاہکار ہونے کے علاوہ حکمت و نصائح اور پاکیزہ اخلاقی تعلیمات کا بیش
بہا ذخیرہ ہے اس میں تقریباً تین سو اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے حالات اور سوانح حیات شامل ہیں
اصل کتاب فارسی میں تھی۔ ہم نے نہ صرف اس کو سلیس اردو میں منتقل کرایا ہے بلکہ مذکورہ اولیاء و صوفیا
حضرات کے سن پیدائش اور وفات کو بعد تلاش و تحقیق اس میں شامل کردیا ہے۔ اب اس کتاب کی
حیثیت ایک تاریخی دستاویز کی ہوگئی ہے۔ صفحات ۶۰۰، سائز ۲۰×۲۶/۸ کاغذ سفید طباعت عمدہ
آفسٹ میں مضبوط جلد حسین سرورق
قیمت :- سولہ روپے پچاس پیسے
راحت القلوب
جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب (اردو)
★ مترجمہ حکیم عرفان علی بیہلی بھیتی
مدینہ منورہ کی مادی اور روحانی تاریخ۔ اس میں مدینہ منورہ کے بہت سے ناموں کی تفاصیل ان کی وجہ تسمیہ اس شہر کا دنیا کے
جملہ شہروں پر فضیلت و خصوصیت رکھنے کے باوجود متعلقاتِ مدینہ منورہ کی تاریخ، وہاں کے رہنے والوں کے شرف اور
فضیلت کے اسباب غرضکہ یہ کتاب محض مدینہ منورہ کی تاریخ ہی نہیں ہے بلکہ حضرت رسول مقبول اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام
منافقین اور بدعہد یہودیوں کی دلچسپ معلومات افزا اور اثر انگیز داستان ہے۔ ترجمہ نہایت شستہ اور رواں۔ کتابت اور طباعت
اعلیٰ، سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۲۸۸۔ حسین سرورق، مضبوط جلد • قیمت : دس روپے